

2490.7

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي احسانه که درین ایام فرزند فرجام ترجمه کتاب

۱۳۲۵
اردو
الحجۃ الکبیر
۱۹۰۶

ترجمہ خاکسارے روی شان غلام احمد خان بریان مترجم کتب تصوف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کسی نے جو
فرزند
کہا کہ علم
اور وہ
میں دو
نہایت
کوشش
کیا طریقہ
اور خدا
آپ ہمیں
میں کہیں

انتخاب فہرست لکھنؤی غلام احمد خان مالک مسلم پریس دہلی

سیر الاولیاء اردو

یہ کتاب حضرت سلطان المشائخ غلام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ کے حالات میں نہایت جامع کتاب ہے جس میں سوسات صفحات سے زیادہ ہیں۔ یہ سیرت میں خواجگانِ چشتیہ کی سوانحی و نظم و نثر دوسو سے زیادہ صفحات میں حضرت محبوب الہی اور ان کے خلفاء کے حالات اور آخری تین سو صفحات میں اوصاف کے ایک اور ضروری نکات ہیں جو حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ نے برائے تلمیذین میدان ارشاد فرمائے تھے۔ یہ کتاب نہایت ہی مستقیمہ قیمت، باوجود مجموعہ طبع سے علاوہ محض لڑاک۔

تحفہ سبحانی

فتح الہادی والفیض الہامی

یہ کتاب مستطاب حضرت غوث الاعظم ابو محمد میراں شیخ نعمی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا مکتوب مبارک ہے جس میں عربی و فارسی میں ہوا تھا۔ دہلی سے شکار اردو و دہلی مسلمانوں کیلئے ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں آپ کے کل واعظ اور کچھ وفتاح و روح ہیں جو کہ اکثر جامع سید عبداللہ آباد (ماسٹر خان) میں فرماتے تھے اور جنکو مسکنہ زارہا کہتے ہیں۔ یہ کتاب ہر دور صدائے افکار اور اسلام میں داخل ہو جائے تھے۔ اس کتاب کے مضامین کی علوم و مضامین آپ کے علم و کمال سے بخوبی قیاس میں آسکتی ہے۔ قیمت عربی کی اصل کتاب سے ایک روپیہ کم یعنی یہ علاوہ محض لڑاکاں مقبر ہے۔

مجموعہ ملفوظات خواجگانِ چشت اردو

یہ کتاب تھوڑے سی عرصہ میں چار مرتبہ طبع ہو کر تیسرے مرتبہ پہلی عقیقت ہو چکی ہے۔ چار ہزار سے زیادہ جلدیں نکل چکی ہیں۔ اس میں حضرات خواجگانِ چشت رحمہ اللہ کے ملفوظات ہیں جن کے نام نامی

یہ ہیں: حضرت خواجہ عثمان دہلوی، خواجہ حسین الدین حسن بخاری خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا صاحب فرید الدین گنج شکر کجوری سلطان المشائخ غلام الدین اولیا قدس سرہم۔ یہ وہ بابا محبوب عہد سے جاوے جو نبی انصاف و بیان اور فیض رسانی میں خاص مشہرت رکھتے تھے۔ نہایت ہی مفید اور لائق

استفادہ کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

سراج المجالس خیر المجالس

ملفوظ مبارک حضرت نقیب الاولیاء شیخ الاعظم حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ عنہ جمع فرمودہ حضرت حمید شاعر قلندریہ اس میں ایک کو ایک مدت سے ضرورت تھی نہایت تلاش سے مل گیا کہ اردو میں شائع کیا ہے۔ قابل استفادہ و کمال ایک جلد ضرور طلب فرمائیں۔ بیسی مفید۔

آداب المریدین اردو

اصل کتاب عربی زبان میں حضرت شیخ ابوالخیر سہروردی رضی اللہ عنہ پیر و مرشد حضرت شیخ سہروردی و شیخ روز بھان مصری رحمہما اللہ تعالیٰ ہے۔ علم تصوف میں یہ کتاب نہایت جامع ہے۔ آداب ہیں۔ ملاحظہ اور استفادہ کے لائق ہے۔ معائنہ سے معلوم ہوگی قیمت صرف ۸

عشرہ کاملہ اردو

اصل کتاب عربی زبان میں حضرت شیخ فانی فی جہان آبادی رضی اللہ عنہ تصنیف ہے۔ جسکو آپ نے میر تاج فیاض نے تالیف کیا۔ یہ کتاب بھی مسائل تصوف

کشول کلیبی اردو

یہ کتاب بھی حضرت شیخ سابق الدکر رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اس میں ہر قسم کے ذکر و کارنامہ لایا گیا ہے اور اس کے طریق تلمیذین و فضائل خاندانِ چشت رضی اللہ عنہم کا اس کتاب میں ہے۔ باوجود اس اعلیٰ اور افضل بنی ہوئے۔



بسم الله الرحمن الرحيم

کسی نے محترم و بزرگ امام علامہ دہر قہامہ عصر کہے کہوٹے کے پر کہنے والے شمس دین شیخ الصلاح ابو بکر
فرزند رشید حافظ ابو عبد اللہ محمد المنصور بن النعمان الجوزی سے باین مضمون۔

سوال

کہا کہ علماء ائمہ دین اوش شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بلاؤ مصیبت اور مرض وغیرہ میں مبتلا ہوا۔
اور وہ یہ جانتا ہے کہ اگر سبب بلا میرے ساتھ ہمیشہ ہوگی تو میرے دین و دنیا میں سخت خلل انداز ہوگی اور
میں دونوں جہان سے گیا گذرا ہوا جاؤں گا باین لحاظ اوس نے اس بلا کو اپنے نفس سے دفع کرنے میں
نہایت گہمی اور سعی کے ساتھ کوشش کی اور ہر طرح سے کوشش کی لیکن جون جون اوس نے
کوشش کی وہ آؤ بڑھتی اور سختی بڑھتی گئی اب اوس کے دفع کرنے کا کوئی سبب اور اوس سے نجات پانیکا
کیا طریقہ ہے ؟ خدا نے تعالیٰ اوش شخص پر رحم کرے جو کسی مصیبت زدہ کی مدد کے لیے اوشے کھڑا ہو
اور خدا بندہ کی مدد میں ہے جب تک وہ اپنے بہائی کی امداد و اعانت میں لگا رہتا ہے۔ اس بارہ میں
آپ ہمیں فتویٰ دیجیے خدا آپ کو اسکا اجر دے گا۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا سوال کے

جواب

میں لکھا احمد تشد اما بعد صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ جناب نبی کریم

انہوں نے فرمایا کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچ لیں گے اور آپ سے اسکا تذکرہ نہ کر لیں گے اور جو حضور ارشاد کریں اوپر غور نہ کر لیں گے تب تک ان بکریوں کی تقسیم نہ کریں گے جب یہ قافلہ سفر سے لوٹا کہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو سارا واقعہ عرض کیا حضرت نے فرمایا تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا کہ سورہ فاتحہ مشہور ہے زان بعد فرمایا تم نے بہت اچھا کیا بکریوں کو باہم تقسیم نہ کرو اور ایک حصہ ہمارا بھی قائم کرو۔ خلاصہ یہ کہ اس دوا لینے سورہ فاتحہ نے اس مرض کے دور کرنے میں فوری اثر ظاہر کیا۔ حتیٰ کہ گویا کبھی تھا ہی نہیں اور یہ نہایت ہل اور آسان تر علاج ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ کے ساتھ عمدہ اور اچھے طور پر علاج کرے تو شفا میں اس کے عجیب و غریب اثر اور حیرت انگیز تاثیر دیکھے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دراز مدت تک مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہا اور انشاء قیام میں طرح طرح کے امراض میں مبتلا رہا ہر چند کہ میں نے بہت کوشش کی لیکن وہاں نہ تو کوئی طبیب ہی نہ دوا ہی دستیاب ہوئی۔ آخر کار میں نے سورہ فاتحہ سے اپنا علاج کیا اور اس کے عجیب و غریب تاثیر دیکھی پھر تو جو گرفتار مرض مجھے کوئی شکایت بیان کرتا میں اسے ہی علاج بتا دیتا خدا کی قدرت بہت لوگ اچھے ہو گئے اور جلد اچھے ہو گئے۔

لیکن بیان ایک اور امر قابل غور اور لائق توجہ ہے وہ یہ کہ جو اذکار اور قرآنی آیات اور ماثورہ دعائیں کہ حصول شفا کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہیں اور بطریق مندرجہ رہی جاتی ہیں وہ اگرچہ حقیقت میں مفید و شافی ہوتی ہیں لیکن ان میں فاعل کی قوت محبت اور اس کی تاثیر اور محل کا قابل ہونا شرط ہے یعنی تاثر نیک محل قابل استعداد نہ ہوگا اور فاعل میں قوی محبت اور تاثیر نہ ہوگی اس وقت تک دعاؤں کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ پس جب اس قسم کی آیتیں یا دعائیں محل میں لائی جائیں اور شفا حاصل نہ ہو تو جان لینا چاہیے کہ یا تو فاعل کی تاثیر میں ضعف ہے یا محل لینے محل ناقابل ہے یا کوئی اور ایسا قوی مانع ہے جو حصول شفا اور دوا میں اثر کرنے کو منع کرتا ہے جیسا کہ ظاہری دواؤں اور امراض حسیہ ہے۔ اسباب کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات دوا جو مرض کو مفید نہیں پڑتی تو اسکا کہی تو یہ سبب ہوتا ہے کہ طبیعت دوا کو قبول نہیں کرتی اور کہی کوئی اور قوی مانع ہوتا ہے جو دوا اور تیر کے اقتضائے اثر کو منع کیا کرتا ہے کس لئے کہ جب طبیعت پورے اور کامل قبول کے ساتھ دوا کو لیلیگی تو جسم اس فعل کے لحاظ سے خاطر خواہ منتفع اور شفا یافتہ ہوگا۔ یہی حال دل کا سمجھنا چاہیے کہ جب وہ مشرور اور متوند ہو

پوری توجہ اور کامل قبول کے ساتھ لیلیا ہے اور عامل قابل نفس اور موثر بہت ازالہ مرض میں رکھتا ہے تو اس کا اثر فوراً مرتب ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دعا مکروہات کے دفع کرنے اور مطلوبات کے حصول میں تمام اسباب میں ایک بڑا قوی سبب ہے لیکن گاہے گاہے اس کا اثر بھی مختلف ہو جاتا ہے اور شفا حاصل نہیں ہوتی اور اس کا یا تو یہ سبب ہوتا ہے کہ دعائیں فی نفسہ ضعف ہوتا ہے یا بنظر کہ دعا پسندیدہ خدا نہیں ہوتی کیونکہ اس میں ظلم و تعدی کا ثبوت ہوتا ہے یا دعا کرنے والے کا دل نہایت ضعیف و کمزور ہوتا ہے اور دعا کے وقت اس کی جمعیت اور توجہ خدا کی طرف پوری پوری نہیں ہوتی ایسی حالت میں اسے اس مکان کے منزلیں سمجھنا چاہیئے جو نہایت نرم و درست ہو اور یہ ظاہرات ہتے کہ اس مکان سے جو تیر نکلتے گا وہ خود بخود ضعف اورستی کے ساتھ نکلیگا۔ اور کبھی دعا کا اثر اس وجہ سے ہی ظاہر نہیں ہوتا کہ کوئی مانع اجابت موجود ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی ظلم و تعدی اور لون پر گناہوں کا زنگ اور غفلت و سہو یا اہو و لعب کا استیلا و غلبہ جیسا کہ صحیح حاکم میں ابو ہریرہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! اتم اس حال میں خدا سے دعا کرو کہ اس کی قبولیت پر کامل یقین کرنے والے ہو اور معلوم کرو کہ خدا غافل دل سے کوئی دعا قبول نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ یہ علاج (دعا) نہایت نافع و مفید ہے اور امراض کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتا بشرطیکہ دل خدا کی طرف سے غافل نہ ہو کیونکہ دل کی غفلت اس کی قوت کو ضائع و باطل کر دیتی ہے اس طرح اکل حرام اس علاج کی قوت کو نہ صرف کمزور بلکہ ہل کر دیتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حدیث ابو ہریرہ سے واضح ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! خدا پاک ہے اور پاک ہی چیز کو قبول کرتا ہے اس نے جس چیز کا حکم اپنے مقدس پیغمبروں کو فرمایا اوسی کا حکم مسلمانوں کو بھی دیا۔ چنانچہ پیغمبروں کی نسبت یوں ارشاد ہوا کہ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْوا مِنْ الصَّالِحِينَ** اے پیغمبر! تم بھی نیک بنو اور نیک عمل کرو تم جو کچھ حکم کرتے ہو میں اس سے خوب واقف ہوں اور مسلمانوں کی بابت یہ ارشاد ہوا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُنْوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا هَذَا قَدْ كُنْتُمْ** اے مسلمانو! تم نے جو بہترین عنایت کیا ہے اس میں سے ستمہری لہر پاک چیزیں کہاؤ ان بعد حضرت نے تمثیلاً اس شخص کا ذکر فرمایا جو در دراز سفر کرتا اس کے بال پریشان اور خراب لود ہوتے ہیں اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اونہا کر کہتا ہے یا رب یا رب حالانکہ اس کا کہنا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا

لباس حرام ہوتا اس کا جسم حرام غذا سے پرورش پاتا ہے تو ایسے شخص کی دعا کس طرح قبولیت کا
 خلعت پہن سکتی ہے۔ عبد اللہ بن احمد نے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ بنی ہاشم امیل پر کوئی بلا آگیا
 تو ٹوٹی اور وہ دعا کے لئے باہر نکلے۔ خدا نے اون کے بنی وقت پر وحی بھیجی کہ تم بنی اسرائیل سے کہد و کہ انتہ
 میرے قہر و غضب کی آگ بھڑک اٹھی ہے اور اس وقت میری طرف سے بجز لعنت اور دوری کے نہیں اور
 کچھ نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ تم ناباک جسموں سے جنگل میں آئے ہو اور میری مقدس درگاہ میں اون ہاتھوں
 کو اٹھاتے ہو جس سے تم نے غوریزی کی ہے اور حرام چیزوں سے اپنے گھر میرے محبوب ابو ذر کو قاتل ہے
 کہ جس طرح کہا ناما بدون نمک کے درست نہیں ہوتا اسی طرح دعا بغیر نیکی اور پاکدلی کے موثر نہیں پڑتی۔

فصل اول

دعا تمام دوائوں اور علاجون میں نافع اور مفید تر علاج اور بلا و مصیبت کی سخت دشمن ہے بلا کو مٹانے اور
 اوس کے دور کرنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتی آفات کا جبکہ کر ٹوٹ پڑے تو دعا ہی اوسے نہریت دیتی
 یا خفیف و کمزور کرتی ہے اور اس سے پیشتر اوس کے نزول کو روکتی ہے۔ دعا ہی ہوس کا ہتھیار اور
 اوس کا بچاؤ ہے جیسا کہ حاکم اپنی صحیح میں حدیث علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا ایمان والوں کا ہتھیار دین کا ستون آسمان وزمین کا نور ہے
 دعا کے لئے بلا و آفت کے ساتھ تین مقام ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بلا سے قوی تر ہوتی ہے اور اس وقت وہ بلا
 کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے دوسری یہ کہ اوس سے ضعیف و کمزور ہوتی ہے اس صورت میں بلا اوس پر
 غالب آتی اور بندہ تیر آفات کا نشانہ بن جاتا ہے لیکن باوجود ضعیف اور مغلوب ہونے کے یہی کہیں
 اوس میں تخفیف کر دیتی ہے۔ تیسری یہ کہ دعا اور بلا دونوں باہم مقابلہ کرتیں اور ایک دوسرے کو بندہ
 دور کرنے میں کوشش کرتی ہیں۔ حاکم نے اپنی صحیح میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احتیاط و حذر۔ قضا و قدر سے ذرا بے پرواہ نہیں کرتی مگر دعا نزول بلا
 اور عدم نزول دونوں حالتوں میں مفید پڑتی ہے جو قوت بلا اترتی ہے تو دعا اوس سے مقابلہ کرنے پر آمادہ
 جو جاتی ہے اور ہر قیامت تک دونوں باہم مقابلہ کرتی رہتی ہیں۔ نیز حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے کہ
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا ہی ایک ایسی چیز ہے جو منزل بلا اور عدم نزول دونوں حالتوں میں نفع
 بخش ثابت ہوتی ہے تو بے بندگان خدا کو ہر حال میں لازم پکڑے رہو۔ حدیث ثوبان میں

یوں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا دعا ہی اکیلا ہی جینے ہے جو قصداً و قدر کو روکنے میں زبردست قوت رکھتی ہے اور نیکی اور پاکدلی عمر کو بڑھاتی ہے۔ آدمی اپنے جرم و گناہ کو جسے جسکا وہ ترکب ہوا ہے رزق سے محروم و بے نصیب ہوتا ہے (صحیح حاکم)

فصل ۲

تمام دواؤں میں مافع اور نصیحت دوا۔ دعائیں عاجزی کرنا اور گڑبگڑ اگر جناب الہی میں اپنی حاجت پیش کرنا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا اور اپنی حاجت کے متعلق اس سے سوال نہیں کرتا خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے (ابن ماجہ)

حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم دعا کرنے میں عاجز ہو کر نہ بیٹھو۔ کیونکہ کوئی شخص دعا کرنے کی وجہ سے ہلاک نہیں ہوتا ہے۔ (صحیح حاکم) اور اسی زہری وہ عروہ سے عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ دعائیں عاجزی و انکساری کرنے والوں اور گڑبگڑ کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ امام احمد کی کتاب الزہد قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مروق نے کہا میں ایمان دار کی مثال بجز اس کے اور کوئی نہیں پاتا کہ ایک شخص عمیق اور ناپیدا کنار دریا میں ایک لکڑی پر سوار ہے اور یارب یارب کہہ رہا ہے دعا کرتا ہے اس امید پر کہ خدا اسے غرق ہونے سے نجات دے۔

فصل ۳

جو آفتیں دعا کے اثر مترتب ہونے کو مانع ہیں ان میں سے ایک بندہ کا استعجال ہونا اور بلا تاخیر اثر قبولیت کے ظہور کا طالب ہونا اور قبولیت میں تاخیر ہو تو حسرت و افسوس کر کے تنگ دعا کرتا ہے یہ داعی یاوس شخص کے منزلیں ہیں جس نے زمین میں بیج ڈالا یا درخت لگایا اور اسکی حفاظت میں کوشش کر کے پانی دینے لگا اتفاق سے کہتی یا درخت نے اپنے درجہ کمال پر پہنچنے اور پہلنے پہولنے میں تاخیر کی اسنے یاوس ہر فوراً اسے چھوڑ دیا اور پہل و لے کار رکھا۔ حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے بٹھٹھٹھ اس کے اثر ظہور میں جلدی کرنے والا نہ ہو اور جلدی کرنے کے معنی یہی ہیں کہ داعی کہے میں نے دعا کی پھر دعا کی اور اسکی قبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا (بخاری) ابو ہریرہ سے یہی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے

جبتک کہ کسی گناہ یا قطع رحم کی بابت دعائیں کرتا اور جب تک استعجل نہیں ہوتا صحابہ نے عرض کیا حضور
 مستعجل ہونے کے کیا معنی ہیں فرمایا بندہ کا یہ کہنا کہ میں نے دعا کی بہر دعا کی مگر اثر قبولیت ظاہر نہیں ہوا۔
 پھر اس کا حجت و افہوس کے ساتھ ترک دعا کرنا اس کا استعجل ہونا ہے (صحیح مسلم) حضرت انس سے روای
 ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ ہمیشہ نیکی و بہلائی میں رہتا ہے جب تک جلد بازی نہیں کرتا صحتاً
 نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کس طرح جلد بازی کرتا ہے فرمایا کہتا ہے میں نے دعا کی اور اس کا اثر قبولیت
 ظاہر نہیں ہوا (مسند امام احمد)

فصل ۴

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری پوری جمعیت دعا کے ساتھ جمع ہو جاتی اور اجابت کے چھ وقتوں (یعنی
 اخیر ہفتائی رات - وقت اذان - اذان و اقامت کا درمیانی وقت - قرض نمازوں کے پیچھے - جمعہ کے
 دن امام کے منبر پر چڑھنے سے لیکر ادار نماز کے وقت تک - جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد اخیر عشا
 میں سے کسی وقت کے ساتھ دعا موافقت کرنی نیز دلی خشوع اور خدا کے آگے تضرع انکساریات
 رقت - سے دعا کی جاتی ہے اور دعا کرنے والا ظہارت و پاکیزگی کے بعد قبلہ رخ ہوتا۔ اور خطاب الہی
 میں لائے اُنہا کر خداوندی حمد و ثناء کے بعد اس کے برگزیدہ بندہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا
 اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ استغفار کرتا ہے نیز خدا کی طرف سے تمجید و تہنیت جو کہ دعائیں اصلاح
 کرتا۔ اور مگر اگر سوال کرتا ہے پھر تلقانہ لہجہ میں مودبانہ عرض کرتا اور رغبت و رہبت کے ساتھ دعا مانگا
 ہے۔ علاوہ ازیں بارگاہ الہی میں اوس کے مقدس اسماء و صفات اور توحید کا وسیلہ پیش کرتا اور دعا
 سے پہلے کچھ صدقہ بھی دیتا ہے تو اس قسم کی دعا قریب ہے کہ رد نہ کی جائے گی بالخصوص جبکہ اون دعا
 کے ساتھ شامل کر کے دعا مانگی جائے گی جنکی نسبت جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 وہ مظنۃ الاجابت ہیں یا اسم اعظم کو شامل ہیں چنانچہ اون میں سے بعض وہ دعائیں جو سنن اربعہ
 اور صحیح ابن حبان میں وارد ہیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ حدیث عبد اللہ بن بریدہ میں آیا ہے کہ وہ اپنے
 باپ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہنے سنا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ
 اَشْهَدُ اَنْکَ اَمْتَ اَللّٰہَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَ کَلَّمَ
 نَبِیَّکَ لَکُنْ اَحَدٌ فَرِیْدًا اس نے خدا کے ایک ایسے اسم کے ساتھ سوال کیا ہے کہ جب اوس کے ساتھ سوال

اسما بنت زید سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کا اسم اعظم ان دونوں آدمیان
سے رواں لکھنا کہ لا اِلهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اور رسول آل عمران کے آغاز کلام اللہ لَا اِلَهَ
هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ میں (ترمذی) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو ہریرہ بن ابی
بن مالک ربیعہ بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تم یاد افحال
والاکرام کے ساتھ دل غلق پیدا کرو اور اوپر دامت و موات غلبت کرو اور ہمیشہ لازم پکڑنے رہو۔
(مسند امام احمد - صحیح حاکم) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت کا قاعدہ تھا کہ جب آپ کو کوئی اسم
جلیل القدر کام میں آتا یا پتے درجہ کا خزن وملاط ہوتا تو آسمان کی طرف سر اٹھاتے اور حب عین کو شکر
کرتے تو یاحییٰ یا قیومؑ فرمایا کرتے (ترمذی) ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بھی آیا ہے کہ
جب حضرت کو کوئی امر کرب وبہ چینی میں ڈالتا تو آپ فرمایا کرتے یا حی یا قیومؑ مدحتیں استغنی
ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا اسم اعظم قرآن کی جن سورتوں
میں ہے بقرہ من - آل عمران من - طہ من - قاسم کہتے ہیں میں نے ان تینوں کو تلاش کیا تو ان میں
الحی القيوم کو پایا (صحیح حاکم) سعید بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حضرت بونس جب پہلی کے پیٹ میں تھے تو وہ نہون نے بدوعالی ہی کا لالہ الا انت سبحانک
ادکت من الفلکین۔ مسلمان جس چیز کی حصول کے لئے ان کلمات سے دعا کرے گا خدا اسکو
اوسے ضرور قبول فرمائے گا (ترمذی - صحیح حاکم) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے سعد سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بہترین ایک الی دعا بتاؤں کہ جب

تو جن جب تو نے پہلی دفعہ دعا کی تو میں نے آسمانی دروازوں کی نہایت سختی کیساتھ کہنے کی آواز سنی اور چنانچہ دوسری مرتبہ دعا کی تو میں اہل آسمان کے چہنچہ کی آواز سنی۔ پہر جب تو نے تیسری دفعہ دعا کی تو مجھے کہا یہ دعا مکروہ ہے میں نے جناب الہی میں عرض کیا کہ خداوند مجھے ظالم کے قتل کی خدمت پر مقرر کرے چنانچہ مجھے حکم ہوا اور میں تیری مدد کو پہنچا۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حسن نے کہا کہ جو شخص وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور اس دعا کے ساتھ سوال کرے تو اس کا سوال قبول کیا جاوے گا خواہ وہ مکروہ ہو یا غیر مکروہ

فصل ۵

ہم بہت سی ایسی دعائیں پاتے ہیں جنکے ساتھ ایک قوم دعا کرتی ہے اور وہ خداوندی درگاہ سے قبولیت کا خلعت پہنتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس دعا میں داعی کی ضرورت اور توجہ علی ہر ما اس دعا سے پیشتر کوئی نیکی اس سے ظہور میں آچکتی ہے جسکے صلہ میں قدر دانی میں خدا تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے یا دعا وقت اجابت کے موافق پڑھائی ہے یا ان باتوں کے سوا اور وہ ایسی ہو جاتی ہے جس سے دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے مگر ناواقف و جاہل لوگ فوراً گمان کر بیٹھتے ہیں کہ ہونہو اس دعا کے الفاظ میں کوئی خاص اثر اور سہی مخفی ہے یہ ہو جس سے اس کی حاجت فوراً بر آئی جاہل یہ خیال کر کے صرف اس دعا کو لے لیتا ہے اور جو باتیں اس دعا میں مقتدر و شامل بہتیں سب کو نظر انداز کر دیتا ہے اسی مثال بمسند ایسی ہے کہ ایک شخص نے کسی مفید و فائدہ مند دعا کا ایسے وقت میں استعمال کیا۔ اور ایسے طریقہ پر عمل میں لایا جو اس کے لائق نہ تھا چنانچہ اس سے خاطر خواہ نفع ہوا یہ دیکھ کر ایک اور شخص گمان کر بیٹھا کہ صرف اس دعا کا استعمال ہی حصول مطلوب کے لئے کافی دوائی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس سے اس اقتباس و انکسار کرنے میں سخت دھوکا ہوا اور خالہ میں پڑ گیا اور یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں بہت سے لوگوں کو غلط اور دھوکا واقع ہوا ہے بھلہ اونکے ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو غایت اضطراب کے وقت ایک قبر کے پاس دعا کر نیک اتفاق پڑا اور اس کی دعا مقبول ہو گئی یہ دیکھ کر جاہل گمان کر بیٹھا کہ ہونہو کوئی سرخبر ہی میں ہو حالانکہ اس سے بالکل معلوم نہیں کہ ہر اضطراب اور خدا کی خدائیں

صدق التجا میں ہے پس جب یہ دونوں باتیں خدا کے گہروں میں سے کسی گہر میں حاصل ہو چکی تو بفضل پسندیدہ خدا ہوں گے۔

فصل ۴

و عا میں اور استعاذے ہتیار کے منتر لے میں میں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہتیار کا اثر صرف او کی تیزی کی وجہ سے ظہور میں نہیں آتا بلکہ ماسنے کی وجہ سے آتا ہے۔ تو جب ہتیار کامل ہوگا یعنی اس میں کسی طرح کی خرابی اور غیب نہ ہوگا اور سحر اور کابار و بھی قوی اور مضبوط ہوگا اور بالخصوص جو گم ہوگا تو دشمن کو پورا صدمہ پہنچا سکے گا۔ اور اگر ان تین باتوں میں ایک بات بھی معدوم ہوگی تو تاثیر میں ضرور تخلف واقع ہوگا علیٰ ہذا التعلیل اگر وہ عافی نفسہ ناقابل ہے یا داعی اپنے دل و زبان سے پورے طور پر دعائیں بہت مصروف نہیں کرتا یا کوئی خیر مانع احاطت ہے تو اس کا بھی اثر ظاہر نہ ہوگا۔

فصل ۵

اس مقام پر ایک مشہور سوال ہے وہ یہ کہ آدمی جس چیز کی دعا مانگتا ہے وہ دو حال سے غفلت نہیں یا تو اس کی قسمت میں مقدر ہوئی ہوگی یا نہیں اگر مقدر ہو چکی ہے تو اس کا وقوع ضرور ہوگا خواہ دعا کرے یا نہ کرے اور اگر مقدر نہیں ہوئی ہے تو واقع نہ ہوگی خواہ اس کی نسبت سوال کرے یا نہیں چنانچہ ایک گروہ نے اس سوال کو صحیح مانکر دعا کرنا مطلقاً ترک کر دیا اور اس بات کا قائل ہو گیا کہ دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں حالانکہ یہ لوگ باوجود اس کے کہ کثرت سے جہل و گمراہی کے جنگل میں سرگرداں ہیں باہم متناقض ہی میں کیونکہ انکے مذہب کی موافقت تمام اسباب کے معطل و بیکار ہونے کو واجب کرتی ہے انکے جواب میں صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ سیری اور سیرالی اگر تمہاری قسمت میں مقدر ہو چکی ہیں تو وہ دونوں تمہیں ضرور حاصل ہو کر رہیں گی خواہ تم کہنا مانگنا یا نہ کہناؤ۔ پانی پو یا نہ پو۔ اور اگر یہ دونوں تمہارے مقدر میں نہیں ہیں تو میسر نہ ہو چکی خواہ کہاؤ پو یا نہ پو۔ اس طرح اولاد اگر تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے تو ضرور ہوگی لی لی اور باندی سے ہم بستر ہو یا نہ ہو اور اگر مقدر میں نہیں ہے تو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ بہر نکاح کرنے اور لونڈی خریدنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اسی طرح دور تک چلے جاؤ پس غور کرنا چاہئے کہ اس قسم کے لوگ عاقل ہیں یا دلوئے آدمی ہیں یا حیوان بلکہ ذراتِ مٹی ہیں تو صاف واضح ہو جائے گا کہ حیوان سے پی بدتر ہیں۔ کس لیے کہ حیوان اور اسباب کی

مباشرت پر مجہول و مخلوق جیسے اونکی زندگی اور قوام حیات وابستہ ہے اور جب یہ ہے تو حیوانات ان لوگوں سے زیادہ عقلمند و سمجھ دار ہیں اور یہ انعام بلکہ اونکی بھی زیادہ گمراہ اور نادان ہیں۔ پہر ان ہی میں سے بعضوں نے اپنی دانشمندی کا اظہار کر کے کہا ہے کہ دعائیں مشغول ہونا محض عبادت گزاری ہے جس پر خداوند تعالیٰ بڑے کرنے والے کو ثواب عنایت کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ حصول مطلوب میں اس کے لئے حقیقت میں کوئی تاثیر ہوتی ہے یعنی دعا کا اثر تو کچھ ہی نہیں ہوتا البتہ ایک طرح کی عبادت میں شمار کی جاتی ہے۔ ان دانشمندی اور فرزانہ روزگاروں کے نزدیک دعا کرنے اور اس سے باز رہنے میں ذرا فرق نہیں اور حصول مطلوب کی تاثیر میں بل و زبان کو کوئی علامت نہیں۔ ان دونوں فرقوں کے علاوہ ایک اور تیسرا فرق ہے جو ان ہی زیادہ دانشمند اور تجربہ کار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دعا صرف ایک علامت ہے جسے خدا تعالیٰ نے قصار حاجت کی نشانی قرار دی ہے تو جب آدمی دعا کرنے کی توفیق دیا جاتا ہے یہ اس کے لئے علامت اور اسباب کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اسکی حاجت پوری ہو گئی اسکی مثال یوں سمجھیے کہ جب تم جاڑے کے موسم میں ہنڈی گھٹا دیکھتے ہو تو معلوم کر لیتے ہو کہ یہ بارش ہونے کی علامت و دلیل ہے۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کطاعات پر جو ثواب مترتب ہے اور کفر و معاصی پر عذاب تو یہ بھی ثواب و عقاب کی محض علامت ہیں یعنی طاعات ثواب ملنے کی علامتیں اور کفر و معاصی عذاب پانے کی نشان دہان ہیں کیونکہ کطاعات اور سہل طرح کفر و معاصی ثواب و عذاب کے اسباب ہیں۔ علیٰ ہذا اہل ایمان ان لوگوں کے نزدیک کسی چیز کا ٹوٹنا جو توڑنے پر موقوف ہے اور جلانا جو جلانے پر مترتب ہے اور روح کا نکلنا جو قتل کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے نہ تو یہ سب ہی ہیں نہ ان چیزوں میں اور جو ان پر مترتب ہوتی ہیں ان میں کسی طرح کا ارتباط ہی ہے بلکہ صرف اقتران عادی ہے نہ تاثیر سببی۔ پس یہ لوگ اس اہل اور بے سربا اعتقاد کی وجہ سے مذہب حق سے گھوسن دور جا چلے ہیں اور حس عقل۔ تشرع۔ فطرت اور تمام عقل کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ بلکہ عقلا کو اپنے اوپر ہنسواتے ہیں۔ حق و صواب بات یہ ہے کہ اس مقام پر ایک تیسری قسم ہے جسے سائل نے ذکر نہیں کیا بلکہ جو چیز آدمی کی قسمت میں مقدر ہوئی ہے وہ اسباب کے ساتھ مقدر ہوئی ہے جس میں ایک سبب و عالمی ہے۔ ہم جہان سے جہان تک خیال دوڑاتے ہیں کوئی مقدر ایسا نہیں پانے جو سبب مجرد اور خالی ہو بلکہ ہر مقدر کو مقدر یا سبب دیکھتے ہیں پس جب بندہ سبب کو بجا لائے مقدر و واقع ہو گئے گا اور جب سبب سے کنارہ کشی کرے گا مقدر متغی ہو گا۔ مثلاً سیری اور بیری

کہا ہے اپنے کے ساتھ مقدر ہے اولاد کا ہونا محنت سے ہم بستر ہونے کے ساتھ مقدر ہے کہبتی کی پیداواری بچ کے ساتھ مقدر ہے جو ان کی روح کا نکلنا ذبح کرنے کے ساتھ مقدر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جنت میں داخل ہونا نیک اعمال کے ساتھ مقدر ہے۔ دوزخ میں پڑنا بڑے کاموں کے کرنے کے ساتھ مقدر ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ تیسری قسم حق ہے جس سے سائل محروم و بے نصیب رہا اور اس کی توفیق نہیں دیا گیا۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ دعا تمام اسباب میں ایک بڑا قوی سبب ہے اور جب دعا کی وجہ سے اوپر کا وقوع مقدر ہے جس کی آدمی دعا مانگتا ہے تو اب یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ دعا میں کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ یہ کہنا صحیح نہیں کہ کہنا اپنے اور تمام حرکات کرنے اور عمل بجالانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی اور آئندہ ثابت ہو جائے گی کہ دعا سے بڑا بکر کوئی سبب زیادہ مفید و نافع اور حصول مطلوب میں کامیاب کرانے والا نہیں ہے۔

چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ساری امت میں خدا اور رسول کے احکام سے زیادہ واقف اور دینی امور میں فقیہ تر تھے اس لئے وہ اس سبب اور اس کے شرائط و آداب میں اور لوگوں کی نسبت بہت زیادہ متشکک کرتے تھے حضرت فاروق اعظم خلیفہ دوم کا قاعدہ تھا کہ اسی شخص کو وسیلہ اور قوی سبب کے ساتھ اپنے دشمنوں پر طالب مدد ہوتے تھے باوجودیکہ ان کے ہاتھ میں ایک عظیم الشان اور جبار لشکر کی کمان تھی۔ آپ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے اپنی کثرت کی وجہ سے مدد نہیں کیے جا سکتے البتہ آسمان کی طرف سے مدد کیے جا سکتے ہو۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں حاجت برکری اور قبولیت کی آرزو نہیں کرتا بلکہ دعا کی خواہش اور اپنا حال جناب الہی میں عرض کرنے کو دوست رکھتا ہوں کیونکہ جب مجھے دعا کا الہام ہوگا تو اس کے ساتھ اجابت و قبولیت خود بخود حاصل ہو جائیگی۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو کیا خوب نظم کیا ہے

لَوْ لَمْ تَرُدَّ بِلِ مَازِجِ وَاطْنِیَّةٍ مِنْ جُودِ کَلْبِکَ مَا هَلَّتْ نِیَّاتِ الطَّلِبِ اَبَ تَوْجُوْخِ دَعَا کَا اِلْهَامٍ کَرْتَا بَ اَوْ سِیَّ
اجابت اور اثر قبولیت کا ظہار مقصود ہوا کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْا فِیْ
اَسْمِیْہِ لَکُمْ فَرَمَاتَا بَ۔ وَ اِذَا سَاَلْتُمْ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُرْجِیْبُ دَعْوَا
اَلدَّاعِیْ اِذَا دَعَا نِیَّ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

لے تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا ۵۷ اور جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو کہہ دو میں قریب ہوں جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں ۱۲ ÷ ۱۲

فرمایا جو شخص خدا سے نہیں مانگتا اور سپر خدا غضبناک ہوتا ہے (ابن ماجہ) یہ حدیث صاف طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی خوشنودی اور رضامندی اسی میں ہے کہ اپنی تمام حاجتیں اور اسکی خدائیں پیش کی جائیں اور اسکی طاعت و فرمانبرداری پر گردن تسلیم خم کر دی جائے اور جب وہ رضامند ہو گیا تو پھر حکمی پہلائی اور اسکی رضامندی میں ہو جو ہے جیسا کہ ہر قسم کی بلا و مصیبت اور اس کے غضبناک ہونے میں ہے۔ امام احمد کے کتاب الزہد میں ایک ثر باین ضمون ذکر کیا ہے کہ خدا فرماتا ہے میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جب میں کسی رضامند ہوتا ہوں تو اسے اپنی برکتوں سے مالا مال کر دیتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اور جب میں کسی سے ناخوش ہوتا ہوں تو اس پر لعنت کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر اس کے ساتوں فرزند تک پہنچتا ہے پھر عقل اور نقل اور فطرت اور استون کے تجربے باوجود ان کے اجناس طرق اور مذاہب و ملل کے مختلف ہونیکے اسباب پر متفق ہیں کہ خدائے رب العالمین کا تقرب اور اسکی رضامندی و خوشنودی کی تلاش و جستجو اور اس کی مخلوق سے نیک سلوک کرنا اور ان تمام اسبابوں سے زیادہ قوی سبب میں جو ہر طرح کی پہلائی کو کنیج لیتی ہیں اور ان کے برعکس باتیں ان سب اسبابوں میں پڑے زبردست سبب میں جو ہر قسم کی شرائی پیدا کرتے ہیں اور جب یہ ہے تو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے حاصل کرنے اور اسکی ناخوشیوں کے دفع کرنے میں جو اثر اس کی طاعت اور تقرب اور اسکی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے میں ہے وہ کس اور میں ہرگز نہیں اور خدا تعالیٰ نے دین و دنیا میں حصول خیرات اور حصول سرور اپنی کتاب میں اعمال پر اسی طرح مرتب کیا ہے جیسا کہ جزا شرط پر اور معلول علت پر اور سبب سبب پر مرتب ہوتا ہے اور اس قسم کا ترتیب قرآن مجید میں ہزار جگہ سے زیادہ واقع ہوا ہے کہیں تو حکم کوئی خبری اور امر شرعی ایک ایسے وصف پر ترتیب ہوا ہے جو اس کے مناسب ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّا عَتَقُوا عَمَلُهُمْ فَلَمَّا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ كُفُوًا فَجَاءَهُمُ الْمُسْتَقِيمُ اور فرمایا فَلَمَّا اسْتَفْتَيْنَا مُسْتَقِيمًا فَتَقَاتَلْنَا مِنْهُمْ اور فرمایا وَالتَّوَارِثُ مَا قُطِعُوا اٰیٰتِیْمًا جَزَآءً لِّمَا كُفِبْنَا نَحْنُ الْاٰقِلُوْنَ۔

۱۔ جب وہ نہوں نے سرکشی کی اور جس سے منع کئے گئے تھے اس سے ٹکریا تو ہم نے انہیں کہا کہ دلیل بند رہ جاؤ۔ ۲۔ جب انہوں نے ہمیں جو جھجھل دلائی تو ہم نے بدلا لیا۔ ۳۔

۴۔ جو شے مرد و عورت کے دو جن باد کاٹ ڈالو۔ ان کی کثرت کے بدلے۔ ۵۔ کہ نہ کہ خدا کی طرف سے ان کے لئے عجز ہے۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

اس کے نظائر ہی قرآن میں بکثرت موجود ہیں اور گاہے حرف لاء سے بھی بات پیدا ہوتی ہے جو جزا پر دلالت کرتا ہے کقولہ تعالیٰ فَتَمَّا اسْتَوْفَا اَشْتَقَمْنَا کبھی اِن اور اوس کے معمول سے یہ مضمون حاصل ہوتا ہے کقولہ تعالیٰ اَنَّمْ کَاذِبًا سَاءَ عَونُ فِی الْخِیَرَةِ اِنَّ خُلَیْلَہُمْ اَنَّمْ کَاذِبًا اَوْ مَسْنُوْ قَاغِرًا مَّامِ اَیْہِمْ کبھی حرف کو لاء کے ساتھ جو اپنے ماقبل کو ابلہ سے مرتبہ کرنے پر دلالت کیا کرتا ہے۔ کقولہ تَعَالٰی وَ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسٰحِقِیْنَ اَلَّذِیْنَ فِیْہِمْ اِلٰی یَوْمٍ یُّجْعَلُوْنَ کبھی ان کے ساتھ جو شر پر دلالت کرتا ہے کقولہ تعالیٰ وَ کُوْا اَنَّمْ فَعَلُوْا مَا یُوحٰیطُوْنَ بِہِمْ لَکَانَ خِیْرًا لَّہُمْ الْعَرْضُ تَامَمَ قرآن مجید میں اول سے لیکر آخر تک یہ مضمون بالتصریح موجود ہے کہ جزا کا ترتیب پہلانی بُرائی پر اور احکام کو نیہ و امر یہ کا ترتیب اسباب پر ثبات ہے اور نہ صرف جزا اور احکام کو نیہ کا ترتیب بلکہ دین و دنیا کے احکام اور ان کے مصلح و مفاسد کے احکام اسباب و اعمال پر ترتیب میں اور جو شخص اس سلسلہ کو سمجھے گا اور جیسا کہ چاہیے اس میں تامل و غور کرے گا وہ بہت کچھ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اپنے جہل و عجز اور تفریط و تقصیر کی وجہ سے تقدیر آہی پر ذرا بہرہ و فکر لگایا بہرہ و اس کا توکل عجز اور عجز توکل ہو گا بلکہ فقیہ اور بہت بڑا فقیہ وہ شخص ہے جو قدر کو قدر کے ساتھ رد کرے اور قدر کو قدر کے ساتھ دفع کرے اور قدر کا قدر کے ساتھ مقابلہ کرے بلکہ اخیر اسکے آدمی کو زندگی بسر کرنا ہی ناممکن ہے کیونکہ یہ جوک یہاں ٹھنڈک۔ خوف و خطر اور خدا کے انواع و اقسام سب قدر کیساتھ وابستہ ہیں اور تمام مخلوق اس قدر دفع کرنے میں کوشش کرتی ہے اسے طر ح خدا تعالیٰ جن لوگوں کو توفیق دیتا اور اپنی ہدایت کا الہام کرتا ہے وہ اخروی سزا کی قدر کی توبہ اور ایمان اور نیک اعمال کی قدر سے دفع کرتے ہیں پس یہی وہ قدر ہے جس سے دنیا میں خوف دلایا گیا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ خدا نے دو جہان ایک اور اکیلا ہے اور اس کی حکمت ہی ایک ہی ہے اور جب یہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی بعض حکمت بعض کو منافع اور ایک دوسرے کی مصلحت ہو۔ خلاصہ یہ کہ سلسلہ تمام مسائل سے اشرف و افضل ہے لیکن ہر شخص کے نزدیک نہیں بلکہ اوس شخص کے نزدیک جو اس کی قدر پہچانے اور کما حقہ رعایت کرے لیکن اس مقام پر دو امر قابل بحث اور لائق توجہ ہیں جن سے آدمی کی سعادت و فلاح کی تکمیل ہوتی ہے۔ پہلا امر یہ ہے کہ آدمی کو خیر و شر کے اسباب کی تفصیل معلوم کرنا

۱۔ کیونکہ وہ پہلا نبیوں میں جلدی کرتے ہیں ۲۔ کیونکہ وہ ہری قوم ہی قوم نے اون کو غرق کر دیا ۳۔ اگر ایسے نسخہ کرنے والے نہیں نہ ہوتے تو قیامت تک مچھل کے پت میں نہ ہتے ۱۲۔ اور اگر وہ نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے لیے بہتر نہ ہوتا

چاہیے اور اسے اس بارہ میں اوجھڑ کے ساتھ بصیرت حاصل ہونا چاہیے جسے وہ دنیا میں مشاہد و محسوس کرتا اور
 جس کا خود یا دوسکا غیر مجرب کرتا یا گذشتہ امتوں کی قدیم و حدیث تاریخی واقعات سنتا ہے اور اس میں سب سے
 زیادہ فائدہ مند اور نفع بخش بات قرآن میں گہرا غور کرنا ہے کیونکہ اس بارہ میں اکمل و جوہر پکھیل ہے
 اور اس میں خیر و شر کے تمام اسباب بطریق تفصیل و توضیح بیان ہوئے ہیں اس کے بعد سنت کا درجہ
 ہے کس لئے کہ وہ قرآن کی بہن اور روحی مانی ہے۔ جو شخص ان دونوں کی طرف عنان توجہ مبذول کرے گا
 توبہ و توبہ و توبہ سے کافی ہو جائیں گے اور اس سے خیر و شر اور نہ صرف خیر و شر بلکہ اس کے اسباب
 اس طرح کہو لکھ کر کہیں گے گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور اس کے بعد جب ہم گذشتہ امتوں کے تاریخی
 واقعات کو غور میں ڈوبی ہوئی نظروں سے دیکھیں گے اور خدا کے فرمانبرداروں اور مجرموں کے بارہ میں
 جو ایام اللہ ثابت ہو چکے ہیں ان میں تامل کرو گے تو یہ تمہاری اس معلومات کی موافقت کرے گی
 جو تم نے قرآن و حدیث سے حاصل کی ہے اور جن باتوں کی خبر خدا نے دی ہے یا وعدے کیے ہیں انہی
 تفصیل کو آنکھوں سے دیکھو گے اور خدا کے وہ آفاقی دلائل بہتین معلوم ہو جائیں گے جو صراحت کے
 ساتھ اس بات پر دلائل کو دیتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ رسول حق ہے۔ خدا نے جن چیزوں کا وعدہ دیا
 وہ بالضرور پورے ہوئے واپس نہیں۔ غرض کہ تاریخ اور جزئیات کی تفصیل و توضیح اور خیر و شر کے
 ان اسباب کلیہ کا آئینہ ہے جسے خدا رسول نے ہمیں معلوم کرایا۔

فصل ۸

دوسرا امر یہ ہے کہ آدمی نفس کے مغالطہ سے بچے اور ان ظاہری اسباب پر مغرور نہ ہو اور یہ امر
 حقیقت میں تمام امور سے اہم بالشان اور اہم امر ہے کیونکہ انسان اس بات کو پہچانتا۔ اور ضرور
 پہچانتا ہے کہ غفلت اور معصیت ان اسباب میں سے ہیں جو اسے دنیا و آخرت میں ایذا دہ اور نصرت
 رسان ہیں لیکن باانہم بہر اوسکا نفس کہی تو اسے خدا کے مغفرت و عفو پر کہی زبانانی توبہ و
 استغفار کے محنتی ہونے پر کہی مستحبات کے کرنے پر۔ گاہے علم پر۔ گاہے قدر کے ساتھ حجت پکے پر
 گاہے اشتباہ نظر پر اور گاہے اکابر کی اقتدا کے بہر و سر پر مغالطہ دیتا اور ان باتوں پر توکل
 کرنے کی وجہ سے دھوکا دیتا ہے۔ بہت آدمیوں کا تو یہ خیال ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی ناشائستہ
 فعل کا مرتکب ہو پھر خدا سے بخشش مانگے تو اس کا یہ گناہ دور ہو جاتا اور استغفار کے سبب سے

اس جرم سے راحت پاتا ہے۔ خاص مجھے ایک ایسے شخص نے توفیق کی طرف منسوب کیا اور نہایت جرات و دلیری سے کہا کہ جب میں کوئی ناجائز حرکت کر بیٹھا اور دانستہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں پہراؤ سکے بعد سود فہمجان اللہ و بخیر کہتا ہوں تو میرے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں کیونکہ جناب نبی صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہتا ہے تو اس کی خطائیں میٹ دی جاتی ہیں۔ اگرچہ وہ دریا کے جہاگ برابر کیوں نہوں۔ اس طرح مکہ کے باشندوں میں ایک شخص نے مجھے سے کہا کہ ہم میں سے جب کوئی شخص کسی حرکت ناجائز کا مرتکب ہو پھر غسل کر کے خانہ کعبہ کا دس بار طواف کرے تو یقینی طور پر اس کے سارے گناہ مٹ گئے۔ علیٰ ہذا القیاس ایک اور شخص نے مجھے یہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کر کے کہتا ہے اے میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں تو مجھے بخش دے تو خدا اس کا گناہ بخش دیتا ہے پہرہ کچھ دنوں توقف کر کے دوسرا گناہ کرتا اور کہتا ہے میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں تو مجھے معاف کر دے خدا سے بزرگ و برتر فرمانا ہے میرے ہمدہ نے معلوم کر لیا کہ اوس کا کوئی ایسا پروردگار ضرور ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اوپر مہوا خذہ کرتا ہے لہذا میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا اب وہ جو چاہے کرے۔ اس حدیث کو تمام کر کے اوستے مجھے کہا کہ مجھے اسمین ذرا شک نہیں کہ میرا ایک پروردگار ہے جسکی صفت گناہ بخشنا اور اوپر مہوا خذہ کرنا ہے۔ تو اس قسم کے جاہل لوگ مخصوص۔ جا کے ساتھ متک کرتے اور اوپر توکل کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور جب انہیں گناہوں کے کرنے اور ان میں مہمک ہو جانے کی وجہ سے عتاب کیا جاتا اور شرمایا جاتا ہے تو خدا کی وسیع رحمت و مغفرت اور خصوص ربان بیان کر کے کہیں قائل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح کے جہلا و حماقہ کے اسباب میں بہت سی عجیب غریب قول مشہور ہیں کوئی کہتا ہے کہ وَكَذَٰلِكَ مَا اسْتَعَلَّمْتَ مِنَ الْخَطَايَا ۖ ذَٰلِكَ كَانَ الْعَذَابُ عَلٰی كِبٰیہر یعنی جبکہ تیری پیشی ایک کریم اور رحیم بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے تو جہان تک بن پڑے گناہ کر لے۔ اور کوئی یہ کہتا ہے کہ گناہوں سے بچنا اور جرموں سے پاک صاف رہنا خدا کی وسیع و گندہ اور عفو سے جاہل رہنا ہے۔ کوئی کہتا ہے گناہوں کا ترک کرنا مغفرت الہی پر گستاخانہ جرات کرنا اور اسے حقیر و ذلیل جانتا ہے۔ سمجھ بن حرم کا بیان ہے کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو یہ دعا کرتے دیکھا۔ ”خداوند امین عصمت اور ترک گناہ سے پناہ مانگتا ہوں۔“ پہر ان مغروروں اور نفس و شیطان کے دھوکے میں پڑے ہوؤں میں سے بعض لوگ تو مسئلہ حیر سے متک

گرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جذہ بے اختیار محض ہے وہ اپنی طہر سے کہی کچھ نہیں کر سکتا بلکہ گناہوں کے کرنے پر مجبور ہے اور بعض مسئلہ ارجار سے دھوکے میں پڑ کر کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اعمال کو ایمان میں کچھ دخل نہیں اور انہیں ایسے شخص کا ایمان جو تمام لوگوں سے فسق و فجور میں بڑا ہو ہے جبریل علیہ السلام کے ایمان کے مانند ہے اور بعض لوگ وہ ہیں جو فقر اور مشائخ اور صالحین کی محبت پر مغر و اور ان کے مزارات پر بکثرت آمد رفت کرتے اور ان سے عجز و انکسار کرنے اور ان کی شفاعت کرانے اور خدا کی جناب میں انہیں وسیلہ و ذریعہ ٹھہرانے اور ان کی اوس حرمت و غرت اور حقوق کا واسطہ دیکر سوال کرنے کے سبب سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں جو خدا کی درگاہ میں ثابت ہیں اور بعض جہلا اپنے آپ کو آباد اسلاف پر مغر و رہیں اور کہتے ہیں کہ جو تک خدا کے نزدیک اور کا بڑا رتبہ ہے اور وہ خدا کے پیارے بندے ہیں تو بدو ہماری خلاصی کرائے اور ہمیں چین نہ پڑے گا جیسا کہ سلاطین دنیا کے درباروں میں اس امر کا مشاہدہ ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اپنے فرزندوں اور اقارب کا گناہ اپنے خواص کی ادنی سفارش سے معاف کر دیتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی شخص کسی خطرناک امر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اوس کے باپ یا اپنی قدر و منزلت کے وسیلہ سے اوسے خطرناک موقع سے چھوڑا لیتے ہیں اور بعض لوگ اس دھوکے میں پڑ جاتے ہیں کہ خدائے عز و جل ہم پر عذاب کرنے سے بالکل غنی اور بے پروا ہے ہم پر خدا بکرنے سے اوس کی ملک میں کوئی چیز بڑھ نہیں جاتی اور رحمت کرنے سے اوس کے ملک میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوتی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی رحمت کی سید ہو کے اور انتہا درجہ کے محتاج ہیں اور وہ تمام غنیوں سے بڑھ کر غنی ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اور کوئی مسکین فقیر پانی کے ایک گھونٹ کا محتاج اور ایک ایسے شخص سے التجا کرتا جو اس کے گھر میں پانی کے دریا بہہ رہے ہوں تو وہ کہی اس محتاج سے پانی کے ایک گھونٹ دینے سے دریغ نہ کرے گا اور جب یہ ہے تو خدائے تعالیٰ اپنے درجہ کا کریم اور انتہا درجہ کا سخی ہے پھر اس کے ساتھ ہی خفرت سے اوسکی ملک میں کسی طرح کی کمی اور عذاب سے کسی قسم کی بیشی نہیں ہوتی وہ اگر ہمارے ساتھ لایا کرے تو کوئی تعجب کی بات ہے اور بعض ناعاقبت اندیش اپنے فہم فاسد کی وجہ سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں وہ قرآنی خصوص اور سنت کے ظاہری مضامین استدلال کر کے ان پر پورا پورا ہر وسہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ مثلاً بعضوں کا خدا کے اس قول پر پورا ہر وسہ ہے وَكَوْنُوا لِلْغَيْبِ رَبِّكَ فَتَرَضٰی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد کرتا ہے

غفریب خدا تجھے وہ پیسہ زین عنایت کرے گا کہ تو اس سے راضی ہو جاوے گا۔ اور حدیث سے یہ بات پتا
 ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جب تک آپ کی امت میں کا ایک شخص ہی دو رخ میں باقی رہے گا آپ کہہ ہی
 راضی نہ ہوں گے۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کا نہایت جہل اور پیغمبر خدا پر صریح جھوٹا ہونا ہے کیونکہ جس
 مابین خدا کی رضا مندی ہوگی حضرت پیغمبر اوی میں رضا مند ہو گئے اور خدا کی رضا مندی آتی
 ہوگی کہ ظالمو ستمگار۔ فاسق و بدکار۔ خائن و منفردی۔ کبر و گناہوں پر اصرار کر خواہے مقلاتے خدا
 ہوں اور اپنی بدکرداریوں کی سزا ٹہنگیں پس حضرت پیغمبر کی شان اس سے بہت عالی ہے کہ خدا
 تعالیٰ کی ما رضا مندی پر اپنی رضا مندی ظاہر کریں اس طرح بعض لوگ خدا تعالیٰ کے اس قول
 کہ **وَيُغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** (خدا تمام گناہوں کو بخشت دیتا ہے) اور یہاں
 غایت درجہ کا جہل ہے کیونکہ تمام گناہوں میں تو شرک ہی داخل ہے وجہ یہ کہ وہ سب گناہوں کی طرف
 اور اذن کا اصل الا حصول ہے اور جب یہ ہے تو ان لوگوں کے نزدیک شرک ہی قابل مغفرت ہے
 حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت بالفاق علما تائین کے حق میں ہے اور یہ بات بہت ٹھیک ہے کہ
 ہر تائب کا گناہ کوئی سا بھی ہو بخشت دیا جاتا ہے اور اگر آہ مذکورہ غیر تائبوں کے حق میں مانی جائیگی
 تو جس قدر وعید کی انصاف میں سب باطل ہو جائیگی اور اسکے علاوہ اون صحیح حدیثوں کا ابطال
 لازم آئے گا جس نے ثابت ہوتا ہے کہ موجد لوگ شفاعت کی بدولت دوزخ سے نجات پائیں گے ان
 معزوروں کا یہ کہنا ان کے قلت علم و فہم پر دلالت کرتا ہے کہ کس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت
 میں جب عام طور پر یہ لفظ فرمایا کہ **وَيُغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** تمام گناہوں کو بخشت دیتا ہے تو صاف معلوم ہوتا
 ہے کہ اوتائین میں اس لئے سورہ نسا میں تعین و تخصیص کی اور فرمایا **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ**
وَيَغْفِرُ مَا دُونَهُ لِمَنْ شَاءَ واضح طور پر جتنا دیا گیا کہ شرک قابل بخشش نہیں ہے البتہ
 اسکے علاوہ اور گناہ اس قابل میں کہ بخشت دیے جائیں۔ اور اگر یہ آیت ہی تائب کے حق میں مانی
 جائے تو شرک اور اسکے علاوہ اور گناہ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ علیٰ ہذا اعتیاس بعض جہال
 خدا تعالیٰ کے اس قول پر معزور ہو گئے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ**
 (یعنی اے آدمی تجھے اپنے بزرگ و کریم پروردگار کے ساتھ کس چیز نے دھوکے میں ڈالا) وہ کہتے
 ہیں ہمیں خدا کے کرم و بخشش نے دھوکے میں ڈال دیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک نہایت ہی فتنہ

جہل ہے خدا کے کرم و بخشش نے اسے دہرے میں نہیں ڈالا بلکہ شیطان نے دھوکھا دیا ہے اور نفس
 امارہ اور جہل انسانی خواہش نے غرور کی تار کی گرہ میں دھکیل دیا ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ
 نے لفظ کریم کو ذکر فرمایا جسکے معنی ہیں عظیم الشان سردار اور وہ صاحب حکومت جسکے ساتھ مغرور
 ہونا اور حکما حق جہل و بیکار چھڑنا لائق نہیں لیکن ان غرور و غرور کو غیر محل میں رکھا اور جسکے
 ساتھ مغرور ہونا لائق نہ تھا مغرور ہو گئے۔ بعض کم فہم اور نادان اس آیت کے مضمون سے دھوکے میں
 پڑ گئے ہیں لایصلہا لولا انکشف لکذبت لکذبت یعنی دوزخ میں وہی بد بخت بیٹھے گا جس نے جہلایا اور
 مومن مولا اور اس آیت کے مضمون سے ہی اعدت لکھنیزن دوزخ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے
 لیکن یہ دھوکے میں پڑے ہوئے لوگ اٹنا نہیں سمجھتے کہ یہ فائد زکک فادرا نقلی میں عام
 طور پر کوئی آگ اور آگ کا طبقہ مقصود نہیں ہے بلکہ وہ آگ مراد ہے جو دوزخ کے تمام طبقوں میں مخصوص
 ہے اور اگر بغرض محال بات تسلیم ہی کر لی جائے گا اس سے جہنم کے تمام طبقات ملادیں تو یہی خدا
 تعالیٰ فرمایا کہ دوزخ میں بجز اس بد بخت کے جس نے جہلایا اور موحود موحدا اور کوئی داخل نہ ہوگا بلکہ
 لایصلہا ارشاد فرمایا یعنی نہ بیٹھے گا اور عدم صلی کو عدم دخول لازم نہیں ہے کیونکہ صلی۔ دخول سے
 اخص ہے اور خص کی نفی مستلزم نفی عام نہیں ہوا کرتی۔ پہرے مغرور اگر اسکے بعد کی آیت کو ذرا
 غور و فکر سے دیکھے تو کہل کھلا واضح ہو جائے کہ یہ اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو یحییٰ بنی
 سے کوئی معنی نہیں رہے گا۔ رہی دوسری آیت اعدت لکھنیزن تو یہ ویسی ہی ہے جیسے آیت اعد
 لکھنیزن۔ قطع نظر اس کے دوزخ کا کافروں کے لئے تیار کرنا اس بات کو منافی نہیں ہے کہ اوس میں
 فساد و فجار اور ظالم داخل نہ ہونگے بطرح جنت کا پرہیزگاروں کے لئے تیار کرنا اسکے منافی نہیں
 ہے کہ اوس میں وہ لوگ داخل نہ ہوں جنکے دہمیں ذرہ سے بھی کم ایمان ہو اور انہوں نے کبھی کوئی
 نیک عمل کیا ہو۔ بعض محققا عاشورہ اور عرفہ کے روزے پر مغرور ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارے تمام
 سال کے گناہ عاشورہ کے روزہ کے سبب سے مٹ جاتے ہیں اور عرفہ کا روزہ فریاد جبر و ثواب میں
 الگ باقی رہتا ہے اوسکی وجہ سے گناہ مٹتے اور اسکے باعث اجر و ثواب بڑھتے ہیں حالانکہ
 اس بات کو نہیں جانتے کہ رمضان المبارک کے روزے اور رات دن میں پانچون نمازیں عرفہ
 کے روزہ اور عاشورہ کے روزہ سے غفلت و بزرگی میں بہت زیادہ ہیں لیکن رمضان کے روزے

اور پنج نمازین جہی اپنے درمیانی گناہوں کو میٹھتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ ایک رمضان دوسرے رمضان تک اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک صغیرہ گناہوں کے محو کرنے میں اگر کچھ تقویت اور اثر رکھتے ہیں تو اس وقت رکھتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ کبیرہ گناہوں کے چوڑ دینے کا اضمحام کیا گیا ہو۔ پس ان دونوں باتوں کا مجموعہ صغیرہ گناہوں کے محو کرنے میں اثر رکھتا ہے اور جب یہ ہے تو نفلی روزہ ہر گناہ کبیرہ کو جبکہ باندہ مرتکب ہوتا ہے کیونکہ محو کر سکتا ہے خاصہ کہ جبکہ کبیرہ گناہ کرنے پر مقرر ہوا اور ان سے تاب نہ ہو یہ محال اور سخت محال ہے علاوہ ان میں یہ بھی ممکن ہے کہ عرفہ کا روزہ اور عاشورہ کا روزہ دونوں سال ہر کے تمام گناہوں کو عام طور پر میٹھ دیتے ہوں اور وعدہ کی جو خصوص ہیں ان کے لیے چند شروط اور موالح ہوں اور کبیرہ گناہوں پر اسکا اصرار کرنا گناہوں کے مٹانے سے مانع ہو تو جو شخص کبار پر مقرر ہو گا اسکا روزہ اور عذم و دونوں عموم کفیر پر بدد کرین گے اور تمام گناہوں کے محو کرنے میں ملکہ کوشش رکھئے جیسا کہ رمضان اور پنجو قہ نمازین مع احتساب کبار صغیرہ گناہوں کے میٹھ دینے پر معاون مددگار میں باوجودیکہ خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنْ تَتَذَكَّرُوْا كَمَا تُوْفَعُوْنَ حَتّٰى تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْا سَبِيْغَہ میٹھنا کیونکہ یعنی اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے منع کیے جاتے ہو تو ہم تم سے تمہارے صغیرہ گناہ میٹھ دیں گے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ایک چیز کو گناہ کے محو کرنے کا سبب قرار دینا اسباب منع نہیں کرتا کہ یہ سبب اور اس کے ساتھ دوسرا سبب ملکہ گناہوں کے دور کرنے میں کوشش ہو کرے اور دوسببوں کے جمع ہونے سے گناہوں کا محو ہونا اس سے زیادہ قوی اور اتم ہوتا ہے جو اون دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور جب یہ ہے تو گناہوں کے محو کرنے کے اسباب جس قدر اور جہان تک قوی ہوتے جاہلین گے استقدر گناہوں کے محو ہونے میں تقویت تکمیل عموم و شمول زیادہ ہوتا جائے گا۔ بعض احمق اس حدیث قدسی پر مغرور ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اَنَا وَجَدْتُ حَسَنَ ظَنٍّ عَبْدِيَّ فِيْ فَلْيُظَنِّ فِيْ مَا شَاءَ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے نیک گمان کے ساتھ ہوں تو وہ جیسا چاہے میرے ساتھ گمان کرے پس یہ بات اس کے گمان میں ہوگی میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کروں گا۔ میں کہتا ہوں اس میں ذرا شک نہیں کہ حسن ظن نیکی و بہلائی کرنے پر موقوف ہے کیونکہ نیکو کار آدمی اپنے پروردگار کے ساتھ اس بات کا

گمان نیک کرتا ہے کہ وہ مجھ سے کسی کا بدلہ دیکھا اپنے وعدے کو پورا کرے گا خلاف نکرے گا میری توبہ قبول فرمائے گا بخلاف اس کے بدکار آدمی کبیرہ گناہوں اور ظلم و ستم اور خدا کی مخالفت پر اصرار و جھٹکا کرے گا و حیرت کہ معاصی کی وحشت اور ظلم و حرام کی تاریکی اسے خدا کے ساتھ حسن ظن کرنے سے باز رکھے گی اور یہاں رات دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں دیکھیے جو بیگوارا بدکار غلام اپنے آقا کی فرمانبرداری سے باہر ہوتا ہے اسے آقا کے ساتھ کبھی حسن ظن نہیں ہوتا اور بدکاری کی وحشت ظلم و ستم کی تاریکی گمان نیک کرنے کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتی کس لیے کہ بدکار اپنی بدکاری کی مقدار وحشت ناک ہوتا ہے تمام لوگوں میں خدا کے ساتھ نیک گمان نہ کرنے والا اور بہت نیک گمان کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو اسے بہت فرمانبردار ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایمان دار آدمی اپنے خدا کے ساتھ نیک گمان رکھتا اور شائبہ و زیبا عمل کرتا ہے بخلاف اس کے بدکار شخص کہ خدا کے ساتھ بدگمانی رکھتا اور ناجائز حرکات میں غرق رہتا ہے۔ پس جو شخص محل غضب الہی میں رہتا اور لعنت خداوندی کا نشانہ بنتا اور ہمیشہ اس سے موخر کربا کا پڑا ہوا رہتا ہے وہ خدا کے ساتھ کس طرح نیک گمان ہو سکتا ہے بلکہ اوپر الہی حقوق اور خداوندی امور ضعیف و خفیف ہو جاتے ہیں اور وہ انہیں نہایت بے وقتی کے ساتھ ضائع و برباد کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح خدا کی منہیات اوپر ضعیف ہو جاتی ہیں اور وہ بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ ان کا ٹکڑ ٹکڑ ہوتا اور اصرار و ہٹ سے پیش آتا ہے علیٰ ہذا العیاس جو شخص خدا سے مقابلہ کرنے کے لیے اوبہ کھڑا ہوا اس کے دوستوں سے دشمنی کرنے پر مستعد و کمر بستہ ہو جائے گا دشمنان دوستی پیدا کرتا ہوا اس کی صفات کمالیہ کا منکر جو جن چیزوں کے ساتھ اس نے اپنے مقدس نفس کی صفت بیان کی یا اذکار کے پیغمبروں نے ارشاد کی ان سے بدگمانی رکھنے والا ہوا ایسا شخص خدا کے ساتھ کیونکر حسن ظن رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے اسے کسی بات کا حکم کرتا ہے کسی چیز سے منع کرتا ہے نہ کسی بات سے رخصی ہوتا ہے کبھی غضبناک ہوتا ہے وہ خدا کے ساتھ کس طرح حسن ظن رکھ سکتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے ان ناپاک خیال آدمیوں کے بارے میں جو اس میں تردد و متذبذب ہیں بعض جزئیات کے متنبہ کا تعلق خدا کی نسبت صحیح ہے کہ نہیں یون ارشاد فرمایا ہے وَذَلِكُمْ فَكُفُّوا اَنْ تَقُولُوا لَمْ يَكُنْ لَنَا حُكْمٌ فَاصْبِرُوا فَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مَدْرَ الْخَالِدِينَ خَلَّاصَهُ يَكُ حَبِيبٌ اِنْ مَاعَاقِبَتِ اَنْدِيشُونَ نَعَى خُذْ اَلِیْ نَسَبَتِ یَہْ خِیَالِ دَوڑا یا کہ وہ چھوٹا

بہت سی کرتوتوں سے ناواقف ہے تو یہ خدا کے ساتھ اون کی بدگمانی ہوئی لہذا اون کی اس بدگمانی نے اون کو ہلاک کر دیا اور ایسا جڑ پیر سے اوکھاڑ پھینکا کہ نام نشان تک باقی نہیں رہا۔ یہی حال اوس شخص کا ہونا ہے جو خدا کی صفات کمال اور اوصاف جلال کا انکار کرے اور اسے ایسی چیز کے ساتھ موصوفی کرے جو اوس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو۔ توجب ایسا شخص یہ گمان کرے کہ خدا مجھے دوزخ سے بچا لے گا جنت میں داخل کرے گا تو جان لیسا چاہیے کہ یہ اوس کا غرور نفسانی اور مکر شیطانی ہے۔ نفس امارہ نے اسے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور شیطان نے اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیا ہے اسے اپنے خدا کے ساتھ بہرگز حسن ظن نہیں ہے۔ اس مقام کو خوب غور و تأمل سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اکثر مواقع میں اس کی سخت حاجت پڑتی ہے۔ یہ بات نہ صرف افسوس بلکہ سخت حیرت ناک ہے کہ بیدہ کے دل میں اس بات کا یقین کیونکر قائم رہتا ہے کہ وہ خدا کی منصف عدالت میں حاضر ہونے والا ہے خدا اوس کی تمام باتیں سنتا ہے اسے ہر وقت دیکھتا ہے اوس کے ظاہر و پوشیدہ حالات جانتا ہے اوس کی کوئی بات اس پر مخفی نہیں رہتی اسے خدا کے آگے کھڑا ہونا اور ادنیٰ ادنیٰ کام کا حساب دینا ہے بہر باوجود اسکے وہ غضب الہی کے محل میں ہمیشہ رہتا اور اسکے احکام و اوامر کو ضائع و برباد کرتا اور اسکے حقوق کو معطل و بیکار جانتا ہے اور بااہنیہ اس کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔ یہ باتیں تو صاف یوں کہتے ہیں کہ یہ اوس کے نفس کے غرور و فریب و باطل آرزو کا دیا چہ ہیں۔ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ میں اور عمروہ بن زبیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اپنے فرمایا کہ اگر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے حالت میں دیکھتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ دنیا کیا وقعت رکھتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض وفات میں مبتلا تھے تو میرے پاس چھریا سات دینار تھے حضور مجھے حکم فرمایا کہ انہیں تقسیم کر ڈال لیکن میں ان کی تیمارداری میں اس قدر محو ہوتی کہ اون دناروں کی صرف کرنے کا موقع نہیں ملا جب آپ کو آفاقہ ہوا تو مجھے دیناروں کی بابت دریافت کیا کہ عائشہ! تم نے دیناروں کو کیا کیا۔ کیا چھون دینار صرف کر ڈالے۔ میں نے عرض کیا اے رسول خدا دینار میرے پاس موجود ہیں۔ چونکہ مجھے آپ کی بیماری نے بالکل محویت میں ڈال دیا تھا اس لیے میں انہیں خرچ نہیں کر سکی۔ فرمایا اچھا لاؤ مجھے دو چنانچہ اپنے چھون دیناروں کو ہتھیلی مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ کیا خدا کے نبی کا اوس کے ساتھ یہی حسن ظن ہے کہ خدا اسے اس حال میں ملاقات کرے کہ اوس کے پاس

چھو بند موجود ہوں اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ کیا عہد کا اپنے آپ کے ساتھ ہی گمان ہونا چاہیے کہ خدا سے ملاقات کرتے وقت اوس کے پاس قدر دینار موجود ہوں۔ تعجب اور تعجب کے سمجھتے افسوس ہے کہ اصحاب کبار اور جفا پیشہ تمکاروں کا کیا خدا کے ساتھ ہی گمان ہے کہ اوس کے دربار میں حاضر ہوتے وقت بندگان خدا کے مظالم کا گنہہ سر پر رکھ کر حاضر ہوں۔ پس اگر ان احمقوں کا یہ کہنا کہ جب ہم خدا کے ساتھ حسن ظن رکھیں گے تو کوئی ظالم و بدکار معذب نہ ہوگا بندہ کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جن باتوں سے خدا نے منع کیا ہے سب کام نیک ہو لیکن خدا کے ساتھ حسن ظن رکھے تو اسے دوزخی آگ چمکے یہی نہ جائے گی۔ فائدہ مند اور مفید ہے تو ایسا کریں سبحان اللہ غور کرنے بندہ کو کس حد تک پہنچا یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سرکش اور نافرمان قوم سے کیا یہ خوب فرمایا ہے کہ **عَاقِبَةُ الْمُؤْمِنِينَ** قریب و دور **فَمَا أَظْنَمُ لِمَنْ يَدْعُوهُ إِلَى الْغَيْبِ كَمَا دَعَاكَ إِلَى الْغَيْبِ** سو اچاہتے ہو پھر تم نے رب العالمین کو کیا خیال یہ کہا مطلب یہ کہ جب تم خداوندی دربار میں اس حالت میں حاضر ہو کہ خدا کے سوا اوروں کو عبادت کی ہو تو تمہارا کیا مثال ہے کہ تم کیسیا بڑلاؤ کیا جائے۔ غرض کہ جو شخص اس مقام میں کمالات غور و تأمل کرے گا وہ اسے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ خدا کے ساتھ نیک گمان ہونے کا یہی مطلب ہے کہ نیک کاموں میں لگا رہے کیونکہ آدمی کو خدا کے ساتھ نیک گمان ہونا وہ نیک اعمال کرنے پر ہمیشہ ابھارتا اُکساتا رہتا ہے اسوقت اسے اسباب کا خاص طور پر علم ہو جاتا ہے کہ خدا میرے بہنے بسنے کے کاموں کی جزا سزا دے گا۔ میرے نیک عملوں کو نگاہ قبول سے دیکھا میرے کاموں سے ناراض ہوگا۔ پس جس شخص کو اس کا حسن ظن نیک اعمال پر برا لگنے نہ کرے گا وہ جب اپنے خدا کے ساتھ حسن ظن کرے گا اویسی وقت نیک اعمال اوس سے ظہور میں آئیں گے وہ حسن ظن مع انسانی خواہشوں کے ابتداء کی سرزنا پا بخیر ہے جیسا کہ ترمذی اور مسند امام احمد میں شریف بن اوس کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دانا اور عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی قدر جانے اور مابعد موت کے لئے نیک کام کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرے اور خدا پر اپنی آرزو میں متوقف رہے۔ خلاصہ یہ کہ حسن ظن اسباب نجات کے انعقاد کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ بالاکت کے اسباب کے ساتھ کبھی نہیں پایا جاتا۔ اگر اس سر کوئی اعتراض کرے کہ حسن ظن عرف اسباب نجات ہی کے انعقاد کے وقت حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ

اسباب ہلاکت میں ہی پایا جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وسیع مغفرت و رحمت اور اس کے عفو و جوہر کے ساتھ نیک گمان کرنا اور یہ خیال کرنا کہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کر گئی ہے اور اسے جس طرح عفو و نفع پہنچ دیتی ہے جس طرح عفو و درگزر مضرت نہیں پہنچاتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع بات یہ ہے کہ وہی ہے اور خدا تعالیٰ اس سے ہی ارفع اعلیٰ وہ پہلے درجہ کا بزرگ و کریم ہے اس کے جوہر رحم کی دلوں عالم میں نظیر نہیں پائی جاتی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ ان باتوں کو اسی موقع پر رکھتا ہے جو ان کے قابل و لائق ہوتا ہے کیلئے کہ وہ حکمت عزت انتقام شدت آفتاب کے ساتھ موصوف ہے اور حق سزا کو ہمیشہ سزا دیا کرتا ہے۔ اگر حسن ظن کا دار و مدار صرف خدا کے اسماء و صفات ہی پر ہوتا اور کیسے صرف یہ خیال کر لیا کہ خدا کریم رحیم ہے اس کی رحمت غضب سے سبقت لیگی ہے مفید و فائدہ مند ہوتا تو اس میں نیک و بد مومن و کافر خدا کے دوست و دشمن سب شریک ہو سکتے۔ پس معلوم ہوا کہ مجرم کو خدا کے اسماء و صفات کے یہ حسن ظن کہنا کچھ مفید نہیں پڑتا بلکہ وہ ہمیشہ غضب الہی کا مورد لعنت کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ خدا کی محارم سے گناہاں کرنا اور گناہوں میں غرق ہونا رہتا ہے۔ البتہ یہ حسن ظن اس شخص کو مفید پڑتا ہے جو گناہوں سے شرمندہ ہو کر توبہ کرنا نیکیاں کر کے برائیوں کو دور کرنا باقی عمر خیر و طاعت میں صرف کرتا ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا پھر اس کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے تو یہ حقیقت میں حسن ظن ہے اور وہ خود و وہ ہوگا۔ آسے مخاطب تھا اس فصل کو سرسری نظر سے نہیں بلکہ غور میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھ اور ہماری اس طوالت کو بیکار نہ سمجھ کیونکہ جو باتیں ہم نے اس میں بیان کی ہیں ان کی ہر ایک کو سخت حاجت پڑی ہے۔ اب تو خدا کے ساتھ حسن ظن کرنے اور اس پر مغرور ہونے میں خود غفلت و امتیاز کر لے اور یہ ہی سن لے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے ایک موقع پر فرمایا ہے إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَافٍ ۖ أَعْمٰۤی ۚ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ رحمت الہی کے امیدوار ہیں۔ دیکھو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو امید و ابر رحمت فرمایا ہے نہ ظالم و فاسق لوگوں کو۔ اور فرمایا لَعَلَّكُمْ تَكُونُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ہا جِدُوا مِنْكُمْ مَّا قَاتِلُوا جَاهِدُوا لَكُمْ وَاَنْتُمْ تَكُونُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ یعنی پھر تیار رہو اور اب ان لوگوں کو جنہوں نے فتنہ میں پڑنے کے بعد حسن

چھوڑا ہر جہاد کیا اور مصیبت کے وقت صبر کر لیا۔ ان تمام باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے دیکھو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ ان چیزوں کے بھالانے کے بعد آدمی کی بخشش ہوتی اور مدد حق رحمت ہوتا ہے پس عالم واقف کار آدمی رجا و امید کو اس کے مواضع میں رکھتا اور جاہل مغرور غیر محل میں رکھتا ظلم و ستم کا تمغہ حاصل کرتا ہے۔

فصل ۹

بہت سے جاہل ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی رحمت اور عفو و کرم پر بہرہ ور کر کے اس کے امر و نہی کو ضائع و برباد کر ڈالتے اور اسماء کو بالکل نسیا کر دیتے ہیں کہ وہ سخت عذاب کھانے والا ہے اور اس کا عذاب گنہ گار قوم سے کبھی ٹالے نہیں مل سکتا اور جو شخص خدا کے عفو و درگزر پر اعتماد کرے اور گناہوں پر اصرار سے پیش آئے وہ خدا کے معاند و دشمن کے مانند ہے معروف کرخی کا قول ہے کہ تیرا اوس شخص کی رحمت کا امیدوار نہنا جس کی توفرا نہ داری نہیں کرتا۔ تو جان لے کہ یہ تیری رسوائی اور حق کا سبب ہے۔ بعض علما کا بیان ہے کہ جو شخص دنیا میں تین درمون کے چرائے کی وجہ سے تیرے ہاتھ کاٹ ڈالتے کو تجویر کرتا ہے اوس سے کبھی بڈر و بیباک نہ رہنا چاہیے کہ آخرت میں تجھے اس جیسے جرم کی سزا دے گا حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتا ہے ہم آپ کو اکثر اوقات روتا دیکھتے ہیں فرمائیے آپ اس قدر کیوں رویا کرتے ہیں جو بڑا مجھے خوف ہے کہ خدا مجھے دوزخ میں جہنمک دے اور کسی طرح کی پروا نہ کرے۔ ایک اور شخص نے حسن سے پوچھا کہ اے ابوسعید جب ہم قومی مجلسوں اور واعظوں کی سوسائٹیوں میں بیٹھتے ہیں تو وہ اس قدر خوف و دہشت دلاتے ہیں کہ ہمارے اڈھرنے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ فرمائیے ایسی صورت میں ہم کیا کریں حسن نے فرمایا قسم خدا کی اگر تم کسی ایسی قوم کی ہم نشینی کرو جو تمہیں بڑے خوف دلاتے رہیں یہاں تک کہ تمہیں امن و امان حاصل ہو تو اوس قوم کے مجلس میں بیٹھنے سے بہت چھلے جو تمہیں امن و امان سے زندگی بسر کرنے کی ترغیب دلائیں جس کے تمہیں خوفناک باتیں عارض لاحق ہوں۔ صحیحین میں اسلحہ بن زید کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا حکم ہوگا۔ دوزخ میں اس کی آئین نکل پڑیں گی اور وہ اپنی آستریوں کو لیکر دوزخ میں اس طرح پہرے گا جیسا کہ ہا چکی کے مات کو لیکر روش کیا کرتا ہے یہ دیکھ کر دوزخی اس کے پاس

جمع ہو کر کہیں گے۔ اس شخص تجھے یہ روز سیاہ کس وجہ سے پیش آیا تو تو ہمیں دنیا میں اچھی باتوں کا حکم کیا کرتا اور بری باتوں سے منع کیا کرتا تھا وہ کہے گا اس میں ذرا شک نہیں کہ میں بہتین اچھی باتوں کا حکم دیتا اور بری باتوں سے منع کرتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں بہتین اچھی باتوں کا حکم کرتا اور خود اونہیں منع کرتا تھا بری باتوں سے منع کرتا اور آپ اون کا مرتکب ہوا کرتا تھا۔

مسند امام احمد میں حدیث البوراف سے آیا ہے کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان بقیع پر گذر ہوا فرمایا تجھے کتنے بے پیر خیرت افسوس ہے میں نے خیال کیا کہ شاید حضرت نے مجھے فرمایا ہے لیکن آپ نے شتابانہ لہجہ میں فرمایا۔ البوراف! میں تجھے نہیں کہہ رہا ہوں لیکن اس قبر میں جو شخص مدفون ہے یہ وہ ہے جسے میں فلان قبیلہ کی تکفیل کے لیے بھیجا تھا اسے اس میں سے ایک چادر جرائی تھی اب قبر میں وہ معذب ہو رہا ہے اور اس چادر کا ایک کونہ جو حقیقت میں آگ کا گرتہ ہے اس کے خیم کو جلا رہا ہے۔ مسند میں حدیث السن بن مالک سے یہ بھی آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میں ایک ایسی قوم پر ہو کر گذرنا جنکے مونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا آپ کی امت کے دنیا دار خطیب و واعظ جو لوگوں کو تو بہلائی کا حکم کرتے تھے اور خود اپنی جانوں کو فراموش کرتے تھے اور اس بات کو سمجھتے نہ تھے کہ سکا وبال اون پر پڑنے والا ہے۔ ایک حدیث میں یون ہی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں شب معراج میں آسمانوں پر چڑھا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جنکے ناخن تانبے کے تھے اور اپنے چہروں اور سینوں کو اون سے نوح و نوح کر زخمی کر رہے تھے۔ میں نے کہا جبریل! یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جو لوگ دنیا میں آدمیوں کا گوشت کھاتے اور اونکی آبروریزی کے کچھ پڑے رہتے ہیں۔ مسند میں یہ بھی وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے یا مقلب القلوب وَالْأَبْصَارِ بَلِّغْ عَنِّي نَبَأَ لَيْعَةٍ اِیْ اے دونوں کے پٹ ڈالو اور انکھوں کے پیر دینے والے میرا دل اپنے دین پر مستقیم رکھو۔ صحابہ نے عرض کیا اے رسول خدا ہم آپ پر اور جو آپ خدا کے مانگ لائے ہیں اوپر ایمان رکھتے ہیں تو کیا اب بھی انکو ہم پر کسی طرح کا خوف ہے فرمایا بے شک مجھے خوف ہے اور خود بخوف ہے کیونکہ نبی آدم کے دل خدا کی دواں لگیوں کے بیچ میں ہیں وہ جدھر چاہتے ہیں وہیں پلٹ دیتا ہے۔ مسند ہی میں یہ بھی حدیث آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

و سلم نے جبریل سے فرمایا کہ میں نے میکائیل کو کبھی نہیں دیکھا۔ کہا یا رسول اللہ اب سے نہیں بلکہ جب سے دوزخ پیدا ہوگا ہے وہ کبھی مجھے نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز دوزخوں میں سے ایک ایسا شخص لایا جائیگا جو دنیا میں تمام دو تہ مندوں اور ذمی نعمتوں سے بڑھ کر دو تہ مند اور صاحب نعمت تھا۔ خدا کے حکم سے اس شخص کو دوزخ میں لے کر غوطہ دیکر کہا جائے گا اے ابن آدم تو نے کبھی کوئی نعمت داس لٹس پائی ہے کیسے تو تجھ پر کوئی خوشی کا زمانہ گذرا ہے کہے گا۔ اے رب اللہ تجھ پر نعمت و خوشی کا کبھی کوئی زمانہ نہیں آیا۔ اس طرح ایک ایسی نعمت کو لایا جائے گا جو دنیا میں تمام مفلسون اور تنگ دستوں سے زیادہ محتاج تھا اور جس نے نہایت شدت و سختی میں زندگی بسر کی تھی اسے ہی جنت کے رنگ میں یوں ہی سازگار کر کہا جائیگا کہ ابن آدم تو نے کبھی کوئی سختی و تکلیف دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی شدت و مصیبت کا زمانہ گذرا ہے وہ کہے گا اے رب نجد تجھ پر سختی و تکلیف کا کوئی زمانہ نہیں گذرا اور میں نے کوئی شدت کبھی نہیں دیکھی۔ تہند میں بلال بن عازب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک انصاف کے جنازے کے ساتھ شہر سے نکلے اور قبرستان میں پہنچے چونکہ ہنوز کھد تیار نہیں ہوئی تھی اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھ گئے اور ہم سب بھی آپ کے گرد اگر دھلق کر کے بیٹھ گئے اس وقت ہم لوگوں پر ایسی خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہوا تھا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں ہیں۔ آنحضرت کے دست مبارک میں ایک کڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ دفعہ حضور نے سر اٹھا کر فرمایا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگو دو دفعہ یا مین دفعہ یہ کلمہ فرمایا۔ زان بعد اضا و فرمایا کہ ایماندا بندے کو جب دنیا کا انقطاعی زمانہ اور آخرت کا ابتدائی وقت پیش آتا ہے اور وہ اپنی زندگی کے مرحلے طے کر کے عالم آخرت میں قدم کہنے کو ہوتا ہے تو آسمان سے چند فرشتے اوس کے پاس آتے ہیں جنکے چہرے نہایت سفید و منور ہوتے ہیں گویا کہ آفتاب کے ٹکڑے ہیں انکے ساتھ جنت کے کھنڈن میں کا ایک کھنڈن کو ان کی خوشبوؤں میں سے ایک طرح کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ فرشتے مرنے والے سے اس قدر فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اوسکی نظر پہنچتی ہے ہر ملک الموت اوسکے سر اٹھنے بیٹھنے اور نہایت نرمی کے لہجہ میں کہتے ہیں اے مطمئنہ نفس اور پاک روح اس جسم سے باہر آیا اور خدا کی بخشش و رضامندی کی طرف چل تو جیسے سفایہ سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں اس طرح

مومن کی روح جتنی ہے۔ ملک الموت اسے اپنے ماتمیں لے لیتے ہیں اور ملک جہنم سے بھی پتھر وہ فرشتے جو میت سے کسی قدر فاصلہ پر بیٹھے رہتے ہیں روح کو آلیٹے ہیں پھر اسے کفن میں لپیٹتے اور خوشبو میں بساتے ہیں پس روح سے ایک ایسی خوشبو نکلتی ہے جو نافہ مشک سے بھی زیادہ معطر و مطہب ہوتی ہے۔ زان بعد فرشتے اس روح کو اوپر لے چڑھتے ہیں اور فرستوں کی حاضرت پر ہو کر گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ کس کی روح پاک ہے یہ فرشتے کہتے ہیں فلان بن فلان کی روح ہے اور ان تمام ناموں میں وہ بہتر و احسن نام لیتے ہیں جس سے اہل دنیا اس سے پکارا کرتے تھے ان فرض یہ فرشتے روح نیک پہلے آسمان پر پہنچتے اور جو کیداروں سے دروازہ کھولتے ہیں اس روح کے لئے دروازہ کھلتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس دوسرے آسمان تک اس کی شایعت کرتے ہیں جو ان کے اوپر ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ خدائی عز و جل فرماتا ہے میرے بندے کا نام علیین کے دو قبر میں لکھوا اور اسے زمین کی طرف لیجاؤ کیونکہ میں انہیں زمین ہی سے پیا کیا ہے اور اوس میں لوٹاؤں گا اور دوسرے آسمان سے نکالوں گا۔ چنانچہ یہ روح زمین کی جانب لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتہ قبر میں آکر اسے اوٹھا بٹھاتے ہیں پھر کہتے ہیں تیرا رب کون ہے یہ کہتا ہے میرا رب خدائی عز و جل ہے کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ کہتے ہیں یہ شخص جو تم میں بھیجا گیا تھا کون ہے کہتا ہے وہ خدا کے پیغمبر محمد ہیں کہتے ہیں اور تیرا علم کیا ہے جواب دیتا ہے میں نے خدا کی کتاب پڑھی اور پھر ایمان لایا اور اس کے اوامر و نہی کی تصدیق کی اور پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور جنت کی پوشاک زیب بدن کرو اور جنت کا ایک دروازہ کھلو۔ حضرت نے فرمایا پھر اسے جنت کی راست و خوشبو پہنچتی ہے اور جہان تک اس کی نظر پڑتی ہے قبر میں وسعت و فراخی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسکے بعد اس کے پاس ایک اور شخص جس کا چہرہ نہایت خوب صورت۔ کپڑے نہایت عمدہ عطر میں بھیگا ہوا کر کہتا ہے تجھے بشارت و خوشی ہو یہ وہ دن ہے جس کا تو دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا ایماندار بندہ کہتا ہے تو کون ہے تیرا موند تو اس شخص کا سنا منہ ہے جو حیر و بہلائی لاتا ہے یہ شخص جواب دے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں پس یہ بھیگا خداوند قیامت برپا کر دے اگلی قیامت اوٹھا کھڑی کر کہ میں اپنی مال و اولاد میں جلاھاؤں۔ حضرت نے فرمایا اور کاہر بندہ جب اپنی

زندگی کسر ملے کے کہ اس عالم سے نکلتا اور دوسرے عالم میں قدم رکھتا ہے تو اس کے پاس بھی آسمان سے
چند فرشتے آتے ہیں جنکے چہرے نہایت کالے اور سیاہ ہوتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ کا ایک نہایت کثرت کڑا ہوتا
ہے وہ بھی اس کے انتہائے بصر کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں پہر ملک الموت آکر اس کے سر پر بیٹھتا ہے
سستی و درستی کسے لے مین کہتے ہیں کہ او خدیت و ناپاک روح جلد اس ناپاک جسم سے نکل کر خدا کے
غضب عذاب کی طرف روانہ ہو یہ سنکر روح اس کے سارے جسم میں پھیل جاتی ہے ملک الموت اسے
اس طرح کہینچے مین جیسے آگ میں لال کی بھوئی آہنی سیخ تر صوف مین سے کہینچی جاتی ہے پھر وہ اسے
لے لیتے ہیں اور اور فرشتے پلک جھپکانے سے پیشتر اسے ملک الموت سے لیکر ٹاٹ کے ٹکڑے میں بیٹھ
لیتے ہیں اس سے ایسی بد بو اور سرانڈ پھیلیتی ہے جیسے کسی نہایت سڑے ہوئے مردار مین ہوتی
ہے۔ زان بعد فرشتے اسے اوپر لے پڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر انکا گدز ہوتا ہے وہ
کہتے ہیں یہ کسی ناپاک و خدیت روح ہے۔ یہ فرشتے جواب دیتے ہیں فلاں بن فلاں کی ادا اس
بقیج و بدتر نام سے یاد کرتے ہیں جبکہ ساتھ وہ دنیا مین لکھا جاتا تھا پس فرشتے آسمان کا دروازہ
اکھلوانا چاہتے ہیں لیکن اس کے لیے دروازہ نہیں کھلتا یہاں تک پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ آیت پڑھی **لَا تَقْعَمُ لَهُمُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا مَلٰٓئِكَتُہٗمُ الْمُتَوَلَّوْنَ اِلَیْہِمْ اِلَّا فِی سَبْعِ الْمَوَاقِیْطِ** :
یعنی انکے لیے نہ تو آسمان کے دروازے ہی اکھلیں گے نہ وہ جنت مین داخل ہوں گے اور انکا جنت مین داخل
ہونا ایسا محال و دشوار ہے جیسا سوئی کے ناکے مین اونٹ کا داخل ہونا۔ اس پر خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوگا
کہ اسکا نام یحییٰ کے ذوق مین چڑھاؤ جو ساتویں زمین کے نیچے ہے چنانچہ اسکی روح وہاں سے پہنچی
جاتی ہے اس موقع پر حضرت نے یہ آیت پڑھی **وَمَنْ جِئْتُمْ فَاُولٰٓئِکَ مَخْرُجُوْنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُہُمُ الطَّيْرُ اَوْ
يَخْرُجُوْنَ اِلَیْہِمْ فِی سَبْعِ الْمَوَاقِیْطِ** اور جو کیسے خدا کا شریک بنائے تو اسکا حال ایسا ہے کہ جیسے وہ آسمان پر
گر پڑا پھر یا تو اسے راہ مین سے پڑے اچک لیجا مین لگے یا جو او اسکو کسی درجہ کی لجا کر ڈال دیگی
زان بعد اسکی روح جسم مین لوٹ آتی ہے اور دو فرشتے آکر اسے اوٹھا بٹھاتے ہیں کہتے ہیں تیرا
رب کون ہے یہ کہتا ہے ہا ہا ہا مین نہیں جانتا وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے یہ جواب دیتا ہے
ہا ہا ہا مین نہیں جانتا وہ کہتے ہیں جو شخص تم مین سے جا گیا تھا وہ کون ہے کہتا ہے ہا ہا ہا
مین نہیں جانتا اسوقت آسمان سے ایک ندا کرکے کہ میرے بندے نے جہوت کہا

اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ اور آگ کے کپڑے پہناؤ اور دوزخ ایک دروازہ کہول دو۔ چنانچہ ایسا کیا جاتا ہے پس دوزخ کی گرمی اور اسکی لومین برابر اسے پہنچتی رہتی ہیں اور قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ ہڈیاں پسلیاں تک پس جاتی ہیں۔ اتنے میں ایک او شخص کر لیں یہ صورت قبیح اللباس آتا ہے جس میں نہایت بدبو اور سراند آتی ہے شخص اس کو کہتا ہے تجھے اس حرکت کی خوشخبری ہو جو دنیا میں تجھے ہمیشہ بری لگا کرتی تھی یہ روز سیاہ جو تجھے پیش آیا ہے وہی دن ہے جس کا تو دنیا میں وعدہ دیا جاتا تھا۔ کافر شخص کو دیکھ کر کہے گا تو کون ہے تیرا چہرہ تو اس شخص کا سا چہرہ ہے جو بُرائی و بدبختی لیکر آتا ہے جواب دیکھا کہ میں تیرا ناپاک عمل ہوں پس یہ کافر کہہ گیا خداوند اقیامت برپا نہ کیجیو۔ امام کی روایت میں اس کے بعد اتنے الفاظ آئے ہیں کہ اسکے بعد او سپر ایک اندھا او گونگا بہر فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے ماتہ میں لوہے کا بڑا پہاڑی گرز ہوتا ہے۔ ایسا گرز کہ اگر وہ اسے پہاڑ پر پہنچے مارے تو رائی سے کائی ہو جائے چنانچہ یہ گرز او سپر پڑتا ہے جسکی وجہ سے کافر مٹی ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ پہاڑ سے زندہ کرتا ہے اور فرشتہ پہر گرز رسید کرتا ہے اس پر وہ ایک الٹی چیخ مارتا ہے جسے جن والنس کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے۔ برآء کہتے ہیں پہاڑ اس کے لئے دوزخ کی طرف نکلا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ کا فرش اس کے لئے بچھا یا جاتا ہے۔ مسند امام احمد میں یہ بھی آیا ہے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ایک جماعہ عسائی کی نظر پڑی فرمایا یہ جھگڑا کیا ہے اور یہ لوگس چیز پر جمع ہو رہے ہیں عرض کیا گیا کہ لوگ فکرو ہوئے ہیں اور اسی پر یہ اجتماع ہو رہا ہے۔ یہ سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہہ اگئے اور اپنے یاروں سے آگے بڑھ کر عاجلانہ حرکت کے ساتھ اوپر چھپے یہاں تک کہ اس قبر پر پہنچے اور بہت ہی خوف زدہ ہو کر دوزخ میں بیٹھ گئے۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ میں حضرت کے سامنے اس لئے جا بیٹھا کہ دیکھوں آپ کیا کرتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ وہاں بیٹھ کر اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ زنان بعد آپ ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ ہائیو! اس دن کے لئے طیار ہو جاؤ اور اسان مہیا کر لو۔ مسند امام احمد میں حدیث بربدہ میں آیا ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکلتے تھے ہمارے پاس آئے اور میں مرتبہ ندا کی یا ایہا الناس۔ یعنی لوگو! تم جانتے ہو کہ میری اور تمہاری مثال کیسی ہے حاضرین نے عرض کیا کہ خدا اور اسکا رسول خوب جانتے ہیں فرمایا یہ تمہاری مثال

اوس قوم جیسی ہے جسے دشمن کا خوف ہو کہ لکا لکا دیکھا دیکھا کرے گا لہذا اونہوں نے ایک شخص کو منتخب کر کے اسلئے روانہ کیا کہ دشمن کو جا کر دیکھے اور اوسکی خبر لائے وہ شخص گیا اور دشمن کو دیکھ کر چاہتا تھا کہ قوم میں واپس آکر اونہیں چوکنے لگے مگر اسپر اس بات کا خوف غالب ہوا کہ مبادا قوم میں پہنچے اور اونہیں ڈرانے سے پیشتر مجھے دشمن مگر قمار کر لے اسلئے اوسنے وہیں اپنے کپڑے سے اشارہ کر کے کہا اے لوگو ہتھیار ہو جاؤ۔ اے لوگو ہتھیار ہو جاؤ اگو کو ہتھیار ہو جاؤ اور قدم اٹھائے چلے آؤ۔

صحیح مسلم میں حدیث جاری ہے آیا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز نشہ پیدا کرے حرام ہے اور بیشک خدا تعالیٰ کا عہد ہے کہ جو شخص نشیلی چیز کا استعمال کرے گا اور جسکا پینا خدا نے حرام کیا ہے اوسے پینیکا تو وہ اوسے دوزخ میں لے لیا جائیگا۔ مسند امام میں حدیث ابو ذر سے ثابت ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چڑھا اور اوسے لائق ہے کہ چڑھا اور اوسے کیونکہ اوس میں چار اوگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جس پر فرشتے نہ ہوں ہر ایک فرشتہ خدا کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہوا ہنسنے اور بہت روتے اور بچھوٹوں پر کھنکھاتے

سے لذت نہ اٹھاتے بلکہ گہروں اور وطنوں کو چھوڑ کر جنگلوں صحراؤں میں بکھلتے اور بہاروں کے غاروں میں تعالیٰ کی عبادت میں ساری زندگی پوری کر دیتے۔ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے ابو ذر نے فرمایا کاش میں کوئی درخت ہوتا جو زمین سے اوکھاڑ کر ہینکدیا جاتا یا مسند میں یہی حدیث حدیفہ سے آیا ہے کہ ہم صحابہ کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے جب ہم قبر تک پہنچے تو آنحضرت گہٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور مرد و ازاد کا ہونے قبر کو دیکھنے لگے پھر فرمایا اے میں مومن اس قدر بھی چاہتا ہے کہ اوسکی اینٹیں کی رگین زائل ہوتی ہوں۔ اور یہی مکان کا قبر پر آگ سے بہر دیا جاتا ہے مسند ہی میں حدیث جاری ہے آیا ہے کہ جب سعد بن معاذ کا انتقال ہوا تو ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونکے جنازہ پر پہنچے۔

حضرت نے جنازہ کی نماز پڑھی اور جب اونہیں قبر میں اتار لیا اور اوپر سے مٹی برابر ڈھوا اور کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک تسبیح پڑھتے تھے پھر آپ نے اور آپ کے ساتھ ہم نے تکبیر کہی اسی اثناء میں کہنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے تسبیح کیون

پڑھی اور تکبیر کو یوں کہی فرمایا اس تکبیر اور صلح بند سے پر او کی قبر تنگ ہو گئی ہتی میری تسبیح و تکبیر سے
 خدا تعالیٰ نے اس پر یہ نعمتی نازل دی اور اب او کی قبر فراخ و وسیع ہو گئی۔ صحیح بخاری میں حدیث
 ابو سعید سے آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجلیا تیار کر کے رکھا جاتا اور لوگ
 اس سے کندھوں پر اوٹھاتے ہیں تو اگر وہ نفس صالح و نیکو ہے تو کہتی ہے کہ مجھے یہاں سے جلد لے چلو
 اور اگر بدکار و غیر صالح ہے تو کہتی ہے افسوس تم مجھے کہاں لیجاتے ہو اس کی دردناک آواز آدمی کے
 سوا ہر چیز سنتی ہے اگر آدمی سننا تو ضرور بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ مسند امام احمد میں حدیث ابو
 امامہ سے آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سورج بقدر میل نزدیک
 ہو جائے گا۔ اور اس میں اس قدر حرارت و گرمی پڑ جائیگی کہ لوگوں کے سر ایسے پگھلنے لگیں گے جیسے
 ہندیا کہہ کہہ دیتی ہے لوگوں کو ان کے گناہوں کی مقدار پسینہ آئیگا بعض تو وہ ہونگے جیسا کہ پسینہ
 ٹخنوں تک پہنچے گی کیسے پنڈ لیون تک کیسی کمر تک اور کیسے مونہ تک پہنچے گا اور پسینہ کی لگام
 مونہ پر چڑھ جائے گی۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کس طرح
 چین پڑے اور کیونکر خوشی ہو حالانکہ اسرافیل صور موند میں لیے کھڑے ہیں اور انہوں نے اپنی شاننی
 جھکالی ہے اور حکم کے منتظر ہیں کہ کب ان کے کان میں حکم کی آواز ہو پونچے اور وہ صور میں ہونک
 ماریں یہ سنکر صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا حَسْبُنَا اللہ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
 عَلَی اللہ تَوَكَّلْنَا کہو یعنی خدا ہمیں کافی ہے اور وہی کام بنانے والا بہت اچھا ہے ہم نے خدا پر
 بہرہ ور کیا۔ مسند میں ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ آیا ہے کہ تم شخص اپنے آپکو بڑا جانے کا اور چلے میں
 فخر و تکبر ظاہر کرے گا وہ خدا تعالیٰ سے اس حال میں ملیگا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔
 صحیح میں ابن عمر سے یوں ہی آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصروفیت
 کے دن معذب ہوں گے اور ان سے کہا جائیگا کہ جن خیروں کو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا
 ان میں جان بھی ڈالو۔ صحیح میں ابن عمر سے یہی مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو قبر میں صبح شام اس کے رہنے کا ٹھکانہ سنانے کیا جاتا
 ہے اگر وہ جنتی ہے تو اہل جنت کا مقام دیکھا یا جاتا ہے دوزخی ہے تو دوزخ کا اور ہر بار کہا جاتا
 ہے یہ تیرا ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ تجھے قیامت کے دن اوٹھا کر لے کرے۔

صحیحین اور مسند میں ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا حبیب بنی جنت میں اور
دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو موت جنت دوزخ کے بیچ میں لاکھڑی کھائے گی اور اس
سبکے سامنے دوزخ کر کے ایک مناد چاروں طرف لپکارتے گا کہ جنتیو! اب تم جنت میں رہو
زندہ رہو گے موت نہ آئے گی اور دوزخیو! تم ابد الابد تک یہیں پڑے رہو گے موت نہ آئے گی
یہ ندا سن کر جنتیوں کو فرحت پر فرحت اور دوزخیوں کو غم پر غم بڑھے گا۔ مسند میں ابن عمر سے
یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص دس درہم کو ایک کپڑا خریدے گا اور اس میں ایک درہم حرم کا شل
ہو جائے گا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اس وقت تک خدا اس کی نماز قبول نہ کرے گا۔
یہ حدیث بیان کر کے ابن عمر نے اپنی انگلیوں کو کانوں میں رکھ کر فرمایا کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا تو میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ عبد اللہ بن عمر بنی صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص شکر کی وجہ سے ایک وقت کی نماز ترک کر دے
اس کی ایسی مثال ہے کہ دنیا اور اس کے تمام تجملات کیسے لئے موجود ہوں لیکن ایک وقت کی نماز
ترک کر دینے سے سب سے بڑے اور جو شخص رش کے سبب چار نمازیں ترک کرے گا تو خدا پروردگار
کہ اسے طہیۃ النجاء پلائے۔ کہنے عرض کیا یا رسول اللہ طہیۃ النجاء کیا چیز ہے فرمایا دوزخیوں کا
پنچوڑ۔ مسند میں ابن عمر سے مرفوعاً آیا ہے کہ جو شراب کا ایک گہونٹ پیتا ہے اس کی چالیس روز
کی نمازیں مقبول نہیں ہوتیں پہر اگر توبہ کرتا ہے تو خدا بھی اس کی طرف رحمت کے ساتھ رجوع
فرماتا ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں یہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ حضرت نے تیسری دفعہ یا جو تہی مرتبہ یہ فرمایا کہ اگر
وہ پہر شراب پیے گا تو خدا کے ذمہ واجب ہو جائیگا کہ اسے قیامت کے دن دوزخیوں کا پنچوڑ
پلائے۔ مسند میں حدیث ابو موسیٰ سے آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اس حالت میں مر گیا کہ وہ ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا تو خدا اسے بہر غلطی پلائے گا کہ اسے عرض کیا
اے رسول خدا خیر غلط ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جو رانیہ عورتوں کی شرم گاہوں سے بہتی ہے
اور تمام دوزخی اس کی شرم گاہوں کی بدولت سخت عذاب و تکلیف میں ہو گئے۔ مسند میں
ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت کے روز تین مرتبہ تہاب
آہی میں پیش کیے جائیں گے دو پیشیوں میں تو جہاں اور سذرین وغیرہ فیصل کی بجائے

اور تیسری ہفتی کے وقت نامہ اعمال ڈراؤر کر مائتوں میں آئیں گے پس کوئی تو دائیں مائتہ میں لیگا اور کوئی بائیں میں۔ مسند میں حدیث ابن مسعود سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم حقیر اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ وہ آدمی میں جمع ہو کر ایک ہی دفعہ اسے غارت کر دیتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی ایک مثال بیان کی کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا ایسا حال ہے جیسے ایک قوم کسی جنگل میں اتری اور جس کے مائتہ میں اون کے کہانے پینے کا اہتمام رہا حاضر ہوا پس ایک شخص اس اوٹھ کھڑا ہوا اور لکڑیاں جنکھ لے آیا دوسرا گیا اور وہ بھی لکڑیوں کا ایک پستار جمع کر کے لے آیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑا انبار اور عالمی شان و میر جم ہو گیا زان بعد اونہوں نے لکڑیوں کے انبار میں آگ لگا دی اور وہ فوراً بھڑک اٹھی پھر اسکا یہ حال ہوا کہ جو چیزوں میں ڈالتے تھے مک جاتی تھی سب کے بعد دیگرے ایسا ہی کیا۔ بخاری میں محد ابو ہریرہ سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ کی پشت پر پل بچھا جائیگا۔ اور سب سے پیشتر میں ہی اوپر سے عبور کروں گا اور سن تمام پیغمبروں کی یہ پکار ہوگی کہ اللہم سلم سلم بل کے دونوں طرف آہنی آنکڑے ہونگے جیسے سعدان کے کانٹے جو لوگوں کو اونکے اعمال کے مطابق اُچک لیں گے پس کوئی تو اپنے عمل کے مطابق اون میں مقید ہو جائے گا۔ اور کوئی زخمی و گہا مل ہو کر چھوٹ جائیگا۔ ہر نجات پا کر آگے بڑھے گا اور یہ اُسوقت تک ہوتا رہے گا کہ خدا تعالیٰ ہندون میں فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا۔ اسکے بعد جب خدا کو منظور ہوگا کہ دفعہ میں سے کچھ لوگوں کو نکالے اور اون پر رحم و کرم فرمائے تو دوزخ میں جس قدر کلمہ گو ہوں گے اور اونہوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا ہوگا سب کی نسبت فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ اونہیں دوزخ سے نکالو فرشتے ایسے شخص کو اثر سجود کی علامت سے پہچان کر نکال لیں گے اور خدا نے تعالیٰ ان کے حرام کر دے گا کہ ابن آدم کا اثر سجود کہا کر میٹ دے جب یہ لوگ دوزخ سے نکلیں گے تو انکے جسم جھک کر کوئلہ ہو گئے ہونگے اس لئے اون پر نہر حیات کا پانی ڈالا جائے گا جس سے بدنوں پر وہ رونق و تاب آ جائے گی جیسے سیل کے کنارے پر نباتات کو رونق و سرسبزگی چھل ہوتی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے روز سب سے پیشتر تین قسم کے لوگوں میں فیصلہ کیا جائے گا ایک وہ شخص جو دنیا میں

مرا ہوتا یہ جب خداوندی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا تو حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کا اقرار کرے گا اور یہی اعتراف کرے گا اس پر خدا تعالیٰ فرمایا گا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا اور کونسا نیک عمل کیا یہ عرض کرے گا حضور ! میں آپ کی راہ میں یہاں تک لڑا کہ جان قربان کر دی اور شہید ہو گیا خدا فرمایا گا تو جھوٹ بولتا ہے تو میرے لئے نہیں لڑا بلکہ اسلئے لڑا کہ تجھے جری کہا جائے بہادر کی تمغہ ملے شجاعت کے کارناموں میں تیرا نام لکھا جائے چنانچہ یہ سب ہوا اسکے بعد فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے موندھ کے بل گسیٹتے ہوئے لیجاؤ اور دوزخ میں جہنمک دو چنانچہ فوراً تعمیل ہو گی اور اسے دوزخ میں اوندھا ڈال دیا جائیگا۔ دوسرا وہ شخص جس نے علم پڑایا قرآن سیکھا۔ لوگوں کو سکھایا۔ جب یہ شخص خدا کے سامنے لایا جائیگا تو وہ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرے گا اور یہ اوندھا فوراً اعتراف کرے گا۔ خدا فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کی کیا قدر کی اور کونسا نیک عمل کیا یہ کہیں گے تیرے دینی اشاعت دینے کے لئے خود علم سیکھا دوسروں کو سکھایا قرآن پڑھا اور ان کو پڑھایا خدا فرمائے گا تو نے بالکل جھوٹ کہا میرے دین کی اشاعت کے لئے خلک پڑھا پڑھایا نہیں بلکہ علم اس لئے پڑھا کہ لوگ تجھے عالم و فاضل کہیں چنانچہ اسلئے ہی کیا گیا قرآن سہرے سے پڑھا کہ لوگوں میں قاری مشہور ہو اور تو مشہور ہو چکا پہر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے دوزخ میں ڈال دو فرشتے اسے اوندھا گسیٹتے ہوئے لیجاؤ گے اور دوزخ کی آگ میں جہنمک دین گے۔ تیسرا وہ شخص ہے جسکے روزی میں خدا نے توسیع کی تھی اور اسے تمام مالوں کی قسموں سے ہر چیز ارزانی کی تھی جب یہ مٹی میں کھڑا ہو گا تو اسے ہی خدا اپنی نعمتیں جہانیاں گا اور یہ اوندھا اعتراف کرے گا خدا تعالیٰ فرمایا گا کہ تو نے ان نعمتوں کی کیا قدر اور کونسا نیک عمل کیا عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں کسی ایسے موقع کو چھوڑا جہاں تو مال کا خرچ کرنا دوست رکھتا تھا او میں نے وہاں خرچ نہ کیا ہو خدا فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا میری راہ میں اور میرے لئے تو نے کوئی چیز خرچ نہیں کی بلکہ اس لئے خرچ کی کہ لوگ تجھے سچی کہیں اور فیاضوں کی فہرست میں تیرا ہی نام درج ہو چنانچہ ایسا ہوا اسکی نسبت ہی فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے دوزخ میں لیجاؤ فرشتے اسے سیدھا موندھ کے بل گسیٹتے ہوئے دوزخ میں لیجا دھل کر کہیں گے۔ دوسری روایت میں اس قدر اور زائد ہے کہ قیامت کے دن خدا کی تمام مخلوق سے دوزخ کی آگ انہیں تین قسم کے آدمیوں سے بڑھ کر گئی۔

میں نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ جب طرح سب لوگوں میں بہتر و افضل بنیاء علیہم السلام میں اس طرح سب سے بدتر اور ازل وہ چھوٹے لوگ ہیں جو انبیاء کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان کے دین و طریقہ پر ہیں حالانکہ اونکی رویت سے کوسوں دور ہیں علیٰ ہذا فقہاء انبیاء علیہم السلام کے بعد سب لوگوں میں بہتر و افضل علماء شہداء و صدیق و مخلص ہیں جو شخص ان لوگوں کی مشابہت اس لئے پیدا کرے کہ دیکھنے والوں کو وہم پیدا ہو کہ یہ ان کے طریقہ پر ہے حالانکہ ان کے طریقہ پر نہیں ہے تو وہ تمام لوگوں سے بدتر و ازل ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث ابو ہریرہ سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ ذمہ اوس کے بہائی کا کوئی مالی حق ہو یا اوس کے ننگ ناموس کے متعلق کوئی حق ہو تو اوسے صاحب حق کے پاس جانا اور اوس سے معاف کرانا چاہیے اس سے پیشتر کہ اوس سے ایسے حال میں مواخذہ کیا جائے کہ نہ تو اوس کے پاس دینا ہی ہو نہ دہم ہی ہاں اگر نیکیاں ہونگی تو اونہیں سے حق دار کے حق کے مطابق نیکیاں چھین کر خدا کو دیدی جائیں گی و صفحہ دار کے گناہوں کا گھڑ باز دہکرا سکے سر پر رکھ دیا جائے گا اور ہر یہ دوزخ میں ڈکیل دیا جائیگا۔ صحیح بخاری میں حدیث ابی ہریرہ سے آیا ہے کہ جو شخص کسی ایک ہالشت زمین ناحق غصب کر لیا قیامت کے دن اوسے اسی زمین میں دھنسا یا جائیگا اور ساتویں زمین تک برابر دھنسا چلا جائیگا۔ بخاری مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تہادی آگ جسے بنی آدم جلاتے ہیں۔ دوزخ کی آگ کے مترادف ہیں کا ایک جزو ہے۔ حاضرین نے عرض کیا اے رسول خدا و اللہ ہمیں تو یہی کافی اور بس ہے فرمایا دوزخ کی آگ میں اس آگ سے اونہتر درجہ کی زیادہ گرمی اور سوزش ہے یعنی وہ اس سے اونہتر درجے بڑی ہوئی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت معاذ سے روایت ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ معاذ! کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنیے اگرچہ تجھے کوئی قتل کر دے اور اگرچہ تو آگ میں جلا دیا جائے اور مان بانیگنا قرآنی محو گو وہ تجھے مال اور بیوی بچوں سے الگ ہو جائے اور نکلیجائے کا حکم کرین اور فرض نماز قصداً اور دانستہ ترک کرکے جو شخص فرض نماز قصداً ترک کر دیتا ہے اوس سے خدا کا ذمہ علحدہ ہو جاتا ہے اور تو شراب نہ پی کیونکہ وہ تمام فواحش اور بیجیا نیوں کی جڑ ہے اور تو معصیت سے بچتا رہ کیونکہ اس سے

خدا کا غضب ٹوٹ پڑتا ہے۔ اسباب میں جس قدر حدِ ستین ہمیں بیان کرنی تھیں کر چکے۔ لیکن سچ پوچھیے تو یہ اون کا عشرِ عشر بھی نہیں ہے جو کتبِ احادیث میں وارد ہوئی ہیں مگر ہم نے اختصار کو جو سے انہیں پر اکتفا کرنا مناسب جانا۔ اب جس شخص کو اپنے نفس کی خیر خواہی مد نظر ہے اسے ہرگز لائقِ ہنسن کہ ان حدیثوں سے اپنی آنکھیں بند کر لے اور شتر بے مہار نفس کو میدانِ معاصی میں مطلق العنان چوڑ دے اعمال کو نظر انداز کر کے حسن رجا اور حسن ظن کا دامن پکڑ کر بیٹھ جائے۔

ابو الوفا عقیل کا قول ہے کہ مخا طب تجھے گناہ سے بچنا اور خدا کی رحمت پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ خدا نے صرف تین درجوں کے چرنے پر ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور سوئی کی نوک کے مقدار شراب پینے پر حد لگانے کا حکم دیا ہے۔ ایک عورت صرف ایک بی کی وجہ سے دوزخ میں داخل کی گئی۔ ایک شخص ایک شعلہ کی حیثیت میں دوزخ میں ڈال دیا گیا اور وہی شعلہ آگ بن کر اس پر بھڑک اٹھا۔ حالانکہ شہید مرا تھا۔ امام احمد چند واسطوں سے ابن شہابؒ نے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی ایک مکھی کے سبب جنت میں داخل ہوا اور ایک مکھی کے ہاٹ ایک شخص دوزخ میں ڈالا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کا قصہ کیا ہے۔ فرمایا بابت یوں ہے کہ دو شخصوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو ایک بت کی پرستش میں غرق تھی بیان کا عام طور پر معمول تھا کہ جب تک کوئی مسافر اس بت کی بند نیاز نہ کر لے اور کچھ ٹپاؤ نہ چڑھاوے بیان سے عبور نہ کر سکتا تھا چنانچہ جب یہ دونوں شخص اس مقام پر پہنچے تو انہوں نے ایک سے کہا کہ ہمارے بت پر کچھ چڑھاؤ۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے تمہاری پیش پوری کر سکوں کہا اور نہیں تو ایک مکھی ہی کی قربانی کر ڈال۔ اس نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے اسے رستہ دیدیا۔ جب دوسرے شخص کا نمبر آیا تو انہوں نے اس سے بھی یہی استدعا کی اس نے صاف جواب دیدیا کہ میں تو بجز خدا سے غرورِ جل کے اور کچھ لینے تقرب و قربانی جائز نہیں کرتا اس پر انہوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ خدا نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ دیکھیے یہی ایک کلمہ کے ساتھ آدمی متکلم ہوتا ہے اسے دوزخ میں پہنچا دیتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض مغروروں نے غمغموں اور پرکٹوں پر دھوکا کھا جاتے ہیں جو خدا کی طرف سے اون پر دنیا میں برستی ہیں اور گمان کر بیٹھے ہیں کہ خدا ہمیں محبوب رکھتا ہے جہی تو یہ رفاہیتیں عنایت کرتا ہے اور جب یہ تو

وہ آخرت میں اس سے بہتر و افضل نصیبین عطا فرمایا گا حالانکہ یہ اس کا بڑا ابدی غم و اوجھت دہوکے میں پڑنا ہے
 امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے بھی بن خلیلان اور رشید بن سعد کے واسطے سے جو خطہ بن عمر ان انجیلی سے روایت
 کرتے ہیں اور وہ عقبہ بن مسلم اور وہ عقبہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی
 علیہ وسلم فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ خدا تعالیٰ ایک شخص کو باوجود اس کے کہ وہ معاصی میں غرق ہے اور
 حسبِ نخواستہ دنیاوی برکتیں عطا کرتا ہے تو جان لو کہ وہ استدراراج اور مہلت خداوندی سے لے رہے
 یہ آیت پڑھی فَلَمَّا كَسَتْ مَا ذُكِّرُوا لَا يَتَنَبَّهُونَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ لَئِيْلَ الْفَاسِقِينَ اذْ ذٰلِكَ اَوْفُواْ بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ بَيْنَهُمْ
 بَعَثْنَا فَاِذَا هُمْ يَلْسِنُونَ یعنی جس مصیبت کے ذریعے سے اوں میں آگاہ کیا گیا تھا بھول بسر
 بیٹھے تو ہم نے بھی اوں میں معصا لہ میں ڈالنے کے لئے اُن پر ہر طرح کی دنیاوی نعمتوں کے دروازے
 کھل دیے۔ یہاں تک کہ جو نعمتیں اوں میں دی گئی تھیں جب ان کو پاکر خوش ہوئے تو ہم نے اوں میں
 عذاب میں دھر کر رکھا اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔ اور بعض سلف کا بیان ہے
 کہ جب تم دیکھو کہ خدا سے تعالیٰ تم پر لگتا رہا اور تم اتر نعمتوں کے مینہ برساتا چلا جاتا ہے اور تم اسکی
 نافرمانی و معاصی پر مداومت کر رہے ہو تو یہ حالت تمہاری نہایت خطرناک ہے۔ اب
 اس سے ڈرو کیونکہ یہ خداوندی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ اسکی طرف سے مہلت و استدراراج ہے وجہ
 یہ کہ خود تعالیٰ فرمایا ہے وَلَوْ لَا اَنْ يُّكُوْنِ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً لَّكُنْتُمْ لَئِيْلَ الْكَافِرِيْنَ بِالْحَقِّ لَعْنَةُ اللَّهِ لَئِيْلَ الْفَاسِقِيْنَ
 مِنْ فَضْلِهِ وَمَعَارِجَ عَلِيْهَا يَنْظُرُوْنَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَكُنْتُمْ اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَكُنْتُمْ اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ
 اِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ اِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے
 تو سارے سامان دنیا ہمارے ہاں اس قدر حقیر میں کہ جو لوگ منکر خدا سے رحمت میں ہم اون کے لئے اونکے
 گہروں کی چھتیں چاندی کی کر پیتے۔ اور چھتوں کے علاوہ چاندی کے زینے کا اوپر چڑھتے اور تے اور
 چاندی ہی کے اونچے گہروں کے دروازے کر دیتے اور چاندی ہی کے تخت کا اوپر خمرے سے لکھے لگا کر بیٹھتے
 اور چاندی ہی کے نہیں بلکہ سونے کے بھی اور ہر ہی یہ تمام ساز و سامان دین کی زندگی کے چند روزہ فائدہ
 ہیں اور اسے پیغمبر خدا آخرت تمہارے پروردگار کے ملن پر نیرگاروں ہی کے لئے ہے۔ علاوہ ازیں خدا
 تعالیٰ نے قرآن مجید کے دوسرے موضع پر ایسے لوگوں کے خیال کی تردید کی ہے جو اسطر کے لغو و بے بنیاد
 خیالات پر محکمہ کر لیتے میں نہاں فرمایا فَلَمَّا كَسَتْ مَا ذُكِّرُوا لَا يَتَنَبَّهُونَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ لَئِيْلَ الْفَاسِقِينَ اذْ ذٰلِكَ اَوْفُواْ بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ بَيْنَهُمْ

اَلْکُفْرُ وَ اَلْاِثْمُ اِنَّمَا اَنْتَلَهُ فَقَدْ رَعٰی عَمَلَهُ فَاَنْتَلٰهُ لَیْکِنَ اِنْسَانٌ کَا حَالٍ هُوَ
 کہ جب اوسکا پردہ گار اس طرح پر اوسکے ایمان کو آزماتا ہے کہ اوسکو غرت و نعمت دیتا ہے تو وہ خوش ہو کر
 کہتا ہے کہ میرا پردہ گار میری تعظیم و تحکیم کرتا ہے اور جب وہ اوسکے ایمان کو اس طرح پر آزماتا ہے کہ
 اوسکی روزی او سپر تنگ کر دیتا ہے تو وہ تنگ دل ہو کر بڑبڑاتا ہے کہ میرا پردہ گار مجھے ذلیل سمجھتا
 ہے مگر اون کا یہ خیال محض غلط ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جس شخص پر مین نعمت و برکت کا یہ سبب
 اور اوپر توسیع رزق کرتا ہو اسکی تعظیم ہی کرتا ہوں اور جسے مین طر حطر کی مصیبتوں مین گزرتا ہو اس
 اوسکی روزی مین تنگی کرتا ہوں تو اوسے خوار و ذلیل ہی سمجھتا ہوں بلکہ پہلے شخص کی نعمتوں سے آزمائش
 کرتا اور دوسرے شخص کی مصیبت و بلا سے تعظیم و توقیر کرتا ہوں۔ جامع ترمذی مین حجاب نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ایک حدیث با مین مضمون موجود ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب اور دشمن دونوں کو دنیا دیتا
 ہے مگر دولت ایمان صرف اسی خوش قسمت کو عطا کرتا ہے جسے خود دوست رکھتا ہے۔ بعض سلف
 قول ہے کہ اکثر لوگ ایسے مین جنہر بطریق استدراج خدا کی نعمتیں رات دن نازل ہوتی ہیں۔ لیکن وہ
 نہیں جانتے کہ یہ استدراج ہے اور بہت لوگ ایسے ہین جو لوگوں کی تعریف کرنے پر مفتون ہو جاتے ہین۔
 اور اسکی حقیقت کو جانتے نہیں اور اکثر مغرور ایسے ہوتے ہین جنکی خدا پردہ پوشی کرتا ہے اور وہ اس
 سے واقف نہیں ہوتے۔

فصل ۱۰

تمام لوگوں سے زیادہ مغرور اور دھوکے کے دلدل مین پھنسا ہوا وہ شخص ہے جو دنیا اور اوسکے نقد و عملات اور
 موجودہ ساز و سامان پر مغرور ہو کر دنیا کو آخرت پر اختیار کرتا اور آخرت سے مومنہ مٹو کر دنیا ہی سے راضی
 ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگ یوں بڑبڑا دیتے ہین کہ دنیا نقد اور آخرت او دار ہے اور او دار
 کی نسبت نقد زیادہ مفید اور فائدہ بخش ہوتا ہے اور بعض گور مغرور کے دماغ مین یہ خیال فاسد
 ایک جاتا ہے کہ ایک نقد ہزار خرمن موعود سے بہتہ ہوتا ہے اسی پر وہ خیالات کے بعض لوگ یوں
 بکھتے ہین کہ دنیاوی لذات یعنی ہین اور اخروی لذات مشکوک اور شک پر ہیرو سہ کر کے
 یعنی بات کو چھوڑنا نہ صرف موعود بلکہ حماقت و جہالت ہے حالانکہ یہ سب بڑا شیطانی فریب اور ہتھکنڈ
 رہنمائی و قاتل و سوسہ ہے۔ ان احمقوں سے چار پائے جو محض لایعقل اور بے نطق مین بہت زیادہ

سچہ دار اور عقلمند ہیں کس لیے کہ باہم کا قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی مضرت ہے تو اس کی طرف قدم نہیں ڈالتے اگرچہ اوہ نہیں مار مار کر اس طرف ڈھکیلا جائے اور یہ لوگ ایسی چیز کی طرف جس میں انکی ہلاکت متیقن ہے نہایت خوشی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر اس قسم کے دو حال سے خالی نہیں یا تو مصدق ہونگے یا مذبذب اگر خدا - خدا کے رسول - اخصدا کے دہار میں حاضر ہونے اور خبر اسرار ملنے پر ایمان رکھتے ہوں گے تو قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ حسرت و افسوس میں ہی لوگ مبتلا ہوں گے کیونکہ انہوں نے دانستہ ابدی محرومی میں قدم ڈالا تھا اور اگر خدا رسول پر ایمان نہ رکھتے ہونگے تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں۔ پھر یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نقد اور اسے بہتر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک نقد اور اسے بہتر ہوتا ہے مگر اسی وقت جبکہ دونوں برابر ہوں اور ایک کو دوسرے پر کی طرح کی ترجیح نہ ہو۔ کیونکہ جب باہم مختلف و متضاد ہونگے اور اوہار میں افضلیت و اکبریت ثابت ہوگی تو وہ قطعاً نقد سے بہتر ہوگا۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ دنیا اول سے آخر تک آخرت کے مقابلہ میں صرف ایک سالس کی برابر ہے جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی میں مستور دہن شد اس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں بالکل ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اونگلی ایک نہایت عمیق اور ناپید کنار دریا میں ڈال کر دیکھے کہ اس میں کس قدر پانی لگا رہتا ہے لیکن جس قدر پانی اونگلی میں ہے اسے دنیا اور بحرِ خار کو آخرت سمجھنا چاہیے۔ اور جب یہ ہے تو اس نقد کو اس اور ہمارے اختیار کرنا پے درجہ کا خسران تو ٹوٹا اور بدتر قسم کا جہل ہے اور جب تمام دنیا اول سے آخر تک کو آخرت سے یہ نسبت ہے لیکن دنیا کی تمام عمر آخرت کے مقابلہ میں اس قدر حقیر ہے تو اب بتائیے کہ انسان کی زندگی کی مقدار کو آخرت کے مقابلہ میں کیا نسبت ہوگی اور یہ ہی فرمائیے کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون شخص زیادہ دانشمند اور دور اندیش ہے۔ کیا وہ شخص جو اس ہمدرد و حقیر مدت میں نفع حاصل کو اختیار کر کے آخرت کی دائمی بہلائی سے محروم و بے نصیب رہتا ہے یا وہ شخص جو اس حقیر ذلیل چیز کو چھوڑ کر جو عنقریب فنا ہونے والی اور صفحہ دنیا سے مٹ جانے والی ہے اس چیز کو حاصل کرتا ہے جسکی کوئی قیمت ہے نہ کیسی طرح کا خطر ہے اسکی شمار و گنتی کی انتہا ہے نہ طول عرض کی غایت ہے۔

رہا دوسرے فرقہ کا یہ قول کہ مشکوک چیز کے بہرہ پر یقینی منفعت کو چھوڑ دینا عاقل کا کام نہیں ہے تو انکے لیے صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ تم لوگ دو حال سے باہر نہیں یا تو نہیں خدا تعالیٰ ہے

وعدہ و وعید اور اوس کے نبی کریم کے صدق میں شک ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کیسے طرح کا شک کہین بلکہ یقین ہے تو اس دنیا اور اوس کی منفعت عاجلہ کو جو بہت جلد ملنے والی اور غم غریب فنا ہونے والی ہے بالائے طاق رکھو کیونکہ خدا کی وعدہ و وعید اور دنیا کے سارے ساز و سامان کے مٹ جانے میں کسی طرح کا شک نہیں بلکہ قطعی و یقینی ہے اور اگر ان باتوں میں شک شبہ ہے تو خدا تعالیٰ کی اون باتوں و علامات میں غور کرو جو اسکی وجود و قدرت اور مشیت و وحدانیت اور تصدیق انبیاء و مرسلین پر نہایت دہم و دھما سے دلالت کرتی ہیں اور اسکے ساتھ ہی علائق دنیا سے مجرہ ہو کر صرف خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ تمہیں روز روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہو جائے کہ خدا پیارے اور مقدس پیغامبر جو خیر اوسکی طرف سے لائے ہیں بالکل برحق اور درست ہے اوس میں کیسے طرح کا شک نہیں اور اس عالم پیدا کرنے والا آسمان و زمین کا وہ پروردگار ہے جو ان باتوں کے سرخلاف کرنے سے میرا ومنہرہ ہے چکی خبر اوس کے پیغمبروں نے مخلوق کو دی ہے۔

تقریر بالا پر غور کرنے سے یہ نتیجہ صاف نکل آتا ہے کہ جس شخص نے خواب آپ میں ان باتوں کا اعتقاد نہ رکھا اور انکے برعکس باتوں کو اسکی طرف منسوب کیا تو اسے خدا تعالیٰ کو چٹھلایا اور اسکی نسبت سب و قسم جائز رکھا اوسکی ربوبیت کا انکار کیا اور سلطنت و بادشاہت سے اعراض کر بیٹھا وجہ یہ کہ حضرت سلیمہ اور ورنڈیش عقل کے نزدیک یہ بات نہ صرف متنع بلکہ محال ہے کہ بادشاہ برحق عاجز محض یا جاہل مطلق ہو وہ کسی چیز کا عالم نہ کسی چیز کو سن سکتا اور دیکھ سکتا ہو گویا بالی کی قوت رکھتا ہو نہ امر و نہی کو نافذ کر سکتا ہو سنیک کارون کو خبر اور بدکارون کو منرا دینے سے عاجز ہو جیسے عزت کا تاج پہنانا چاہتا ہو۔ اسے مغرر کرنے کی قدرت رکھتا ہو نہ جسے ذلیل و خوار کرنا منظور ہو اسے ذلیل کر سکتا ہو اپنی مملکت کے اطراف و جوار میں قاصد روانہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو نہ رعیت کی احوال کے غور و پڑا کر سکتا ہو بلکہ انہیں محض معطل و بیکار چھوڑ دے اور کیسے طرح کی باز پرس نہ کرے اور جب یہ باتیں ملوک لشکر کی افراد میں موجب قدح اور اونچی ناقابلیت کے باعث ہیں تو ہر انکی نسبت اوس بادشاہ برحق اور سلطان مطلق کی جناب میں کیسے طرح جائز ہو سکتی ہے اور جب آدمی اپنے ابتدائی حال یعنی لطفہ ہونے کے زمانہ سے لیکر مکمل و استوار کے وقت تک میں گہیر اغور کرے گا تو اسے خود بخود واضح ہو جائے گا کہ جو مقدس ذات او سپر سدرج عنایت مبذول رکھتا اور مختلف استیالوں کے بعد

یہاں تک پہنچتا اور باوجود اسکے کہ وہ لاشے محض تھا متعدد انقلابات کے پیچھے مرتبہ کمال بخشتا ہے اور یہ بات ہرگز لائق و نرا ہار نہیں کہ آدمی کو بالکل مہل و سیکار چھوڑ دے کسی چیز کا حکم کرے نہ کسی سے منع فرما اپنے حقوق کا اس سے اعتراف کرائے نہ عذاب و ثواب پہنچائے اھلکار بندہ ان باتوں میں مباحثہ مائل و غور کرے گا تو اسکے لئے ہر محسوس و غیر محسوس چیز خدا کی توحید انبیاء کی نبوت قیامت کے روزمرے کے بعد جی اوٹھنے قرآن مجید کے کلام خداوندی ہونے پر بڑی بہاری دلیل بخجائے گی اور ہم نے ان باتوں سے استدلال کرنے کی پوری وجہ کتاب ایمان القرآن میں آیہ فلا اقسم بآئینہ صبر و صلا لا تبصرون انہ لقول رسول کریم کے تحت میں اور اسکا کچھ حصہ آیہ و فی انفسکم افلا تبصرون کے تحت میں ذکر کی ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی بیان کی ہے کہ خدا آدمی اپنے خالق کے وجود کو بھی توحید اسکے پیغمبروں کے سچے و راستہ ساز ہونے اور اسکے صفات کمال کے اثبات پر بہت بڑی دلیل ہے۔ انھیں اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ نیک اعمال سے پہلو ہتی کرنے والا اور اوقات صبا کو کھانے کرنے والا دونوں صورتوں میں یعنی تصدیق و یقین کی صورت میں تو تکذیب و شک کی صورت میں تو غرور اور فریب و دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ اگر تکذیب کہہ کر مے پیچھے جی اوٹھنے اور حجت دوزخ کی تصدیق اور نہ صرف تصدیق بلکہ وہ جائز تصدیق جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ ہو اور خلف عمل ایک محل میں یہ دونوں باتیں مجتمع نہیں ہو سکتیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کے دلیمن ان باتوں کی تصدیق کا نقش ہی ہو اور وہ عمل سے کورا اور خالی لاتے ہی رہے اور کیا طمانے بشر یہ میں اس بات کا امکان ہے کہ بندہ کو اس امر کا یقین ہوئے پیچھے کر میں کل صبح کو ایک جلیل القدر بادشاہ کے دربار میں بلایا گیا ہوں اور مجھے اس کے سامنے اسلئے پیش ہونا ہے کہ وہ سخت سے سخت تیرا دے یا پوری کرامت و عظمت کا تحفہ عنایت فرمائے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص یہ رات غفلت اور لہو و لعب میں گزار دے گا اور بادشاہ کی حضوری کا نقش اس کے دل سے مٹ جائیگا اور اسکے تیرا دے مان اور طیاریاں نہ کرے گا۔ تو اسکے جواب میں کہا جا۔ گا کہ خدا کی قسم یہ سوال بالکل صحیح اور درست ہے اور اکثر مخلوقات پر وارد ہو سکتا ہے اور اس میں فرما شک نہیں کہ ان دونوں باتوں کا جمع ہونا نہ صرف تعجب ناک بلکہ حیرت انگیز امر ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ خلف عمل کے لئے چند اسباب ہیں منجملہ اونکے ضعف علم اور نقصان یقین ہے یعنی جس شخص کا یقین و علم ضعیف ہوتا ہے اس سے عمل کی جبا آوری میں قصور واقع ہوتا ہے اور جب

یہ ہے تو تصدیق اور مختلف عمل کا جمع ہونا یہی بات ہے اور جبکہ یہ گمان ہو کہ علم یقین مختلف و متفاوت ہیں
 اور اگر تاؤ اسکا یہ گمان نہایت ہی فاسد بلکہ باطل گمان ہے۔ کیجیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے باوجود
 اونہیں سببات کا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ مردوں کے زندہ کرتے پروری اور کامل قدرت رکھتا ہے مگر نہیں
 مزید اطمینان اور غیبی معلومات کو عیانی صورت میں محسوس کرنے کی غرض سے جناب الہی میں سوال
 کیا کہ اَرَبِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی یعنی خداوند اچھے دکھاوے کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے۔ اور امام
 احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ اَنْتَ خَبْرُکَافُ لَعْنَتُہٗنَّ۔ بہر جب
 ضعف علم کے ساتھ ایسی چیزوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے جو علم کے منافی و مخالف ہیں علم کا عدم
 استحضار یا اکثر اوقات اسکا دل سے غائب رہنا جمع ہو جائے اور پھر اسکے ساتھ نفسانی غلبے اور
 طبعی تقاضے اور استیلا و شہوت اور فریب نفس اور غرور شیطان اور وعدہ الہی میں تاخیر کا اعتقاد
 اور طول اہل اور اتہاد وجہ کی غفلت اور دنیا کی محبت وغیرہ منضم ہو جائیں تو اسوقت بحر خدائی
 قادر و توانا کے جس نے آسمان و زمین کو اپنی اپنی جگہ سے ٹہلوانے اور سرکھانے سے تہام رکھا ہے
 کوئی اور ایسے آدمی کا ایمان دلیں نہیں ٹہرا سکتا۔ یہی ایک وجہ ہے جس سے لوگ ایمان و عمل میں شک و
 نظر آتے ہیں اور انہیں تو قیامت کے روز ضرور نظر آئیں گے یہاں تک کہ مقدّر زندہ اور ذرہ کا ادنیٰ
 حصہ دلیں ہو جائے لیکن ان تمام اسباب کا مرجع ضعف بصیرت اور کمی صبر ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ
 نے قرآن مجید میں صبر کرنے والوں اور یقین رکھنے والوں کی حجابی تعریف کی ہے اور انہیں المکرمین کا
 مغرور ممتاز خطاب عطا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ وَجَعَلْنَاکُمْ خَافِئَةً یَّتَذَنُّوْنَ وَاَمَّا کَافِرًا فَاِذَا
 فَکَافًا یَا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ ۝

فصل ۱۱

ابن جن ظن اور غرور میں جو فسق بہا خوب کہل کر ظاہر ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ حسن ظن اگر آدمی
 کو نیک عملوں کے کرنے پر اوہارے اور امان کی ترغیب دلائے اور اپنے مبارک و نجیب جذبات سے اعمال
 صالحہ کی طرف کہنچ لیجائے تو وہ حسن ظن صحیح اور مبارک ہے اور اگر لطالت اور معاصی میں مستغرق ہونے
 کی طرف بلائے تو غرور ہے۔ حسن ظن حقیقت میں رجاء یعنی امید واری کا نام ہے تو جس شخص کی رجاء
 اسے خداوندی طاعت کی جاسن کہنچ لیجائے اور معصیت الہی سے روک دے اسے برحق اور صحیح

رہا کہنا چاہیے اور جو شخص ایسا ہو کہ اس کی بطلان رجا اور جابرطالت و تقصیر عمل ہو وہ حقیقت میں
مغفور ہے اگر کسی شخص کے پاس عمدہ اور قابلِ ذراعت زمین ہو اور اس سے منفعت و پیداواری خاطر
خواہ ہو سکتی ہو مگر یہ شخص اس سے بیکار پڑا رہنے دے اور بغیر بل چلائے اور بیج ڈالے اور پانی دیکے اس سے
حسن ظن رکھتا ہو کہ اس کی پیداواری و منفعت سے عنقریب مالا مال ہو جاوے گا تو ایسے شخص کو لوگ
ضرور احمقوں اور بے وقوفوں کے زمرے میں گننے لگیں اور اس کے یہ خیالی منصوبے شیخ چلی کے منصوبوں
سے زیادہ وقعت نہ رکھیں گے کیونکہ عادتاً اس امر کا وجود محال عقلی ہے اور سب لوگ جانتے ہیں کہ جب
زمین میں بل نہ چلایا جائیگا جب تک اس میں بیج نہ ڈالا جائیگا جب تک پانی نہ دیا جائیگا وہ اپنی پیدا
دینے میں قاصر رہے گی۔ علیٰ ہذا القیاس کسی کا حسن ظن اور قوی امید اس امر کے ساتھ وابستہ ہو کہ
منکو حصے صحبت کیے بغیر اولاد پیدا ہو جائے گی یا بدو تحصیل علم اور حصے تام کے علاوہ ہر بچائیگا
ایسے آدمی کو بھی لوگ بیوقوفین میں ہی شامل کریں گے سب طرح جو شخص درجات عالیہ پر کامیاب
ہونے اور ابدی نعمتوں پر فائز ہونے کا تو حسن ظن کر بیٹھے اور قوی امید کر لے لیکن خدا کی طاعت
کے پاس تک نہ پہنچے اور اس کے احکام کی بجا آوری اور منہیات سے بچنے کی وجہ سے خداوندی تفرجے
حاصل کرنے میں کوشش نہ کرے تو ہم اسے ہی پاگل اور جنون ہی کہیں گے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ لَهُمْ جَزَاءً
ایمان لائے اور انہوں نے راہِ خدا میں ہجرت ہی کہیں اور جہاد ہی کیے تو یہی لوگ ہیں جو خدا کی
رحمت کی اس لگائے بیٹھے ہیں۔ اس آیت کو نظر غور سے دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے ایمانداروں کی رجا
ان کے کن کن طاعتوں اور بجا آوری احکام پر موقوف رکھی ہے۔ مگر جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے
ہیں اور انہیں شیطان نے اپنے دامِ فریب میں خوب جکڑ رکھا ہے کہتے ہیں کہ رحمت الہی کی امید
ہی لوگ ہیں جو اس کے حقوق میں تقصیر کرتے اور انہیں ضائع و برباد کر ڈالتے ہیں خداوندی اوامر کو
معطل جانتے اور اس کے بندوں سے بغاوت کرتے ہیں۔

ان مختصر اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ رجا اور حسن ظن اون اسباب کے مہیا کرنے اور احکام کے بجالانے پر
موقوف ہیں جنہیں الہی حکمت شرع و قدر اور ثواب کراست میں مٹھنی ہے پس بندہ کو لازم ہے
کہ پہلے اون اعمال کو بجالائے پھر خدا سے ظن رکھے اور اس کا امیدوار رہے کہ خدا تعالیٰ مجھے اولیٰ

کی طرف نہ سوچئے بلکہ اوہنیں اون چیزوں کے حصول کا ذریعہ ٹھہرائے جسے مجھے دائمی پہلائی حاصل ہوا اور جو چیزیں ان اعمال کی سدا رہ اور انکے اثر باطل کرنے والی ہوں اوہنیں مجھ سے روک دے۔

فضل ۱۲

یہاں تک پہنچ کر انسان کو یہ بات معلوم کرنی سزاوار ہے کہ جو شخص کسی چیز کا امیدوار ہوتا ہے تو اس کی امید کو مین بائین لازم ہوا کرتی مین (۱) اس شخص سے دلی محبت رکھنا جس سے امید رکھتا ہے۔ (۲) اس محبت کے قوت ہونے سے ہمیشہ خائف رہنا (۳) تاہم امکان اس شخص کی محبت حاصل کرنے میں کوشش کرنا جس سے امید رکھتا ہے پس جو امید کہ ان تینوں لوازمات سے خالی ہے وہ اصل میں امید نہیں ہے بلکہ باطل آرزو ہے۔ امید اور چیر ہے اور امان (باطل آرزو مین) دوسری چیز ہے جو شخص امیدوار ہوگا وہ ضرور خائف و ترسان ہوگا اور یہ ظاہر بات ہے کہ کسی رستہ پر چلنے والا جب خائف ہوگا تو فوات کے ڈر سے اس رستہ کے جلد ملے کرنے میں بہانہ ستعدی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کرے گا۔ جامع تہذیب میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خوف رکھتا ہے وہ امن و امان کی جگہ داخل ہونے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتا ہے اور جس امن و نیاہ کی جگہ داخل ہونے میں کوشش کی وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ ہوشیار ہو جاؤ کہ خدا کا مال و متاع غالب ہے اور آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کا مال و متاع جنت ہے۔

خدا تعالیٰ نے جس طرح رجاہ (امید) شائستہ عمل کرنے والوں کا حصہ ٹھہرایا ہے اسی طرح خوف ہی اول
ہی پاکباز حضرت کا حصہ مقرر کیا ہے اور حب یہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ رجاہ و خوف اور نہ مطلق رجاہ
و خوف بلکہ مفید و کارآمد اور فائدہ بخش رجاہ و خوف وہی ہیں جو اپنے سادہ عمل صلح کا پہلوئے حق
ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ وَالَّذِیْنَ
هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يَتَذَكَّرُونَ اُولَٰئِكَ يَجْعَلُ لَهُمْ رَبِّيْ سُبُلًا مَّا تَدْعُوْا
اِنَّهُمْ يَكْتُمُوْهُمَا وَهِيَ اَكْبَرُ حَقًّا اُولَٰئِكَ فِي الْخُبْرَاتِ وَهُمْ لَا يَنْصَرِفُوْنَ
یعنی جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے برحمان نردان اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں کا یقین رکھتے اور جو لوگ اپنے پروردگار سے کسی نہ کسی
نبی کریم کے آجندہ کھدیتیں ٹھہریے خدا کی راہ میں دیندار اور سپر ہی اونکے دلوں کو سب کا کہنا لگا رہتا ہے کہ وہ نبی
پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے دیجئے وہاں یہ دنیا دلاں مضطرب ہی ہوتا ہے یا نہیں ہی لوگ نیک کاموں میں جلدی

کرتے اور ان کے لئے لپکتے ہیں۔ ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی اور کہا کیا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے زنا کرتے لوگوں کا مالی چراتے ہیں۔ فرمایا اسے صدیق کی بیٹی یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزے رکھتے نماز پڑھتے خیرات کرتے ہیں اور پھر بھی انہیں یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے یہ باتیں ہم سے مقبول ہوتی ہیں کہ نہیں یہی لوگ نیک کاموں اور بھلائیوں کی طرف لپکتے ہیں۔ حدیث ابو ہریرہ میں یہ بھی آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اہل سعادت کا احسان مع انھوں کے ساتھ وصف کیا ہے اہل شقیہ کو اساتذہ مع الدین کے ساتھ یاد فرمایا ہے یعنی سعید اور شقیہ لوگ باوجود نیک اور شاکستہ عمل کرنے کے ہر وقت خائف و ترسان رہتے ہیں اور شقیہ لوگ باوجود برائیوں کے نڈر اور بے خوفی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حالات بنظر غور دیکھے تو اس سے صاف واضح ہو جائے کہ باوجودیکہ وہ اعمال نیک بجا آوری میں انتہا درجہ کے کوشاں تھے مگر ساتھ ہی حد سے زیادہ خوف ہی رکھتے تھے اور ہم لوگ باوصف اسکے کہ اعمال میں بے درجہ کی تقصیر اور نہ صرف تقصیر بلکہ تعریض سے کام لیتے ہیں اور نہایت بخوف و بیباکانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے۔ تین دوست رکھتا ہوں کہ کسی ایماندار بندے کے پہلو میں دفنایا جاؤں (مسند احمد) آپ بار بار اپنی زبان پر کہتے فرمایا کرتے تھے کہ اس کجبت نے مجھے ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ آپ کثیر البکات تھے اور لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم بہت رویا کرو اگر تمہیں رونا نہ آئے تو تکلف رویا کرو۔ آپ جب نماز پڑھتے کہہ رہے ہوتے تو خدا کے خوف سے آپ کی کیفیت ہو جاتی کہ گویا ایک لکڑی کھڑی ہے جسے ذرا حرکت و جنبش نہیں۔ ایک فحہ آپ کے پاس ایک پرندہ لایا گیا جسے آپ بار بار الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے پھر فرمایا کہ کوئی جانور شکار نہیں کیا گیا اور کوئی درخت کا ٹاٹا نہیں گیا مگر جی کہ اوس نے خدا کی تسبیح کو ضائع کیا یعنی جب کوئی جانور خدا کی تسبیح کو ضائع کر دیتا ہے تو اس وقت شکار کیا جاتا ہے اس طرح جب کوئی درخت تسبیح کرنا چھوڑ دیتا ہے تو کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو اپنے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ بیٹا! مجھے مسلمانوں کے مال میں سے یہ ایک چادر۔ دو کاپیہ۔ یہ ایک غلام ملا ہے چونکہ ابیرام و امین ہے اسلئے تم نہایت عجلت کے ساتھ میرے سامنے ان تین چیزوں کو عمر بن الخطاب کے سپرد کر دو کہہ دو کہ میں میرا کوئی حق نہیں چھوڑا اس کے بعد آپ نے

ایک نہایت حسرت ناک لمحہ میں فرمایا کہ کاش میں درخت ہوتا جسے آدمی کہا جاتے یا توڑ ڈالتے۔ حضرت فنا
کامیان ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ کاش میں سبز گہاس ہوتا جسے چار پتھر
— حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ دوم کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے ایک دن سورہ طور پڑھنے شروع کی اور پڑھتے
پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۔ تو آپ رو پڑے اور اس شدت سے روئے
کہ زمین تر ہو گئی اور اسی صدمہ میں بیمار ہو گئے اور لوگ آپ کی عیادت کے لیے آمد و رفت کرنے لگے۔ اور جب
آپ انتقال کرنے لگے تو اپنے لڑکے سے فرمایا تجھے خرابی ہو میرا رخسار از میں پر رکھ دے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ
اس میری آخری عاجزی کی وجہ سے رحم فرمائے۔ زان بعد آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے وَاٰتٰی
اِنَّ لَمْ یَغْفِرْ اللّٰہُ لَی۔ یعنی اگر خدا مجھے نہ بخشے تو مجھ پر سخت افسوس اور ہزار خرابی ہے تین دفعہ با حفظ
فرمائے اور جان بحق تسلیم کی۔ حضرت عمر کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ پہلی رات کو نماز تہجد میں مصروف رہا کرتے
تھے اور جب نماز میں کسی آیت پڑ گزرتے تو اس قدر روئے کہ گلا گھٹ جاتا اور اس صدمہ کی وجہ
کی کئی دن گھر سے باہر نہ نکلتے لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے اور بیمار خیال کرتے۔ آپ کے چہرہ مبارک
کثرت ہلکا سے دو سیانہ خط پڑے غرض کافی میں ابن عباسؓ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ کو
خدا تعالیٰ نے بہت سے شہروں کا مالک بنادیا ہے بے شمار فتوحات آپ کو نصیب ہوئی ہیں بے اندازہ
مال غنیمت بیت المال میں جمع ہو گیا ہے اور آپ نے بڑے بڑے نمایاں کام کئے ہیں۔ فرمایا اے ابن
عباس میری بڑی خوش قسمتی ہے اگر میں نجات پا جاؤں مجھ اس سے بڑا کمال کوئی خوش نہ ہوگی اگر مجھے
خدا کی عالی دربار سے نجات کا پرفاںہ مل جائے اور حکم ہو کہ نہ تو میرے لیے کوئی اجر و ثواب ہے نہ جہنم
اور عذاب۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی قبر کے پاس جاتے
تو دکان بکھڑو کر اس قدر روئے کہ تمام دار ہی شریف بہک جاتی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں جنت
دور خ کیسے میں کہرا کیا جاؤں اور ہنوز مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے۔ میں داخل ہوں
مجھے حکم کیا جائے گا تو میں قبل اسکے کہ مجھے اسکا علم ہو جلی ہوئی را کہ ہونا پسند کر دن گا۔ رہے حضرت
علیؓ رحمہ اللہ وجہ ان کا خشیتہ الہی سے رہنا اور ہمیشہ خائف و ترسانہ ہونا سب پر حیاں ہیں۔
آپ دو چیزوں سے بہت ہی خائف رہتے تھے طول اہل سے اور ابتداء ہوی سے اور فرمایا کرتے تھے۔
طویل اہل آخرت کو پہلا دینے والی چیز ہے اور نفسانی خواہش کا اتباع دوسری روک ٹوک بوجہ جانا ہے۔

دینا پیٹھ پھیرے چلی جاتی ہے اور آخرت سامنے چلی آتی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے فرزند میں تو لوگو! تم آخرت کے فرزند بنو ابنا دنیا کے سلسلے سے نکل جاؤ کیونکہ آجکے دن عمل ہے حساب نہیں اور کل کے دن حساب ہوگا عمل کرنے کا ذرا موقع نہ ملیگا۔

حضرت ابوالدکا جوا ایک نہایت جلیل القدر اور مشہور صحابی تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز جس چیز سے میں اپنے نفس پر زیادہ خوف رکھتا ہوں یہ ہے کہ مجھے کہا جائے اے ابوالدکا! تو اپنے زمانہ کا عالم تھا لیکن یہ تو بتا کہ تو نے اپنے علم کے مطابق کیسا عمل کیا؟ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! اگر تمہیں اون چیزوں کا علم ہو جائے جس سے تم مرنے کے بعد ملاقات کرنے والے ہو تو تم باوجود سخت بہوک کے کہنا کہنا چوڑ دو اور پانی پیئے کا نام نہ لو اور یہ دار گہروں میں کہی داخل ہونا پسند نہ کرو۔ بلکہ سینوں کو سپینے ہو اور جانوں کو روئے ہو جنگلون اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں نکل بہاگو۔ اور میں تو بدل اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ کاش میں دخت ہوتا جو توڑ کر کہنا جاتا اور آدمی نہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے نیچے

آنسوؤں کی کثرت سے ہٹانے لگتے جیسے دونٹان پڑ گئے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ اے کاش میں دخت ہوتا کہ توڑ کر ہینکیدا جاتا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے پیدا کیا جاؤ حب کوئی شخص اونکی خدمت کرنا چاہتا اور خرچ وغیرہ سے امداد کرنے کا ارادہ کرتا تو فرمائے ہمیں اسکی حاجت نہیں کیونکہ ہمارے پائیں ہٹتے جیسا ہم دودھ دوہ کر پیتے ہیں ایک پھرے جیسے ہم اپنا اسباب لا دتے اور ضرورت کے وقت پانی کی مشکین رکھ کر آتے ہیں اور ایک آزاد غلام جو ہمارے خدمت میں مصروف رہتا ہے۔ ایک چادر ہے جو ہمارے جسم کو ڈھانک لیتی ہے۔ یہ چیزیں باوجودیکہ ضرورت کے لئے رکھے ہوئی ہیں لیکن ہم یہی مجھے ہر دم کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں انکی بابت مجھے حساب دینا نہ پڑے۔ ایک دن یمیم داری رضی اللہ عنہ نے سورہ جاثیہ پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے اَلْحَسْبُ الْاَلَدُ اَجْعَلُوهُنَّ اَلْبَتَاتِ اَنْ يَّجْعَلَهُنَّ اَلْاَلَاتِ اِنَّ اَعْدَاءَهُنَّ لَافْتِنَاتِ جو لوگ بدکرداروں کے مرکب ہو رہے ہیں میں کیا اونہوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم اونہیں اون ہی لوگوں جیسا کہ دین گے جو ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ اونہوں نے نیک عمل ہی کیئے (تو اس آیت کا بار بار اعادہ کرتے اور ذرا قطار روئے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہ جنرل افواج اسلام فرمایا کرتے تھے

کہ کاش میں سوٹا تازہ دُنہ ہو تاکہ میرا مال کبھی نہ بچ کر کے کہا لیستا اور میرا شور بہ کر کے پٹی جاتا۔
 الغرض اگر صحابہ اور تابعین اور اہل بیت کے بعد سلف صالحین کی سوانح عمریوں پر نظر ڈالی جائے گی تو
 اس قسم کے اس قدر حالات ملین گئے جنکے لئے صد ہا اجزاء بھی کفایت نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ امام بخاری
 نے صحیح بخاری میں اس ضمنوں کا ایک جہد لگانا باب قرار دیا ہے کہ مومن کو اپنے عمل کے ضائع و
 رائگان ہونے کا خوف حالانکہ وہ جانتا نہ ہو ادا اسکے ذیل میں مختلف حدیثیں بیان کی ہیں۔ ابراہیم
 یحییٰ کا قول ہے کہ میں اپنے قول کو عمل پر اس خوف کی وجہ سے پیش نہیں کرتا کہ مبادا میں اس میں
 جھوٹا ہوں۔ ادا بن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش صحابیوں کو پایا
 جو نفاق سے ڈرتے تھے اور ان میں سے کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرئیل و میکائیل جیسا ہے۔
 حسن سے حکایت کی جاتی ہے کہ مومن کے سوا اور کوئی شخص خوف نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ
 کوئی زبڈ اور بے باک نہیں ہوتا۔ حضرت عمر بن الخطاب حدیفہ رضی اللہ عنہما سے کہا کرتے تھے
 کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتاؤ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے
 مجھے منافقوں کے زمرہ میں تو شمار نہیں کیا وہ جواب میں فرماتے کہ نہیں لیکن میں تمہارے بعد
 اور کسی کو پاؤں نہ کہوں گا۔ میں نے اپنے شیخ کو فرمایا کہ حضرت حدیفہ کی اس سے یہ عرض نہ تھی
 کہ میں تمہارے علاوہ اور کسی کو خدا کی قسم سے بری نہیں کہہ سکتا بلکہ ادا نکلی مراد یہ تھی کہ میں تمہارے
 بعد اس دروازہ کو اور کسی پر کھولنا نہیں چاہتا یعنی جو شخص مجھے اس بارہ میں دریافت کرے گا
 اور کہے گا کہ کیا تمہارے سامنے رسول خدا نے مجھے منافقوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے تو میں بیکہ
 سکوت کے اور کوئی جواب نہ دوں گا میں کہتا ہوں کہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول
 کے قریب قریب ہے جو آپ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ دعا کیجیے
 کہ میں اون ستر ہزار لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں جو بحساب جنت میں داخل ہوں گے۔
 آپ نے فرمایا کہ اس دعا کے سادہ عکاشہ سبقت کر گیا حالانکہ آنحضرت کی یہ مراد نہ تھی کہ صرف یہ
 ہی اسکا سستی ہے اور صحابہ نہیں بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر میں اس سائل کے لئے دعا کروں گا تو
 دو مل شخص کھڑا ہو کر یہی کہنے لگے گا اور پھر اسکا دروازہ کھلیں گے اور کہیں گے کہ ایسے لوگ
 ہی کھڑے ہو جائیں جو ان جنتیوں کے زمرہ میں داخل ہونے کا مطلقاً استحقاق نہ رکھتے ہوں۔

اس دروازہ کو بند کرنا اور اس سے باز رہنا اولیٰ ہے۔ واسطیٰ اعظم

فصل ۱۳

ہم اپنے سلسلہٴ بیانی سے بہت دور جا پڑے اور اب مقصد اصلیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی اس مرض اور خطرناک بیماری کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر بندہ کے ساتھ مداومت کرے تو اس کی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر دے۔ سو واضح ہے کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ گناہ اور معاصی آدمی کے حق میں نہایت مضر اور خطرناک مرض ہیں اور یہ بات سب لوگوں کو تسلیم ہے کہ دلوں میں گناہوں کا ضرر بالکل ایسا ہی کرتا ہے جیسے زہریلی اور سمی چیزوں کا ضرر ابدان و اجسام میں اثر ڈالتا ہے مان یہ بات ضرور ہے کہ اجسام اس مرض میں مختلف ہوتے ہیں کسی پر یہ ضرر کم محسوس ہوتا ہے کسی پر زیادہ دینا و آخرت میں جہان سے جہان تک مشرور و امراض حس و خیال میں نظر آتے ہیں اور نکاسیاب گناہ و معاصی ہی سمجھ جاتے ہیں اور اس کی مثالوں سے دینا بہری ہوئی ہے دیکھیے جس چیز کی نحوست و ممانعت سے ہمارے مان باپ حضرت آدم و حوا جنت کی لذت و نعمت اور خوشی و تازگی کے بہرے ہوئے گھر سے آلام و حزین اور مصائب و آفات کے گھر یعنی دنیا میں نکال دیئے گئے وہی گناہ ہے جسکی وجہ سے ابلیس آسمانی سلطنت سے نکال باہر کیا گیا لعنت و پٹیکار اس کے گلے کا مار ہوئی اس کے ظاہر و باطن میں کچے کچے گئے اس کی صورت سب بدتر اور بری صورت قرار دی گئی اس کا باطن ظاہر سے اچھ اور شنیع تر ٹھہرا اس کا قرب بعد سے رحمت لعنت سے خوبصورتی بد صورتی سے جنت شعلہ خیز آگ سے ایمان کفر سے خدائی حکیم و حمید کی محبت عداوت و دشمنی سے تسبیح و تقدیس اور تہلیل کا لغو کفر و شرک کذاب و فحش اور زور و رو کے گونج سے ایمانی لباس کفر و فسق اور گناہ کے پوشاک سے بدل گئے وہی گناہ و معصیت ہے۔ شیطان باوجود اس قدر منزلت کے جو طواغیٹ علیٰ میں رکھتا تھا صد و گناہ کے بعد خدا نے نزدیک انتہا درجہ کا بعثت و دلیل ہوا اور خداوندی دربار میں حد سے زیادہ بے وقعت ٹھہرا اور سپر خدا کا غضب بڑھک اڑھا جسکی وجہ سے وہ اسفل السفلین میں پہنیک دیا گیا اور سپر آسمان و زمین کے حادثہ کی ناراضی کی آگ شعلہ زن ہوئی جس نے اسے ہلاک کر مارا چنانچہ ابلیس عین الجحود اس سرکاری اور عبادت الہی کے اب ہر فاسق و مجرم کا پیشوا و مقتدا بنایا گیا اور اس نے اس پیشوا کو اپنے نفس کے لیے پسند کیا۔ بار خدا یا

خیم تیرے حکم کی مخالفت اور تیری مشیت کی پہلی چیز میں مبتلا ہونے سے پہلہ مانگتے ہیں۔
 جس چیز کی خوشی نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا تھا یہاں تک کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا
 وہ بھی گناہ ہے جس کے سبب قورعادی پر بے منتفع ہوا کے جبکہ مسلط کر دیئے گئے جسے کہ اوس نے
 عاد و حیان کو مردہ کر کے زمین پر اس طرح ڈال دیا گویا کہ وہ کچھ کے کہو گئے تھے ہیں۔ وہ یہی گناہ ہے
 عاد و حیان پر جو ہوا بھی گئی تھی اس کا جس چیز پر گزرتا تھا مثلاً اونکے عالی شان و نچتہ عمارات پہلے
 اور کسے بکھیتا ان فرماؤ چاق و حقیقت جانور وغیرہ سب کو برابر ہلاک کرتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب
 تباہ و برباد ہو گئے اور ان کا یارح تک نہ رہا اور قیامت تک لوگوں کے لئے باعث عبرت ہو گئے۔
 جس چیز نے قوم ثمود پر زلزلہ اور زلزلہ کے ساتھ آسمانی چیخ نازل کرائی جس کی وجہ سے اونکے دل کٹ کر
 پیٹوں میں جا پڑے اور اول سے آخر تک سب پر فساد کا سکوت خیر اند میرا اجماع گناہ وہ یہی گناہ ہے
 جس چیز کی وجہ سے قوم لوط کی بستی ان چڑھے اوکھاڑ کر آسمان کی طرف اُٹھائی گئیں یہاں تک کہ
 فرشتوں نے اونکے کتوں کے ہونکنے کی آوازیں سنیں پہر وہ ان سے اولٹ کر زمین پر پھینچ دیا گیا او
 بستیوں کے اوپر کے حصوں کو نیچے کا حصہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے سب سب ہلاک ہو گئے پہر اوس پر ہونڈ
 کنگروں کا برسوا کیا گیا۔ اور یہ دو عفو تین اونکے لئے ایسی جمیع کی گئیں جو انکے علاوہ کسی اور
 امت کے لئے جمیع نہیں کی گئیں جس میں اونکے بہائوں کے لئے سخت عبرت ہے اور اٹھی ہوئی بستی ان
 ظالموں سے کچھ دور ہی نہیں۔ غرض کہ یہ سب خرابیاں اور آفتیں صرف گناہ کی بدولت او نہیں حاصل
 ہوئیں۔ یہی وہ گناہ ہے جس کی شامت سے قوم شعیب پر عذاب کا ابرسا تھا ان کی طرح بھیجا گیا اور
 جب وہ گنگوڑ گہا جیسا قوم کے سروں پر چھا گیا تو اس میں سے شعلہ خیز آگ کا مینہ برسا یہی وہ گناہ
 ہے جس کی خوشی سے فرعون اور اس کی سرکش قوم دریائے قلیزم میں غرق کر دی گئی اور ان کی رگوں
 فضا چہنم کی طرف متقل ہو گئیں پس اجسام تو دریا کی امواج اور لہروں کی پیٹروں میں معذب ہوئے
 اور روجین دوزخ کی آگ میں سوختہ ہو گئے۔ یہی وہ گناہ ہے جس نے قارون کو اور نہ صرف قارون
 کو بلکہ اسکے مال و اولاد اور گھر اسباب کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہی وہ گناہ ہے جس نے عبد فرج
 کے بعد بہت سے قرون کو طر حطر کے عذاب سے ہلاک کر مارا اور او میں بیخ و بنیاو سے اہکھاڑ
 پھینکا۔ یہی وہ گناہ ہے جس نے اصحاب میں کو غارت کر دیا یعنی جب وہ ہٹلے گناہ ہوئے تو

زنی بوخیل اور آسمانی چرخ سے ہلاک ہو گئے اور اول سے آخر تک بچہ بچا کر گئے۔ یہی وہ گناہ ہے جس نے بنی اسرائیل کے قلع و قمع کرنے کے لئے ایک ایسی قوم اوٹھاکھڑی کی جو نہایت سخت گیر اور جنگ جوتھی وہ ان کے شہروں میں پہل گئی۔ مردوں کو قتل کر ڈالا اور انکی بچوں اور عورتوں کو غلام نوڈھی بنایا اور انکے شہروں کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا اور مال و اسباب جو مائے لگا غارت کر لیئے پھر دوبارہ بنی اسرائیل پر او نہیں لوگوں کو اوٹھاکھڑا کیا اور انہوں نے جس چیز پر قدرت پائی تباہ کر کے چھوڑا اور جس پر قابو پایا توڑ پھوڑ کر اوسکا ستیا ناس کر ڈالا۔ یہی وہ گناہ ہے جس نے انہی بنی اسرائیل پر قسم قسم کی عفتوں اور عذابوں میں مبتلا کیا کہتی قتل کیئے گئے۔ کہی حریفوں کی نوڈھی غلام بنیں کہی اون کے شہر و بستی خراب و ویران کی گئیں۔ گاہے بادشاہوں نے ظلم و ستم کے تختہ منقش بنے گا انکی صوبہ منسح کی گئیں اور بند و سوز لیگئے اور ان سب واقعات کے اخیر میں خدا تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلال کی قسم کھائی کہ قیامت کے روز تک اون پر ایسے لوگ مسلط رکھوں گا۔ جو او نہیں طرح طرح کے عذاب پہنچائے رہیں گے چنانچہ ارشاد فرمایا لَيُعَذِّبَنَّ عَلَيْهِمْ نَارُ يَوْمَ اُنْفِخَتِ مِثْرَاقُ السُّيُوفِ ثُمَّ سَوَّاهُ نَارًا اب۔ امام احمد نے مسلم بن ولید سے اور انہوں نے صفوان بن عمرو سے۔ اور انہوں نے عبدالرحمن بن جبیر سے اور انہوں نے اپنے والد جبیر سے روایت کی ہے کہ جب فاتح مسلمانے قبرس کو فتح کیا اور وہاں کے باشندوں میں تفریق و جدائی ڈال دی گئی تو وہ لوگ آپس میں مل ملکر اس قدر روئے کہ زمین سے آسمان تک ایک شور مچا ہو گیا۔ میں نے ابو الدرداء کو دیکھا کہ وہ بیٹھے زار قطار رو رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ اے ابو الدرداء ایسے مبارک اور نیک وقت میں کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو مغرب فرمایا اور اہل اسلام کو عزت و برتری دی۔ تمہارے روئے کی کیا وجہ ہے کہا ہے جبیر مجھے اس بات پر رونا تا رہے کہ جب لوگ خدا کے حکم کو ضائع کر دیتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ دلیل قرار دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو یہی اہل قبرس بھی فاجر و جابر تھے ملک کیسا وسیع اور زرخیز تھا لیکن جب انہوں نے خداوندی حکم کو چھوڑ دیا تو تم دیکھ ہی رہے ہو کہ اون کا کیا حال ہوا۔ علی بن جعد کا میان ہے کہ ہمیں شعبہ عمر بن مرہ سے حدیث کی کہ میں ابو انجری کو کہتے سنا کہ مجھ اوس شخص نے خبر دی جس نے بنی صلیہ المد علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب تک لوگ اپنے نفس کے مانتوں مجبور و معذور نہیں ہو جاتے عام ہلاکت سے محفوظ رہتے ہیں۔

مسند امام احمد میں حدیث ام سلمہ سے آیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب میری امت میں خدا کی نافرمانیاں ظہور کریں گی تو خدا کے پاس سے اونپر عام اور مل عذاب اور تر پڑے گا جو اپنی پیٹ میں سب لوگوں کو لے لیکھا۔ میں نے عرض کیا اے رسول خدا کیا ایسے وقت میں نیک اور صالح لوگ ہی ہوں گے اور وہ بھی اس عام ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے ام سلمہ! ان نیک لوگ ہی ہوں گے اور اونہیں ہی وہی عذاب پہنچے گا جو گناہ گاروں کی ہلاکت کے لئے نامزد ہوگا۔ لیکن پہر یہ لوگ خدا کی مغفرت و رضامندی کی مستحق ہوں گے۔

مرا سیل حسن میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت ہمیشہ خدا کی رحمت میں رہے گی اور اس کی رحمت کے ماتھے اسپر ہمیشہ پہلے رہیں گے۔ جب تک کہ اس کے قراء امر اور زمانہ سے میل جول نہ رکھیں گے اور صلحائے فجار سے علیحدہ رہیں گے اور ان کی تعریف و توصیف سے زبان کو روکے رہیں گے اور جب تک اہل خیر۔ شریرون کے بارہ میں سستی نہ کریں گے کیونکہ جب ان باتوں کے برعکس عمل ہوگا تو خدا کا ماتہ اونپر سے اوٹھ جائیگا اور ہر اون پر وہ ظالم و جابر لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے جو اونہیں ہمیشہ بڑی بڑی تکلیفیں پہنچاتے رہیں گے۔ زان بعد خدا اور ہر فقر و فاقہ کی مصیبت ڈالے گا۔ مسند میں حدیث ثوبان سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم و بے نصیب ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ خنقریب ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ کثیر استین ہر طرف سے اٹھ پڑیں گی محتاج کہانے والے پیالے پر اٹھ آتے ہوں۔ صحابہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا اے رسول خدا کیا یہ جوہ سے ہوگا کہ ہم اوس روز قلیل ہوں گے۔ فرمایا ہنیں بلکہ کثیر ہو گے لیکن تم بالکل ایسے ہی ہو گے جیسے یل کے کوڑے کرکٹ تمہارے دشمنوں کے دلوں میں سے تمہارا رعب اور ہیبت چھین جائے گی اور بجائے اسکے تمہارے دلوں میں وہن بٹیہ جاہت کو صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت! ہن کسے کہتے فرمایا زندگی ہر حص اور اس کی محبت اور موت سے نفرت و کراہت۔ مسند امام احمد میں حدیث انس سے آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میں شب معراج میں آسمانوں پر گیا تو میرا گداز ایک ایسی قوم پر ہوا جو تانے اور فولاد کے ناخنوں سے اپنے منہ کو سینے نوح نوچ کر زخمی کر رہی تھی نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں کہا یہ لوگ ہیں جو میں لوگوں کا کچا گوشت کھاتے اور ان کی

آبروریزی کیا کرتے ہیں۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے زمانہ میں ایک ایسی قوم نکمے گی کہ اونکی زبانیں شکستے زیادہ شیریں ہونگی لیکن دل بڑھیروں کے راس پیچھے ہونگے، اونکی نسبت خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم میری رحم و کرم پر غرور ہو کیا تم مجھ پر تباہی رات کرنے ہو مجھے اپنی غرت و جلال کی قسم ہے کہ ان پر ایک ایسا فتنہ اوٹھا کر دوں گا کہ ان میں سے ہر بار سے ہر بار بھی حیران و پریشان ہو جائیگا۔ ابن ابی الدنیانے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں صرف اسلام کا نام ہی نام باقی رہ جائیگا اور قرآن بطریق رسم پڑھا جائیگا اس زمانہ میں اونکی مسجدیں بظاہر خوب آباد ہونگی لیکن ہر بیت سے خالی ہونگی اونکے علماء آسمان کے نیچے جس قدر شہر پر بستے ہیں سب سے زیادہ شہر یروشلم کے اون ہی میں سے فتنے نکلیں گے اور اون ہی میں کہیں جائیں گے۔ سماک بن حربہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی ایسی قوم کو کلمہ کہلا لیا جائے لگتا اور ظاہر طور پر پختا پسل جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اوسکے ہلاک کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ ترا سہیل حسن میں یہ بھی روایت ہے کہ جب لوگ علم کو ظاہر کریں گے عمل کو ضائع و برباد کریں گے اور زبانوں سے اظہار محبت کریں گے دلوں میں بغض و عداوت رکھیں گے آپس میں قطع رحم کریں گے تو اسوقت خدا تعالیٰ اون پر لعنت کا فیصلہ فرمائے گا اور اونکے کالوں کو بھرا دے گا۔ ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا خطاب سے روایت ہے کہ ہماری قوم کے جو لوگ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آئے ہیں اون میں دسواں شخص تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ لوگو! پانچ خصائص ایسی ہیں جنکی بابت میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پائی جائیں۔

(۱) یہ کہ جب کسی قوم میں بے حیالی اشاعت پائی ہے اور لوگ اوسے کلمہ کہلا عمل میں لانے لگتے ہیں تو وہ اسوقت اون طرح طرح کے طاعونوں اور آفات میں مبتلا ہو جاتے ہیں جنکا وجود اونکے گذشتہ آباء و اجداد میں نہ تھا (۲) یہ کہ جب کوئی قوم باپ تول میں کمی بیشی کرتی ہے اور یہ مرض اون میں علم طور پر پہنچاتا ہے تو وہ قحط و شہادتوں کا بادشاہ وقت کے جوہر و ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہیں (۳) یہ کہ جب کوئی قوم اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینے سے رک جاتی ہے تو اس پر آسمانی

بارش ہندو جاتی ہے اگر بمیانیم زمین پر نہ ہوتے تو اون پر کبھی پینہ نہیں برستا (۴) جو قوم عہد شکنی اور غدار کی اپنا شعار بنالیتی ہے خدا تعالیٰ اون کے ناحض دشمنوں کو اون پر قیامت کا عذاب دیتا ہے اور وہ جسطرح چاہتے ہوتے ہوں سے انتقام لیتے ہیں اونکی ہمتیوں کو اُجاڑ دیتے اور مال و اسباب غارت کر دیتے ہیں (۵) یہ کہ جس قوم کے مقتدا اور پیشوا لوگ خدا کے اوتار سے ہوئے احکام پر عمل کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ اون میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ آپس میں جنگ و جدال کر کے مر جاتے ہیں۔ مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں عمر بن مرہ سے روایت ہے اور وہ مسلم بن ابی الجعد اور ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پیشتر کے لوگوں میں جب کوئی شخص منکب گناہ ہوتا رہتا تو کوئی واعظ اس کے پاس آکر اس فعل طغی سے منع کرتا اور کہا کرتا تھا کہ اے شخص خدا سے ڈر اور نافرمانی سے باز آ لیکن جب دوسرا روز ہوتا تھا تو یہ واعظ بھی اس کا ہم پیالہ و ہم نوا ہوجاتا تھا تاہم منکب گناہ کے ساتھ بے خوف و ہراس مجالست کرتا اور اس کے ساتھ کہانے پیچھے میں کوئی مضامین نہیں رکھتا تھا گو یا کلمہ سننے کل اسے گناہ میں مبتلا دیکھا ہی نہ تھا جب خدا تعالیٰ نے اون کو انکی یہ کیفیت دیکھی تو اون کے دلوں پر مہر لگا دی اور اون میں ایک طرح کی پھوٹ ڈال دی پھر اوس زمانہ کے نبی مثلاً حضرت داؤد حضرت مسیح کی زبان پر اودھیں لعنت کی کیونکہ وہ بتلائی عھدیان تھے اور قطع نظر اسکے شرعی حدود سے تجاوز کر گئے تھے مجھے اوس مقدس ذات کی قسم ہے جسکے یہ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو اور جب اسکا موقع نہ ملے تو ہاتھوں میں تلواریں لیکر کھڑے ہو جاؤ اور اوسکا پورا پورا حق ادا کرنا اگر ایسا نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارے دلوں میں تفریق پیدا کر دے گا اور باہمی عداوت کا بیج ایک دوسرے کے دل میں بودیگا جس طرح تم سے پیشتر کے لوگوں پر لعنت کی گئی اوس طرح خدا تم پر بھی لعنت کا مہنہ برسا ئیگا۔ ابن ابی الدی نے ابراہیم بن عمر والصفیانی سے روایت کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے یوشع بن نون کو وحی کی کہ میں تم کو قوم کے چالیس ہزار نیک اور ساٹھ ہزار بد لوگوں کو ہلاک کرنے والا ہوں یوشع نے نمل زاری و غجز سے عرض کیا خداوند اے شک شریروں و بد کردار لوگ اسکے متحی میں کہ تو انہیں کجبارگی غارتگری سے لیکر انکو کایا جہم سے جکی پا دوش میں وہ ایسی بہادی نہرا دیے جاتے ہیں ارشاد ہوا کہ

نیک لوگ میری بابت کہی اور میں نے ناراض نہیں ہوئے اور ہمیشہ ان کے ساتھ کہانے پسینہ کوئی مضائقہ نہیں کیا اور ابو عمرو بن عبداللہ نے ابی عمران سے نقل کی کہ خدا تعالیٰ نے دو فرشتے کو ایک بستی کی طرف روانہ کیا کہ اس میں سے شخص کو پاؤں فوراً ہلاک کر دو۔ یہ فرشتے جب اس بستی میں پہنچے تو ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے ان دونوں نے جواب لے لیا کہ عرض کیا کہ خداوند اجل بستی کی بربادی اور ہلاکت کا حکم منظور فرمایا ہے اس میں ایک ہندہ نماز پڑھ رہا ہے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سارے بستی کو جڑ پیر سے اکھاڑ کر پھینکو اور اورون کے ساتھ اسے بھی ہلاک کر دو کیونکہ اس نے میری راہ میں کہی اپنا منہ نہیں لگاڑا اور اس کے چہرے پر توحید کے آثار تک محسوس نہیں ہوئے حمیدی سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ سفیان بن سعید سمر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک فرشتے کو خداوندی دربار سے حکم ہوا کہ فلان بستی میں ہنسا دی جائے فرشتے نے عرض کیا کہ آہی وہاں ایک عابد بھی موجود ہے جو شب و روز مصروف عبادت رہتا ہے حکم ہوا کہ جب اس بستی کو ہلاک کیا جائے تو اول اسی عابد کو ہلاک کیا جائے کیونکہ اس کا چہرہ میری راہ میں کہی ایک ساعت کے لیے متغیر نہیں ہوا۔

ابن ابی الدینا و ہب بن ہب سے روایت کی ہے کہ جب داؤد سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے خداوند دربار میں عرض کیا کہ آہی مجھے بخش دے فرمایا کہ میں نے تجھے بخش دیا لیکن تیرے گناہ کی عار بنی ہمارے پر لانگم کر دی۔ داؤد نے عرض کیا کہ خداوند اس کی وجہ حالانکہ تو منصف حاکم ہے اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنا پسند نہیں کرتا گناہ تو کیا میں نے اور اس کی عار ہو میرے غیر پر اس میں کیا حکمت ہے خدائے اوتکی طرف وحی بھی کہ جب تجھے گناہ سرزد ہوا تو بنی اسرائیل تجھے پرانکار کرنے میں جلدی نہیں کی اور فوراً تجھے متنبہ نہیں کیا۔ ابن ابی الدینا حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے ساتھ ایک اور شخص حضرت عائشہ کے پاس گئے۔ دوسرے شخص نے کہا اے مسلمانوں کی محترمہ ما اہمیں زلزلہ اور ہونچال کے بارہ میں کوئی حدیث سنائیے فرمایا کہ جب لوگ زلزلہ کا علاج کر لیتے اور شراب نوشی میں غرق ہو جاتے اور فراموشی میں مصروف ہو جاتے ہیں تو خدائے عظیم اپنے آسمانوں میں اظہارِ غیث کر کے زمین کو ارشاد فرماتا ہے کہ ازمین پند ہے ہاں تو کو ہلا ڈال پہر اگر وہ اپنی بدکرداری سے توبہ کریں اور مجھے ڈرین بہتر نہ میں آسمانوں کو اوپر ڈھاؤں گا۔ اس پر انہیں بولا کہ اے ام المؤمنین یہ زلزلہ کیا لوگوں کے لیے باعثِ عذاب ہے فرمایا کلیۃً عذاب نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے

موجب رحمت و نصیحت۔ اور کافروں کے واسطے نکال و عذاب اور ہٹکار کا باعث ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی حدیث کو سنکر ایسا خوش نہیں ہوا جیسا کہ اس حدیث کو سنکر خوش ہوا۔ ابن ابی الدنیا ایک اور حدیث منسلک یا نیم منقول روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زمین کو بہو پخال آیا آپ نے اوسپر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ اے زمین بھر جا اور ابھی مضطرب نہ ہو کیونکہ تیرے اضطراب سے اور زلزلہ کا وقت ہنوز نہیں آیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے صحابہ کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ تمہارا پروردگار تم سے عجز و نیاز کا اظہار اور توبہ کی درخواست کرتا ہے تو تم ایسا کرو پھر جب حضرت فاروق اعظم کا زمانہ خلافت بہا تو زمین میں سخت زلزلہ پیدا ہوا آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اے حاضرین یہ زلزلہ بے وجہ نہیں آیا ہے ضرور تم میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے مجھے اوس مقدس ذات کی قسم جسکی یہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر زمین نے دوسری مرتبہ اس قسم کا اضطراب کیا اور بہو پخال آیا تو میں تمہارے ستاس زمین میں کہی سکونت نہ کروں گا۔

ابن ابی اندینا حضرت عمر بن الخطاب کے مناقب کے باب میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر فاروق کے عہد خلافت میں زمین کو بہو پخال آیا آپ نے اوس پر بار مار کر کہا تجھے کیا ہو گیا تجھے کیا ہو گیا۔ زان بعد فرمایا کہ اگر قیامت ماس آگئی ہے تو زمین اپنی خبریں سناتی ہے کیونکہ میں نے جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب قیامت برپا ہونے لگے گی تو زمین میں ایک گز ایک بالشت بھر کا کوئی ایسا حصہ باقی نہیں رہے گا کہ وہ آدمیوں سے کلام نہ کرے گا۔ امام احمد صفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں ایک مرتبہ مدینہ میں سخت بہو پخال آیا آپ نے سب لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے میں یقیناً کہتا ہوں کہ تم میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے بخدا اگر زمین کو بہو پخال آیا تم مجھے اس میں ساکن نہ پاؤ گے۔ کتب کا قول ہے کہ جب زمین پر نافرمانیاں اور گناہ کیے جاتے ہیں تو اوس میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اس خوف سے کہ مبادا مجھے جہانمک نہ کیجے بے تہ تر اڑھتی ہے۔ خلفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام شہروں اور بستوں میں لکھ بھیجا کہ یہ بہو پخال وزلزلہ جسے تم کہی کہی محسوس کرتے ہو ایک ایسی چیز ہے جس سے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو عتاب کرتا ہے۔ میں نے اپنے تمام شہروں اور پرگنوں میں لکھ بھیجا ہے کہ فلاں فلاں مجھے کے فلاں فلاں دونوں میں لوگ گہروں سے باہر نکلیں اور جیکے پاس جو چیز مہیا ہو راہ خدا میں خیرات کرنے کیونکہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ یعنی جو شخص کفر و شر کی گندگی سے پاک
صاف رہا اور اپنے پروردگار کا نام لیسا اور نماز پڑھتا رہا وہ من مانی مراد کو پہونچ گیا۔ اور تم لوگ بھی
کلمات کہا کرو جو حضرت آدم نے کہے تھے یعنی رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے متین آپ نبیاء کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا
ہم ہر دم ہنیں کرے گا تو ہم بالکل تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور وہ بھی کہو جو یونس نے کہا تبارک
كَأَلَيْهِ الْآلَاءُ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ اے میرے سوا کوئی قابل پرستش
نہیں تو پاک ہے بیشک تیرے مکاروں سے تھا۔ مسند امام احمد میں ابن عمر سے روایت ہے کہ متین
نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگ دینار و درہم کے ساتھ بھل کر لے لگے
اور دغا و فریب اور بکی عادت ثانیہ ہو جائے گی ماہ خدا میں جہاد نکریں گے مویشی میں مصروف
ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ اون پر ایسی بلا نازل فرما یگا جو اون سے دور نہ ہوگی جب تک کہ وہ اپنے دین کی
طرف رجوع نہ کریں گے یہ روایت ابو داؤد نے بھی اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے۔ ابن ابی الدنیا
نے حضرت ابن عمر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے جس میں کوئی شخص اپنے دینار
درہم میں کی طرح کا اپنا کوئی حق نہ سمجھتا تھا اور اپنے بہائی مسلمان کو اپنے مال کا ویسا ہی سخت
دیکھتا تھا جیسا اپنے آپ کو۔ یعنی ہمارے زمانہ میں کوئی شخص اپنے مال و دولت کو اپنے بہائی
مسلمان سے فداغیر نہ کہتا تھا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگ دینار
و درہم کے ساتھ بھل کر لے لگے اور دغا کو اپنا شعار بنائیں گے جہاد فی سبیل اللہ
کو چھوڑ کر مویشی کی حفاظت میں مشغول ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ آسمان سے اون پر ایک ایسی
بلا کا گولہ پھینکے گا کہ تا وقتیکہ وہ اپنے دین کی طرف رجوع نہ کریں گے کہی کیسے ٹالے نہ ملے گا۔
حسن کا بیان ہے کہ بخیلی اور خیانت و مکر ہی خدا کی طرف سے لوگوں کے لیے ایک بہایت سخت خدا
ہے اے بنی اسرائیل میں سے جب ایک نبی نے بخت نصر کے ہاتھ سے بے انتہا ظلم دیکھ کر تھکا
لفظوں میں کہہ دیا کہ یہ ہماری ہی کثرت کا نتیجہ ہے کیونکہ جب اس نے جناب الہی میں بخت نصر کے
ظلم میں کی شکایت کی کہ خداوند! تو نے ایسے شخص کو ہم پر غلبہ دیا جو تیرا ہی نہیں پہچانتا اور ہم پر
رحم نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارا ہی فعلوں کا ثمرہ اور کثرتوں کا نتیجہ ہے۔ بخت نصر

دائیل سے پوچھا کہ مجھے تمہاری قوم پر کس خبر نے غلبہ یا کھاتیری سنگین خطاؤں اور میری قوم کے ظلموں نے جو آؤ نہوں نے اپنی جانوں پر ٹوڑے۔ ابن ابی الدنیاء نے عمر بن ماسر اور حدیف سے روایت کی ہے کہ نبی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جب بندوں پر اپنی ناخوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور ان کو بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کرنا منظور ہوتا ہے تو ان کے کم سن بچوں کو موت دیتا عورتوں کو باہر کر دیتا ہے اور ہر سب پر اس کا قہر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان میں کوئی بھی قابل رحم نہیں ہوتا۔

مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے حکمت میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں سب بادشہوں کا بادشاہ ہوں اور بادشاہوں کے دل میرے ماتہ میں ہیں جو میری فرمانبرداری کرتا ہے تو میں بادشہ ہوں کو اونچا کرتا ہوں اور جو سرکشی و نافرمانی کرتا ہے تو ان ہی بادشاہوں کو اس پر غضبناک کر دیتا ہوں تو تم بادشاہوں کو برائی سے یاد کرو لیکن نافرمانیوں سے نادم ہو کر میری جناب میں توبہ کرو۔ میں او نہیں پتھر مہربان کہ مر اسیل جن میں ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کرے گا ارادہ کرتا ہے تو ان کے حل و عقد کی لگام اونکے عقلا کے ماتہ میں دیدیتا اور ان کی حاجتیں ان کے فیاض و سخا کو ان کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے اور جب کسی قوم سے برائی کرنا چاہتا ہے تو ان کے امرا و کنبے و قوفوں کو سوئپ دیتا اور ان کی ضرورتیں بخیلوں کے ساتھ متعلق کر دیتا ہے۔ امام احمد وغیرہ حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوند! تو آسمان میں آ اور ہم زمین میں بہرہم کیونکر پہنچائیں کہ تو فلاں وقت ہم سے ناراض ہے اور فلاں موقع پر خوش۔ ارشاد ہوا کہ اے یونس جب میں تمہارے حاکم ہوں اور ایک لوگوں کو ٹھیکرؤں تو معلوم کرو کہ میں تم سے راضی ہوں اور جب تم سے بدلوگوں کو تمہارے حکومت دون تو سمجھ لو کہ میں تم سے ناراض ہوں۔ اسے ابی الدنیاء فیصل بن عیاض سے نقل کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ایک نبی کو وحی بھیجی کہ جب کوئی شخص مجھے جان بوجھ کر اور میری عزت حاصل کر کے نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دیتا ہوں جو مجھے جانتا پہچانتا ہے نیز ابن ابی الدنیاء نے ابن عمر کی ایک مرفوعہ حدیث میں مضمون ذکر کر کے کہ جناب نبی کریم ﷺ میں مجھے اس مقدس ذات کی قسم کہ جب قبضہ قدرت میں میری جان ہے عیامت برپا ہونے سے پیشتر خدا تعالیٰ ضرور مجھے امرا اور فاجروں اور خائن و انصاریوں اور غداروں و فاسق و بدکار قرار دے گا کہ ہر اکرے گا۔ جسکی پشیمانیاں تو راہوں جیسی ہونگی مگر دل مردار سے زیادہ بڑے ہوئے ہوں گے۔

اون کی خواہشیں مختلف اور آرزوئیں متفاوت ہونگی خدا تعالیٰ اون میں ایسے فتنے اور فساد پیدا کرے گا جو سیما غبار ہو کر ہر طرف سے اون پر چھا جائیگا۔ مجھے اوس مقدس ذات کی قسم جسکی یہ قدرت میں کج کی جان ہے کہ اسلام ندریجا گھٹتا جائیگا اور گھٹتے گھٹتے یہاں تک نوبت ہو چکی کہ کسی کی زبان سے اللہ اللہ بھی نہ نکلیگا تو تم نیک باتوں کا حکم کرتے رہو مبراں سے لوگوں کو بچاتے رہو ورنہ خدا تمہارے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو تم میں نہایت شریر و بد ذات ہونگے اور وہ تمہیں طرح طرح کا عذاب پہنچاتے رہیں گے یہ اگر تمہارے نیک اور بہترین لوگ دعا کریں گے تو اون کی دعا مقبول نہوگی۔ تم امام بلعشر اور نبی عن المشکرین نہایت سرگرم رہو اور کبھی اس منصب کو مستغفاندو ورنہ خدا تعالیٰ تم پر ایسے لوگ اٹھا کر اٹھا کرے گا جو تمہارے چہرے پر رحم کریں گے نہ بیرون کی توقیر کریں گے۔

معجم طبرانی وغیرہ میں سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم باپ تول میں کمی بیشی کرتی ہے خدا تعالیٰ اون سے آسمانی بارش روک دیتا ہے اور جب کسی قوم میں زنا ظاہر ہوتا ہے تو اون پر مرگ عام مسلط کر دی جاتی ہے۔ جب کوئی قوم علی الاعلان سودا لیں دین کرتی ہے تو خدا اون پر جنوں کو مسلط کر دیتا ہے یعنی اونکی عقلیں بالکل سلب کر لی جاتی ہیں اور جس قوم میں قتل ناحق رواج پاجاتا ہے یعنی بغیر حق شرعی باہم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اون کے دشمن کو اون پر قابو دیدیتا ہے۔ اور جب کسی سببی میں قوم لوٹ کا ناجائز و قبیح فعل اشاعت پاجاتا ہے یعنی لواطت اور لونڈے ماری پھیل جاتی ہے تو خدا اونہیں زمین میں دھنسا دیتا ہے اور جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیتی ہے تو نہ تو انکے اعمال ہی آسمان پر جاتے ہیں نہ اونکی دعائیں ہی سنی جاتی ہیں

مسند امام احمد میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میں تشریف لائے کہ آپ سانس نہیں سَماتا تھا اور دم چڑھا جاتا تھا۔ میں آپکے چہرہ مبارک کو دیکھ کر فوراً سمجھ گئی کہ حضور کو کسی نہایت ہی ناگوار چیز نے اس پر بخ و طلال اور گہرا سٹ میں ڈالا ہے۔ چنانچہ حضرت نے گہر میں کسی سے کوئی بات نہیں کی اور حضور کے مسجد میں تشریف لے گئے میں بھی اندر سے باہر نکل کر حجرہ کے دروازہ سے لگ کے کھڑی ہو گئی۔ آپ میرے جلوہ آرا ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو خدا تعالیٰ فرماتا ہے

تم جہان تک بن پڑے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیے جاؤ اگر تم اپنے نہیں اس اہم اور نہایت ضروری کام سے معزول کر دو گے تو خوب سمجھ لو کہ اگر اس وقت تم مجھے دعا مانگو گے تو میں تمہاری دعا پر قبول نہ کروں گا مدد کے طالب نہ ہوں تو تمہاری کبھی مدد نہ کروں گا کوئی چیز مانگو گے تو قیامت تک نہ دوں گا۔ عمری الزا ہد کا قول ہے کہ خدا کا غصہ اور اس کی نارضا مندی جو تو اپنے بارے میں دیکھ رہا ہے یہ تیری ہی غفلت اور خدا سے منحرف ہونے کا نتیجہ ہے تو اس کے احکام سے تجاوز کر گیا اور ان لوگوں کے خوف و درہشت سے جو اپنے نفس کو بھی مضرت و منفعت پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیا۔ یہ بھی ان ہی کا قول ہے کہ جو شخص مخلوق کے خوف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دے گا اس کے طاعت و فرمانبرداری چھین لی جائے گی اور اس قدر ذلت و حقارت میں مبتلا ہو گا کہ اگر اپنی اولاد یا لونڈی غلام کو کسی کام کے کرنے کا حکم کرے گا تو وہ اس کے حق کو نظر انداز کرے اس کا حکم بجا نہ لائیں گے۔ مسند امام احمد میں حدیث قیس بن حازم میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ لوگو! تم یہ آیت یاد رکھو **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَقُولُوا كُفْرًا فَتُحْلَلَ** اذًا **فَتُحْلَلَ** پڑتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اس کے غیر محل میں رکھتے ہو۔ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگوں کی یہ کیفیت ہو جائے گی کہ بُری باتوں کو رائج ہو جائے گی تو تمہیں کہے اور ان کے سامنے میں کوشش نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ غمگین اور نہیں ایسے عذاب میں گرفتار کرے گا جو سب کو عام و شامل ہو گا۔ اوزاعی بھی بن کثیر اور وہ ابو سلمہ سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی گناہ چھپ کر کیا جاتا ہے تو وہ ہجر اس کے جو مرتکب گناہ ہوا ہے اور کسیو مضرت نہیں پہنچاتا لیکن جب کہل ماکہلا اور عام طور پر کیا جاتا ہے اور ہر کوئی اس کے سامنے کی موڑنے کی جہی کوشش نہیں کرتا تو اس کی مضرت سب لوگوں کو پہنچتی ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ غمگین بستیوں اور شہر باوجود معہور آباد ہونے کے خراب و یرقان ہو جائیں گے۔ دریافت کیا گیا کہ حضرت! شہر بستیوں آباد و معہور ہونے کے بعد کس طرح اوجڑ ہو گئی فرمایا جب زمان فجار و بدکارا برار اور نیکوکاروں پر غلبہ پائیں گے اور منافق لوگ متبیلہ کے سردار بنیں گے تو ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ اوزاعی حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین اور شر ترین لوگ بہترین اور نیکون پر غالب ہوں گے۔

یہاں تک کہ مومن اور مین ویسا ہی مخفی و پوشیدہ رہے گا جیسا کہ آج منافق ہم مین مخفی اور پوشیدہ ہے۔
 ابن ابی الدینا نے حضرت ابن عباس کی ایک حدیث میں مضمون روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جس میں مومن کا دل اور سیطرہ گہل جائیگا جس طرح نمک پانی
 میں گہل جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اسکی کیا وجہ ہوگی فرمایا منکرات شرعی کا رواج
 ہوگا اور وہ اسکے مٹانے کی طاقت نہ رکھے گا۔ امام احمد حدیث جرید سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جس قوم میں خدا کی نافرمانیوں کے مرتکب ہونے والے لوگ ہوتے ہیں اور
 دوسرے لوگ جو مرتکب گناہ نہیں ہوتے اور ان سے عزت و غلبہ میں زیادہ اور تعداد میں اکثر ہوتے ہیں اور
 باوجود اسکے معاصی کے مٹانے میں کوشش نہیں کرتے تو خدا تعالیٰ سبکو ایک سرے سے مبتلائے عذاب
 کر دیتا ہے۔ صحیح بخاری میں اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
 سنا کہ قیامت کے روز ایک شخص لایا جائیگا اور خدا کی منصف عدالت سے اسے دوزخ کی آگ میں
 ڈال دیے جانے کا حکم ہوگا۔ دوزخ میں گرتے ہی اسکی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی اور وہ ادھنیں لے کر
 دلیر ہی ہوئے گا جیسے گد یا چکی کے پاٹ کو لیکر گردش کیا کرتا ہے دوزخی اس کے پاس لکھے ہوئے کتبکیں
 کہ اسے شخص تیرا کیا حال ہے کیا تو وہی واعظ ہے جو ہمیں دنیا میں تک کا مومن کا حکم کیا کرتا اور بری
 باتوں سے منع کیا کرتا تھا یہ کہیگا بے شک میں وہی شخص ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں تم کو توجہ
 باتوں کا حکم کرتا تھا مگر خود ادھنیں عمل میں نہ لاتا تھا بری باتوں سے منع کرتا تھا اور خود ان کا مرتکب
 ہوتا تھا۔ امام احمد مالک بن دینار سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست عالم
 اور شہید تھا جسکے مکان کو ہر وقت مرد عورتیں گھیرے رہتے اور وعظ و تلقین حاصل کرنے کے لئے
 جمع رہتے تھے یہ ادھنیں ہمیشہ وعظ کیا کرتا اور ایام الدیاد دلایا کرتا تھا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ
 اس نے اپنے ایک لڑکے کو عورتوں سے کچھ اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا اور تیزی کے لہجہ میں اسکی طرف
 متوجہ ہو کر کہا کہ بیٹا ایسی ناروا باتوں سے باز رہ۔ بیٹا! ان باتوں کو چھوڑ دے اس کہنے کے ساتھ
 ہی واعظ سخت سے نیچے گر پڑا اور اسکا حرم مغر بڑوں سے جدا ہو گیا اور اسکی عورت کا محل گر پڑا اور
 اسکی ساری اولاد قتل کر ڈالی گئی۔ پھر اس زمانہ کے نبی پر خدا نے وحی کی کہ فلا نے عالم کو خبر دیدو
 کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تیری نسل میں کوئی صدیق پیدا کروں گا اور یہ اسکی سزا ہے کہ تو نے اپنے

فرزند کی صلاح و تنبیہ کے بارہ میں صرف اسی بات پر اکتفا کیا کہ بیٹا ایسی نازیبا باتیں چھوڑ دے۔
 امام احمد حدیث عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم حقیر اور بے وقت گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ جب یہی چھوٹے چھوٹے اور حقیر گناہ کسی شخص میں جمع ہو جائے
 ہیں تو اس سے ہلاک کر کے چھوڑتے ہیں۔ زان بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اون حقیر گناہوں کی
 ایک مثال بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک قوم کسی جنگل میں اتری اور اونکی
 خامد کہنا پکاسنے کی تیاریاں کرنے لگے ایک شخص چلا گیا اور جنگل سے تھوڑی سی لکڑیاں جن لایا دوسرا
 گیا اور وہی مقدار قلیل لکڑیاں لے آیا یہاں تک کہ سب نے ملکر لکڑیوں کا ایک انبار لگا دیا اور سب میں
 آگ دیدی اب سب نے ملکر جو چیز اس میں ڈالی وہ پک کر طیار ہو گئی اس طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوتے
 ہوتے ایک مبارکے برابر ہو جاتے اور آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس سے روایت
 ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! جن کاموں کو تم آج کر رہے ہو اور وہ تمہاری نظروں میں بال سے
 زیادہ باریک بین بخدا ہم ان ہی کاموں کو جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہلاک کر دیا
 گناہ شمار کیا کرتے تھے۔ بخاری مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ گذشتہ لوگوں میں ایک عورت صرف اس بنا پر مبتلائی عذاب ہوئی کہ ایک بلی گھر میں ماندھ کی
 ہتی یہاں تک کہ جب وہ مر گئی تو دوزخ میں ڈالی گئی اسکا جرم صرف اس قدر تھا کہ نہ تو خود بلی کو کھانا
 پلاتی تھی نہ قید رہائی مہی تھی کہ وہ زمین میں پہر چل کر حشرات الارض سے اپنا پیٹ پھرتی۔
 ابو نعیم کی حلیہ میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت حذیفہ سے کہنے دریافت کیا کہ بنی اسرائیل نے اپنا
 دین چھوڑ دیا تھا فرمایا نہیں لیکن اونکی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جب کسی بات کا حکم کئے جاتے تھے تو اذکر
 عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے اور جب کسی کام سے منع کئے جاتے تھے تو اسے دور کر کے تھے کہنے کہ وہ اپنے
 دین سے ویسے ہی نکل گئے جیسے کوئی شخص اپنے قمیص سے الگ ٹکڑا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض
 سفہ نے کہا ہے کہ معاصی کفر کا پیامبر ہے جس طرح بوسہ لینا جماع کا قاصد ہے اور راگ زنا کا قاصد
 نظر عشق کا پیک مرض موت کا پیامبر ہے۔ حلیہ میں ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ اونہوں نے
 فرمایا کہ اے گنہگار تو گناہ کے فتنہ اور اس کے انجام بد سے بڑے خوف مت رہ۔ تیرا گناہ کی
 تلاش میں مصروف رہنا اس گناہ سے بہت بڑا ہے جسے تو عمل میں لارہا ہے اور تیرا سوقت کا

ہنسا حالانکہ تو اس بات کو نہیں جانتا کہ خدا تیرے ساتھ کیسا تیراؤ کرنے والا ہے۔ گناہ کرنے سے بہت بڑا ہے اور گناہ پر کامیاب ہونیکے بعد تیرا خوش ہونا گناہ کرنے سے بہت بڑا ہے اور جب گناہ تجھ سے فوت ہوگا تو سپر تیرا بخندہ اور کبیدہ خاطر ہونا گناہ سے بہت بڑا ہے اور تیرا اس ہوا سے خوف کرنا جو اپنی حرکت سے تیرے دروازہ کے کھولنے کی کوشش کرتی ہے حالانکہ تو اس وقت گناہ میں مبتلا ہے اور خدا جو تجھے ہر جگہ دیکھ رہا ہے اس سے تیری دلیلیں کی طرح کا اضطراب نہ ہونا۔ گناہ سے بہت بڑا ہے تجھے پیرا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ ابوب علیہ السلام کا کیا گناہ تھا جس پر خدا نے اوہنیں جہانمی بلا میں مبتلا کیا اور اون کے مال و اولاد کو غارت کر دیا سن اور گوش ہوش سے سن کہ اون کا صرف اتنا ہی گناہ تھا کہ ایک مسکین نے اون سے ظلم کی فریاد کی کہ وہ اس سے ظالم کا ظلم دفع کریں اوہنوں نے نہ تو اس کی فریاد سنی کی نہ ظالم کو ظلم سے منع کیا خدا تعالیٰ نے اوہنیں طرح طرح کے آفات و بلا میں مبتلا کیا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ولید کا بیان ہے کہ میں نے اوزاعی سے سنا کہ اوہنوں نے بلال بن سعد کو فرماتے سنا کہ تو نماز کی حقارت اور اموال کے چھوٹے ہونے پر نظر نہ کر بلکہ اس شخص کی طرف نظر کر جب کا تو گناہ کرتا ہے۔ فضیل بن عیاض کا قول ہے کہ گناہ جس قدر تیرے نزدیک حقیر و صغیر ہوگا اسی قدر خدا کے نزدیک عظیم و کبیر ہوگا۔ اور جتنا تیرے نزدیک عظیم و کبیر ہوگا اتنا ہی خدا کے نزدیک حقیر و صغیر ہوگا خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اے موسیٰ میری مخلوق میں جو سب سے پہلے مرا وہ ملیں ہے اور یہاں سوا اس کے سب سے اول اس نے میری نافرمانی کی اور جو شخص میری نافرمانی کرتا ہے میں اسے مردوں میں شمار کرتا ہوں۔ جامع ترمذی ابو صالح کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب توبہ کرنا اور گناہ سے بیزار۔ اور رستہ بخشش کی دستورات کرتا ہے تو اس کا دل صاف و شفاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ پر گناہ کرتا ہے تو سیاہی پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ ساری دل پر چھا جاتی ہے اور یہی معنی ہیں اس وقت تک کہ جسکی طرف خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے ﴿لَا تَلَوْاْ بِمِثْمَحٍ﴾ کا ﴿لَا تَلَوْاْ بِمِثْمَحٍ﴾ اس روایت کو نقل کر کے ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ حضرت خدیجہ کا قول ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے ساواہل ایسا ہو جاتا ہے جیسے خاکستر

رنگا کی بکری - امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے چند واسطوں نے عبد اللہ بن مسعود کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - اما بعد - اے قریش کی جماعت تم اس خلافت و حکومت کے اوس وقت تک مستحق و اہل رسوگے جب تک خدا کی نافرمانی نہ کرو گے اور اگر تم اس کے نافرمانیوں میں مبتلا ہو گے تو پھر وہ تم پر ایک ایسے شخص کو اوٹھا کرے گا جو تم کو ایسا چھیل ڈالے گا جیسا (ایک چھڑی کی طرف اشارہ کر کے جو آپ کے دست مبارک میں تھی) یہ لکڑی چھیلی جاتی ہے - اسکے بعد اپنی لکڑی کو چھیل ڈالا جو اندر سے سفید اور چمکتی ہوئی نکل آئی - امام احمد مہب سے روایت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اے اسرائیلیو ! جو شخص میری فرمانبرداری کرتا ہے - میں اس سے راضی ہو جاتا ہوں اور جس سے میں راضی ہوتا ہوں اس سے برکت عنایت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی حد و بنیاد نہیں ہے اور جب کوئی شخص میری نافرمانی کرتا ہے اس سے ناراض ہوتا ہوں اور ناراض ہوتا ہوں تو اس پر لعنت و پھٹکار کا مہینہ برساتا ہوں اور میری لعنت کا اثر اس کی ساری نسل تک پہنچتا ہے - و کسب کہتے ہیں مجھے ذکر کیا ہے علم سے حدیث کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف بائیں مضمون ایک خط لکھا - اما بعد یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اس سے پہلے جو لوگ اسے سبکی اور بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تھے اب وہی لوگ اس کی بے برائی کا بیان کرنے لگتے ہیں - ابو نعیم سالم بن جعد اور وہ حضرت ابو دراس سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کو ہمیشہ اس بات سے خوف کرنا چاہیے کہ کہیں ایمانداروں کے دل اس لعنت نہ کیے نہ لگیں اور اسے اس کا شعور نہ ہو پھر ابو درار نے کہا - اے سالم تو جانتا ہے کہ میں نے یہ بات کون کئی ہو مسلم کہتے ہیں میں نے کہا نہیں فرمایا جب بندہ خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی طرف سے بغض و عداوت ڈال دیتا ہے اور اسے اس کی خیر تک بھی نہیں ہوتی -

عبد اللہ بن احمد کتاب زہد میں اپنے والد سے اور وہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے محمد بن سیرین کو شہر سے جلا وطن کیا اور اس پر انہیں حد سے زیادہ صدمہ ہوا تو فرمایا میں اس غم و رنج کی وجہ غیب جانتا ہوں - اصل یہ ہے کہ چالیس برس کا عرصہ ہوا جو مجھ سے ایک گناہ معذور ہو گیا تھا اس کی پاداش میں اس غم کی سزا مجھے دی گئی ہے -

یہاں ایک نہایت ہی دقیق و باریک نکتہ محتاج بیان ہے جس میں بہت سے لوگ گناہ کے بائیں

غلطی کھا جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں وہ فی الوقت اسکی تاثیر محسوس نہیں کرتے اور جب گناہ کی تاثیر ایک زمانہ تک متاخر رہتی ہے تو گناہ کار اسے بالکل نسیا فرما کر دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہی گمان کر بیٹھتا ہے کہ اب اسکا ضرر محسوس نہیں ہو سکتا اور یہ مضمون اس کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اِذَا كُنْ تُغْيِرُ حَالَكُمْ مِنْ وَفْوٍ بِهِ فَلَيْسَ لَهُ بَعْدَ الْوُقُوعِ عُبَارٌ بِعَيْنِهِ جب دیوار ڈھتے وقت ہی عبا رہنیں اوڑھتی تو ڈھنے کے بعد کیا عبا رہا اور اسکی ہے۔ سبحان العبد ایک ایسا زہر بلا خیال اور بلا انگیزہ گمان ہے جس نے بہت سی مخلوق کو ہلاکت کے گردے میں جا چھوڑا اور بہت سے خوشیوں اور نعمتوں کو خاک میں ملا دیا۔ بہت سے مصیبتوں اور بلاؤں کے لشکر سر پر اتار دیئے۔ اس دھوکے اور شیطانی دام میں اکثر علماء اور فضلاء بھی گرفتار نظر آتے ہیں جنہاں سے عوام بچا رہے کس گنتی میں ہیں۔ کیا وہ مغرور اس بات کو نہیں جانتے کہ گناہ اندر ہی اندر اپنا اثر کرتا چلا جاتا ہے جسکا زہر بلا اثر ایک دن ضرور ظاہر ہوگا جیسے تیر چپکے چپکے گہاؤں ڈالتا رہتا رہے اور بہرہ ہوا زخم آہستہ آہستہ بڑھی تک اترتا چلا جاتا ہے اور ایک دن اپنا پورا اثر ظاہر کر دیتا ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ لوگو! خدا کی بندگی میں مصروف رہو اور اسکی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس سے دیکھ رہے ہو اور اپنے جانوں کو مردوں کے زمرہ میں شمار کرو اور خوب جان لو کہ تھوڑی سی چیز جو تمہاری ضرورتوں کو کفایت کرے اور سنہت ہی چیز سے بہتر ہے جو ہر لمحہ میں مشغول کرے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بھلائی پرانی نہیں ہوتی اور برائی اور گناہ پہلا یا نہیں جاتا۔ ایک بڑے عالم و زاہد نے ایک لڑکے کو دیکھا اور اس کی خوبصورتیوں اور ملامتوں میں بغور نظر کی۔ اس پر کوئی شخص اس کے خواب میں آکر کہنے لگا کہ تو چالیس سال کے بعد اس جرم کی سزا پائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سزا سے جرم بہت جلد ملتی ہے اور کبھی مرتکب جرم سے موخر نہیں ہوتی۔ سلیمان نبی کا قول ہے کہ آدمی خفیہ حالت میں مرتکب گناہ ہوتا ہے لیکن جب صبح کرتا ہے تو اس کے چہرے سے آثارِ ذلت نمایاں ہوتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ میں اس عقلمند ذی ہوش سے تعجب کرتا ہوں جو اپنی دعائیں تو یوں کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُثَبِّتْ لِيْ اِلَّا عَدَاوَةً خداوند اے تو میرے دشمنوں کو مجھ پر نہ بھنساؤ لیکن پر وہ اپنے نفس پر بردشمن کو بھنسا تا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیونکر کہا کہ جو شخص خدا کی نافرمانیاں

فصل ۱۲

مسجد اون کے ایک رزق سے محرومی ہے چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ بندہ اگر کتاب گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم رہتا ہے اور یہ بات سابق میں قدرے تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے کہ بطرح تقویٰ اور خشیت خداوندی رزق کو اپنے نجیب جذبات سے پہنچ لیتی ہے اور بطرح ترک تقویٰ فقر کو پہنچ لیتا ہے تو ترک معاصی سے بڑ بکر کوئی چیز رزق الہی کے پہنچ لینے میں اثر نہیں رکھتی۔ منجملہ انکے ایک وحشت ہے جسے گناہ گار اپنے اور خدا کے درمیان ٹپاتا ہے اور اس وقت اسکی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ کسی بات اور کسی نعمت میں اسے مزہ ہی نہیں آتا اور اس وحشت کے

مقابلہ میں کوئی چیز اس سے اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ اگرچہ دنیا بہر کی لذتیں اس کے پاس جمع کر دی جائیں یہی وہ اس وحشت کی تلافی نہیں کر سکتیں اور یہ ایک ایسا امر ہے جسے بھیرا اس شخص کے حجب قلب میں چھانچ حیات جلتا ہے اور کوئی محسوس نہیں کر سکتا اور مردہ جسم زخم لگانے سے بھی درد ناک نہیں ہوتا۔ پس اگر جاہل اس وحشت سے بچنے اور الگ رہنے کے لیے گناہوں کو ترک نہ کرے او سپر افسوس ہے لیکن عاقل کو سزاوار ہے کہ اس وحشت کو اپنے لیے ہرگز گوارا نہ کرے۔ ایک شخص نے کسی عارف سے اس وحشت کی شکایت کی جسے وہ اپنے نفس میں پاتا تھا۔ عارف نے جواب دیا: اِذَا كُنْتَ قَدْ اَوْحَشَتْكَ الْاَلْوَابُ فَهَذَا مَا اِذَا شِئْتَ وَاسْتَأْذَنْ لِعِيسَى حَبِيبِ وَحْشَتِ كِی گھٹا لوپ اندھیری سمجھا جائے تو گناہوں کو ترک کر دے اور نسبت حاصل کر۔ اور قلب کے حق میں گناہ پر گناہ کی وحشت سے زیادہ اور کوئی چیز مضرت ناک نہیں ہے۔

منہج اولہ ان کے ایک وہ وحشت ہے جو گناہ گار کو اپنے اور لوگوں کے درمیان چھل ہوتی ہے خاصکر اہل خیر کے حلقہ کی نسبت وہ اپنے اور ان کے بائیں اس درجہ وحشت پاتا ہے جو بیان سے باہر ہے طرفہ یہ ہے کہ یہ وحشت جس قدر قوی اور مستحکم ہو جاتی ہے اسی قدر وہ اون سے اور ان کی مبارک مجلسوں سے دور ہوتا جاتا اور ان کی برکات سے محروم ہوتا جاتا ہے اور جتنی گروہ روحانی سے اسے دوری ہوتی ہے اتنی ہی گروہ شیطان سے قرب چل ہوتا ہے۔ پہر یہ وحشت قومی ہوتے ہوتے یہاں تک استحکام کی کہ ساتھ جڑ پکڑ لیتی ہے کہ اس کے اور اس کے جوہر و یحون اور عزیز و اقارب میں وحشت پڑ جاتی ہے اور وہ سب سے علیحدگی اختیار کر کے نہایت وحشتناک ہو جاتا ہے بعض سلف کا قول ہے کہ جب میں خداوندی معصیت میں مبتلا ہوتا ہوں تو اس کا اثر اپنے جانور اور عورت تک میں دیکھتا ہوں۔

منہج اولہ ان کے ایک یہ ہے کہ اوپر اس کے کام مشکل پڑ جاتے ہیں اور وہ جس کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس سے مشکل اور نہایت دشوار پاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب طرح خدا تعالیٰ اس شخص کے کاموں میں آسانی کر دیتا ہے جو خدا سے ڈرتا اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالیتا ہے اس طرح اس کو گناہ گار کے کاموں میں مشکل ڈالتا ہے جو تقویٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔ تعجب اور سخت تعجب کی بات ہے کہ جب بند خیر و صلاح کے تمام دروازے مسدود پائا اور اپنے سارے کاموں کو مشکل و دشوار دیکھتا

اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مجھے کون سے دروازہ سے اس شکل کو دفع کرنا چاہیے تو وہ میری کونکری گنا تو دلیری کرتا ہے۔

منجملہ اون کے ایک تاریکی اور اندیری ہے جسے گندہ را پنہ دل میں تحقیقہ آسپا ہی محسوس کرتا ہے جیسے اندھیری رات کے اندھیرے میں کسی سیاہ چیز کو محسوس کرتا ہے اور ظلمت معصیت اس کے دل سے بالکل وہی تعلق رکھتی ہے جیسے ظلمت حیرہ آنکھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ ناعت حقیقت میں ایک نور ہے اور معصیت تاریکی۔ اور جس قدر ظلمت ترقی کرتی جاتی اور قوت واستحکامی پکڑتی جاتی ہے گندہ را کی حیرت و کوریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ طرح طرح کی بدعتوں اور گمراہیوں اور خطرناک امور میں قدم ڈالتا چلا جاتا ہے اور خبر بھی نہیں ہوتی جیسے ایک اندھا آدمی اندھیری رات میں گھر سے باہر نکلتا اور تنہا رستہ طے کرنے لگتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں کنہ میں گھر کرتا ہوں یا کہانی میں۔ غرض کہ یہ تاریکی یہاں تک ترقی پذیر ہوتی ہے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آنکھ میں ظاہر ہونے لگتی ہے اور پھر وہ قوت حاصل کرتی ہے کہ اس کے چہرہ پر چرچہ چلی آتی ہے اس کا مونہہ کالا پڑ جاتا ہے جسے ہر شخص دیکھتا اور عبرت حاصل کرتا ہے۔ عبداللہ بن عباس نے کہا میں نبی کو بفرمایا کہ نبی کے اثر سے آدمی کے چہرہ میں روشنی اور نور و تازگی دل میں نور۔ روزی میں فراخی و وسعت جسم میں نور۔ مخلوق کے دل میں محبت و الفت پیدا ہو جاتی ہے اور بدی کے اثر سے چہرہ میں سیاہی۔ فقر اور دل میں اندیرا۔ بدن میں سستی و ضعف۔ روزی میں کمی مخلوق کے دل میں لبض عبد اللہ پیدا ہو جاتی ہے۔

منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ خدا کی نافرمانیاں گندہ را کے دل۔ اور بدن کو سست کر دیتی ہیں۔ دل کی سستی و کمزوری تو ظاہر ہے حاجت بیان نہیں اور یہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ آدمی کی سیاہ کاریاں اس کے دل کو ہمیشہ ضعیف کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی حیات بالکل زائل کر دیتی ہیں اور بدن کی سستی یہ ہے کہ ایماندار کی قوت دل سے متعلق ہوتی ہے اور جس قدر اس کا دل قوی ہو تا اور بدن میں قوت کے آثار نمایاں ہوتے جاتے ہیں بخلاف اس کے فاجر کو کم دیکھتے ہیں کہ گو وہ قوی البدن ہوتا ہے اور اس کی تونمندی دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈالتی ہے لیکن ضرورت و حاجت کے موقع میں وہ نہایت کمزور و ضعیف ثابت ہوتا ہے اور اس کی قوت ایسے مقام پر جہاں اس کے خیر کرنے کا وہ زیادہ محتاج ہوتا ہے نکل کر جاتی ہے۔ دیکھو اس فارس و روم کس قدر جیم و تونمند ہے لیکن جب وہ اپنی قوت کے ظاہر کرنے اور اس سے کام لینے

کی طرف محتاج ہوئے تو اوس نے اون کا ذرا بھی ساتھ نہیں دیا اور مسلمانوں نے اپنے بدنی اور قلبی قوتوں سے کس طرح زیر و زبر کر ڈالا اور ایسا مقہور و عاجز کیا جسکی نظیر آج دنیا کے صفحہ پر بہت کم نظر آتی ہے۔ منجملہ اون کے ایک یہ کہ خدائی آزمائش گار کی عمر گھٹاتی اور اوسکی برکت متا دیتی ہے کیونکہ نیکی سے جس طرح عمر بڑھتی ہے اوس طرح فسق و فجور سے گھٹتی ہے لیکن اس موقع پر علماء نے قدرے اختلاف کیا ہے۔ بعضہ کہتے ہیں کہ گنگار کی عمر کے گھٹنے کے یہ معنی ہیں کہ اوسکی عمر کی برکت جاتی رہتی ہے بلکہ مٹ جاتی ہے۔ اور یہی قول حق اور قرین قیاس بھی ہے کیونکہ جہاں معاصی کی اور تاثیر نیشا ہد و محسوس ہوتی ہیں۔ وہاں ایک تاثیر یہ بھی ہے اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ نہیں عمر کی برکت نہیں گھٹتی بلکہ حقیقت میں عمر ہی گھٹتی ہے جیسا کہ اوس کی روزی میں محسوس نقصان واقع ہوا کیونکہ خدا تعالیٰ نے روزی میں برکت پیدا کرنے کے لیے بہت سے اسباب مقرر کیے ہیں جنسے او س میں کثرت اور بڑھوتری ہوتی ہے۔ علی ہذا القیاس زندگی میں برکت پیدا کرنے کے لیے بھی چند اسباب تھیرائے ہیں جنسے اوس میں ترقی و تکثیر ہوتی ہے۔ یہ گروہ اسباب کا بھی قائل ہے کہ جس طرح اسباب کی وجہ سے عمر کا گھٹنا جائزہ اور معقول ہے اوس طرح اسباب کی وجہ سے اوس میں زیادتی کا ہونا بھی منع نہیں ہے۔ یہ تسلیم ہے کہ روزی۔ موت۔ سعادت۔ شقاوت۔ تندرستی۔ بیماری۔ تمول۔ محتاجی۔ سب خدا کی مشیت و قضا کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہی ماننا پڑتا ہے کہ اوس نے ان چیزوں کے لیے بہت سے ایسے اسباب پیدا کر دیے ہیں جو ان کے لیے موجب اور مقتضی ہیں اور جب یہ ہے تو خدا نے بزرگ و برتر مذکورہ بالا چیزوں میں اسباب کے موجود ہوتے جیسا چاہیے تصرف کرے اور جس طرح اوسکی مرضی و مشیت ہو اپنی قدرت کو نافذ فرمائے۔ بعضہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر گھٹنے میں معاصی کی تاثیر کے یہ معنی ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے اوس کی حقیقت حیات یعنی حیات قلب فوت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کافرو کو میت غیر زندہ کہلے چنانچہ فرمایا: **أَمْواتٌ غیرٌ أَحْیاءٍ** اور جب یہ ہے تو زندگی اور حیات حقیقت میں مل ہی کی حیات ہے اور ان کی عمر اوسکی مدت حیات کا نام ہے۔ پس جیتک اوس کا دل خدا کے ساتھ زندہ ہے وہ خود زندہ ہے اور اوسکی حیات باقی ہے اور جن ساعتوں میں انسان کے دل کو حیات حاصل ہے اون ہی ساعتوں میں اسکی زندگی موجود ہے۔ پس اگر ان ساعتوں میں آدمی خدا کی

فرمان برداری میں مصروف رہے گا تقویٰ و طہارت کو عمل میں لائے گا خیرات و برات کو اڑھنا بچھونا بنائے رہے گا تو اس میں ذرا شک نہیں کہ ان اوقات میں جو اس کی عمر و حیات کی حقیقی اوقات ہیں اور انکے سوا اس کے لیے کوئی اور عمر ہو نہیں سکتی اس کی یہ بہلائی ان اور نیکیاں بڑھتی رہیں گی اور یہی معنی ہیں ترقی عمر کے۔ ان فرض جب بندہ خدا سے منہ موڑ کر گناہوں میں مشغول ہوتا ہے تو اس کی حقیقی زندگی کے ایام ضائع و برباد ہو جاتے ہیں جب اس سے کل قیامت کے روز سخت حسرت و افسوس ہوگا اور علی ایسے الہامی کلمات ہی حسرتناک لکھیں گے یا کہیں ہی قَدَمْتُ بِحِیَاتِی۔ یعنی اے کاش میں اپنی اس آخرت کی زندگی کے لیے پہلے سے اعمال نیک کا کچھ زائد بنا کر بچتا۔ اب آدمی حلال سے خالی نہیں یا تو اسے باوجود استغراق گناہ کے دینی و دنیوی مصلحتوں پر اطلاع ہوگی یا نہیں اگر اسے ان مصالح پر اطلاع نہیں ہے تو یوں سمجھ لیں چاہیے کہ اس نے اپنی تمام عمر ضائع و برباد کر ڈالی اور اس کی حیات باطل و انگان گئی اور باوجود گناہوں میں مصروف ہونے کے دنیاوی و اخروی مصالح کا بھی خیال ہے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ موجودہ موانع کی وجہ سے اس پر یہ رستے کرنا بہت مشکل ہے اور چونکہ وہ اسباب خیر کی مخالف اور متضاد باتوں میں مشغول ہے اس لیے خیرات و برات کے اسباب اس سے حاصل کرنے نہایت دشوار و متعسر ہیں اور یہی معنی ہیں اس کی حقیقی عمر کے گھٹنے کے۔ خلاصہ یہ کہ ان فی زندگی اس کی مدت حیات کا نام ہے اور اس حیات کا اس سے اس وقت تک حاصل ہونا ناممکن ہے۔ جب تک خدا کی طرف پوری توجہ نہ ہو اس کی محبت و ذکر سے مدد نہ ملے تو اس کی مرضیات و خوشنودیوں کا پورے طور پر جو یاں نہ ہو

فصل ۱۵

منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ معصیت کا ایک بیج گناہ کی کہتی ہیں اپنی جیسی بہت سی معصیتیں ادا دیتا ہے اور ایک گناہ سے دوسرا۔ دوسرے سے تیسرا پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک بندہ کو اس سے مفارقت کرنا اور انکی مستحکم و مضبوط جڑوں کو مٹا دینا سخت مشکل پڑ جاتا ہے۔ جبکہ بعض سلف کا بیان ہے کہ گناہ کی سنرا ایک تو یہ ہی ہے کہ جب کوئی شخص بڑائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے پیچھے دوسری بڑی برائی فوراً لگی چلی آتی ہے اور نیکی کا ظاہری ثمرہ یہ ہے کہ ایک نیکی عمل میں لائے ہی دوسری نیکی اس کے بعد میں خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ بندہ جب کوئی نیکی کام

کرتا ہے تو اس کے پہلو میں سے دوسری نیکی بولتی ہے کہ بندہ خدا مجھے ہی عمل میں لے آیا اور جب وہ اسے بھی بچاتا ہے تو تیسری نیکی اس طرح کہتی ہے یہاں تک کہ دو تک ہی سلسلہ چلا جاتا ہے نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں اور لطف و مہربانی جاتا ہے اور یہی حال برائیوں کا ہے یہاں تک کہ طاعتیں اور معصیتیں انسان کی طبیعت ثانیہ اور صفات لازمہ اور ملکات ثابۃ اور ہیئات ماسخہ ہو جاتی ہیں یعنی دونوں فعل اس سے بلا تکلف عادتہ صادر ہونے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ طبیعت میں وہ رسوخ ہو جاتا ہے کہ سب طرح جہلی عادت کا چوڑا شکل ہوتا ہے اس طرح انکا ترک کرنا شاق و گران ہوتا ہے۔ اگر محسن اور نیکو کار سے ایک طاعت ترک ہو جاتی ہے تو اوپر اسکا نفس تنگ ہو جاتا اور ایک جہان اسکی نظروں میں تیرہ و تاریک نظر آتا ہے زمین باوجود وسعت و فراخی کے اوپر سر تنگ ہو جاتی ہے اور آسمان سے آفات کے لشکر ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اپنے آپکو ایک مچھلی جیسا پاتا ہے کہ جب تک پانی سے علیحدہ رہتی ہے مضطرب و بے قرار رہتی ہے اور جب پانی میں چلی جاتی ہے تو اسے سکون و اطمینان نصیب ہوتا اور خوشکی و ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح اگر کوئی مجرم اور گنہگار گناہ کرنا چھوڑ دیتا اور طاعت پر متوجہ ہوتا ہے تو اسکا نفس تنگی کرتا اور سینہ بچ جاتا ہے اور جب تک پہرا وہی گناہ کو عمل میں نہیں لے آتا تمام رستے بند پاتا ہے۔ اکثر فحاش و فجار کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بغیر کسی لذت پانے اور بدون اسکی طرف خواہش و داعیہ پیدا ہونے کے معصیت کے گڑبے میں گر پڑتے ہیں اور اسکی صرف یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے جداریتہ کی سبب سخت تکلیف اٹھاتے ہیں جیسا شیخ القوم حسن منہائی نے ایک مقام پر اسکی تصریح کی ہے فرماتے ہیں **وَمَا هِيَ شَرٌّ عَلَى الذَّنْبِ وَلَا أَخْرَى لَدَا دِيْنِنَا**۔ یعنی شراب کا پہلا ساغر تو دین لذت کے لیے چڑھا گیا اور دوسرا ساغر سے میں نے اس کا علاج کیا۔ ایک اور مصلح قوم فرماتا ہے **وَكَاثِبَةٌ دَوَائِيٌّ وَجَنَّتْ دَوَائِيٌّ وَجَنَّتْ دَوَائِيٌّ شَارِبُ الْخَمْرِ لَمْ يَمْنَعْ شَرَابَ كَاسِيَالِهِ مِرَّةً مَرَّةً كِي دَا** مگر لیکن حقیقت میں جب غور سے دیکھا گیا تو مجبذہ مرض کی لوٹ تھی جسنا پھر شراب کے پینے والے شراب ہی سے اپنے مرض کا علاج کرتے ہیں۔ غرض کہ خدا کے نیک بندے ہمیشہ طاعت میں مصروف رہتے اور اس سے محبت و الفت کرتے رہتے ہیں اور بندہ گناہوں پر سدا ترجیح دیتے ہیں یہاں تک خدا کا اپنی رحمت و فضل سے ان کے پاس فرشتے پہنچا جو انہیں ہر وقت پہلائی اور طاعت خداوندی

اُگاتے رہنے اور ترغیب دیتے رہتے ہیں جب وہ فرش پر سو جاتے ہیں یا کسی مجلس میں بیٹھے ہیں تو یہ سحر اور بہین خواب گاہ سے اُٹھاتے اور مجلس سے علیحدہ کر کے طاعت الہی میں مصروف کرتے ہیں۔ بخلاف انکے خدا کے گنہگار بندے ہمیشہ معاصی کو دوست رکھتے اور ان سے انسیت و الفت برتتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ ان پر شیاطین کو مسلط کر دیتا ہے جو انہیں برائیوں اور نازیبا کاموں کے عمل میں لانے کی ترغیب دیتے اور ظلم و ستم برپا کرنے پر ابھارتے اُگاتے رہتے ہیں پس پہلا گروہ طاعت کے لشکر کو تقویت پہنچاتا اور اوکلی مدد کر کے مستحکم و قوی بناتا ہے اور فرشتے اُس کے بہت کچھ اعوان و انصار بجاتے ہیں اور دوسرا گروہ معصیت کے لشکر کو قوت پہنچاتا ہے اور شیاطین اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔

فصل ۱۶

متنبیؒ ایک ہے کہ خدا کی نافرمانیاں آدمی کے دل کو نہایت ضعیف کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا اس وقت اس کا ارادہ معصیت تدبیر یا توبہ ہوتا اور ارادہ توبہ آہستہ ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کے دل سے توبہ کا غم بالکل نکل جاتا ہے اور وہ کہی ہوئے سے ہی اس طرف رجوع نہیں کرتا (اور کیفیت بندہ کے حق میں نہایت ہی خطرناک اور خون رولانے والی ہے) ایسے شخص کے بدن کے نصف حصہ کا بھی اگر دم نکلیا جائے تب بھی اُس کی طرف رجوع نہیں لاتا۔ اور یہ نہیں جانتا کہ توبہ اور استغفار کیا چیز ہے۔ چھوٹے لپاٹی لوگ اکثر زبان سے توبہ کیا کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں معصیت کی محبت قائم و دائم رہتی ہے اور اُنکی طبیعتیں گناہوں پر مصر رہتے ہیں ان میں اس بات کا غم یا جزم کوٹ کوٹ کر نہ رہتا جاتا ہے کہ جب گناہوں کے عمل میں لانے کی قدرت پائیں فوراً ان میں کوئی دُچرین اور اکثر گناہگاروں کی یہی کیفیت دیکھی گئی ہے۔ یہ ایک ایسا زہریلا اور قاتل مرض ہے جو تمام امراض سے زیادہ خطرناک اور ہلاکت کے بہت قریب ہے۔

فصل ۱۷

متنبیؒ ان کے ایک یہ ہے کہ گنہگار کے دل سے گناہ کی بُرائی بالکل نکلی جاتی ہے اور وہ اس سے ایک معمولی اور عادی بات سمجھنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کو اپنی بدکرداری پر مطلع پاتا

اور جانتا ہے کہ لوگ مجھے گناہ کرتے دیکھتے اور میرے بارہ میں جا بجا چپا کرتے ہیں تو یہی وہ اسباب کو بُرا نہیں جانتا اور اسکا بدکردار نفس کہہی اس پر انکار نہیں کرتا بلکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کا تہنک ارباب فسوق کے نزدیک غایت درجہ کی خوشی کا باعث ہوتا ہے اور اسی بچائی اور پردہ دہی کو وہ پوری لذت سمجھتے ہیں یہاں تک ایک دوسرے پر معصیت کو فخر اظاہر کرتا اور جو شخص اس کے حال واقف نہیں ہوتا یہ اوس سے بیان کرتا ہے کہ اے فلاں مین نے فلاں عورت سے زنا کیا فلاں کان سے شراب پی فلاں سودا گر کی کوٹھی میں لقب لگائی۔ اور اس قسم کے آدمی اون مجرموں کے زمرہ میں داخل ہیں جنکے گناہ کسی معافی نہیں کیے جاتے اور اون کے لئے غالباً تو بہ کی راہیں بند اور اوس کے لئے دروازے بند ہوتے ہیں جیسا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کل من اخطی عن عاصیہ الا انھا اھربت الی میری تمام امت کے گناہ کو معاف کر دیئے جائیں گے لیکن جو لوگ گناہ کر کے اور مین سے اون کا اظہار کریں گے وہ معفو نہ ہوں گے۔ منجملہ اون کے ایک یہی اظہار ہے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کی پردہ پوشی کرے اور وہ اپنے نفس کی فضیلت کے درپے ہو کر لوگوں سے کہتا ہے کہ اے فلاں مین نے فلاں فلاں گناہ کیے پس وہ اپنے نفس کا تہنک کرتا ہے حالانکہ خدا نے رات بھر اوسکی پردہ پوشی کی۔ منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ عاصی مین سے ہر ایک معصیت اون گذشتہ امتوں میں ایک نہ ایک امت کی میراث ہے جنہیں خدا تعالیٰ نے اوس معصیت کی مشامت و نحوست سے ہلاک کر مارا مثلاً لو اطت قوم لوط کی میراث ہے جسکی وجہ سے خدا نے اسے غارت کیا اپنا حق لیٹے وقت بیشی اور دوسروں کو دیتے وقت کمی کرنا قوم شعیب کی میراث ہے جسکی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئی زمین مین فنا و فساد قوم فرعون کی میراث ہے۔ نخوت و تکبر قوم ہود کی میراث ہے تو اب جو شخص کسی معصیت مین مبتلا ہو گا وہ ضرور گذشتہ امتوں مین سے کسی نہ کسی امت کے لباس سے اپنے بدن کو سجالے گا اور یہ ظاہرات ہے کہ وہ سب کے سب دشمنان خدا تھے۔

عبداللہ بن احمد کتاب الزہد مین اپنے والد مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ خدا نے انبیاء بنی اسرائیل مین سے ایک نبی پر وحی کی کہ تم اپنی قوم سے کہدو کہ میری دشمنوں کے گہروں مین داخل نہ ہوا و میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنو اور میرے دشمنوں کے گہروں پر سوار نہو میرے دشمنوں جیسے کہانے نکھاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو جیسے وہ میرے دشمن تھے تم ہی ویسے ہی میرے

ہتمن تہرہ کے مستند امام احمد بن حنبلہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے آگے تلوار دیکر پہنچا گیا ہوں جسے میں اپنے کندھے سے اوسوقت تک اوتا رہا جبوقت تک خدائے وحدہ لا شریک کی پرستش نہ کی جائے اور خدا نے میرا رزق میرے نیزہ کے ساتھ میں مقرر کیا ہے اور ذلت و حقارت اور لوگوں پر مسلط کی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور جو کسی قوم کی مٹ بہت اختیار کرے گا وہ اسی میں شمار کیا جائیگا

فصل ۱۸

متحجلہ اونکے ایک یہ ہے کہ معصیت ذلت و حقارت کا سبب ہے یعنی گناہ گار بندہ آگے نہایت بے قدر و ذلیل ہوتا اور اسکی آنکھوں سے گر جاتا ہے۔ حسن بصری کا قول ہے کہ گناہ گار بندے خدا کے آگے نہایت ذلیل ہیں اسی وجہ سے بتلائے معصیت ہوئے کیونکہ اگر اونکی خداوندی درگاہ میں کبھی عزت ہوتی تو انہیں عصمت کی توفیق عنایت کرتا اور حبیب خدا کی نظر عنایت سے گر جاتا ہے تو پھر اسے کوئی عزت نہیں دیتا جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن مجید کے ایک موقع پر فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْفِتْنَةَ يَكُنْ مِنَ الْغَايِبِينَ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کی ذلیل کرتا ہے اسے کوئی عزت نہیں دلیسکتا۔ حاجتمند اور اہل ضرورت اگرچہ خدا کے نافرمانوں کی اپنی ضرورت کے وقت ظاہر میں اونکی عظمت کرتے یا اونکے شر و فساد سے بے خوف رہنے کی غرض سے وقت کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ذرا وقعت نہیں ہوتی اور انہیں نہایت حقیر و ذلیل جانتے ہیں۔ متحجلہ ان کے ایک یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ مرتکب گناہ ہوتا اور آخر کار اسکی یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ وہ گناہ کو نہایت خفیف و آسان کام سمجھنے لگتا اور گناہ اوسکے دل میں بہت ہی چھوٹا اور حقیر معلوم ہونے لگتا ہے اور یہی علامت ہے غارت و بربادی ہونے کی کیونکہ گناہ جس قدر بندہ کی نظر میں حقیر و صغیر ہوتا ہے اوس قدر خدا کے نزدیک بڑا اور عظیم گناہ ہوتا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے جب کوئی گناہ سرزد ہوا تو وہ اس گناہ سے ایسا خائف و ترسان ہوتا ہے کہ گویا پہاڑ کی جڑ میں کڑا ہے اور وہ عنقریب اسپر ڈھے پڑنے والا ہے اور فاجرا اپنے گناہ کی ذرا پروا نہیں کرتا اور اسے ایسا دیکھتا ہے کہ کبھی ناک نہی اور ذرا اشارہ کرنے سے اور گئی۔

فصل ۱۹

منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گنہ گار کے گناہ کی نحوست نہ صرف اسی کی طرف عود کرتی ہے بلکہ بے گناہ لوگوں اور جانوروں کی طرف بھی عود کرتی ہے۔ پس خود وہ اور اوس کے علاوہ اور بے گناہ معصیت و ظلم کی مشامت جیکر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حُبابی (ایک بے گناہ جانور ہے جسے شوات کہتے ہیں) اپنے گھونسلے میں ظالم کی نحوست ظلم سے جان دیدیتی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ جب بارش بند ہو جاتی اور قحط پڑ جاتا ہے تو چار پائے گئے گار بنی آدم پر لعنت کرتے ہیں اور اپنی زبان میں باہم کہتے ہیں کہ آج یہ روز سیاہ بنی آدم کے گناہ کی نحوست سے پیش آیا۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ چار پائے اور حشرات الارض۔ بیان تک کہ کہنیکچورے اور بچھو کہتے ہیں کہ بنی آدم کے گناہوں سے ہم پر بارش بند کر دی ورنہ یہ سختی و شدت ظہور میں نہ آتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ گنہ گار کو نہ صرف اوس کے گناہ ہی کی سزا ملتی ہے بلکہ اس پر بیگناہوں کی پٹکاو لعنت کا پلندہ پڑتا ہے۔

فصل ۲۰

منہج اولن کے ایک یہ ہے کہ معصیت ذلت و خواری کو واجب کرتی ہے کیونکہ ہر طرح کی عزت و وقعت خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْغَزَاةَ فَلْيَغْزَا جَمِيعًا یعنی جو شخص عزت کا طالب ہے اوس سے کہہ دیا جائے کہ ساری عزت خدا کے لیے ہے جو جس سے خوش ہوتا اوس سے عزت دیتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو تمام عزت خدا ہی کے واسطے ثابت ہے تو اوس کی فرمانبرداری اور طاعت کے وسیلہ سے اوس سے طلب کی جائے کیونکہ خدا الٰہ عزت اس کی عطا ہی حاصل ہو سکتی ہے بعض سلف درگاہ خداوندی میں یوں دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِي بِطَاعَتِكَ وَلَا تَذِلَّنِي بِمَعْصِيَتِكَ یعنی بار خدا یا مجھے اپنی طاعت سے عزت دے اور اپنی معصیت سے ذلیل نہ کر۔ حسن بصری کا قول ہے کہ گنہگاروں کی بارگاہوں سے اگرچہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں اور عمدہ خچروں کی ہنسنائی کی صدا میں کان میں پہنچیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ معصیت کی ذلت اون کے دل میں کبھی مفارقت نہیں کرتی۔ خدا نے اپنے نافرمانوں کی ذلت و خواری کا ناطق حکم لگا دیا ہے۔ علیہ بن مبارک کیا ہی خوب فرماتے ہیں سَ رَأَيْتُ الذُّنُوبَ حَيَاتٍ اَتْلُوْبُ بِهَا وَكَذَلِكَ يُورِثُ الذُّلَّ اِذَا مَاتَ اَمَّا وَكَرِهْتُ الذُّنُوبَ حَيَاتٍ اَتْلُوْبُ بِهَا وَخَيْرُ النَّفْسِ اَمْنًا وَهَلْ اَمْسَكَ النَّفْسُ

اَلَا لَمَلُوْكَ مَوْتٌ وَتَحْبَاثُ وَاَوْفُوْا مَبَاهِطًا يَخْضَعْنَ لِيْ كُنَا هُوْنَ كُوْدِيْجَا اور پھر یہ کیا کہ وہ دونوں کو مردہ کر دیتے اور
اون پر میری ذلت و خواری کو دوا واجب کرتے ہیں گناہوں کا چھوڑ دینا حقیقت میں دلوں کی زندگی کا
باعث ہے اور تیرے نفس کے لئے بھی بہتر ہے کہ گناہوں کو ترک کر دے دین کو بادشاہوں اور بزرگواروں
درہبان کے تباہ کر ڈالا

فصل ۲۱

منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ معاصی سے عقل بگڑ جاتی ہے کیونکہ عقل کے لئے ایک نور اور معصیت نور عقل
کو بھرا دیتی ہے اور جب عقل کا نور بھبھاتا ہے تو وہ ضعیف و ناقص رہ جاتی ہے اور یہی معنی میں عقل
کے بگڑ جانے کے بعض سلف کا قول ہے کہ جب کوئی شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ
اوس کے پاس عقل ہو پینے گناہ میں وہی مبتلا ہوتا ہے جسکی عقل غائب ہو جاتی ہے اور بالکل ظاہر
ہے وجہ یہ کہ اگر عقل حاضر ہوتی تو اسے از کتاب معاصی سے ضرور مانع آتی۔ اور جب گناہ کا رنج
قبضہ اور اس کے فہر کے نیچے ہر وقت دبا ہوا ہے اور وہ اس کے حال سے ہر وقت مطلع ہے اس کے قریب ہر وقت
اوسے دیکھتے اور اس کے ساتھ حاضر رہتے ہیں۔ اور ہر وقت عقاب قرآن منع کر رہا ہے اور ہر وقت اعطایمان
گناہ سے باز رکھنے کا سبق دے رہا ہے ایک جانب وہ اعطاموت خوف دلاتا ہے دوسری طرف وہ اعطایمان
نار سمجھا رہا ہے تو اسکی اس غفلت اور غفلت کے وقت مبتلا کے گناہ رہنے پر سخت افوس ہے ۔
جس شخص کی دین و دنیا کی ہبلائی معصیت کے سبب فوت ہو جائے تو گو اسے بے انتہا تہول و
عیش حاصل ہو مگر حقیقت میں ڈر اسرور و لذت حامل نہیں ہوتا اور کبھی کسی بات میں غرہ ہی نہیں
آتا تو باوجود ان بے شمار نعمتوں اور انگشت خوار یوں کے صاحب عقل سلیم کا ہرگز کام نہیں کہ گناہ
پر پیش قدمی کرے

فصل ۲۲

منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ جب گناہ پے در پے اور متواتر کیے جاتے ہیں تو گناہ گار کے دل پر خدا کی طرف سے
مہر لگ جاتی ہے اور وہ غفلتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بعض سلف نے خدا کے اس قول مَلُوْا فَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
فَلَمَّا كَانَتْ اُولٰٓئِکَ حَتَمًا مِّنْ دُوْنِ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ کے تحت میں کہا ہے کہ دلوں پر رنگ لگنے کے یہ معنی ہیں کہ قابل نہیں
رہتے اور اسکی وجہ یہ ہوئی ہے کہ جب گناہ پے گناہ کیے جاتے ہیں تو انکی سیما ہی تمام دل پر چھائی جاتی ہے

اور حسن کہتے ہیں کہ گناہ پر گناہ کرنا زنگ ہے یہاں تک کہ دل اوندھا ہو جاتا ہے ایک اور فاضل کا قول ہے کہ جب گناہ اور معاصی کثرت جمع ہو جاتے ہیں تو سارے دل پر محیط ہو جاتے ہیں اور اسکی اصل یہ ہے کہ دل معصیت کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتا ہے اور جس قدر گناہ کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ زنگ کو غلبہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ غلاف سا اوپر چھپا جاتا ہے۔ زان بعد پر اس میں زیادتی اور غلبہ شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ دل موٹی جہلی اور پردہ میں چھپ جاتا ہے اور اسی کو طبع اور قفل اور ختم کہتے ہیں۔ پھر اگر یہ حالت ہدایت اور بصیرت کے بعد پیدا ہوتی ہے تو دل بالکل اوندھا ہو جاتا ہے اور کچھ حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر جم جاتا ہے اور اسوقت یہ شخص اپنے دشمن کو دوست رکھتا ہے کہ وہ جہان چاہتا ہے اسے متوجہ کرتا ہے۔

فصل ۲۳

مبجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ گناہ بندہ کو خباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کے تحت میں داخل کر دیتے ہیں کیونکہ آپنے معاصی اور انکے علاوہ ان جرموں پر لعنت کی ہے جو ان سے زیادہ سخت اور سنگین ہیں اور جب یہ ہے تو تکب معاصی بطریق اولیٰ لعنت کے نیچے داخل ہو گا دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کے گونے والی اور گودانے والی عورت اور بال ملانے والی اور جس کے بالوں میں بال لکھا ہے گئے ہوں اور چہرہ وغیرہ پر سے بال چھننے والی اور چوٹی والی اور ناتون کو خوبصورت بنانا والی اور عورتوں پر لعنت کی ہے۔ سود کے کہانے والے اور کہلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور گواہ پر لعنت کی ہے۔ مطلقہ عورت سے حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے۔ پیغمبر صاحب لے لے والوں پر لعنت کی ہے جو شے کو لعنت کی ہے۔ شراب گئے پینے والے پلانے والے نچوڑنے والے اور سخر پڑنے والے لیسے چھنے والے خریدنے والے اور کسی قیمت کہانے والے اور پھانے والے اور جسکی طرف اٹھائی گئی ہو وہاں پر لعنت کی ہے۔ زمین کی علامات و نشانات جو مسافروں کے لئے نصب کیے جاتے ہیں اولیٰ کا ہتھ کر دینے والا طعون ہے جیسے اسکے مان باپ نے لعنت کی ہو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر لعنت کی ہے۔ جو شخص کسی جاندار اور ذی روح کو نشانہ بنا کر اوپر تر چلائے اسے حضرت علیؑ نے بلعین کہا ہے۔ مردوں میں سے جو مرد چھوٹا اور عورتوں میں سے مرد کی مشابہت اختیار کرنے والیوں کو اپنے لعنت کی ہے۔ جو شخص غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے اوپر لعنت کی ہے۔ جو شخص

دین میں کوئی نئی بات نکلے یا بدعتی کو پناہ دے اوپر لعنت کی ہے۔ مقصود ن پر لعنت کی ہے۔ نوٹ محمدی با نون پر لعنت کی ہے۔ مان باپ کو سب و شتم سے یاد کرنے والی اولاد پر لعنت کی ہے نابینا شخص کو راہ سے بچا دینے والے پر لعنت کی ہے۔ چار پائے سے حمل کرنا پر لعنت کیا ہے۔ جانور کے چہرہ پر دلغہ ڈالنے پر لعنت ہے مسلمان کو نقص پہنچا اور اسے مکر و حیلا کرنا پر لعنت قبر و مکی زیارت کرنے والی عورتوں اور اون پر مسجد بنانے والوں اور وہاں چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے جو شخص جو ر و خاندن میں فساد ڈلوئے یا غلام و نوٹھی کو اس کے آقا سے باغی بنانے کی کوشش کرے اوپر حضرت نے لعنت کی ہے۔ جو شخص عورت سے بچھے کی جانب جماع کرے اوپر لعنت کی ہے۔

جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے بچھونے سے الگ ہو کر رات گزارتی ہے اوپر شام سے صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ جو شخص اپنے تئیں اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے پیغمبر خدا نے اوپر لعنت کی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے ہمسائی مسلمان کی ہتھکڑی سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اوپر لعنت کا مینہ برساتے ہیں۔ صحابیوں کے بڑا کہنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ جو شخص زمین میں فتند و فساد برپا کرتا ہے یا قطع رحمی کرتا ہے۔ یا خدا اور اس کے رسول کو تکلیف دینا اپہونچا تا ہے اوپر خدا لعنت کرتا ہے۔ خدا کے اوتارے ہوئے دلائل و ہدایات کے چھپانے والوں پر خدا نے لعنت کی ہے۔ پاکدامن اور غافل ایماندار عورتوں کو محسوس و زنا کی تہمت لگانے والوں پر خدا نے لعنت کی ہے اور کافروں کی راہ کو مسلمان فی کے طریقہ سے زیادہ راہ یاب بنانے والوں پر خدا نے لعنت کی ہے جو مرد ہو کر عورتوں کا لباس پہنے اور عورت ہو کر مرد کے کپڑے پہنے ان پر آنحضرت نے لعنت کی ہے۔ رشوت دینے والے اور لینے والے کو اور جو بیچ میں واسطہ ہے سب کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ علاوہ اسکے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے پس اگر مرتکب معاصی اون لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونا نہیں چاہتا جن پر خدا اور اس کا رسول اور فرشتے لعنت کرتے ہیں تو یہ بیان اسے گناہوں سے چھوڑنے میں بہت بڑا اثر پیدا کرے گا۔

فصل ۲۴

منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ نافرمان آدمی جناب رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرشتوں کی دعا سے محروم و بے نصیب رہتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو حکم فرمایا ہے کہ مومن مرد و او

عورتوں کے لئے بخشش مانگو اور ان کے واسطے دعائے مغفرت کرو اور فرشتوں کی نسبت یوں ارشاد ہوا کہ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ اللَّهُ مَنْ صَلَّاهُ مِنْ أَجْلِهَا أَذْوَاجًا مُوَدَّعِينَ بِآيَاتِهِ لَكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَفِي السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یعنی جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد گرد (یعینات) ہیں (ہمہ وقت) اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے اور اوپر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں کسے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے جو لوگ تیری جناب میں توبہ کرتے اور تیرے دین کے رستہ پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور نیز ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا دے ہمارے پروردگار اوہ نہیں بہشت کے ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہی ایجاد اہل کر چکا تو نہ ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو جو نیک ہوں ان کو بھی بیشک تو ہی زبردست اور حکمت والا ہے اور ان کی قیامت کے دن ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ رکھا اور جسکو تو اس دن خرابیوں سے محفوظ رکھے گا تو اسے ہر توبہ سے اپنا بڑا ہی فضل کیا اور توبہت بڑی کامیابی ہے۔

پس فرشتوں کی یہ دعاؤں یا نذرانوں کے حق میں ہے جو ہمیشہ توبہ کرتے رہتے اور رسول خدا کی سنت۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر چلتے اور ان دو چیزوں کے علاوہ اور کسی کو اپنا رہبر و ہدایت نہ مانہیں سمجھتے۔ اور جب یہ ہے تو اس دعا کی قبولیت کی وہی امید و طمع کر سکتا ہے جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہو چکی وجہ سے اس کے لئے دعا کی جاتی ہے اور جن میں وہ صفین موجود نہ ہوں اس سے اس کی امید کرنا فضول اور نہایت بے سود ہے۔

فصل ۲۵

معاویہ کی سزاؤں میں وہ ادنیٰ سزائیں ہیں جنہیں امام بخاری نے صحیح بخاری میں عمرہ بن عبد بن حذاف کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابیوں سے اکثر فرمایا کرتے تھے

کیا تم میں سے کوئی گج کوئی خواب دیکھا ہے اس پر شخص خواب دیکھتا ہوا وہ آپ سے بیان کر دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صبح کو اپنے ہم سے فرمایا کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ دوسرے میرے پاس آئے اور مجھے اوٹھا کھڑا کیا اور کہا چلیے چلیے میں اُن کے ساتھ چل کھڑا ہوا جس کے ہم قیون آدی ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک شخص جت لیا ہوا ہوتا اور دوسرا شخص اوٹھے سر پر ہتھ لے کھڑا ہوتا۔ یہ شخص بار بار ہتھ سے اوسکا سر کھینچتا ہے جب اسے ہتھ مار دے تو ہتھ کے ساتھ اوسکا سر ڈھلک جاتا ہوا ہوا شخص ہتھ اوٹھانے چلا جاتا ہے لیکن ہتھ بٹ کر نہیں آتا کہ اوسکا سر چڑ جاتا اور جیسا کا میتا درست و صحیح ہو جاتا ہے یہ شخص ہر اسی طرح ہتھ مارتا ہے اور اوسکا سر ہر یون ہی ڈھلک جاتا ہے اس پر میں نے متعجب ہو کر اُن دونوں شخصوں سے جو میرے ساتھ تھے کہا سبحان اللہ یہ دونوں شخص کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ آگے چلیے چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص پر سے گزرے جو اندھا لیا ہوا ہوتا اور دوسرا مرد ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لے کھڑا ہوا یہ شخص اُس لیے ہوئے شخص کے پاس آتا اور آنکڑا ایک طرف گل پھرتے ہیں ڈاکڑا سے گدی تک برابر چیر ڈالتا ہے پھر ناک کے نیچے اور آنکھ کے حلقے میں ڈاکڑا سیدھ طرح گدی تک چیر ڈالتا ہے اور جب اس طرف سے فارغ ہوتا ہے تو دوسری طرف آنکڑا ڈاکڑا سیدھ طرح چیر ڈالتا اور جھٹک اس دوسرے گل پھرتے کو چیرتا ہے پہلا گل پھرا بالکل چیرتا ہے اور جیسا پہلے ہوتا بعینہ لیا ہوا جاتا ہے۔ یہ شخص ہر ایسا ہی کرتا ہے جیسے پہلے کیا ہوتا اس پر بھی میں نے اُن دونوں شخصوں سے کہا سبحان اللہ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا آگے بڑھے چلے چلیے ایک گڑھے پر پہنچے جو متنور جیسا ہوتا اُس کے اندر سے کچھ بے معنی آوازیں آتی تھیں ہم نے جو اس میں جہاں لگا تو دیکھتے ہیں کہ اُس میں بہت سے ننھے مرد عورتیں آگ میں بہن رہے ہیں جب آگ بھڑکتی ہے اور شعلہ باہر نکلتا ہے تو اندر کے لوگ اونچے ہو آتے ہیں اور جب بجھنے کو ہوتا ہے تو نیچے ہو جاتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر اُن دونوں مردوں سے کہا یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا آپ آگے چلیے ہم آگے بڑھے یہاں تک کہ ایک نہر پر پہنچے جو خون جیسے پانی سے بھر نہایتی نہر میں ایک شخص غوطہ کھار رہا ہوتا اور کسار پر ایک مرد کھڑا ہوتا جس کے پاس پتروں کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا۔ نہر میں غوطہ کھانے والا شخص تیرتا اور غوطہ کھاتا ہوا صاحب اُس شخص کے پاس آتا ہے جس کے پاس پتروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور پانی سے موندھا باہر نکلتا ہے تو یہ شخص اُس کے موہنے پر ایک پتھر مارتا ہے اور وہ غوطے کھاتا ہوا اپنے اسی

مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں پہلے تھا اس کے بعد پھر وہ اس شخص کی طرف رجوع کرتا ہے جس طرح پہلے رجوع کی تھی اور یہ اسی طرح اس کے موٹے پر پتھر مارتا ہے جس طرح پہلے مارتا تھا آؤں دونوں شخصوں سے کہا کہ یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا آپ آگے چلیے چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے کریم المظرا اور بد صورت شخص کے پاس پہنچے جو سب سے زیادہ ڈراؤنی صورت رکھتا تھا یہاں آگ کا ڈیسر لگا ہوا تھا۔ شخص آگ بھڑکاتا تھا اور اس کے ارد گرد جھوم رہا تھا میں نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ یہ کریم المظرا کون شخص ہے انہوں نے کہا آپ آگے چلیے ہم وہاں سے بھی چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ایک نہایت مسر سبز و ثواب باغ پر گذر سوا جس میں ہر طرح کی نازکی اور سبکی کی روشنی پھیلی ہوئی تھی باغ کے عین وسط میں ایک لانے قد کا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کا سر آسمان سے باتیں کر رہا تھا اس کے ارد گرد بہت سے بچے بیٹھے ہیں جنہیں میں نے کبھی دیکھا تھا میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ سپر مرد کون ہے اور یہ بچے کیسے ہیں انہوں نے کہا آپ آگے چلیے۔ ہم تینوں آدمی آگے بڑھے اور ایک ایسے عظیم الشان درخت کے پاس پہنچے کہ بیٹھے اوس سے بڑا اور خوبصورت و دل فریب درخت کبھی نہیں دیکھا تھا میرے ساتھیوں نے کہا کہ آپ اسپر چڑ بیٹے چنانچہ ہم تینوں آدمی اوس درخت پر چڑھے اور وہاں سے ایک ایسے شہر میں داخل ہوئے جس کے دو دیواریں ایک چاندی اور ایک سونے کی اینٹ سے بنائی گئی تھیں ہم اوس شہر کے دروازے پر آئے اور پاس بان سے دروازہ کھولا یا اوس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور ہم شہر میں داخل ہو گئے وہاں پہنچے ایسے آدمی دیکھے جنکی بدن کا نصف حصہ تو ایسا حسین و خوب صورت تھا کہ دیکھنے والے نے کبھی ایسا دیکھا نہ ہوگا اور دوسرا نصف حصہ ایسا بد صورت تھا کہ دیکھنے والے نے کبھی ایسا بد صورت دیکھا نہ ہوگا میرے ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود ڈرو یہ نہر نہایت چوڑی چھلکی تھی اور اوس کا پانی بالکل دودھ جیسا تھا چنانچہ یہ لوگ گئے اور جاتے ہی نہر میں گر پڑے سوڑھی دیر کے سب نہر سے ٹکڑے ٹکڑے ہمارے پاس آئے ہم نے اب جو دیکھا تو اونچی وہ بد صورتی بالکل جاتی رہی اور سر سے ماؤں تک نور کے پتلے نظر آنے لگے اسپر میرے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت یہ جنت عدن ہے اور یہی ان کی منزل ہے میں نے جو آنکھیاں کھلا کر اوپر کی جانب دیکھا تو سفید بدلی جیسا ایک بڑا محل نظر آیا اسپر انہوں نے کہا یہ آپ کا مقام ہے میں نے کہا خدا تر دو نوں کو برکت عطا فرمائے مجھ ذرا کی ذرا اس محل میں جانے دو تاکہ میں اس میں داخل ہو کر خدا کی صفیت دریافت کروں

اونہوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مان غم قریب ایک زمانہ آتا ہے جس میں آپ یہاں تشریف فرما ہوں گے اس میں نے اون سے کہا کہ میں نے جو اس رات میں عجیب و غریب واقعات دیکھے ہیں اب اسے انتہا تک کی تفسیر بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ وہ کون کون لوگ ہیں میرے ساتھیوں نے جواب دیا کہ مان اب ہم اونکی تمام کیفیت آپ سے بیان کریں گے۔ ٹھیکے۔ پہلا شخص جس کا سر ہتر سے کچلا جاتا تھا یہ وہ شخص تھا جس نے قرآن پڑھا اور اس سے غافل ہو گیا اور اس کا پڑھنا چھو دیا اور فرض نماز پڑھنے سے پہلے سو گیا اور اسکے بعد جو آپ کا گذرا اس شخص پر ہوا جسکے گلہ بڑے اور انتہیے اور انہیں گندمی تک چیری جاتی تھیں وہ ایک شخص تھا جو صبح کو اپنے گھر سے نکلتا اور جہول بائیں لوگوں سے لگتا تھا اور لوگ اس سے سیکہ کر اور دن کو پہنچتے تھے یہاں تک کہ سارے جہاں میں جھوٹ مشہور ہو جاتا تھا اور آگ کے تنور میں جو اپنے نیگے مرد و عورتوں کو چلتے بیٹھے دیکھا تو وہ زانی مرد اور زانیہ عورتیں تھیں اور جس شخص کو اپنے خون کی ہر میں غوطے کھاتے دیکھا اور یہ ہی ملاحظہ کیا کہ ایک شخص اس کے منہ پر ہتر مار رہا ہے وہ بیخ خورہ تھا اور وہ کہ یہ المنظر اور بد صورت جو آگ کے ماس پیٹھا تھا اور آگ بھر کا کر اس کے ارد گرد گھوم رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ مالک نام تھا اور بارغ میں جو لائے قد کا آدمی اپنے دیکھا تھا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے ارد گرد جو بچے کھیل رہے تھے وہ بچے وہ تھے جو فطرت پر مے ہیں دبر قانی کی روایت میں یوں ہے کہ جو بچے فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اس پر بعض مسلمانوں نے کہا اے رسول خدا! امیر شکر کوئی اولاد؟ بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر شکر کوئی اللہ بھی یہی کیفیت ہے اور جس قوم کے بدن کے نصف حصہ کو اپنے خوبصورت اور دوسرے نصف حصہ کو بد صورت دیکھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نیک اور شائستہ عملوں میں برے اعمال بھی ملا دیئے ہیں خدا ان سے درگزر کیا اور ان کی برائیوں کو معاف کر دیا۔

فصل ۲۶

معاصی اور گناہوں کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ ان سے زمین میں طرح طرح کے فساد پیدا ہو جاتے ہیں مانی خراب ہو جاتا ہے سہا بگڑ جاتی ہے کشتی میں نقصان ہو پختا ہے ہلکوں میں کمی مٹتی ہے مکانات میں نحوست گھس جاتی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَطَمَسَ الْفَسَادُ فِي الْبُحْرِ۔

وَالْجَوِبُ مَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُنْزِلَهُمْ بِغَضَبٍ لَّذِي فِي عَذَابٍ لِّعَالَمٍ يُرْجَوْنَ ۝
 یعنی خود لوگوں ہی کی کرکڑوں سے کیا خشکی میں اور کیا تری میں یعنی ہر جگہ میں ہر طرح کی خرابیاں
 ظاہر ہو چکی ہیں اور اسکا ضرور ہی نتیجہ یہ ہے کہ لوگ جیسے جیسے عمل کر رہے ہیں خدا انہیں اون کے بعض اعمال
 کا مزا چکھا رہے تاکہ وہ انہی حرکات سے باز آئیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جب کسی خطہ کا حکمران ظالم ہوتا اور ظلم
 و فساد کی آگ بھڑکاتا ہے تو اسکی وجہ سے بارش بند ہو جاتی ہے اور اسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کہتی
 تباہ و غارت ہو جاتی ہے۔ جنانہ مر کہپ کر ڈھیر ہو جاتے ہیں اور چاروں طرف فساد پھیل جاتا ہے حالانکہ
 خدا فساد کو دوست نہیں رکھتا۔ یہاں تک پہنچ کر حضرت مجاہد نے اپنے دعوے کے مدلل کرنے کے لئے یہ
 آیت پڑھی ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُنْزِلَهُمْ بِغَضَبٍ لَّذِي فِي عَذَابٍ لِّعَالَمٍ يُرْجَوْنَ
 پھر فرمایا قسم خدا کی اس سے تمہاری یہ محدود دریا مراد نہیں ہیں بلکہ جو بستی جاری پانی پر آباد ہوتی
 ہے وہ بھی بھر میں داخل ہے۔ حضرت عکرمہ نے آیت ظہر الفساد فی البر والبحر پڑھ کر فرمایا کہ میں یہ نہیں
 کہتا کہ اس بحر سے تمہارے یہ دریا مراد ہیں بلکہ جس قدر بستیاں پانی پر ہیں سب کو بھر کہتا ہوں۔
 قضا وہ کہتے ہیں کہ ترے اہل عود مراد ہیں اور بحر سے گاؤں والے اور کہتی باڑی والے مراد ہیں۔
 میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے شیریں پانی کا نام دریا (بحر) رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي
 مَلَكَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُورًا سَائِبٌ شَرَابًا وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۝ یعنی وہ ایسا سا
 مطلق ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا ایک پانی میٹھا مری دار اور ایک کا کھاری کڑوا۔
 اور دنیا میں کوئی شیریں دریا ایسا نہیں ہے جسکا پانی ساکن اور تھیل ہوا ہو بلکہ اسکی نہر میں ہمیشہ
 بہتی رہتی ہیں البتہ کھاری اور شور دریا ساکن و برقرار رہتا ہے اور جب یہ ہے تو جس قدر بستیاں
 بچتے پانی پر آباد ہیں سب ان ہی پانیوں کے نام سے مشہور و معروف ہونگی۔ ابن زید آیت ظہر الفساد
 فی البر والبحر کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ گناہ کی خرابیاں تری اور خشکی میں پھیل گئی ہیں۔
 میں کہتا ہوں ابن زید کی یہ مراد ہے کہ گناہ اوص خرابی اور فساد کا سبب ہے جو زمین میں ظاہر
 ہوا ہے اور اگر اون کا یہ مطلب ہے کہ فساد جو زمین میں ظاہر ہوا ہے یعنی گناہ میں تو جسبہ
 لیند تقیم بعض الذی عملوا۔ میں لام عاقبتہ اور تعلیل کا لام ہو گا پس اگر پہلی شق کا لفظ
 کیا جائے گا تو فساد سے وہ نقص اور شر اور آلام و رنج مراد ہونگے جنہیں خدا تعالیٰ زمین میں

بندوں کے گناہوں کی وجہ سے پیدا کرتا ہے کیونکہ بندے جس قدر گناہ کرتے جاتے ہیں نئے نئے جرم اچھا کرتے جاتے ہیں خدا تعالیٰ بھی ان کے لیے نئی نئی سزائیں مقرر کرتا جاتا ہے چنانچہ بعض سلف کا بیان ہے کہ لوگوں جب تم نئے گناہ زمین پر شائع کر دو گے تو خدا تعالیٰ بھی اپنے غلبہ و قہر سے تمہارے لیے نئی نئی سزائیں اچھا کرے گا لیکن ظاہر یہی بات ہے کہ فساد سے مراد گناہ اور مروجہ گناہ ہوں کیونکہ حملہ لیز لایم جنس الذی عملوا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ الغرض جب ہم اپنی بدکرداریوں اور گناہوں سے زمین خداوندی کو ناپاک کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ ہمارے تھوڑے گناہ کی سزا ہمیں دیتا ہے اور اگر ہمارے تمام اعمال کی سزا دے تو روئے زمین پر کوئی چلنے والا باقی نہ رہے۔

خدا کی نافرمانیاں جو زمین میں ہوتی ہیں ان کی تاثیر سے زمین خسف واقع ہوتا ہے بحال اور زلزلہ آتے ہیں اور زمین کی برکتیں گھٹ جاتی ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے ہیں تو آپ کا گدڑ قوم ثمود کی بستیوں پر ہوا اپنے صحابہ کو منع کر دیا کہ ان کے گہروں میں داخل نہ ہونا مگر روٹے ہوئے اور یہ بھی فرمایا کہ قوم ثمود کی بستیوں کا پانی نہ پینا نہ ان کے کنوؤں سے پانی نکالنا یہاں تک کہ جن لوگوں نے وہاں کے پانی سے اپنے اونٹوں کے لیے آسے گوندے تھے وہ بھی اپنے بھوکا دیئے اور فرمایا کہ اس پانی میں قوم ثمود کی نافرمانی کی نحوست ملی ہوئی ہے۔ یہاں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بندوں کی شامت اعمال سے پانی میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اسے طرح پہلوں کی کمی میں شامت اعمال کی تاثیر محسوس ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جس سترین پر زیادہ گناہ ہوتے ہیں وہاں ہمیشہ پہلوں پر آفتین نازل ہوتی رہتی ہیں۔ امام احمد نے حدیث مذکورہ بالا کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے بعض خزانوں میں گہروں کی ایک پتیلی دیکھی ہے جبکا وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا جس پتیلی میں گہوڑے اوپر لکھا ہوا تھا کہ یہ گہوڑے زمین عدل میں اوگے تھے غرض کہ خدا تعالیٰ بندوں کے گناہوں کی شامت سے بہت سی بلائیں اور آفتین نازل کرتا ہے جو ان کے گناہوں سے تعلق پڑتے جاپڑتے ہیں وہ ان کی طرف سے نئی نئی آفتیں ٹوٹتی جاتی ہیں۔ خاص مجھے شیخ صحرا کی ایک متبرجاعت نے ذکر کیا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ان پہلوں سے بہت بڑے پہل دیکھے ہیں جواب مہجہ ہیں ہمارے دیکھتے دیکھتے ان میں اس قدر کمی پیدا ہو گئی جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں اور بہت سی اسی قسم کی

آفتین روز مردہ پہنچتی رہتی ہیں مگر لوگ محسوس نہیں کر سکتے اور دن بدن بلامین اور تری ہیں جبکہ اوہ نہیں علم نہیں ہوتا۔ اسی طرح گناہوں کی تاثیر پیدائش اور صورتوں میں ہی ظاہر ہے چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور دن کا قدر و پیمان میں ساٹھ ماہ تک کا ہوا اسکے بعد خلق ہمیشہ گہشتی رہی یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی جسے تم اب دیکھ رہے ہو لیکن جب خدا تعالیٰ زمین کو مستحکم گردن اور فجار و فساق اور خائون سے پاک صاف کرنا چاہے گا اور بنی آدم علیہ وسلم کی اہلیت میں سے اپنا ایک بندہ اٹھا کر اسے گا تو اس وقت تمام زمین کو عدل و انصاف اور سیرت بہرہ کے ساتھ اس سے پیشتر جو روح و ظلم سے لبریز تھی۔ مسیح علیہ السلام آسمان سے اتر کر یسوع کو قتل کر ڈالیں گے اور جس دین کو خدا تعالیٰ نے اپنے بنی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیجا ہے وہ بالکل سیدھا صاف ہو جائیگا زمین اپنی برکتیں ظاہر کرے گی اور جیسی پہلے تھی اسی طرح عود کرے گی یہاں تک کہ لوگوں کی ایک کافی جماعت ایک انار سے شکم سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں آسائش و آرام لے گی انگور کا ایک خوشہ ایک اونٹ کا بوجھ ہو جائے گا اور ایک دودھیل جانور کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہو جائیگا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حب زمین گناہوں کی بنیاد سے پاک صاف ہو جائے گی تو خدا کی طرف سے اس کی برکت کے وہ آثار ظاہر ہو جائیں گے جبکہ بنی آدم کے کفر و گناہوں کی نحوست نے مٹا دیا تھا اور اس میں فرا شک نہیں کہ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں کے ہلاک کرنے کے لیے زمین پر نازل فرمائے ان کے بقیہ آثار زمین میں جاری و ساری ہو گئے اب بنی آدم اوپر کثرت سے گناہ کرتے ہیں تو وہ آثار پہر عود کرتے ہیں پہر گناہ گاروں کو بڑے گناہ کی ٹری سزاؤں خفیف جنایت کی خفیف سزا ملتی ہے اور اسی طرح خدا تعالیٰ علم ہدایت اور اجر و ثواب میں اپنی مخلوق کے مابین حکم فرمائیگا انسان کو شیطاں کی ہمارت سے ہمیشہ بچنا چاہیے کیونکہ جب وہ کسی بندے سے نزدیک ہوتا ہے تو ہر طرح سے اس پر غالب و مستولی ہو جاتا ہے اور اس وقت اس کی عمر اس کے عمل اور اس کے قول اور اس کے رزق سے برکت چھین لیتی ہے بخلاف اسکے جب کسی شخص کی فکر و فرمانبرداری کا اثر زمین میں پہنچا جاتا ہے تو ہر محل سے برکت چھین کر اوستقام پر جمع کر دی جاتی ہے جہاں اس کی طاعت کا ظہور ہوا تھا۔

منزل و مسکن میں گناہوں کی شامت کا اثر یہ ہے کہ گناہ کا ٹھکانہ دوزخ ہے جہاں کسی قسم کی شامت

اور رحمت و برکت نہ ہوگی۔

فصل ۲۷

خدا کی نافرمانیوں اور معاصی کی سزاؤں میں سے ایک یہ سزا ہے کہ گناہ انسان کے دل میں سے غیرت کی آگ بجھا دیتے ہیں جو ان کی زندگی اور اس کی صلاح و درستی کے لئے بالکل ویسی ہی ہے جیسے بدن کے لئے حرارت و غریزہ و جبہ کہ غیرت کی حرارت و آگ اور صفات مذمومہ اور خفاہت اور زوال کو دل سے لٹکا ہی نکال دیتی ہے جیسے شہار کی کٹھالی سونے چاندے کی میل کچل کو نکال باہر کرتی ہے اور لوہار کی ہٹی لوہے کی خباثت دور کرتی ہے پس سب لوگوں میں اشرف اعلیٰ اور قدور و محبت میں افضل و بزرگ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے حق میں اور اپنے زشتہ کینے اور خاص لوگوں کے بارے میں اور عوام الناس کی نسبت غیرت میں بہت زیادہ اور سخت ہو یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں تمام مخلوق سے زیادہ غیرت مند تھے اور خدا تعالیٰ آپسے ہی بہت زیادہ غیور ہے۔ چنانچہ صحیحین میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو میں اس سے زیادہ اور خدا مجھ سے زیادہ غیور ہے۔ بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کے خطبہ میں فرمایا کہ اے امت محمد خدا سے زیادہ غیور اور کوئی شخص نہیں ہے جب وہ اپنے کسی غلام یا لونڈی کو زنا میں مبتلا دیکھتا ہے تو اس کی غیرت کی رگ نہایت جھڑپ جھڑپ سے صحیح بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے زیادہ غیور اور کوئی نہیں ہے اس وجہ سے اس نے ظاہر و باطن کو اس قدر حرام ٹھہرایا اور خدا سے بڑا بکر معذرت کو دوست رکھنے والا بھی کوئی نہیں اس لئے پیغمبروں کو بہشت کی خوشخبری سننے اور دور کج المناک خدا بون سے ڈرانے کے لئے بھیجا۔ علیٰ ہذا القیاس خدا سے بڑا بکر معذرت و ثنا کو دوست رکھنے والا اور کوئی نہیں ہے یہی سبب ہے کہ اس نے اپنی ذات مقدس کی خود تعریف کی۔ دیکھئے اس حدیث میں طہرت (جسکی بنا کراہت قبائح پر ہے یعنی غیرت مند آدمی قبیح اور ناشائستہ باتوں کو ہمیشہ ناپسند و مکروہ جانتا اور اسے اون سے بغض و عداوت اور دلی نفرت پیدا ہو جاتی ہے) اور محبت عذر (جو کمال عدل و احسان اور رحمت و مہربانی کا موجب ہے) دونوں باتیں جمع کر دی گئی ہیں اور یہ امر صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ باوجود شدت غیرت کے اس بات کو نہایت دوست رکھتا ہے کہ بندے اپنے قصور و ن کی معذرت اس کی جناب میں نہایت غلط

کے ساتھ میرا کر لیا ہوتا ہے تو وہ گنہگاروں کی معذرت قبول فرما لیتا ہے اس طرح وہ اپنے بندوں سے
 اور چیزوں کے مرتکب ہونے کے وقت جن سے اسے نہایت غیرت ہوتی ہے مواخذہ لینے اور سزا دینے میں
 جلدی نہیں کرتا اور جب تک اور ہر تمام محبت نہیں کر لیتا اور ان کے عذرات اور نہیں نہیں سمجھا دیتا
 اور وقت تک ہلاک و برباد نہیں کرتا اس واسطے وہ اپنے پیغمبروں کو بہتجا اور کتابین نازل فرماتا
 پیغمبر اور نبین اور انکی بد انجامی سے ڈراتے اور کتابین حجت تمام کرتی ہیں اور یہی مجدد و احسان کی غایت
 اور کمال کی نہایت ہے۔ کیونکہ مخلوق میں سے جن کی غیرت بڑی ہوتی ہوئی ہے اور انکی شدت
 غیرت کے مجرموں سے انتقام لینے پر بہت جلدی اگھٹہ کرتی ہے اور جو لوگ انکی طرف معذرت کرتے ہیں
 اور ان کا بغیر عذر قبول کیے اور جنہیں عذر کی مہلت نہیں ملتی اور پھر بغیر حجت تمام کیے جہت بہر کھڑے
 اور فوراً انکے مجرموں کی سزا دیتے ہیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نفس الامر میں مجرموں کا عذر معقول
 اور قابل پذیرائی ہوتا ہے لیکن انکی شدت غیرت اس قدر مہلت نہیں دیتی کہ وہ ان کی معذرت کا
 پاس کریں اور عذر سن کر قبول کریں۔ علیٰ ہذا القیاس مخلوق میں بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں جو لوگوں
 کے بجائے ہر قسم کے عذر قبول کر لیتے ہیں اور انکی قلت غیرت اور نہیں اس قسم کی عذر قبول کرنے پر اوہارتی
 اوکساتی ہے۔ یہاں تک عذر کی رستہ نہایت وسیع اور فراخ ہو جاتا ہیں وہ جو مفید و نتیجہ بخش باتیں
 قبول عذر میں دیکھتے ہیں وہ اس کے خلاف میں نہیں دیکھتے حتیٰ کہ بہت سے مجرم قابل سزا عذر کی وجہ سے
 چھوٹ جاتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دونوں صورتیں مطلقاً افراط و تفریط سے لبریز اور
 تعریف و مدح سے خالی ہیں البتہ ان دونوں کا توسط اور میں میں قابل تعریف ہے جیسا کہ نبی
 صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض غیرت تو ایسی ہے جسے خدا دوست رکھتا ہے اور بعض غیرت ایسی ہی ہے
 جسے وہ دوست نہیں رکھتا بلکہ مبغوض و مکروہ رکھتا ہے جس غیرت کو خدا ناپسند رکھتا ہے یہ وہ غیرت
 ہے جس میں کسی طرح کا شک نہ ہو یعنی مجرم کا گناہ صاف عیان ہو اور اس سے خدا کی محارم کا تہنک
 ہوتا ہو۔ مدوح اور قابل تعریف وہ غیرت ہے جو عذر کے ساتھ مقرون ہو یعنی غیرت کی محل میں غیرت
 سے کام لیا جائے اور عذر کے موقع میں قبل عذر کو اوڑھنا چھو نہ بنایا جائے پس جو شخص ان دونوں
 باتوں کے ساتھ موصوف ہے وہ حقیقت میں مدوح اور تعریف کے قابل ہے۔
 اور چونکہ خدا تعالیٰ جامع صفات کمال ہے اور تمام مدحیہ و کمالیہ اوصاف اوکی ذات مقدس میں

بوجہ اتم موجود ہیں اس لئے وہ ہر شخص کی نسبت مع و ثنا کا زیادہ مستحق ہے اور کوئی شے نفس اور کسی طرح و ثنا
 سے جبکہ اس سے لائق ہے عہدہ برائے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یہی ہے جیسا کہ اس نے اپنے نفس مقدس
 کی تعریف و ثنا کی ہے اور اپنی ذات مبارک کو سراہا ہے۔ پس غیور آدمی خدا کے اوصاف میں کسی صفت
 عمل کر کے اس کے موافق ہو جاتا ہے اور ہر شخص صفات الہیہ میں سے کسی صفت میں خدا کی موافقت کرے گا
 تو یہ صفت اس کا نام نہ پکڑے کہ خداوندی دربار میں پہنچا دے گی اور اسے اس کی رب کے حضور میں لے جا
 داخل کرے گی رحمت خداوندی سے اسے قریب و نزدیک کر دے گی اور اس کا محبوب و دوست بنا دے گی
 پس خدا تعالیٰ جس طرح خود رحیم ہے اسی طرح باہم رحم کرنے والوں اور مہربانی سے پیش آئیوالے
 لوگوں کو دوست رکھتا ہے وہ کریم ہے اور بخشش کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے خود علیم ہے علم
 کو دوست رکھتا ہے قوی ہے اور قوی ایماندار کو دوست رکھتا ہے اس کے نزدیک قوی مومن ضعیف
 مومن سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے وہ شرم والا ہے اور اہل حیا کو دوست رکھتا ہے۔ جمیل ہے اہل
 جمال کو دوست رکھتا ہے۔ وقیع ہے اور اہل ویر کو دوست رکھتا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر گناہوں اور
 معصیتوں کی بجز اسکے اور کوئی سزا ہی نہ ہو کہ ان صفات کے مقابلہ میں گناہ گار کو انکی مخالفت میں
 لازم و واجب ہو جاتی ہیں اور خدا کی نافرمانیاں اسے ان صفات کے حاصل کرنے سے باز رکھتے
 ہیں تو یہی سزا کیا تھوڑی ہے بلکہ سچ پوچھیے تو ان صفات سے محروم و بے نصیب رہنا بہت بڑی
 شقاوت ہے اور یہی ایک بات ہے شمار گناہوں کی سزا کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ دیکھیے دل کا
 خطرہ کسی کو چھوڑ دے وقت چیز ہے جس پر شائع کی طرف سے ہی معافی کا وعدہ ہے لیکن یہی خطرہ
 تھوڑے سے انقلاب میں وسوسہ اور وسوسہ امادہ اور آزادہ عزیمت ہو جاتا ہے پہرہ عزیمت فعل
 اور فعل صفت لازم ہو جاتی ہے جو ان کی طبیعت ثانیہ اور عادت راسخہ اور ملکہ ثابہ ہو کر اسے
 دین و دنیا سے گیا گذار دیتی ہے اور جب آدمی کی یہ نوبت پہنچ جاتی ہے تو اس کا معاصی سے نکلتا
 اس قدر مشکل اور مستعد ہو جاتا ہے جیسے ان صفات سے خارج ہونا مشکل ہو تا ہے جو اسکے ذات کے
 ساتھ قائم ہو گئے ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب گناہوں سے تعلیق و ارتباط زیادہ ہو جاتا ہے تو اس کے
 دل سے غیرت و محبت نکلتا جاتی ہے اور وہ اپنی اور اپنے اہل و اولاد اور عام لوگوں کی ننگ و ناموس
 کی فدا پر و انہیں کرتا قطع نظر اسکے ایسے شخص کے دل میں اس درجہ ضعف و کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ

اب وہ شیعہ اور ناث لائے بات کو قبیح نہیں جانتا۔ اگر کوئی ناجائز بات خود اس سے سہجہ ہوتی ہے تب بھی اسے بڑی نہیں لگتی۔ دوسرے سے ظہور میں آتی تو وہی معیوب معلوم نہیں ہوتی اور جب آدمی اس حد تک پہنچ جائے تو یوں خیال کر لینا چاہیے کہ اب وہ ہلاکت کے دروازے میں داخل ہو گیا۔

پھر ایسے شخص سے یہ کہی امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ صرف گناہوں کے بڑے جاننے ہی پر اکتفا کرے گا اور اس سے آگے تجاوز نہ کرے گا بلکہ عنقریب ظلم و فواحش کو نیک اور عمدہ کام جاننے لگے گا اور نہ صرف اپنے ہی جلنے لگیگا بلکہ غیر شخص کو اسے فرین و آراستہ کر کے دکھائے گا اور عام طور پر لوگوں کو دعوت دے گا گناہوں کی رغبت دلائیگا اور اس بات میں سخت کوشش کر لیگا کہ سبط طرح اسے یہ بات حاصل ہو جائے یہی وجہ ہے کہ شیعوں کی تمام مخلوق میں اجنت اور جنس و ناماک ہے اور سہر جنت حرام ہے اور وہ اس کی لذت و مبارک نعمتوں سے محروم و بے نصیب ہے۔ (سبط طرح جو شخص اپنے غیر کے لیے ظلم و بے حلال کرتا اور ان دونوں جہانوں باتوں کو اسے آراستہ و پیراستہ کر کے دکھاتا ہے اور بھی جنت حرام ہے تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ آدمی کو اس حد تک کس چیز نے پہنچایا اور اس پر انجامی ادا عاقبت اندیشی پر کس نے برا بھلا کیا؟ اسی قلت غیرت نے اسی بے شرمی و بے شرمی میں جیسا کہ قریرہ بالا گو یا اس دعوے کی دلیل ہے کہ اصل دین غیرت کا نام ہے اور یہ کلیہ بالکل درست ہے کہ جس میں غیرت نہیں اوسکا دین نہیں۔ غیرت دل کو زندگی بخشتی اور اسے چاق و چست بناتی ہے اور دل کی زندگی و توانائی سے اعضا و جوارح میں زندگی اور قوت و تازگی پیدا ہو جاتی ہے پس اس وقت آدمی کی غیرت ہر قسم کی برائی اور فواحش کو دور کرتی ہے اور بے غیرتی دل کو مار مارتی ہے اور دل کے مرنے سے تمام اعضا مر جاتے ہیں تو اس وقت آدمی کے پاس کوئی ایسی قوت اور آلہ باقی نہیں رہتا جس سے معاصی و فواحش کے لشکر کو شکست دے سکے۔ غیرت دل کے حق میں بالکل ویسی ہی ہے جیسے مرض کے حق میں قوت کہ جب تک جسم میں قوت باقی رہتی ہے وہ مرض کا برابر مقابلہ کرتی اور اسے دفع کرتی رہتی ہے لیکن جب قوت گہٹ جاتی ہے یا بالکل جاتی رہتی ہے تو مرض ایک قابل مقام پالیتا ہے اور چونکہ کوئی دافع نہیں پاتا اس لیے بچے گڑو کر قابض ہو جاتا ہے اور مریض زلیست سے مایوس ہو کر بہت تھوڑے عرصہ میں جان دیدیتا ہے۔

معاصی کی سزاؤں میں سے ایک سزا یہ ہے کہ آدمی وجہ سے حیا و شرم جو حقیقت میں قلبی کا مادہ اور چڑھے جاتی رہتی ہے۔ حیا تمام نیکیوں اور پہلائیوں کی چڑھے اسکا ضائع ہونا دراصل تمام نیکیوں اور پہلائیوں کا ضائع ہونا ہے۔ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ خباب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا سب کی سب بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ نبوت اولیٰ کے کلام سے جو لوگوں نے بائیں بائیں اور ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب تجھے حیا و شرم نہ رہے نہ خدا سے نہ خلق سے تو جو تیرے دلیں آئے گئے مطلب یہ کہ حیا و شرم تمام مغیروں کے مذہب و دین میں ایک نہایت پسندیدہ خصلت ہے اسکا حکم کبھی موقوف نہیں ہوا یعنی گو بعض بعض احکاموں میں تغیر و تبدل ہوا اور بعض احکام منسوخ قرار دیئے گئے لیکن حیا ایک ایسی چیز ہے جو تمام انبیاء کرام میں معمول بہ قرار پائی انسانی طبیعتیں بڑے کاموں کی طرف بہت جلد دوڑتی ہیں اور آدمی کا شتر ہے مہار نفس بدکاری کی طرف بالطبع مائل ہے لیکن شرم ایک ایسا موثر اور مجرب تادیب ہے جس سے آدمی بدکاریوں سے ترک جاتا ہے پس اگر آدمی میں شرم نہیں تو آدمی نہیں بلکہ جانور ہے۔ اور حدیث مذکورہ کی تفسیر میں دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ منقول حدیث بطریق تہدید و وعید واقع جواب ہے اور اس جملہ کہ جب تجھے حیا و شرم نہ رہے جو تیرے دلیں آئے گئے یہ معنی ہیں کہ جب کسی میں شرم و حیا نہیں رہتی تو جو ناشائستہ اور قبیح باتیں کرنا چاہتا ہے بیباک ہو کر کرتا ہے کیونکہ ناجائز باتوں سے روکنے اور شرک کرنے پر حیا ہی براگھمہ کرتی تھی اور جب حیا ہی نہ رہی جو اسے قہار سے باز رکھتی تھی تو وہ آدمی گناہوں کی دلدل اور معاصی کی تیرہ و تار یک بہنور میں گر پڑے گا۔ یہ تفسیر تو ابوالعبیدہ سے منقول ہے۔ حدیث کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب تو کسی کام میں خدا سے شرم نہیں کرتا تو مخلوق کی شرم سے اسے ترک نہ کر بلکہ نہایت آسادمی کے ساتھ سجالات کو نہ کرنا تو اس کام کو لائق ہے جس میں خدا سے شرم آتی ہو۔ یہ تفسیر امام احمدی ہے جو ابن مثنیٰ کی روایت سے منقول ہے۔ ان دونوں تفسیروں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تفسیر پر حدیث مذکورہ تہدید و وعید پر محمول ہے جیسا کہ اس پر خدا تعالیٰ قول اعلوا ماشتم شاہد ہے اور دوسری تفسیر سے اذن و اباحت ثابت ہوتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ کیا کوئی ایسی سبیل ہے جس سے حدیث مذکورہ دونوں معنوں پر محمول ہو سکتی ہو تو میں کہوں گا کہ نہیں بلکہ جو لوگ الفسافہ مشرکے کو ان کے تمام معانی پر محمول کرنا جائز بتاتے ہیں ان کے قول پر بھی اس حدیث کو مذکورہ دونوں

تفسیرون پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اہل حد و ہدایت میں منافق ہے۔ مان اتنی بات ضرور ہے کہ ان دونوں تفسیرون میں سے ایک تفسیر کا اعتبار دوسرے اعتبار کو واجب کرتا ہے۔ آنحضرت گناہ بندہ کی بنیاد کو نہایت ہی ضعیف و کمزور کر دیتے ہیں بیان تک کہ اکثر اوقات وہ جیسے بالکل دست بردار ہو جاتا ہے اور شرم اوس میں نام تک کو باقی نہیں رہتی اور اس وقت اوسکی بیان تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر اوپر لوگوں کا اوسے بتلائے معصیت دیکھنا اور بری حالت میں انگاہ گناہ کار پر مطلع ہونا بالکل موثر نہیں ہوتا اور اس میں ذرا بھی انقلاب واقع نہیں ہوتا بلکہ ایک طرح کی بیباکانہ جرأت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اکثر اوقات اپنے حال کی کوئی کوئی خبر دیتا اور جو بڑیاں ان عمل میں لاتا ہے اون کا تذکرہ فرمایا کرتا ہے اور اس جرأت و بے باکی کی وجہ یہی ہے کہ اوس میں حیاء نام تک کو باقی نہیں رہی کہ ہنگامہ بھی ماس حیاء ہوتا تو ایسے بجا حیات ظہور میں نہ آتی اور جب بندہ کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو اب اوسکی اصلاح طبیعت کی امید رکھنا محض بے سود ہے۔

حیا رحیات یعنی زندگی سے مشتق ہے اور سینہ کو حیا اسیلے کہتے ہیں کہ زمین کی زندگیاں حیات کی زندگی انسان و حیوان کی زندگی اوس پر موقوف و منحصر ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کی زندگی کو بھی زندگی کہنے کی یہی وجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ میں شخص میں حیا نہیں وہ دنیا میں مردہ اور آخرت میں شقی ہے۔ پہر گناہوں اور قلت حیا اور عدم غیرت میں دونوں طرف سے ملازم ہے اور ان دونوں میں ہر دو سب کو بالذات مستدعی ہے اور اسے جلد جلد طلب کرتا ہے۔ جو شخص گناہ کرتے وقت خدا سے طرہ کرنا ہے خدا تعالیٰ اسے قیامت کے روز عذاب کرتے اور گناہ کی سزا دیتے شرمائے گا اور جو شخص بتلائے معصیت ہونے کے وقت خدا سے حیا نہیں کرتا خدا اسے سزا دیتے وقت حیا نہ کرے گا۔

فصل ۲۹

معاصی کی سزاؤں میں سے ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ گناہ کار کے دل میں خدا کے جل جلالہ کی تعظیم و تکریم ضعیف کر دیتی ہیں اور بندہ کے دل میں اس کا وقار نہایت کمزور ہو جاتا ہے ہر دل کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ چاہا گیا چاہا انکار کر دیا اگر اس کے دل میں خدا کی عظمت و وقار ہوتا تو اوسکی نافرمانیوں اور گناہوں پر کبھی جرأت نہیں کرتا اور اس مقام پر مغرور و ناکام ہو کر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معاصی پر حسن الرجا اور خدا کی عفو و درگزر کی امید نے برا سمجھنا کیا ہے نہ یہ کہ ہماری دونوں بین

اوس کی غلطی و توقیر ضعیف ہو گئی ہے حالانکہ بنفس کی سخت مغالطہ وہی ہے کیونکہ جس آدمی کے دل میں خدا تعالیٰ کا غلط و جلال اور اوس کے محارم کی تعظیم و توقیر ہوتی ہے تو وہ ہر وقت ہر آن اوس کی نافرمانی اور عدول حکمی سے مجتنب رہتا ہے اور خدا کی وقعت و بزرگی اوس کے اور گناہوں کے درمیان حامل ہو جاتی ہے اور جو لوگ خدا کی عدول حکمیوں اور نافرمانیوں پر جرأت و دلیری کرتے ہیں وہ خدا کی قدر و وقعت کو محض نہیں کرتے اور جبہ خدا کا امر و نہی نہایت خفیف و سبک ہو وہ کیونکر اوس کی قدر کو محض کر سکتا یا اوس کی تعظیم و توقیر یا اوس کی عظمت و بڑائی کر سکتا یا اوس کے وقار و جلال کی نگہداشت کا دعویٰ کر سکتا ہے یہ محال عقلی اور ظاہر البطلان بات ہے گناہ گار کو ایک یہی سزا کافی ہے کہ اوس کا دل خدا کے جل جلالہ کی تعظیم و توقیر اور اوس کی حرمت کی عظمت سے محض ہو گیا ہے جسکی وجہ سے اوس کا حق اس پر نہایت خفیف و سبک گذرتا ہے گناہ کی ایک سزا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بیکار کی سمیت مخلوق کے دلوں سے اوٹھا لیتا ہے اور وہ ان کی نظروں میں دسپا ہی ذلیل و بے وقعت ہو جاتا ہے اور خلق اس سے خفت کی نگاہوں سے بچتی ہے جیسا کہ اوپر خدا کا کوئی حکم وزن نہیں کہتا اور وہ اسے خفیف و بے وقعت سمجھتا ہے پس بندہ جس قدر خدا کی محبت دل میں رکھیں گے اوس قدر لوگ بھی اوس سے محبت کریں گے اور جس قدر وہ خدا سے خوف کرے گا اوس قدر لوگ بھی اوس سے ڈریں گے جتنی وہ خدا کی تعظیم اور اوس کی حرمت کی توقیر کر لیں گے اتنی ہی لوگ بھی اوس کی حرمت کی تعظیم کریں گے اور یہ ہونہیں سکتا کہ بندہ خدا تعالیٰ کی حرمت کا تہنک کرے اور امید اس بات کی کہ کہے کہ لوگ اوس کی حرمت کا تہنک نہ کریں گے اور پھر خدا کے حقوق خفیف و بے وقعت ہوں اور خدا کو کوئی نظروں میں آوے خفیف نہ کرے وہ تو خدا کی نافرمانیاں کر کے اوس کی کوئی بزرگداشت اور وقعت نہ کرے اور خلق اوس کی تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں گناہوں کی سزاؤں کا ذکر کیا ہے وہاں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تم نے گناہ گاروں کو اونچی کر تو توں کی وجہ سے تہنک ذلیل و خوار کر دیا۔ اور گناہوں کی وجہ سے اونکے دلوں پر فوس ڈال دیے اور ان پر مہر لگا دی ہے۔ اور جس طرح وہ ہمیں پہل گئے ہیں اوس طرح ہم نے بھی اوہیں پہلا دیا ہے۔ اور جس طرح اوہوں نے ہمارے دین کی توہین کی ہے ہم اوہیں توہین کے درپے ہیں۔ اور جس طرح انہوں نے

سہارے حکم کو ضائع کیا ہے ہم نے اوہ نہیں ضائع کر دیا اسی لیے خدا تعالیٰ اس آیت میں جہان تمام مخلوقات کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے بیان فرمایا ہے وَمَنْ يَخْفِ أَنْ يَسْجُدَ لِلَّهِ فَإِنَّهُ مِنْ مَكْرُمٍ ط۔ یعنی جب اوہ نہیں خدا کو سجدہ کرنے سے ذلت و عار آتی ہے اسے بے وقعت و خفیف سمجھ کر سجدہ نہیں کرتے تو خدا نے اوہ نہیں یہاں تک ذلیل و بے وقعت کر دیا کہ اس ذلت و بے وقریٰ کے بعد کوئی اوہ نہیں عزت نہیں دے سکتا اور ایسا کون شخص ہے کہ جسے خدا ذلیل کرے وہ اسے عزت و توقیر دے یا جسے وہ عزت دے اسے ذلیل و حقیر کرے۔

فصل ۳۸

خدا کی نافرمانیوں کی ایک سزا اور اون کا دنیاوی نتیجہ یہ بھی ہے کہ رفتہ رفتہ خدا اپنے گنہگار بندے کو بھول جاتا ہے خدا سے اسکی حالت پر چوڑ کر خود درمیان سے الگ ہو کے اسے اسکے نفس اور اسکے شیطان کی کشمکش میں مبتلا کر دیتا ہے آدمی اس درجہ کو پہنچ کر ایسی ہی ہلاکت کے بہرہ میں پہنچ جاتا ہے جس سے نجات کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَلَّ مِنْكُمْ لَاحِدًا وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاللَّهُ يَخْتَرُ مِمَّا كُنْتُمْ تَكْفُرًا كَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا لِلَّهِ فَائِسًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَالِقُونَ یعنی مسلمانو! خدا کے غضب سے ڈرتے رہو اور ہر شخص اس بات پر نظر کرتا رہے کہ کل قیامت کے لیے اسے کیا پہنچا ہے اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ یہی تم کرتے ہو خدا کو اسکی سب خبر ہے اور اون لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انکی ایسی ہی سزا دی کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے یہی لوگ تو بڑے نافرمان ہیں۔ دیکھیے اس آیت میں خدا نے اپنے سے ڈرنے سے حکم دیا ہے اہا سبابت سے صاف منع کر دیا ہے کہ اسکے مسلمان بندے ان لوگوں کی مثل بہت اختیار نہ کریں جو ترک تقویٰ کر کے اسے بھول گئے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی خبر دی کہ اُسے انکے ترک تقویٰ کی یہ سزا دی کہ انکے نفسوں کو بھلا دیا یعنی انکی ایسی ہی سزا دی کہ اپنے نفسوں کو بھی بھول گئے۔ خدا کا بندوں کو بھلا دینے کا یہ مطلب ہے کہ وہ انہیں انکے نفس کی مصلحتوں اور اس علاج سے غافل کر دیتا ہے جو انہیں عذاب خدا سے نجات دلا سکتا اور حیات ابدیہ اور اسکے کمال لذت و سرور کا باعث ہو سکتا ہے اور یہ خدا کا بندے کو بھول جانا اس بات کی سزا ہے کہ وہ خدا کی عظمت و عرف اور اسکے حکم پر قائم و دائم رہنے کے عہد کو بھول گیا یہی وجہ ہے کہ تم گنہگار اور نافرمان

شخص کو بچتے ہو کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس کی مصلحتوں سے غافل اور انکو ضائع و برباد کرنے والا ہوتا ہے
خدا تعالیٰ اسکے دل کو اپنی یاد سے غافل کر دیتا ہے اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے پڑا رہتا ہے
اور اسکی دینا داری حد سے بڑھ جاتی ہے لیکن اسکی دنیاوی و اخروی مصلحتیں سب کی سب ضائع ہو جاتی
ہیں اور وہ اپنی سعادت ابدیہ میں نقص کر کے دنیا کی لذت پر استدلال کر کے مارے خوشی کے
ہو لائے نہین سماتا حالانکہ دنیا کی بڑی بڑی لذت گرمی کے بادل اور یہودہ خیال جیسی بے حساب اہلنام
او کھل نائل ہے ان الالبیب بمثلہا لایخرج یعنی لذت دنیا کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے
سولے والے کا خواب یا جیسے زوال پذیر سایہ اور جب یہ ہے تو عقلمند آدمی ان جیسی چیزوں سے
دھوکا نہیں کھاتا۔ آدمی کا اپنے نفس کو بہلا دینا اور اسے مہل و سیکار چھوڑ دینا اور اسکے اُس حظ
اور حصے کو جو خدا کی طرف سے اسے ملا ہے ضائع و برباد کر دینا اور اسے کوئی قیمت اور خسارے
کے ساتھ ہیچینا درحقیقت تمام منراؤن میں ایک بہت بڑی سزا ہے کہ نکداس عض نے اُس چیز
کو ضائع کر دیا جس سے یہ کبھی مستغنی اور بے پروا نہیں ہو سکتا اور جبکہ کوئی معاوضہ اور بدلہ نہین
ہو سکتا جیسا کہ آتش زبان مشاعر نے کہا ہے من کل شیء اذا ضیعت عوضہ و لیس فی العدمان
ضیعتہ من عوضہ یعنی جس چیز کو تو ضائع کر دے اسکا عوض ممکن ہے اور خدا کو اگر ضائع کیا تو
اسکا کوئی عوض نہین ہو سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ماسوائے ہر چیز کا عوض ہو سکتا ہے
اور کوئی چیز اسکا معاوضہ نہین ہو سکتی وہ ہر چیز سے بے پروا ہے اور کوئی چیز اس سے مستغنی نہین
ہو سکتی وہ ہر چیز کو منح کر سکتا ہے اور کوئی چیز اسکو منح نہین کر سکتی وہ ہر چیز سے پناہ دیتا ہے
اور کوئی چیز اس سے پناہ میں نہین رکھتی اور جب یہ ہے تو بندہ اسکی اطاعت و فرمانبرداری
سے طرفہ العین میں کیونکر بے پروا ہو سکتا ہے اور اسکی یاد کو بہلا سکتا اور اسکے حکم کو ضائع کر سکتا
ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو بہل کر اسے ٹوٹے میں ڈال دے گا اور اُسپر بڑا ہی
ظلم کرے گا خدا اپنے بندے پر کبھی ظلم نہین کرتا مگر وہی اپنی جان پر ستم توڑتا ہے وہ اپنے بندے
کو کبھی نقصان نہین پہنچاتا لیکن وہی اپنی بدکرداریوں اور شرارتوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرتا ہے

فصل ۳

انفرا یونیوں کی منراؤن میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بندے کو دائرہ احسان سے نکال دیتی اور اسے

نیکو کاروں کے ثواب سے محروم رکھتی ہیں کیونکہ احسان جب آدمی کے دل میں رچ جاتا ہے تو اسے ہر طرح کی معاصی اور نافرمانیوں سے روک دیتا ہے وجہ یہ کہ جب کوئی شخص قلوب کے ساتھ عبادت خداوندی میں مصروف ہوتا ہے تو گویا وہ خدا کا شاگرد کرتا ہے اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ خدا کا ذکر اس کی محبت اور اس کا خوف اس سے امید آدمی کے دل پر اس درجہ غالب ہو کر گویا وہ اس سے ہر وقت آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور یہی کیفیت اس بندے اور نافرمانوں کے اراے میں حاکی ہو کر اسے ہر قسم کی ناشائستہ باتوں سے روکتی رہتی ہے بخلاف اس کے جب کوئی شخص دائرہ احسان سے منکلف نہ ہو تو اس سے خالص رفیقوں کی صحبت اور ان کے مبارک عیش اور تمام نعمتوں کی برکت فوت ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی اگر خدا تعالیٰ اُس کے ساتھ بہلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے عامہ المؤمنین کے دائرہ میں ثابت قدم رکھتا ہے لیکن جب وہ شخص اپنی ازلی بدبختی کی وجہ سے اس دائرہ میں رکھ دے اور کسی بڑی نافرمانیوں میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اسے دائرہ ایمان سے نکال باہر کرتی ہیں جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانی زنا کرتے وقت شرابی شراب پیتے وقت چور چوری کرتے وقت اچکا کسی کی چیز کے اچکے وقت جبکہ وہ اچکے لئے چلا جاتا اور میوئی نظریں اس کی طرف اُٹھتی رہ جاتی ہیں دائرہ ایمان میں نہیں رہتا بلکہ خارج ہو جاتا ہے تو گویا گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ان فیج حرکات کے ستر ہونے کے بعد فوراً توبہ کرو۔

فصل ۳۲

اور جس شخص سے ایماندار رفیقوں کی برکت صحبت فوت ہو اور وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو تو اس سے خدا کا وہ حسن و قبح جس کا اس آیت میں ذکر ہے فوت ہو جاتا ہے ان اللہ یل اقم عن الدین امنوا یعنی خدا تعالیٰ مسلمانوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹا رہتا ہے اور اس کے علاوہ اس سے ہر وہ خیر فوت ہو جاتی ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں ایمان پر مرتب و متفرع کیا ہے اور وہ تقریباً سو خصلتیں ہیں جن میں کی ہر خصلت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ ازراہ محکمہ ان کے ایک اجر عظیم ہے جیسا کہ ارشاد ہو: وَسَوْفَ يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ ذُكْرًا مَّا يَشَاءُونَ یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آخرت میں بڑے درجے کا انعام دے گا اور ان کے ایک مسلمانوں سے دنیا و آخرت کی ضرورت کو دفع کرنا ہے چنانچہ فرمایا إِنَّ اللَّهَ

یلافہ عن الذین امنوا یعنی خدا مسلمانوں سے انکی دشمنوں کے شرمناک رہتا ہے ازاںچملہ انکے جان
 عرش فرشتوں کا ان کے لیے بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ
 الْعِلْمَ وَمَنْ حَوْلَهُ یُشْفَعُوْنَ لِحَبِیْهِمْ یَوْمَئِذٍ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہُمْ وَیَسْتَغْفِرُوْا لَیْلَۃِ الْاِثْنِ اَسْمٰوُ
 یعنی جو فرشتے عرش الہی کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اسکے گرد اگر دلقیات میں ہمہ وقت اپنے پروردگار
 کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے
 لیے مغفرت کی دعائیں مانگتا ہے یہی ازاںچملہ انکے خدا کا مسلمانوں کو دوست رکھتا ہے اور
 جسے خدا دوست رکھتا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوا کرتا جیسا کہ فرماتا ہے ۔ اللہ ولی المؤمن امنوا
 یعنی خدا ایمانداروں کا کارساز و مددگار ہے۔ ازاںچملہ انکے ایک یہ ہے کہ خدا نے اپنے فرشتوں کو
 ایما نادن کے ثابت قدم رکھنے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا اِذْ یُحٰی رَبُّکَ الْمَلَائِکَۃَ اِنِّیْ مَعَکُمْ قَبْلِ الذِّہْنِ
 امنوا + یعنی اسے پیغمبرہ وقت کو جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ ہم تمہارے
 ساتھ ہیں تو تم مسلمانوں کو جمائے رکھو ازاںچملہ ایک یہ ہے کہ خدا کی جناب میں انکے درجے بہت
 اونچے ہیں اور انہیں عزت کی روزی اور مغفرت خداوندی نصیب ہوگی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔
 اَللّٰہُمَّ دَرِّجَتْ عِنْدَکَ بِرَہْمَہُمْ وَتَقَرَّرَتْ لَیْلَۃِ الْاِثْنِ اَسْمٰوُ اُنْکے لیے انکے پروردگار کے مان درجے میں اور گت ہون کی
 معافی اور عزت و آبرو کی روزی ازاںچملہ ایک یہ ہے کہ انکے لیے عزت و غلبہ ہے چنانچہ ارشاد
 ہوا وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِلّٰہِ الْمُلْکُ یعنی عزت تو خدا کے لیے ہے اور اسکے رسول اور مسلمانوں کو ملے
 ازاںچملہ ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خدا کی معیت ہے جیسا کہ فرمایا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ
 یعنی خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے ازاںچملہ دنیا و آخرت دونوں میں انکے لیے رفعت و عظمت ہے
 چنانچہ ارشاد ہوتا ہے یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ
 یعنی تم میں سے جو لوگ پورا پورا ایمان لائے ہیں اور جبکو علم محسوس دیا گیا ہے اور وہ داب مجلسِ علم
 بھی رکھتے ہیں خدا ان کے درجے بلند کرے گا ازاںچملہ ایک یہ ہے کہ انہیں خدا اپنی رحمت کے
 دوہرے دوہرے حصے دیے ہیں اور آخرت میں ایک ایسا چمکیلا نور عنایت کرے گا جسکی روشنی
 میں بلعصر اط کی تنگ و تاریک راہ طے کر چکے اور انکے تمام گناہ معافی کیے جائیں گے۔
 ازاںچملہ ایک یہ ہے کہ خدا انہیں دوست رکھتا ہے اور اسی دوستی اور قبولیت کا اثر

فرشتوں اور انبیاء اور نیک نجت بندوں تک پہنچاتا ہے کہ وہ بھی انہیں دوست رکھتے ہیں۔

انرا کھلمہ انہیں قیامت کے دن خوف سے امن دینا جسدن چاروں طرف بڑی شدت کا خوف پہلا
سہا ہوگا جیسا کہ ارشاد فرمایا قَسَمَ اَمْنٌ وَعَلَىٰ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
یعنی جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے اور نیک عمل ہی کرتے ہیں انہیں نہ تو کسی قسم کا خوف ہی طاری ہوگا کسی
طرح کا بوجھ و غم ہی ہوگا انرا کھلمہ یہ کہ وہ ایسی مغرور و ممتاز لوگ ہیں جنہیں خدا نے اپنے بہت سے انعام
فرمائے اور ہمیں حکم نہ فرمایا کہ ہم انکی راہ و روش کا سوال ہر رات دن میں سترہ مرتبہ خدا سے کریں
انرا کھلمہ یہ کہ قرآن مجید ان کے لئے ہدایت و شفا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا هُوَ الَّذِي اَمَّا هَدًى
وَشَفَاءً وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي اَذَانِهِمْ وَقُرْءَانُهُمْ كُفًى اُولَٰئِكَ يَمُكِّدُونَ
میں مکین پیچیدہ ہے یعنی اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے
تو یہ قرآن کسرنا یا ہدایت اور امراض روحانی یعنی شرک و بد اخلاقی کی شفا ہے اور جو ایمان نہیں لیتے
انکے کانوں کے حق میں گرائی اور آنکھوں کے حق میں نامینائی ہے گویا یہ لوگ بڑی دور کی جگہ سے
پکارے جاتے ہیں کہ انکو کچھ سنائی نہیں دیتا خلاصہ یہ کہ ایمان ایک ایسا زبردست سبب ہے
جو ہر طرح کی بھلائی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور بھلائی خواہ دنیاوی ہو یا اخروی دونوں کا اصلی
سبب ایمان ہے اور جب یہ ہے کہ بندے کو ایک ایسی چیز کا مرکب ہونا جو اسے دائرہ ایمان سے خارج
کر دے اور اس میں اسکے ایمان میں حائل ہو جائے کس طرح آسان ہو جاتا ہے لیکن ابھی تک
یہ غنیمت ہے کہ عائدہ المسلمین کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا۔ ان اگر ان گناہوں پر ہمیشگی کرے
اور اصرار سے پیش آئے تو اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ اسکے دل پر رنگ بیٹھ جائے اور وہ اسے بالکل
اسلام سے خارج کر دے یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کو گناہوں سے انتہا درجہ کا خوف رہتا تھا
جیسا کہ بعض کا مقررہ ہے کہ انتہہ قافون الذنوب وانا اخاف الکفر : یعنی تم تو گناہوں
سے ڈرتے ہو اور میں کفر سے خوف کرتا ہوں۔

فصل ۳۳

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ دل کو جو خدا اور دار آخرت کی طرف توجہ
دیر ہوتی ہے اس میں نافرمانیوں کی وجہ سے ضعف اور سستی پیدا ہو جاتی ہے اور نہ صرف فطرتی

فرمایا مجھے اپنی خیرت و ہلال کی قسم کہ جب میرے بندوں میں سے کوئی اس طریقہ پر ہوتا ہے جسے میں پسند رکھتا ہوں پہرہ اس طریقہ سے منحرف ہو کر اس روش کی طرف انتقال کر جاتا ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں تو میں ہی اسکے محبوب اور پسندیدہ طریقہ کو ایسی چیز کی طرف پلٹ دیتا ہوں جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور جب وہ میرے ناپسند طریقہ پر ہوتا ہے اسے ایسے طریقہ کی طرف انتقال کرتا ہے جسے میں عزیز رکھتا ہوں تو میں بھی اُسے ایسی چیز کی طرف پلٹ دیتا ہوں جسے وہ عزیز رکھتا ہے کیسے کیا ہی اچھا کہا ہے

سے اذکنت فی نعمۃ فارعہا • فان الذنوب تزیل النعمۃ • وخطیایا بطنۃ رب العباد • قرب العباد
سریع النعمۃ • وایاک و انظلم ہما استطعت • فظلم العباد شدید الوخم • و سافر بقلبک میں الوکم
للتبصر اثار من قد ظلم • فذلک ما کنتم بعدیم • شہود علیہم • ولا تمہ • واما کان شیء علیہم • اضر
من انظلم • و ہوالذی قد قسم • فکم ترکوا من جنان • و من • قصور و اخری علیہم • اطم • صلوا یا محمد
فات النعمۃ • وکان الذی تالہم کالحلم • لیسے جب تو نعمت کی حالت میں ہو تو اسکی کما حقہ نگہداشت
کر۔ اور گناہ کا مرتکب نہ ہو کیونکہ گناہ نعمتوں کو مٹا دیتے ہیں اُس نعمت سے خدا کی فرمانبرداری کے
ساتھ محفوظ ہو اور عذاب آبی سے ڈرنا وہ وجہ یہ کہ اسکا عذاب بہت جلد اُتر پڑتا ہے جہاں تک
بن پڑے ظلم بچنا چاہیے کس لیے کہ بندگان خدا پر ظلم کرنا بہت ہی بُری بات ہے اگر تو مخلوق میں
دل کے ساتھ سفر کرے گا تو تجھے ظالموں اور ستمگاریوں کے آثار نظر پڑیں گے کہ انکے مکانات اُنکے
مرے پیچھے خالی پڑے ہیں اور انکی بدکاریوں کی کافی طور پر شہادت دیتے ہیں انکے اس بربادی کے
لیئے ظلم سے زیادہ کوئی چیز مضر نہ تھی اور ظلم ہی ایک ایسی چیز تھی جسے انکا نہ وبال لگد یا وہ بڑے بڑے
باغات اور عظیم الشان محلات اور بلند مکانات چھوڑ کر وہ زرخیز مین جاوا دخل ہوئے اور انکی نعمتیں
اس طرح جاتی رہیں کہ گویا خواب دیکھ رہے تھے۔

فصل ۳۵

خدا کی نافرمانیوں کی ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ گنہگار کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیتا ہے یہی وجہ
کہ گنہگار ہمیشہ ترسندہ اور رعب زدہ دکھائی دیتا ہے لہذا اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ طاعت فرمانبرداری
خدا کا ایک ایسا عظیم الشان اور مستحکم قلعہ ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے وہ مطمئن و
و اخروی عذابوں سے امن میں آجاتا ہے اور جو اس سے نکل بہا گتا ہے اُسے چاروں طرف خوف

واندیشے گہیر لیتے ہیں تو جو شخص طاعت الہی میں مصروف رہتا ہے اس کے حق میں تمام خطرناک اندیشے
امن و امان سے بدل جاتے ہیں اور جو اس کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے اس کے امن کی جگہ ہی خوفناک
مقام بن جاتا ہے یہی سبب ہے کہ تم گنہ گار کو ہمیشہ ایسا پاؤ گے کہ گویا اس کا دل پرند جانور کے دو
بازوؤں کے درمیان میں ہے کہ ذرا ہوائے دروازہ کو جنبش دی اور اُسے جان لیا کہ کوئی مجھے
پکڑنے آیا اور جہاں کسی کے قدم کی آہٹ سنی فوراً ڈر گیا کہ کوئی اس کا شکار کرنا چاہتا ہے۔ ہرزور
کی آواز کو سمجھتا ہے کہ اسی کو لٹکا رہا اور ہر مکروہ اور ناپسند خیز کو خیال کرتا ہے کہ اس کی جان لینے آئی
تو جو آدمی خدا سے خائف رہتا ہے خدا اُسے ہر چیز سے امن میں رکھتا ہے اور جو اُس سے نہیں ڈرتا
خدا اُسے ہر چیز سے خوفناک رکھتا ہے کیونکہ کیا خوب کہا ہے ۛ بدأ قضا السبعین اخلق فخلقوا
ان النجا دفن والا جرم فی قرن ۛ یعنی ابتداء سے آفرینش سے مخلوق میں خدا کا یہ حکم ظاہر ہے کہ
خوفناک اندیشے اور گناہ دونوں تو ام ہیں۔ خدا کی نافرمانیوں کی ایک سہرا یہ بھی ہے کہ گناہوں
سے ایک بہت بڑی وحشت دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور گنہ گار اپنے نفس کو ہمیشہ اسوجہ سے متوجہ
پاتا ہے کہ اس میں اور اس کے پروردگار میں اس میں اور خلق میں اس میں اور اُس کے نفس میں
عجیب طرح کی وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور جو گناہوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے وحشت سخت و
شدید ہوتی جاتی ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ خدا خائف و متوجہ رہتے ہیں ان کی زندگی
نہایت تلخ اور بے مزہ زندگی ہوتی ہے اور جو آدمی مستانس اور اُنس کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں
اونکی زندگانی بڑی مبارک اور بڑے مزے کی زندگانی ہوتی ہے تو اگر عقل مند آدمی نظر غور سے
دیکھے گا اور معصیت کی لذت اور ان خوف و وحشتوں میں اچھی طرح سے موازنہ کرے گا تو اُسے
اپنی بد انجامی اور عظیم الشان غبن کا حال یقیناً کہل جائیگا اور صاف معلوم ہوگا کہ حقیقت میں
میں نے طاعت کا انس و امن اور اس کی عبادت کو بھیکہ معصیت کی وحشت اور خوف و اندیشہ کو ہل
لیا ہے ۛ اذ كنت قد اوحشتك الذنوب ۛ فدعها اذا شئت واستانس ۛ یعنی جب گناہ تجھے
متوجہ کر دیں تو او نہیں چھوڑ دے اور اُنس اختیار کر۔ اور اس میں ہمیشہ یہ ہے کہ طاعت خدا والی
کے قرب کو واجب کرتی ہے اور قرب جیسا جیسا زیادہ ہوتا جائے گا انس قوی ہوتا جائے گا بخلاف اسکے
معصیت خداوندی کہ وہ بعد کو واجب کرتی ہے اور جو چون لین زیادہ ہوتا جائیگا وحشت

بڑھتی جا رہی ہے وجہ ہے کہ آدمی اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان اس بُد کی وجہ سے وحشت پاتا ہے جو ان دونوں میں واقع ہوتا ہے اگرچہ ایک دوسرے کے قریب اور نزدیک ہی کیوں نہ ہو اور اپنے اور اپنے دوست کے مابین قرب و انس دیکھتا ہے گو وہ انس سے دور اور بعید ہی کیوں نہ ہو۔ ہر اس وحشت کا بڑا سبب حجاب ہے اور جتنا حجاب بڑھتا جاتا ہے اتنی ہی وحشت زیادہ ہوتی جاتی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ غفلت موجب وحشت ہے اور معصیت کی وحشت اس سے زیادہ شدید و سخت ہے اور شرک و کفر کی وحشت اس وحشت سے بھی زیادہ سخت ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں میں سے جس چیز کا بھی مرتکب ہو گا تو بقدر اسکے ارتکاب کے وحشت اس پر سوار ہوگی اور جتنا جتنا اس کے چہرہ اور دل پر غالب آجائیگی جسکی وجہ سے وہ نہایت متوحش اور وحشتناک نظر آئیگا۔

فصل ۳۶

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں سے ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ گنہگار کے دل کو صحت سے مرض مستقامت سے انحراف کی طرف بدل دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ مریض اور معلول رہتا ہے کہ غذاؤں سے جنہر زندگی اور صلاح کا مدار ہے کہی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ گناہوں کی تاثیر دلوں میں بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے امراض کی تاثیر ابدان میں بلکہ گناہ دلوں کے ایسے امراض ہیں جنکی دوا بجز نافرمانیوں کے ترک کرنے کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل دل اور رجوع الی اللہ کرنے والوں کا اسپر اتفاق یہ ہوتا ہے کہ دل جب تک اپنے مولیٰ کی طرف واصل نہیں ہو جاتے انکی تمنائیں اور آرزوئیں ان کو نہیں دی جاتیں اور وہ اپنے مولیٰ کی طرف اُسی وقت واصل ہو سکتے ہیں جبکہ بالکل صحیح سالم ہوں اور انکی صحت و سلامتی اسوقت متصور ہو سکتی ہے جبکہ انکا مرض اور روگ بالکل مٹ جائے اور نفس انکے مرض کی دوا بجائے اور یہ بات خواہش نفس کی مخالفت سے حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ خواہش نفس ہی دلوں کی بیماری اور اسکی مخالفت انکی شفا ہے ہر اگر یہ مرض مستحکم اور دیر پا ہو جاتا ہے تو گنہگار کو قتل کر دیتا ہے یا قتل نہ ہی کیا تو قریب القتل کر دیتا ہے اور یہ جو خدا نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ خَافُوا مَقَامَ رَبِّهِمْ وَنَعَى النَّفْسَ مِنَ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَهَا الْمَآدَاةُ ۖ يَسْتَوْفُونَ
 پروردگار کے حضور میں جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو اسکی خواہشوں سے روکنا رہا تو اسکا تہمکانہ بس بہشت ہے تو حیرت نفسانی خواہشوں کے روکنے والے کا آخری

یہ ایک علمدار عذاب ہوتا ہے خدا سے محبوب رہنے کا الگ سے آہٹا نامت و حسرت جو دل کو کھڑے کر ڈالتی ہے اسکے رنج و غم کی مصیبت جدا ہوتی ہے۔ غرض کہ قیامت تک ہر طرح کے سخت عذابوں میں مبتلا رہتا ہے اور یہ الم و حسرت رنج و غم گنہ گاروں کے نفوس میں وہی اثر پیدا کرتا ہے جو سانپ بھواور زمین کے کیڑے مکوڑوں کا اجسام میں اثر ظاہر ہوتا ہے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کا اثر ان کے اثر سے بہت گہرا ہوتا ہے کیونکہ الم و حسرت اور رنج و غم کا اثر نفوس میں اس وقت تک دائم و قائم رہے گا کہ خدا اونکے جسموں میں روح کا اعادہ کر کے انہیں دوبارہ جلا اٹھائے گی قیامت برپا ہوگی تو وہ ایک ایسے عذاب کی طرف متعلق کیے جائیں گے جو انتہا درجہ کا سخت اور تلخ ہوگا۔ پس جب یہ ہے تو گنہ گار لوگ ان نفسانی خواہشوں کے روکنے والوں کی نعمتوں کا کیونکر متعلق کر سکتے ہیں جن کے دل اپنے پروردگار کی یاد میں طرب و فرح اور انس سے رقص کرتے اور اسکے شہنائی ملاقات میں سدا بہ چین مضطرب رہتے ہیں اسکی محبت میں راحت پاتے اور اسکے ذکر سے طہیج حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کی زبان پر سکرات موت کے وقت و اطوار کا درد جاری ہوتا اور بعض اپنی اس حالت پر خوش ہو کر کہتے ہیں کہ اگر جنتیوں کو ہم جیسی نعمتیں نصیب ہوں تو بڑے ہی مبارک عیش پر کامیاب ہوں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مساکین اہل دنیا دنیا سے نکل گئے اور انہوں نے نہ تو اچھے لذیذ عیش کا ذائقہ چکھا نہ اس خیر کا مزہ چکھا جو اس سے عمدہ اور بہتر تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر دنیا کے نامور تاجدار اور اونکے ناز پروردہ جانشین ہماری حالت کو معلوم کر لیتے جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں تو وہ اسے تلواروں کے دھو سے ہم چھین لیتے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ہی ایک جنت ہے جو شخص ایمان داخل نہیں جاتا اسے آخری جنت میں قدم بھی رکھنا نصیب نہ ہوگا۔ تو اسے اپنی بیش قیمت اور گناہنا جھٹھ کو کھوٹے اور بے رواج قیمت سے بچنے والے اور اسے معاملہ بازار میں پورا پورا غنیمت اٹھا کر اسے غنیمت نہ جاننے والے اگر بچے اپنے اسباب کی اصلی قدر و قیمت کی خبر نہیں ہے تو زمین کے صرافوں اور کبرا کہوٹا پچاٹنے والوں سے در یافت کرے تعجب و نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہے کہ باوجود اس کے تیرے پاس ایسی بے بہا ہونو ہے جس کا خریدار خدا ہے جسکی قیمت جنت ہے جسکے دلال جسکے ماتہ پر عقد بیع جاری ہوں اور جو خریدار کی طرف سے قیمت دلائے کے ضامن مقرر ہوئے (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

مکرتوئے اُسے ذلت و بے قدری کے ساتھ ناقابل شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اذاکان ہذا فضل
عبد بنفہ ۴ فن ذالہ من بعد ذالک یکریم ۵ یعنی جب بندے کا یہ فعل خود اُسکی کرتوت سے ہے
تو اس کے بعد کوئی شخص اسے غرت نہیں دے سکتا۔ وَمَنْ يَتُوبِ إِلَى اللَّهِ فَمَا لَهُ مِنْ مَكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

فصل ۳

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک بڑی سزا یہ ہے کہ گناہوں سے دل کی بصیرت بالکل جاتی رہتی
ہے اور وہ محض اندھا ہو جاتا ہے اس کا نور مٹ جاتا اور روشنی زائل ہو جاتی ہے علمی راہیں بند ہو جاتیں
اور ہدایت کے حساب و ذرائع گم ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جب امام شافعی رحمہ اللہ سے
سے اور انہوں نے بزرگ امام شافعی کے چہرے سے فضل و بزرگی کے آثار پھرتے دیکھے تو فرمایا میں
دیکھتا ہوں کہ خدا نے تمہارے دل پر نور کا پر تو ڈال رکھا ہے تو تم اُسے ظلمت معصیت سے نہ جھبانا۔
الغرض جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اوپر تو دل کا نور ضعیف و مضحل ہوتا رہتا ہے اور ہر معصیت کی تارکی
قوی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ دل بالکل تاریکی میں ہو جاتا اور بہت سے مہلک اور خطرناک
گناہوں میں گر پڑتا ہے اس وقت دل کی مثال بالکل اُس اندھے جیسی ہوتی ہے جو تاریک رات میں
ایسی راہ میں نکل کھڑا ہو جو طرح طرح کے ہولناک اور تعجب خیز مقاموں سے بسر نیز بے توفا ہرے کے اُسے
کن کن دشواریوں اور وقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور صحت و سلامتی سے کس قدر دور رہے گا
پھر یہ اندھیرا یہ رفتہ رفتہ قوی ہوتی جاتی اور دل سے ہوتی ہوئیں اعضا ظاہری کی طرف بہتی
ہیں چنانچہ او کی قوت و تزوید کے لحاظ سے چہرہ پر کلوس چھا جاتی ہے اور سامنہ کالا پڑ جاتا ہے
اور جب ایسا شخص موت کے تلخ گھونٹ پیکر دینے سے رخصت ہوتا ہے تو وہ اندھیرا یہ عالم بزرخ میں پہنچ
کر کے قبر کو تارکیوں سے بہرہ میں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبرین اہل قبر کو ظلمت سے
بہر دیتی ہیں اور اس اندھیرا میں مجھ پر دو پڑنے کی وجہ سے منور کر دیتا ہے۔ پھر جب جھڑ جھڑا اور
دو مارہ جی اٹھنے کا دن ہوگا تو ان کے چہروں پر ظاہر طور سے تاریکی چڑھ آئے گی مجھے ہر شخص دیکھ سکیگا
جس کے چہرے کوئلے جیسے سیاہ پڑ جائیں گے اور یہ ایک ایسی سزا ہے جیسا کہ دنیا کی تمام اگلی پھلی
لذات کے ساتھ موازنہ نہیں ہو سکتا اور جب یہ ہے تو تعجب ہے کہ بندہ اس قلیل اور فانی لذات کو
جو خواب کی ایک سیاحت سے زیادہ وقعت نہیں کہتیں کس طرح اس دوامی سزا سے برابر تول سکتا ہے

خدا کی نافرمانیوں کی ایک سزا یہ ہے کہ گناہ نفس کو صغیر حقیر کر دیتا اور اسے پامال کر کے خاک میں ملا دیتا ہے حتیٰ کہ نفس ہر چیز سے ذلیل و حقیر ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری اُسے بڑھاتا یا پاک کرنا ذی قدر و مرتبہ بناتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْخَمَ مَنْ ذَكَرَهُمَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ نَظَاهُمَا

یعنی جس نے نفس کا تذکرہ کیا وہ مراد کو پہنچایا اور جس نے اُسے پامال کر ڈالا اس نے سخت نقصان اُٹھایا مفسرین کے نزدیک اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ جس نے نفس کو خداوندی طاعت میں بڑا کیا اور اتباع شریعت میں اعلیٰ درجہ پر پہنچایا اور وظیفہ ہر کیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اُسے پوشیدہ رکھا اور خدا کی معصیت سے ذلیل و حقیر کیا اس نے اپنا نقصان کیا کیونکہ تدریجی کے لغوی معنی خفا کے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا غَرَضُكُمُ لِّمَنَّا مَعِصِيَةُ الْاٰمِيْنَ اپنے نفس کو بالکل پامال کر دیتا اور اس کے مرتبہ و منزلت کو چھپاتا اور اس کی بدکرداریوں اور بُری کرتوتوں کو چھپاتا پھرتا ہے تو وہ اپنے نفس کے نزدیک بھی اندھا ہوتا اور خدا اور مخلوق کے نزدیک بھی اندھا ہوتا ہے بخلاف اسکے طاعت و نیکی نفس کو بڑھاتی اور اسے عزت دیتی اور یہاں تک بلند درجے کو پہنچاتی ہے کہ وہ ہر چیز سے اشراف ہر چیز سے قدر قیمت میں بہتر ہر چیز سے پاک صاف ہر چیز سے اعلیٰ ہو جاتا ہے اور باوجود اسکے وہ خدا کے لیے ہر چیز سے زیادہ ذلیل حقیر ہر چیز سے زیادہ صغیر و کم وقعت ہے اور جب اس ذلت و حقارت کے ہوتے اور یہ عزت و شرف حاصل ہوا تو صاف واضح ہو گیا کہ نفس کی ذلت و حقارت جیسے خدا کی معصیت میں ہوتی ہے ویسی کسی اور چیز میں نہیں ہوتی اور اس کا شرف و بزرگی جیسے خدا کی فرمانبرداری میں ہے ایسا کسی چیز میں نہیں

خدا کی نافرمانیوں کی ایک سسرایہ ہے کہ گنہگار ہمیشہ اپنے شیطان کے دام میں اسیر رہتا اور اپنی شہوات کے قید خانے اور خواہشوں کے طوق و زنجیر میں گرفتار رہتا ہے اور اس پر اس کے خونِ مقید کا غم اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ کوئی قیدی اُس قیدی سے زیادہ بد حال نہیں ہوتا جو اپنے تمام دشمنوں سے بڑھ کر دشمن کی قید میں گرفتار ہو اور کوئی قید خانہ خواہش کے قید خانہ سے زیادہ تنگ و تاریک نہیں ہوتا کوئی قید شہوت کی قید سے صعب اور دردناک ہوتی ہے اور جب یہ قید

مقید و سجون قلب خدا و دار آخرت کی طرف کیونکر چل سکتا اور راہ خیر میں قدم دہر سکتا ہے۔ جب دل اس طرح سے مقید اور پابز خیر ہوتا ہے تو ہر چار طرف سے اسے آفتیں پالیتی ہیں۔ دل کی مثال بالکل پرند جانور جیسی ہے کہ جس قدر وہ زمین سے اونچا ہوتا ہے اسی قدر آفات سے دور رہتا ہے اور جتنا نیچے ہوتا ہے اتنی ہی آفتیں اسے وحشت میں ڈالتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شیطان انسان کے حق میں بہاڑنے والا بہیڑیا ہے تو جھڑجھڑا لے کر وارٹی بکری بہیڑیوں کے غول میں قریب الہامات اور مایوس الہامات ہوتی ہے۔ اس طرح بندے پر جب خدا کی طرف سے کوئی محافظہ نگہبان نہیں ہوتا تو اسکا بہیڑیا اسے ضرور بہاڑ ڈالے گا۔ اور خدا کی طرف سے اسکا نگہبان تقویٰ کی وجہ سے مقرر ہوتا ہے کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جو بندے اور اس کے بہیڑیے کے درمیان میں ایک مستحکم قلعہ اور مضبوط حد قائم ہے اور جیسا کہ وہ دنیاوی و اخروی عذابوں سے بچاؤ کا سبب ہے وہی شیطان سے حفاظت کا باعث ہے۔ بکری جب چرواہے سے قریب تر ہوتی ہے تو وہ بہیڑیے کے صدر سے گہمت بخوف و سالم رہتی ہے اور جب اُس سے دور ہوتی ہے تو قریب الہامات ہوتی ہے تو زیادہ محفوظ وہی بکری رہتی ہے جو چرواہے کے قریب ہوتی ہے اور بہیڑیا اس بکری کا لقمہ کرتا ہے جو ریوڑ سے دور اور چرواہے سے بعید ہوتی ہے اور ان تمام باتوں کی اصل یہ ہے کہ دل جس قدر خدا سے دور رہتا ہے ہر اندر سے دوری کے بہت سے مرتبے ہیں جن میں سے بعض بعض سے زیادہ شدید ہوتے ہیں مثلاً ایک غفلت ہے جو آدمی کو خدا سے دور کرتی ہے لیکن معصیت کی دوری غفلت کی سے بہت بُری ہے۔ اس طرح بدعت کی دوری معصیت کی دوری نفاق و شرک کی دوری ان تمام دوریوں کے

فصل ۴۰

خدا کی مافراہین کی سزاؤں میں ایک سزا یہ ہے گنگناہ کی جاہ و منزلت اور عزت و کرامت خدا اور نیز مخلوق کی آنکھوں میں بالکل نہیں رہتی اور وہ نہایت بے وقعت و ذلیل ہوتا ہے کیونکہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق میں زیادہ با وقعت اور صاحب عزت وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور مرتبہ کے لحاظ سے خدا کا زیادہ مقرب اور بہت ہی مطیع و فرمانبردار ہو اور یہ ظاہرات ہے کہ بقدر بندہ کی فرمانبرداری کے خدا کی جناب میں اُسکا منزلت و رتبہ ہوتا ہے یعنی بندہ جس قدر

اسکی اطاعت میں سرگرم ہوتا ہے جناب الہی میں زیادہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن جب اسکی نافرمانی کا مرتکب ہوتا اور اسکے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو خدا کی نظروں سے گھر جاتا ہے اور اسکا ظاہر نیچر مہربان ہو تا کہ بندوں کے دلوں سے بھی خدا اسکی وقعت و عزت کو نکال دیتا ہے اور جب مخلوق کے نزدیک اسکی کوئی عزت باقی نہیں رہتی تو وہ اسکے ساتھ ذلیلان اور بے قدرون کا سا برتاؤ کرتے ہیں اس سے گنہگار کی زندگی نہایت بُری حالت میں بسر ہوتی ہے اور گناہی بے قدری و ذلیل حالت میں رہتا ہے نہ اسکی حریت محفوظ رکھی جاتی ہے نہ اسے فرحت و خوشی میسر ہوتی ہے کیونکہ آدمی کا گناہی کے دائرہ میں زندگی بسر کرنا لوگوں کی نظروں میں بے وقعت و ذلیل رہنا ہر قسم کے رنج و غم اور خزن و الم کا جمع کرنا ہے اور جب یہ ہے تو ظاہر بات ہے کہ ایٹھ شخص کو کبھی فرحت و مسرور نصیب نہیں ہو سکتا پہلا اگر معصیت و نافرمانی کی چند روزہ لذت کا ان آلام و مصائب سے موازنہ کیا جائے تو آسمان زمین کا تفاوت معلوم ہو۔

یہ امر قابل نوٹ ہے کہ بندہ کے حق میں خدا کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسکے ذکر خیر کا آواز دہنوں جہان میں بلند کرے اور اسکی قدر و قیمت کا پورا عام طور پر پہلا دے یہی وجہ ہے کہ اسنے اپنے پیغمبروں اور پیغمبروں کو ذکر خیر کی شہرت کی ایک ایسی خصوصیت عنایت فرمائی ہے جو انکے علاوہ کسی اور کو عنایت نہیں فرمائی چنانچہ قرآن مجید کے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا ہے
وَإِذْ كُنَّا نُمَوِّدُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَلْبَابِ إِنَّ الْخَلْقَ لَإِنَّمَا لِلدِّينِ بِحُجَّتِهِ
یعنی اور اسے پیغمبر ہماری بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو بھی یاد کرو کہ وہ مائتوں اور آئیکھوں والے تھے ہم نے انکو ایک خاص بات یعنی ذکر جلیل کی خصوصیت عنایت کی وہ اس دار دنیا میں بھی اسکے ساتھ یاد کیے جاتے ہیں اور آخرت میں بھی یاد کیے جائیں گے غرض کہ دنیاوی ذکر خیر خدا کی ایک ایسی عظیم الشان اور جلیل القدر نعمت ہے جسکے مقابلہ میں تمام نعمتوں نے قول مار دیا ہے اور یہی مطلب لسان صدق کا ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اپنے بچے مارکا جیسا کہ ارشاد فرمایا وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدِّيقٍ فِي الْآخِرَةِ یعنی خداوند! آخرت میں سکون میں میرا ذکر خیر جاری رکھ خدا تعالیٰ نے انکی دعا کو جائز قبولیت پہنچا کر فرمایا وَجَعَلْنَا لَكَ فِي الْآخِرَةِ لِسَانَ صِدِّيقٍ یعنی ہم نے ابراہیم اور انکے فرزند اسحاق پوتے یعقوب کی اپنی جگہ

بڑا حصہ عنایت کیا اور ان کے لیے اعلیٰ درجہ کا ذکر خیر دیا مین باقی رکھا۔ اس طرح اپنے بنی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا کہ در فتنایک ذکرک لینے ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کر دیا ہے تو جو لوگ پیغمبروں کے سچے متبع ہیں انکو بھی بطریق میراث اس ذکر جمیل میں سے حصہ ملتا ہے اور جو لوگ انکی مخالفت کرتے ہیں تو اس مخالفت اور معصیت کی وجہ سے انہیں گنہگار کا دائرہ محیط ہوتا اور ذلت و بدنامی کا غبار چاروں طرف چڑھ آتا ہے۔

فصل ۴۱

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک یہ بھی سزا ہے کہ گناہ گنہگار سے مدح و شرف کے القاب جہنم ذلت و حقارت کے اسماء اُس سے چسپاں کر دیتے ہیں مثلاً مومن۔ نیکو کار مطلق مطہج۔ خدا کی طرف رجوع للہ والا۔ دوسرا پرہیزگار متصالح عابد خائف آفتاب۔ طیب و غیرہ جو اسکے شریف و بدیہ القاب ہیں اُس سے چھٹیکر فاجر عاصی مخالف بدکار مفسد خبیث متعوض خدا زانی سارق قاتل کاذب خائن قوی قمار قاطع الرحم وغیرہ ناماک و حقیر اسماء اسکے ساتھ چسپاں کر دیتے ہیں پس یہ بُرے اور ناماک اسماء ہیں جنسے گنہگار شخص پکارا جاتا ہے اور ایمان لائے بچے ناماک ناموں کا استعمال ہونا بہت ہی بُرا ہے جو خدا تعالیٰ کے غضب کے موجب اور دوزخ میں داخل ہونے کے باعث اور زندگی کے تلخ و ذلیل ہونے کے بڑے سبب ہیں بخلاف اسکے اوپر کے شریف و مدحیہ القاب خدا کی خوشنودی اور دخول جنت کے موجب ہیں اور اسباب صاف طور سے دلالت کرتے ہیں کہ انکا سچی تمام بنی نوع پر شرف رکھتا ہے۔ پہرا اگر خدا کی نافرمانی کی سزا میں صرف ان ہی اسماء اور انکے موجبات کا استحقاق ہی کافی سمجھا جائے تو بھی عقل بالضرور ان سے باز رہنے کا حکم کرے گی اور خدا کی فرمانبرداری کے ثواب میں فقط ان ہی القاب اور انکے موجبات پر کامیابی تصور کی جائے تو بھی عقل ضرور ان کا حکم فرمائے گی لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو چیز خدا کی سبکدوشی دے ڈالتا ہے کوئی شخص اسے اس سے دور نہیں کر سکتا اور جو چیز خدا کسی کو دنیا میں نہیں چاہتا اسے کوئی دے نہیں سکتا جسے وہ اپنا مقرب بنانا چاہتا ہے کوئی اُسے دور نہیں کر سکتا اور جسے وہ خود دور کر دیتا ہے کوئی اُسے مقرب نہیں بنا سکتا وَمَنْ يَتُوبِ إِلَى اللَّهِ فَمَا لَهُ مِنْ مَّكَرٍ مِّنْهُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُغْفَرُ ۝ ۵

فصل ۴۲

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ بالخصوصیت نقصان عقل میں موثر ہوتے اور عقل کو خراب کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تم ایسے دو عقلمندوں کو دیکھو گے جن میں ایک مطیع اور دوسرا عاصی ہے مطیع عقل کی عاصی کی عقل سے ضرور تیز پاؤ گے اور اس کی عقل کو اکمل فکر کو صحیح رائے کو درست اور ہر امر میں قرین جواب دیکھو گے اس واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں عقلمندوں ہی کو مخاطب فرمایا۔ چنانچہ جابجا ارشاد ہوا ہے فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ اور وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ شخص کیونکر عاقل ہو سکتا ہے جو ایسے شخص کی نافرمانی کرتا ہے جسکی ہنسی میں ہر وقت اپنے متین دیکھتا جسکے گہر میں بستا ہے اور یہ جانتا بھی ہے کہ وہ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے اور میں مہرہ وقت اسکے سامنے ہوں مجہ میں اس میں کیسیط حکا حجاب اور کسی قسم کی آڑ نہیں ہے۔ باوجود اسکے پہرا سکی نافرمانی میں مصروف رہتا ہے۔ پہلا ایسے شخص کو کون عقلمند کہہ سکتا ہے جو اپنے مربی اپنے خالق کی نعمت کو حورو کر اسکی ناخوشنودی طلب کرتا ہو۔ ہر وقت اسکے غضب کی استدعا کرتا ہو اسکی لعنت اور اسکی بارگاہ سے دوری چاہتا ہو اسکے دروازہ سے نکالاجانا پس اعراض کرنا اسکی خذلان کو پسند کرتا ہو اور اس بات کا خواہان ہو کہ خدا سے اسکے نفس دشمن کی کشمکش میں چھوڑ کر الگ ہو جائے اپنی نظروں سے گر کر عام لوگوں میں ذلیل و حقیر کر دے اسے اپنی محبت اور رضامندی کی راحت سے اپنے قرب کی لازوال نعمت سے اپنے جواب کی نعمت پر کامیاب ہونے سے اپنے دیدار کے شرف سے بالکل محروم و بے نصیب کر دے ایسے شخص کو کون عقلمند کہہ سکتا ہے جو ان مذکورہ نعمتوں کو جو خدا کے فرمانبرداروں کا حصہ ہیں چھوڑ کر ان مصیبتوں کو خریدتا ہے اور یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ ایک ایسی حقیر لذت کو جو دم بہرین یا دن بہرین یا بہت سے ایک زمانہ میں فنا ہو جائے والے اور پریشان خواہوں کی طرح هیچ ثابت ہو نہ والی ہے ابدی اور غیر خالی نعمت اور ہمیشہ کی کامیابی پر ترجیح دیکر اختیار کرے یہ عقل کچھ عقل نہیں اور یہ ہوشیاری کسی کام کی نہیں ہے جو جیسے تو عقل دین و دنیا کی سعادت اور ابدی حیات کا نیک اور سیدھا بنانے والی چیز کا نام ہے۔ یہ عقل جسکی وجہ سے گنہگار

حجت تمام ہوگی اور الزام قائم کیا جائے گا اگر گنہگار میں نہ ہوئی تو وہ مجنون اور دیوانوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا بلکہ بعض اوقات مجنون ہی کیا بلحاظ دنیا اور کیا بلحاظ آخرت اس عقلمند گنہگار سے بہتر ہوتے ہیں۔ یہ تو اس نقصان عقل کا ذکر تھا جو عالم معاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ رہا وہ نقصان عقل جو اس زندگی میں معاش سے متعلق ہے اس کا بیان ہے کہ اس نقصان میں مطیع و عاصی کے دونوں گروہ شریک ہیں۔ اگر اس نقصان میں اشتراک ہوتا تو ضرور ہمارے گروہ کے فرمانبرداروں کو ہم میں سے عاصیوں کا نقصان عقل ظاہر ہو جاتا۔ مگر چونکہ آفت اور جنون عام ہے اس لیے ظاہر طور پر گنہگاروں کا نقصان عقل محسوس نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں وہ صریح نقصان عقل میں مبتلا ہیں کیونکہ اگر انکی عقلیں صحیح اور درست ہوتیں تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ لذت و فرحت اور مبارک عیش و سرور کے حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ بندہ خدا کی خوشنودی و رضامندی کو تمام نعمتوں اور عیشوں سے اعلیٰ درجہ کی نعمت سمجھے اور اسکی ناخوشی و غضب میں نعمت و فرحت کو بھی بڑا سخت و سنگین عذاب سمجھے کیونکہ اصل میں خدا ہی کی رضامندی میں آنکھوں کی تہذک نفس کی خوشی و راحت۔ دلوں کی زندگی و روح کی لذت عیش کا نرا۔ زندگی کی کامرانی متصور ہے اور یہ ایسی بیش قیمت نعمت ہے کہ اگر اسکا ایک ذرہ دنیا کی تمام نعمتوں کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو یہ اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتیں بلکہ اگر کسی دل کو اس میں سے بہت تھوڑا حصہ ہی حاصل ہو جائے تو وہ اس کے معاوضہ میں دنیا و ما فیہا سے ہرگز راضی نہ ہو اور باوجود اسکے وہ اپنی اس دنیاوی حصہ میں ان لوگوں سے بہت زیادہ راحت و تنعم میں زندگی بسر کرتا ہے جو نعمتوں سے مالا مال ہیں اس قلیل حصے اور تھوڑے کھٹے سے اسکا عیش و یسا مکدر نہیں ہوتا جیسا ان لوگوں کا مبہوم و احزان سے مکدر ہوتا ہے جو ہمیشہ نعمتوں میں ڈوبے رہتے ہیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے فرمانبردار کو ان دونوں نعمتوں پر کامیابی حاصل ہوتی ہے اور وہ ان دونوں نعمتوں کے علاوہ دو اور نعمتوں کا منتظر رہتا ہے جو ان دونوں سے عظیم الشان اور جلیل القدر ہوتی ہیں پھر اگر اس انسان میں اسے آلام و آفات پہنچ جائیں تو اس کے اس حال کو دیکھنا چاہیے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں ارشاد فرمایا ہے

فصل ۴۳

خدا کی نافرمانیوں اور گناہوں کی سبب بڑی سزا یہ ہے کہ اُن سے بندے اور خدا کے درمیان
اجنبیت طبعیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب اجنبیت اور بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے تو بندہ سے تمام
خیر و فلاح کے اسباب منقطع ہو جاتے اور اسباب شر ہر طرف سے اُسے آگہیرتے ہیں اور جب یہ
تو ایسے شخص کے لئے جس سے فلاح و خیر کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں اور ایمان اور ادا ایسے مولا کا
یہ طبعیت ویسے لگا لگی واقع ہو جائے جس سے اسے شہم زدوں کے لئے بھی بے پروائی میسر نہیں ہو سکتی۔
اور جب کا کوئی بدلہ اور معاوضہ نہیں ہو سکتا اور نیز دنیا جہان کے اسباب سراسر اسے آگہیرتے ہیں
پہرہ سپر طرہ یہ کہ اس میں اور اُس کے سخت ترین دشمن میں دوستی و محبت کا سلسلہ قائم ہو جائے اور
اپنے قذیمی دشمن کو دل سے دوست رکھنے لگے اسکا حقیقی کارساز اُس سے کنارہ کسی اختیار
کرے (کون ہی فلاح اور کوئی امید اور کون سے عیش کی توقع کی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ
کہ اس انقطاع اور طرح طرح کے آفات و آلام میں جو مصائب اور سپر ٹوٹے ہیں اسکی تفصیل
سے کوئی متنفس واقف نہیں ہو سکتا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ میں گناہ بندے کو خدا اور
شیطان کے درمیان میں پڑا دیکھتا ہوں اگر خدا اُس سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اُسے
اپنی پناہ میں لیکر اسکا دوست بنجاتا ہے اور خدا والی و کارساز بنتا ہے تو اوپر شیطان کا
قابو نہیں چلتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْنَلُوا لِلشَّيْطَانِ أَتَمًا ۚ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ الشَّيْطَانُ شَيْئًا ۚ وَكَانَ
مِنَ الْإِنِّ فَفَسَسَ عَنِ أَفْرَدِيَةِ ۚ وَذُوقُوا عَذَابَ آتِيَةٍ ۚ وَأُولَٰئِكَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْإِسْلَامِ
بِغَيْرِ حَرْبٍ ۖ فَقَدْ حَبَلَ غَلِيظًا بِعَصَائِرِ النَّاسِ ۚ وَكَانَ غِلَظَ حَبْلٍ شَدِيدًا ۚ

ابلیس چونکہ جنات کی قسم میں سے تھا اس لئے اپنے پروردگار کے حکم سے بہا کا تو لوگو! کیا ہم کو چھوڑ کر
 ابلیس اور اسکی نسل کو اپنا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے قدیمی دشمن ہیں ظالمین
 نے جو خدا کے بدلے شیطان کو اختیار کیا ہے اُن کے حق میں یہ بدلا بہت ہی بڑا ہوا۔
 آئیے مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے باپ
 آدم کی عالم ملکوت میں عزت افزائی کی اور اسکی قدر و بزرگی کا آوازہ بلند کرنے کے لئے اپنے
 تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کی تکریم و تعظیم کے اظہار کے لئے اسے سجدہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے
 میری اطاعت قبول کی مگر میرے دشمن اور آدم کے دشمن نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور میرے
 حکم سے سرتابی کر کے میری اطاعت سے نکل بہا کا ثواب یہ بات بہتین کس طرح پہلی لگتی ہے کہ
 مجھے چھوڑ کر اُسکی اور اُسکی نسل کی دوستی اختیار کرتے ہو میری نافرمانی میں اسکی اطاعت اور
 میری خلاف مرضی میں اوس سے محبت رکھتے ہو حالانکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے اور باوجود
 میں نے تمہیں اس سے دشمنی و عداوت رکھنے کا حکم دیا ہے مگر یہی تم اپنے اور میرے دشمن سے
 محبت و دوستی کا سلسلہ مضبوط و مستحکم کیے جاتے ہو اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ جو شخص بادشاہ
 کے دشمنوں کی دوستی رکھتا ہے وہ اُسکے تمام دشمن بادشاہ کی نزدیک برابر ہوتے ہیں۔ کیونکہ
 محبت و اطاعت کی تکمیل صرف اس پر موقوف ہے کہ جسکی تم اطاعت کرتے ہو اسکے تمام دشمنوں سے
 دلی عداوت رکھو اور اللہ تعالیٰ اتحاد و دوستی رکھو لیکن جب بادشاہ کے دشمنوں سے دوستی رکھو اور
 ہر اس بات کا دعویٰ کرو کہ ہم بادشاہ کو دوست رکھتے ہیں تو یہ دعویٰ نہ مغلط بلکہ سخت محال
 ہے اور اگر بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہوتا تو بھی کوئی بات تہی لیکن جب وہ تمہارا ہی دشمن
 ہے اور قدیمی دشمن ہے اور تم میں اُس میں بیڑہ ہے اور پکڑے کی دشمنی سے یہی زیادہ عداوت ہے
 تو تمہارا اس سے دوستی کرنا نہ صرف تجھ پر سخت چڑاؤ انگیز ہے۔ عاقل تو کبھی اس بات کو پسند کرنے کا ہی
 نہیں کہ وہ اپنے اور اپنے ولی و کار ساز اور مولا کے دشمن سے دوستی پیدا کرے جسکے سوا اوسکا کوئی
 اور کار ساز ہی ہونہ مددگار۔ الغرض خدا تعالیٰ نے اس آیت میں دو حکم عداوت فرما کر اس
 دوستی کی قیاحت و شناخت پر تنبیہ کی ہے جیسا کہ اسکی قیاحت پر جملہ محققین عن امر یہ میں
 تنبیہ فرمائی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا خدا سے اور نیز ہم سے دشمنی رکھنا

خدا سے دو اور طلب رزق میں نیک طریقہ اختیار کیا کرو کیونکہ جو برکت و نعمت خدا کے پاس ہے وہ بجز اس کے اطاعت و فرمانبرداری کے حاصل نہیں ہو سکتی اور خدا نے راحت و فرحت کو اپنی رضا مندی میں یقین میں اور پیچ و خم کو اپنی ناخوشی اور شک میں مضمر رکھا ہے۔ امام احمد والا اخرجوا ہوں گے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے بیشتر گزر چکا ہے کہ خدا فرماتا ہے میں اصد ہوں جب میں کسی سے خوش ہوتا ہوں تو اسے برکتوں سے مالا مال کر دیتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اور جب کسی سے ناخوش ہوتا ہوں تو اُس پر اپنی لعنت کا مہینہ برساتا ہوں اور اس لعنت کا اثر اس کی ساتویں پشت تک باقی رہتا ہے واضح ہو کہ رزق و عمل کی وسعت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ شمار میں بہت اور کثیر ہوں اور نہ عمر کی درازی سے یہ مقصود ہے کہ وہ بہت برسوں اور عینوں تک زندہ رہے بلکہ رزق و عمر کی وسعت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُن میں برکت کا اثر نمایاں ہو۔ اور یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ بندہ کی عمر سے مراد اس کی مدت حیات ہے اور اس شخص کی زندگی کچھ زندگی نہیں جو خدا سے منہ موڑ کر اس کے غیر کی طرف مشغول ہو جائے بلکہ اس کی ایسی زندگی سے بہانم اور چار پایوں کی زندگی بدرجہا بہتر ہے کس لئے کہ انسانی زندگی صرف دل و روح کی زندگی کا نام ہے اور دل کی خالق کی معرفت اور اس کی محبت و مودت اور اس کی تنہا عبادت ہر حال میں اس کی طرف رجوع و انابت اسکے ذکر سے اطمینان اور اس کے قرب سے انس حاصل کرنے پر موقوف ہے تو جس شخص نے اس زندگی کو کم کر دیا وہ تمام پہلائیوں اور نیکیوں کو کہو بیٹھا جس کا دنیا میں کوئی معاوضہ کوئی تلافی نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ اس کی تلافی کرنے کی انتہا سے زیادہ کوشش کرے بلکہ کچھ پوچھئے تو ساری دنیا اس سرے سے لیکر اس سرے تک اس زندگی کا معاوضہ نہیں ہو سکتی کیونکہ بندہ سے جو چیز ہی فوت ہو جاتی ہے اس کا معاوضہ ممکن ہوتا ہے لیکن جب خدا اس سے قوت ہو جاتا ہے تو اُس کا معاوضہ ناممکن ہی نہیں بلکہ سخت محال ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو فقیر بالذات غنی بالذات کا عاجز بالذات قادر بالذات کا مردہ اس زندہ کا جو ہمیشہ ایک حال پر باقی رہے گا اسے کبھی موت نہ آئے گی۔ مخلوق۔ خالق کا وہ شخص جس کا کچھ وجود نہ ہو جس کی کوئی ذاتی چیز نہ ہو ایسے بااختیار مقتدر کا ہرگز معاوضہ نہیں دے سکتا۔ جس کی غنا جس کی حیات جس کا کمال جس کا وجود جس کی رحمت اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہو

جو شخص ایک ذرہ کا مالک نہ ہو اس کو کبھی معاوضہ نہیں دے سکتا جسکے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت مسلم ہو۔ اور خدا کی نافرمانی جو آدمی کے رزق و عمر کی برکت کو مٹا دیتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ برکت اور اہل برکت پر شیطان اپنا پورا پورا قبضہ کر لیتا ہے اور اسکا غلبہ اسکا تسلط لگنے لگا رہتا ہے۔ اور جس چیز میں شیطان کی شمولیت و شرکت ہوتی ہے اسکی برکت قطعاً اور یقیناً منبت و نابود ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے کہا ہے پیسے کھڑا بیچنے سوار کی پر سوار ہونے عورت سے ہمبستر ہونے کے وقت خدا کا نام لینے لگے کہ اللہ شروع کر دیا ہے کیونکہ جس چیز کو خدا کے نام سے شروع کیا جاتا ہے اس میں برکت کا اثر نمایاں ہوتا ہے اور اسکے نام سے شیطان اور اسکے ہالی اموالی بہاگ کھڑے ہوتے ہیں یہ خود بخود اس میں وسعت و برکت محسوس ہوتی ہے بخلاف اسکے جس چیز پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا اسکی برکت جاتی رہتی ہے وجہ یہ کہ خدا خود مبارک ہے تمام برکتیں اسی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جو چیز اسکی طرف نسبت کی جاتی ہے مبارک کہلاتی ہے۔ اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا کا کلام مبارک ہے اسکا رسول مبارک ہے اسکا ایمان دار بندہ جو مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے مبارک ہے اسکا محترم گھر یعنی بیت اللہ مبارک ہے۔ ملک شام برکت کی زمین ہے جو برکت کے وصف کے ساتھ قرآن مجید کی چھ آیات میں مذکور ہوئی ہے اور حسب یہ ہے تو صاف طور پر کہا جاتا ہے کہ خیر خدا کے واحد اور اس چیز کے جو اسکی طرف منسوب کی جاتی ہے کوئی مبارک نہیں۔ خدا کی طرف کسی چیز کے منسوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اسکی محبت و ربوبیت اور رضامندی کی طرف منسوب ہو ورنہ یوں تو ساری دنیا اور اسکی تمام چیزیں خدا کی ربوبیت اسکی ملکیت کی طرف منسوب ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب خدا تعالیٰ کسی شخص یا کسی قول و عمل کو اپنی پاک ذات سے دور کر دیتا ہے تو اس میں خیر و برکت کا نام تک نہیں رہتا اور ان میں سے جو چیز اسکے قریب ہوتی ہے تو مقدار قریب اعتبار سے اس میں خیر و برکت پائی جاتی ہے۔ برکت کی ضد لعنت ہے اور کسی چیز میں برکت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے نزدیک ملعون ہے تو جس زمین یا جس شخص یا جس عمل پر خدا نے لعنت کی ہوگی وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے نہایت دور رہے گی۔ خدا نے اپنے دشمن ابلیس لعنت کی ہے اور اسے اپنی درگاہ سے بہت دور کر دیا ہے تو جو شخص یا سکا طرفدار ہوگا

اُسے خدا کی لعنت اُس قدر حصہ ملیگا جس قدر وہ اس سے قریب اور متصل ہوگا سینہ سے معلوم ہو گیا کہ عمر و رزق اور علم و عمل کی برکت ملنے میں جتنی تاثر معاشی کو ہے اتنی کسی اور چیز کو نہیں ہے۔ پس جو نسی وقت میں تم خدا کی نافرمانی کرو گے یا مال و بدن اور علم و عمل اور جاہ کی وجہ سے کسی جرم کے مرتکب ہو گے اسکا ضرر پہر پہر کرتا ہی پر پڑے گا اور تمہاری عمر مال قوت جاہ علم عمل سب بیچ ثابت ہو گئے مگر ان وہ عمر و مال بٹکانے لگیں گے جنکے ذریعہ سے تم نے خدا کو خوش کیا ہوگا اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری کی ہوگی یہی سبب ہے کہ اگرچہ بعض لوگ اس دار دنیا میں سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ زندہ رہتے ہیں مگر انکی عمر پوری بیس برس کی نہیں ہوتی مثلاً بعض گنہگار اگرچہ سونے چاندی کے بستر خزانے اور جمیع کیے ہوئے ڈیرے رکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ہزار درہم کبھی مالک نہیں ہوتے اور یہی حال جاہ و علم وغیرہ کا بھی سمجھ لینا چاہیے۔ تہذیبی مین آیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا خود بھی ملعون ہے اور جو چیز اس میں موجود ہے وہ بھی ملعون ہے مگر خدا کا ذکر اور اُسے دوست رکھنے والے اور عالم اور علم سیکھنے والے ملعون نہیں ہیں۔ انکے اثر میں یوں آیا ہے کہ دنیا و ما فیہا ملعون ہے لیکن جو چیز خدا کے لئے ہے وہ ملعون نہیں بلکہ اس میں برکت خاص ہے۔

فصل ۴۵

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک بڑی سزا یہ ہے کہ گناہ نافرمانوں کو نہایت ذلیل اور کم درجے کے لوگوں میں جگہ دیتے ہیں۔ بعد اسکے کہ ان میں اعلیٰ درجے کے لوگوں میں داخل ہونے کا مادہ موجود نہ تھا اور اسکی توضیح یہ ہے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو دو طرح پر پیدا کیا اعلیٰ اور ادنیٰ اعلیٰ درجے کے لوگوں کے لئے ایک نہایت بلند مرتبہ یعنی مقام علیین قرار گاہ مقرر کیا اور ادنیٰ درجے کے لوگوں کے واسطے اسفل السافلین نہایت حقیر فرمایا اور ساتھ ہی بطرح اپنے فرمانبرداریوں کو تمام مخلوق سے مغرور و مکرّم گنہگار نافرمانوں کو ساری مخلوق سے زیادہ ذلیل و حقیر بنایا اس طرح اپنے مطیع بندوں کا دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں آوازہ بلند کیا اور ارفع و اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمایا اور گنہگاروں کو دنیا و آخرت میں اسفل و ادنیٰ درجہ دے کر پہلے گروہ کی عزت و فخر اور دوسرے کی ذلت و حقارت کے ساتھ نشہیر کی جیسا کہ مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے روایت کرتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے میں تجھ کو دلت و حقارت کا ناموزن نہ سکد اُن لوگوں کی مثال نہ دیتا
 بٹھا دیا ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ الفرض حسب بندہ کسی محسیت میں مبتلا ہوتا ہے
 تو وہ اپنے اصلی مرتبے سے پستی کی طرف نزول کرتا ہے اور پستی کے تمام درجے یکے بعد دیگرے
 طے کرتا ہوا کتر سے کتر مخلوق کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے جسے اسفل السافلین سے تعبیر کیا کرتے
 ہیں اور جب وہ طاعت الہی میں مصروف ہوتا ہے تو اس سے اُسکا درجہ بلند ہو جاتا ہے اور
 ارتفاع میں ترقی کرتے کرتے اعلیٰ علیین تک جا پہنچتا ہے لیکن کبھی کبھی بندے کو اپنی مدت حیات
 میں ایک درجہ سے صعود اور ایک وجہ سے نزول ہی ہوتا رہتا ہے سوا سوقت اگر صعود کو غلبہ
 ہو گا تو وہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں شمار کیا جائے گا اور نزول کو ترجیح ہوگی تو کتر لوگوں کے
 درجے میں محدود ہو گا کیونکہ اگر کوئی شخص سڑے کے سوڈنڈوں پر چڑھ کر ایک ڈنڈا اچھے اتر
 آیا تو وہ اس شخص کی برابر نہیں ہو سکیگا سوڈنڈے اتر کر ایک ڈنڈے پر چڑھا لیکن اس مقام
 پر نفوس کو ایک بڑی غلطی درپیش آتی ہے اور وہ یہ کہ بندہ کبھی ایسی گہری پستی کی طرف نزول
 کرتا ہے جسکی گہرائی اور بعد مشرق و مغرب اور آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہوتی
 ہے پھر یہ شخص اگر اوپر کی جانب ہزار درجے پہنچ کر جائیگا اور اپنے عروج میں بے نظیر
 ترقی کرے گا تاہم وہ اس ایک نزول کا جبر نقصان نہ کر سکے گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کلمہ کی وجہ سے جیسے وہ اپنی زبان سے نکالتا ہے دوزخ کی
 گہرائی میں یہاں تک گرنا چلا جائیگا کہ اگر اس مسافت کا اندازہ کیا جائے تو مشرق و مغرب
 کی درمیانی مسافت بھی اُسکے سامنے بیچ ہوگی۔ اور جب یہ ہے تو اب کون سا ایسا صعود ہو سکتا
 ہے جو اس نزول کا مقابلہ کر سکے اور نزول ہے کہ ہر انسان کو لازم اور ضرور ہے۔ اسکا مختصر
 جواب یہ ہے کہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں غفلت کی طرف نزول ہوتا ہے تو ایسے لوگ جب
 اپنی غفلت سے چونک کر ہوشیار ہونگے تو ضرور اپنے قدیم درجے پر یا بلحاظ اپنی بیداری۔ و
 ہوشیاری کے اوس اعلیٰ درجہ پر عود کر جائیں گے اور بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جنکا
 نزول ایک ایسے مباح امر کی طرف ہوتا ہے جس سے طاعت الہی پر مدد لینے کی نیت نہیں ہوتی
 یہ لوگ جب خدا کی نافرمانی و طاعت کی طرف رجوع ہونگے تو کبھی تو اپنے اصلی مرتبہ پر

جا پہنچیں گے۔ کبھی اوس سے ورے کبھی اس سے اور پر کنیونکہ کبھی تو اسکی ہمت پہلے سے اعلیٰ ہوتی ہے
کبھی ضعیف و کمزور ہوتی ہے۔ گاہے ہمت سابقہ کے مساوی ہوتی ہے۔ اور بعض لوگ وہ ہوتے ہیں
جنکا رجوع گناہ کی طرف ہوتا ہے کبھی ضعیف کی طرف اور گاہے کبیرہ کی جانب اور یہ گروہ اپنے اصلی
مرتبہ تک پہنچنے میں توبہ و نضوح اور سچی انابت و رجوع کی محتاج ہیں۔ بہرہ لوگوں کا اختلاف ہے
کہ کیا بندہ توبہ کے بعد اپنے اسی درجہ کی طرف عود کر سکتا ہے جو اسے گناہ کے مرتکب ہونے سے
پیشتر حاصل تھا کیونکہ توبہ گناہ کے اثر کو مٹا دیتا ہے مثلاً دیتی ہے اور گناہ کے وجود کو عدم کے
پردہ میں چھپا دیتی ہے گویا کبھی اسکا ظہور ہوا ہی نہ تھا یا وہ اپنے اس مرتبہ کی طرف لوٹ
نہیں سکتا اس بنا پر کہ توبہ کی تاثیر صرف اسی قدر ہے کہ گناہ پر جو عذاب مترتب ہوتا ہے
وہ گنہگار پر سے ٹل جاتا ہے اور جو درجہ اس سے فوت ہو گیا اس توبہ کے ذریعہ سے نہیں پایا
جاسکتا۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ گنہگار توبہ کی وجہ سے اپنے اس مرتبہ کو نہیں پہنچ
سکتا جس پر وہ گناہ کے مرتکب ہونے سے پیشتر تھا اونکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ زمانہ
معصیت میں طاعت الہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے تمام اعمال سابقہ کے ذریعہ سے
اوپر کے درجے پر چڑھنے اور ایک مرتفع اور اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے مستعد اور سرگرم
ہوتا اور چون کہ اس کے اعمال سابقہ روز افزون ترقی ہوتی جاتی تھی وہ اعلیٰ درجوں پر
کامیاب ہوتا جاتا تھا جیسے وہ شخص کہ ہر روز اپنے تمام مال اور سرمایہ سے جو اسکی ملکیت
میں ہے تجارت کرتا رہتا ہے اور چون کہ اس مال بڑھتا جاتا ہے۔ فائدہ دو چند ہوتا
ہوتا جاتا ہے یہی حال بعینہ اس شخص کا ہے تھا کہ اپنے تمام اعمال سابقہ کی ترقی سے فائدہ
اور ارتفاع حاصل کرتا تھا لیکن جب معصیت الہی میں گرفتار ہوا تو وہ فائدہ اور ارتفاع جاتا
رہا اب جب از سر نو عمل کرے گا یا نزول کے بعد از سر نو صعود حاصل ہوگا۔ حالانکہ اس سے
پیشتر بغیر نزول کے اسفل سے اعلیٰ کی طرف صعود حاصل ہو رہا تھا اور جب ان دونوں صورتوں کو غور سے
دیکھا جائے گا تو ان میں آسمان و زمین کا تفاوت ظاہر ہوگا زیادہ تشریح کے لئے ان دونوں
شخصوں کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ دو آدمی ایسی دو میٹر میون پر چڑھ رہے لیکن جنکی کوئی حد و
انتہا نہیں اور یہ دونوں شخص میٹر میون کے ڈنڈے طے کرنے میں مساوی ہیں مگر آگے چلکر ایک

شخص نیچے اتر آگیا ایک ہی ڈنڈا ہی اور ہر چڑھنا شروع کیا تو ظاہر بات ہے کہ جو شخص نیچے نہیں اتر آوے وہی چڑھتا چلا گیا اُس میں اور اس میں کس قدر فرق ہے لیکن شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان دونوں فرقوں میں جو فیصلہ دیا ہے وہ حقیقت میں نہایت مقبول اور قابل تسلیم فیصلہ ہے وہ کہتے ہیں اس بارہ میں تحقیق بات یہ ہے کہ تائبوں کی کئی قسمیں ہیں بعض تائب تو ایسے ہیں جو توبہ کے بعد اپنے پہلے مرتبہ سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف عود کر جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اپنے پہلے ہی مرتبہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض اوس تک بھی نہیں پہنچ سکتے اور بعض اپنے سابق کے مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تفاوت مراتب توبہ کی قوت و کمال اور اس ذلت و خضوع رجوع الی اللہ بخوف و اندیشہ الہی اور خدا کے ڈر سے رونے کے لحاظ سے ہے جو معصیت کی سبب سے بندے پر طاری ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خدا خوف ان مقامات با توں پر غالب آجاتا ہے اس وقت تائب اپنے سابق کے مرتبہ سے بھی تجاوز کر کے بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور توبہ کے بعد اسکی حالت بہت بہتر اور قابل اطمینان ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی معصیت بندہ کے حق میں رحمت بخاتی ہے کیونکہ وہ عجب و خود پرستی کا خطرناک مرض اُس سے دور کرتی اور اُسے اپنے نفس و اعمال پر بہرہ و کرنے کی مہلک بھنور سے نکال لیتی ہے اسی کی وجہ سے بندہ اپنا عجز و انکسار اور ذلت کا رخسارہ اپنے سید و مولا کی چو کہٹ پر رکھتا اُسکے قدر و رتبہ کو پہچانتا اپنی محتاجی اور ضرورت کے لئے اپنے آقا و سردار کی حفاظت ضروری سمجھتا اُسکی عضو و مغفرت کا طالب ہوتا ہے یہی معصیت اسکے دل سے طاعت کی شوکت و صولت نکال ڈالتی اور اسکی مشیخت ماب نامک اور مغرور و تکبر گردن کو توڑ مڑ کر رکھ دیتی ہے یہی معصیت اسے اپنے نفس کو غیر سے بہتر اعتقاد کرنے سے روکتی ہے۔ یہی معصیت بندے کو اس کے پروردگار کے آگے گنہگار و لظا کاروں کے موقف میں اس حال میں لیجا کر رکھ دیتی ہے کہ وہ خدا کے سامنے سرنگون ندامت کے عرق میں غرق خائف و ترسان کھڑا رہتا اپنی طاعت کو حقیقہ گناہوں کو بڑا جانتا ہے۔ اپنے نفس کے ناقص و مذہم ہونے کا اعتراف کرتا اور اپنے پروردگار کے متفرد بالکمال اور قابل حمد و شکر ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

فصل ۴۶

ایسے شخص کو اکثر سے کمتر نعمت ہی خدا کی طرف سے پہنچتی تو وہ اسے اپنے حق میں بہت بڑی اور کثیر نعمت
 نعمت سمجھتا اور اپنے نفس کو اسکا اہل اور قابل نہ خیال کر کے اس سے بہت کمتر اعتقاد کرے گا اور
 بلکی سی ملکی بلایاں نہ پہنچتی تو اپنے نفس کو اس سے بہت بڑی مصیبت کے قابل سمجھ کر اسے اسکا اہل نہ سمجھا
 اور ساتھ ہی اسباب کا معتقد ہوگا کہ میرے مولائے ہمہ پر ہر اہی احسان کیا کیونکہ اُسے بقدر میرے جرم
 کے بلکہ اسے نصف بلکہ اسے اولیٰ جزو کے جیسا کہ انہیں دی ورنہ جس سزا کا میں مستحق ہوتا اُسے تو بڑے
 بڑے عاقلیت ان پہاڑ جی برداشت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ میں ضعیف اور عاجز بندہ۔ اور اصل
 میں بات یہی ہے کہ کس لئے لگنا ہ اگرچہ چوڑا اور صغیر ہوا کے مقابل ایک ایسا مقتدر اور
 عظیم الشان شخص ہے جسکی عظمت کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی ایسا کہ یہ جلیل ہے جس سے
 کوئی چیز بڑی اور بزرگ نہیں ہو سکتی اور یہ بدیہی بات ہے کہ جو نعم اپنی طرح طرح کی چھوٹی بڑی
 تمام نعمتوں سے بندوں کو سرفراز فرماتا چھو۔ اسکا مقابلہ معصیت و نافرمانی کے ساتھ کرنا نہایت
 قبیح اور بدتر کام ہے دیکھیے دنیا میں یہی با اقتدار اور صاحب عظمت و جبروت اور سردار لوگوں کا
 انکی نافرمانی کے ساتھ مقابلہ کرنا ایک ایسا مذموم فعل ہے جسے ہر مومن و کافر قبیح جانتا ہے
 اور وہ شخص تمام لوگوں میں ازل و مکینہ سمجھا جاتا ہے جو ذلیل اور ذلیل باتوں سے انکا مقابلہ کرتا
 ہے اور جب دنیا کے باوقار اور ذی عزت لوگوں کی نسبت نافرمانی کو نہایت بُرا اور ناشائستہ
 کام سمجھا جاتا ہے تو عظیم الشان بادشاہ کی نسبت کیونکر قبیح نہ سمجھا جائیگا جو آسمان و زمین سے
 بڑا آسمان و زمین کا بادشاہ آسمان و زمین کے باشندوں کا مہبود ہے۔ اگر اُسکی رحمہ
 اُسکے غضب پر سبقت نہ لیگی ہوتی اگر اُسکی مغفرت اُسکی سزا دی پر غالب نہ ہوتی تو گنہگاروں
 کو اس کروت کی وجہ سے کہ وہ اسکا ایسی چیز سے مقابلہ کرتے ہیں جو اس سے مقابلہ کیے جانے کے
 لائق نہیں یعنی زمین کی بنیادیں مستزل ہو جاتیں اور اسکا علم و مغفرت نہ ہوتا تو ہندو نیکی معاصی
 کی خواست سے آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹپھلے جیسا کہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُنِیْکَ
 السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضَ اِنْ تَوَلَّیْتَ اِلَیْہِ الذَّلٰلَۃُ اَمْ سَکُنتُمَا فِیْہِۃً یَّوْمَ یُنْفِخُ الرُّۤسُۡمَ کَانَ
 حَسْبِیْمَا غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کو تہا سے ہونے ہے کہ کہیں انہی کا

مل نہ جائیں تو پھر اسکے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کو ہتھام سکے بلکہ وہ بڑا عقل والا اور بندہ
کے گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ دیکھئے اس آیت کا حاتمہ خدا کے اسماء مبارک میں سے ایسے دو اسم
یعنی حلیم و غفور پر ہوا ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ مجرموں کے حق میں بردبار اور
کنہ گاروں کے بارہ میں غفور نہ ہوتا تو آسمان و زمین برقرار نہ رہتے علیٰ ہذا القیاس قرآن کے دوسرے
موقع پر خدا تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کے کفر سے یوں خبر دی ہے تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ
وَمَنْ يَشَقُّ الْأَرْضَ يَذْحِكُ وَيَهْلِكُ هَذَا یعنی تم لوگ ایسی بڑی سخت بات اپنی طرف سے گہر کر لائے ہو
جسکی وجہ سے عجب نہیں کہ آسمان ہٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور ہمارے زیرے ہو کر پڑیں
اور یہ سب کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم اور انکی بی بی حوا کو جو تمام بنی آدم کے والدین
ہیں صرف ایک گناہ کے مرتکب ہونے اور ایک ممنوع کام میں اسکی مخالفت کرنے کی وجہ جنت سے نکل
بابر کیا اور ابلیس کی گردن میں صرف اسکے ایک گناہ کے مرتکب ہونے اور ایک حکم کی مخالفت کرنے کے
سبب سے لعنت کا طوق ڈال دیا اور ملکوت سماء سے قارچ کر دیا اور ہم احمق لوگ سے فصل
الذنوب الی الذنوب ورتجی + درک الجنان لذلّی النعیم الخ لہ ولقد علمنا اخرج الابوین من
ملکوتہما الا علی بذنب واحد گناہوں پر گناہ کرتے جاتے اور جنتوں کے اعلیٰ درجوں میں ہمیشہ
ناز و نعمت کے ساتھ رہنے کی امید کرتے ہیں اور اگرچہ ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے والدین آدم
وحوا علیہما السلام صرف ایک گناہ کی وجہ سے ملکوت اعلیٰ سے نکلے گئے مگر تو یہی ہم شب و روز گناہوں
میں مصروف رہ کر جنت کے طالب ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بندہ کہی تو بکے بعد اس حالت سے
بہتر نہ ہوتا ہے جیسو وہ گناہ کے مرتکب ہونے سے پیشتر تھا اور کہی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ اسکی بہت کو
ضعیف اور عزم کو شست کر دیتے ہیں جن سے اسکا دل بیمار ہو جاتا ہے اور ہر وہ توبہ کے بعد بھی
اُسے پہلی صحت پر لوٹا نہیں سکتا اور اسوقت وہ اپنے سابق کے درجہ پر کبھی نہیں پہنچ سکتا کہی کہی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل کی بیماری جاتی رہتی ہے اور اسکی صحت ویسی طو کر آتی ہے جیسے پہلے
تھی اسوقت بندہ اپنے اعمال سابقہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے اصلی درجہ کو پہنچ جاتا ہے
لیکن جب بائیں اسی وقت تک ہوتی ہیں کہ بندہ کا نزدل صرف معصیت کی طرف ہوتا ہے۔
کیونکہ جب اسکا نزدل کسی ایسے امر کی جانب ہو گا۔ جو اسکے اصل ایمان کو قارح ہو مثلاً شکوک

رتیب نفاذی تو ایسی شخص کی نسبت اس بات کی امید نہیں کیا سکتی کہ اُسے ترقی کے درجات پر عروج ہوگا مگر جبکہ وہ اپنے اسلام کی از سر تہجد پر کرے گا۔

فصل ۴

خدا کی مافرا نیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ ہے کہ گناہ بندے پر اُن طرح طرح کی مخلوقات کو جبری و غالب کر دیتے ہیں جن کو گناہ سے پیشتر سپہ جرات کرنے کی قدرت نہیں ہوتی تو جب بندہ مبتلائے معاصی ہوتا ہے شیاطین ایذا اور اغوا اور دوسوہ اور تحویک ساتا و سپہ جرات کرتے اور جس چیز کی یاد رکھنے میں اسکی مصلحت و ہیود ہی تھی اسکے ٹیلا دیئے میں جس چیز کے ہول جانے میں مضرت تصور تھی اسکے یاد دلانے میں غلبہ کرتے ہیں۔ مگر خدا کی شیاطین گناہ بندہ پر یہاں تک غالب ہو جاتے ہیں کہ اسے خدا کی مصیبتوں اور مافرا نیوں پر ہر وقت اُپہارتے اُکساتے رہتے ہیں اور شیاطین جن کے علاوہ شیاطین انس ہی اسکی غیبت و حضور میں اُن تکلیفوں اور انداؤں کے پہونچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے جو انکے امکان و قدرت میں ہوتی ہیں جسے کہ اسکی جو رو اسکی اولاد اسکی خادم اسکے پڑوسی بلکہ چار پائے تک اُس سپہ جرات کرتے اور تسلط ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے جو بعض سلف نے فرمایا ہے کہ جب میں خدا کی مافرا نی میں مبتلا ہوتا ہوں تو اُس کا اثر اپنی جو رو اور اپنے چار پائے تک میں حساس کرتا ہوں اس طرح حکام اور ارباب امر اس سزا کے ساتھ اُس سپہ جرات کرتے ہیں کہ اگر وہ منصفانہ عمل درآمد کریں تو بھری شہری حدود قائم کریں ہر شدہ شدہ یہاں تک نوبت نہیں جیتی ہے کہ خود اُسکا نفس اُسپر غالب آجاتا ہے اور سختی شروع کر دیتا ہے جسے کہ اگر گنہگار آدمی اُسے کسی بہلائی اور ہیودی کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اسکی اطاعت قبول نہیں کرتا اور گردن تسلیم خم کرنے سے انکار کرتا ہے بلکہ خود اُسے طوعاً و کرہاً کسی خطر ناک اور مہلک امر کی طرف کشان کشان لیجاتا ہے اور اصلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا کی طاعت فرمانبرداری بندہ کے حق میں گویا ایک ایسا آغزی قلعہ ہوتا ہے جس میں داخل ہونے والے نہایت امن و امان سے رہتے ہیں اور جب اُس سے مفارقت کرتے ہیں تو رانہ زن و غیرہ اُنکے لوٹنے اور قتل کرنے پر جبری ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس قدر گنہگار کو خدا کی مافرا نیوں پر دلیری ہوگی اُس قدر یہ آفتیں بھی پر دلیری کر سکی اور اُس وقت اُسکے پاس کوئی چیز ہی ایسی نہ ہوگی جس سے ان آفات سے

دفع کر کے وجہ برکہ خدا کا ذکر اسکی اطاعت صدقات لوگوں کو نیکی کا حکم کرنا زیبا اور سجا کاموں سے روکنا
 جاہلی کو سیدھے رستہ لگا دینا یہ ایسی باتیں ہیں جو بندے کے لئے آفات سے بچانے کا باعث ہیں اور ان کے
 حق میں اس دوا کے منزلہ میں ہیں جو مرض کو دفع کرتی اور اس سے مقابلہ کر کے آخر کار شکست دیتی
 ہے لیکن جب وہ تمام باتیں اس سے فوت ہو گئیں تو آفات و مصائب کے لشکر کو کوئی ٹالنے والا
 اسکے پاس نہیں رہا اور وہ اُسپر غالب آگئے جیسا کہ مریض کی قوت باقی نہ رہنے سے مرض کی آفات
 اُسپر غالب آکر ہلاک کر دیتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بندے کے پاس کسی ایسے ہتیار کا ہونا ضرور ہے جو
 اُس سے آفات کے لشکر کو دور کرتا رہے کیونکہ نیکیوں اور بُرائیوں کے موجبات ہمیشہ باہم ملتے
 کرتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو غالب آتا ہے اُسی کا حکم بحال رہتا ہے اگر نیکیوں کی جانب غالب
 رہتی ہے تو یہ دفع کرنے کا بڑا قوی سبب ہوتی ہے جیسا کہ آیہ ان السعدیرافع عن الذین آمنوا
 میں اسکی توضیح ہو چکی ہے۔ اور چونکہ ایمان قول و فعل کا نام ہے اس لئے جس قدر ایمان قوی
 ہوگا اسی قدر اس میں قوت دفع بھی زیادہ ہوگی

فصل ۴۸

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ وہ گنہگار بندہ کو عین اس وقت میں دعا
 دیتی اور اظہارِ حیثیات کرتی ہیں جبکہ وہ اپنے نفس کی مدد کا بہت ہی محتاج ہوتا ہے اور اسکی تفصیل
 یہ ہے کہ ہر ایک آدمی خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو ان چیزوں کی معرفت کا ہمیشہ محتاج رہتا ہے جو اسکی معاش
 و معاویہ میں اسکے لئے نفع رسان یا مضرت دہ ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جو شخص ان چیزوں کا تفصیل
 عارف ہو جائے اسے تمام لوگوں سے بڑا عالم کہتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس اور اسکے امادہ
 پر قوی ہوتا اور اسے اپنی نفع بخش چیزوں میں لگا لیتا اور تکلیف دہ باتوں سے روکتا ہے اسے
 سب لوگوں سے زیادہ قوی۔ زیادہ دانا کہتے ہیں اسی سبب سے لوگوں کی ہمتوں اور محنتوں
 مرتبہ انکی معرفتوں میں تفاوت پایا جاتا ہے لیکن جس طرح وہ شخص تمام لوگوں سے زیادہ احمق
 و بے خوف سمجھا جاتا ہے جو سعادت و شقاوت کے اسباب سے غافل و جاہل ہوتا ہے اسی طرح ان
 اسباب کے عارف اور ذرائع سعادت کو اسباب شقاوت پر اختیار کرنے والے سب سے بڑا دانا
 اور عالم مئے جلتے ہیں معاصی کی خاصیت ہے کہ بندہ کو اس شریف علم کی تحصیل اور شرفِ عالمی

دائم حکم کو ذلیل آدمی منقطع قاتی حصے پر اختیار کرنے میں دھوکا دیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ اس علم کے کمال اور ان چیزوں میں مشغول ہونے سے بندہ کو روک دیتے ہیں جو دین و دنیا میں اس کے لئے نفع بخش تھے پہر جب کو کسی خطرناک موقع میں مبتلا ہو جاتا اور اس سے غلطی پانے کے لئے کسی تدبیر کا محتاج ہوتا ہے تو اس کا دل اس کا نفس اس کے تمام اعضا اس کی خیانت کرتے ہیں اور اس وقت اس کی کیفیت اس شخص جیسی ہو جاتی ہے جو کمر سے تلوار باندھے معرکہ جنگ میں گہرا ہے گھسان کی لڑائی ہو رہی ہے اور اس کی تلوار کا قریب پہنچا ایسا چٹ گیا ہے کہ جب یہ تلوار کہینچنا چاہتا ہے وہ کہینچتی نہیں اتنے میں دشمن جو اس کے خون کا پیاسا تھا سر پر آدھمکا اسے تلوار کے قبضہ پر مانتہ رکھا اور ہر چند اس کے نکالنے میں کوشش کی مگر وہ نہ نکلی دفعہ دشمن نے اس کے سر پر تلوار ماری اور فتح حاصل کی یہی حال گہمگار کے دل کا ہے کہ وہ گناہوں کی کثرت سے رنگ آلود ہو جاتا اور مہلک مرض کی وجہ سے نہایت مضطرب ہو جاتا ہے اور جب دشمن سے جنگ کرتا اور اس کے دفع کرنے کا محتاج ہوتا ہے تو اپنے میں کچھ بھی قوت نہیں پاتا گناہ ہر چند کہ دشمن کے مقابل جنگ کرتا اور حملہ آور ہوتا اور اپنے دل سے اظہار جرأت کا خواستگار ہوتا ہے لیکن دل اس سے ہٹا جواب دے دیتا ہے اور چونکہ اعضا دل کے تابع ہوتے ہیں تو جب ان کے بادشاہ ہی کے پاس دشمن کے دفع کرنے کی قوت نہیں ہے ان کے پاس اتنی قوت کہاں سے آسکتی ہے لامحالہ اس نازک وقت میں کوئی اس کا ساتھ دینے کی حامی نہیں بہرتا۔ رہا نفس وہ خود شہوات اور مواہی کی گندگی سے نجس اور ضعیف ہوتا ہے مگر اس سے ہماری مراد نفس مطمئنہ ہے نہ کہ نفس امارہ۔ کیونکہ نفس امارہ تو اس وقت بے انتہا قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ قوی ہوتا جاتا ہے نفس مطمئنہ ضعیف اور مضطرب ہوتا جاتا ہے یہاں تک بجز نفس امارہ کے اور کسی کا جسم میں حکم و تصرف باقی نہیں رہتا نفس مطمئنہ اس وقت ایسی موت دیتا ہے جس کے زندہ ہونے کی گہی امید ہی نہیں کی جاسکتی دنیا میں وہ مردہ رہتا ہے برزخ میں رہتا ہے آخرت میں گونزدگی پاتا ہے لیکن زندگی کسی کام کی نہیں ہوتی بلکہ ابد الابد تک مبتلا ہے رنج و غم اور گرفتار عذاب و بلا رہتا ہے۔ الغرض جب گناہار بندہ کسی شدت یا رنج و بلا میں پڑتا ہے تو اس کا دل اور زبان اور تمام اعضا اس کی مدد سے الگ ہو جاتے اور جو چیز اسکے حق میں مفید اور نافع تر ہوتی ہے اُس سے اُسے دھوکا دیتے ہیں

دل خدا پر ہر دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی یاد سے اطمینان و سکون حاصل کرنے اور
جنابین عجز و انکسار اور تضرع و تواضع کرنے میں اس کا ساتھ نہیں دیتا زبان ذکر الہی اور تلاوت
قرآن میں اس کی مطیع و منقاد نہیں ہوتی اس کا ذکر لسانی قلبی کے ساتھ جمع نہیں ہوتا نہ تو دل ہی
زبان کے ساتھ موافقت کرتا ہے کہ اس کا اثر دل پر پڑ سکے نہ زبان ہی اس میں کوشش کرتی ہے
کہ اپنے ذکر کا اثر دل پر ڈالے بلکہ ایسا شخص کہی زبان سے ذکر کرتا ہی ہے تو اسکے اس ذکر کا وہی
اثر ہوتا ہے جیسا غافل اور سہمی دل کے ساتھ ذکر کرنے والی کا۔ اور اگر گہنگار آدمی اپنے اعضا
سے اطاعت پر اعات دما د کا طالب ہوتا ہے تو وہ بھی اسکے مطیع و منقاد نہیں ہوتے اور اس
بلاؤں کے دفع کرنے میں پہلو ہتی کرتے ہیں یہ سارا اثر گناہوں اور معصیوں کا ہوتا ہے اس کی مثال
یون عجیبی چاہیے کہ ایک بادشاہ کے پاس بڑا جبار لشکر تھا جو دشمنوں کے شر کو اس سے دفع کرنے کیلئے
آراستہ کیا گیا تھا مگر یہ قوف اپنی جان کے دشمن بادشاہ نے اس لشکر کو بیکار کر دیا اور اسے
ضائع و برباد اور نہایت کمزور و ضعیف بنا دیا لیکن جب دشمن نے هجوم کیا تو اب اسے چاہا
کہ اسے کمزوری اور بربادی کی حالت میں لشکر کے لوگ دشمن کو فح کرنے میں اپنی پوری قوت خرچ
کر دیں لشکر جو پہلے ہی سے اس کی طرف سے دل برداشتہ تھے اس کے حکم سے پہلو ہتی کر گئے اور
دشمن نے پورا غلبہ پال لیا۔ پھر اس سے بھی زیادہ خوفناک زیادہ تلخ زیادہ سخت ایک اور موقع پیش
ہوا اور وہ یہ کہ جب گہنگار کو خدا کے حضور میں حاضر ہونے اور دنیا سے انتقال کر جانے کا نازک وقت
درپیش ہوتا ہے تو اسے دل اور زبان دونوں اس وقت و خواہے جائے ہیں اور اکثر اوقات اسے
شہادت کے کلمہ کے ساتھ گویا ہونا مشکل پڑ جاتا ہے جیسا کہ اس قسم کے بہت سے لوگوں میں اسباب
کیا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جب جا بھکی کے وقت اسے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو انکی زبان نے مطلق یاری
نہیں دی حتیٰ کہ بعض نے والوں سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو اسے جواب دیا آہ میں اس وقت
اس کلمہ کے کہنے کی طاقت نہیں رکھتا اور بعض سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو اسے یہ کہہ کر شاہ رخ فلینک
جان دیدی ایک شخص کو کلمہ شہادت کی تلقین کی تو اسے یہ شعر پڑھ دیا سے یارب قائمہ یوما وقد
تعبت ہ این الطريق الی حمائم منجاب ہ اور یہ گویا ایک اور شخص سے جب حاضر بننے کے کلمہ کو یہ پڑھنے
کو کہا تو اسے راگ اپنا شروع کر دیا اور تانا تینا کہہ کر بولا کہ جس چیز کا تم مجھے حکم کرتے ہو وہ مجھے

وہ مجھے کبھی مفید نہ پڑی اور میں جس معصیت کا مرتکب ہوا ہوں اس سے نہ چھڑوں گا یہ کہہ کر قضا کر گیا اور کلمہ منہ سے نہ نکلا۔ ایک اور مرنے والے سے جب کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ کیا کلمہ کہنا مجھے عذاب آتی دفع کر دے گا حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ میں نے خدا کے لئے کبھی نماز نہیں پڑی آخر الامر کلمہ نکھا اور فوت ہو گیا۔ اسدی طرح ایک اور شخص سے کہا گیا کہ کلمہ پڑھ لے اس نے کہا کہ جی نہیں اس کلمہ کے ساتھ گویا ہونا چاہتا ہوں تو میری زبان اس سے مرکب ہوتی ہے اور گویا میں میری موافقت نہیں کرتی۔ ایک ایسے شخص نے جسے میں نہایت ثقہ اور معتبر سمجھتا ہوں مجھے بیان کیا کہ میں ایک تیرگر کے پاس اسکی جانکشی کے وقت موجود ہوا وہ مدفلیس۔ مدفلیس کہتے کہے مر گیا۔ نیز ایک تاجر نے مجھے بیان کیا کہ میری ایک قرابتی کو سکرات موت کے آثار شروع ہوئے حاضرین نے اسے لا الہ الا اللہ کی تلقین کی لیکن وہ اس طرف بالکل متوجہ نہیں ہوا اور یہی کہتے کہتے مر گیا کہ یہ قطع نہایت ارزان ہے یہ خریداری ہوئی چیز بہت عمدہ ہے۔ غرض کہ بے انتہا لوگوں نے اس طرح کی بہت عورتوں کا رونا سنیں اور آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ مرنے والوں کے جو حالات اُن سے مخفی نہیں وہ ان سے بہت بڑے اور عظیم الشان ہیں۔ ہر حال یہ بات غور سے سننے کے قابل ہے کہ جب آدمی بڑا وقت میں کراسکا ذہن حاضر قوت موجود کمال اور اک پاس ہے شیطان بحین قابو پالیتا اور جس جرم کا مرتکب کرنا چاہتا ہے اس میں کامیاب ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو یاد آتی ہے غافل زبان کو اس کے حدود نشنا اور شکر سے بیکار و معطل اعضا کو طاعت سے روک دیتا ہے تو اس نازک وقت میں اس کا کیا حال ہو گا جبکہ تمام قوی بیکار ہو کر حبش تک نہر سکین گئے دل اور نفس جانکشی کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونگے شیطان اپنی ساری قوت و مہمت جمع کر کے اُن تمام چیزوں کے ساتھ جبروہ قدرت رکھتا ہے اسپر ہل پڑے گا تاکہ اپنے دل مقصد پر کامیاب ہو کیونکہ اسکی تمام کوششوں کا آخری نتیجہ اس وقت تک موقوف ہے۔ اس وقت گنہگار پر سب چیزوں سے زیادہ قوی اسکا شیطان اور تمام کمزور و ضعیفوں سے زیادہ کمزور خود ہوتا ہے تو جس شخص کو تم اس گہائی سے صحیح سالم عبور کرتے ہوئے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ آیہ یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الْقَافِلِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ کا ضرور مصداق ہے۔ ایت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو کئی بات یطے کلمہ توحید کی برکت سے خدا دُنیا میں بھی اعلان پر ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم

رکبہ گلیے سوال و جواب کے وقت اُنکو کسی طرح کی لغزش نہوگی اور اسد منافقین لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور
 اسد جو چاہتا ہے کہ گزرتا ہے۔ پس جس شخص کے دل کو خدا اپنی یاد سے غافل کر دے اور وہ اپنی خواہش
 کے پیچھے پڑ جائے اور اسکی دنیا داری حد سے بڑھ جائے وہ کیونکر حسن خاتمہ کی توفیق دیا جاسکتا ہے
 واقعی بات یہ ہے کہ جو آدمی اپنے دل سے دور پڑ جاتا ہے وہ خدا سے دور پڑ جاتا ہے اسکی یاد سے غافل
 محض ہو جاتا اپنی خواہش کا علام بن جاتا نفسانی شہوات میں مقید رہتا ہے اسکی زبان ذکر الہی
 سے خشک اعضا طاعت خداوندی سے معطل و بیکار ہو کر معصیت الہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔
 ایسا شخص کبھی حسن خاتمہ کی توفیق نہیں دیا جاتا حالانکہ خاتمہ کی دہشت نے متقیوں کی پیٹھ توڑ دی
 ہے اور گنہگار ظالموں نے گویا ستون کا فرمان حاصل کر لیا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ اُن کے حال سے
 خبر دیتا ہے کہ اَمْ لَكُمْ اٰیٰتٌ عَلٰی مَا لَعَنَ اللّٰہُ یَوْمَ الْاٰزِمِ الَّذِیْ کَذَبْتُمْ عَنْکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَلٰتُمْ اَنْتُمْ
 بِذٰلِکَ نَسِیْتُمْ یعنی کیا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو روز قیامت تک چلی جائیگی کہ تم حسین خیر
 کی فرمائش کرو گے وہی تمہارے لیے آخرت میں موجود کر دی جائے گی۔ اسے پیغمبران لوگوں سے
 لوجہ کہ ان میں سے کون اسکا ذمہ لیتا ہے کسی شاعر نے کیا ہے خوب کہا ہے سَ یا اٰیْمٰنُ مِنْ فِتْنِ
 الْفِعْلِ یَصْنَعُ ہٰکِ اَمَّا کَ تَوْفِیْعٌ اَمْ اَنْتَ تَحْلُکُ ہِ جَمَعْتَ شَکِیْنِ اَمَّا وَاِشْبَاحٌ ہُوَ ہِ ہٰذَا وَاَخْلَ
 فِی الْمَرِّ تَهْلُکُ ہِ وَالْمُحْسِنُوْنَ عَلٰی دَرَبِ الْمَخٰوِفِ قَدْ ہِ سَارُوْا وَاِذَا لَکَ ذَرْبٌ لَسْتَ تَسْلُکُ ہِ
 فَرَطْتَ فِی الزَّرِّجِ وَوَقْتُ الْبِذْرِ مِنْ سَفَہٍ ہِ کَیْفَ عَمِدَ حِصَادِ النَّاسِ تَدْرِکُ ہِ ہٰذَا وَاَعَجَبٌ شِئْنُکَ
 زَہِدٌ کَفِ ہِ دَارِ الْبِقَارِ بَعِیْثٌ سَوِیٌّ تَتَرُکُ ہِ مِنَ السَّفِہِ اِذَا بَاہِدَ اَنْتَ اَمِ الْمُتَّقِیْنَ فِی الْبِیْعِ ہِ
 سَوِیٌّ تَدْرِکُ ہِ یَعْنِیْ اے ناشائستہ فعل کے ارتکاب سے بے خوف رہنے والی کیا تیرے پاس کو فرمان الہی
 آچکا ہے یا تو اسکا مالک ہے تو نے بے خوفی اور ابداع خواہش یہ ایسی دو چیزیں جمع کر لی ہیں کہ یہ
 یہ دونوں یا ان میں سے ایک آدمی کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جو لوگ نیکو کار ہیں وہ ہمیشہ خوف و دہشت
 کے رستوں میں چلتے ہیں جس میں لو کہیں نہیں جلا جاتے تو نے کہتی ہیں بیچ ڈالنے وقت ہو قوفی سے
 تقصیر کی تو لوگوں کے اُسے کاٹنے کے وقت تو کہو نکر پائے گا اور اس سے زیادہ تعجب اور افسوس
 کی بات یہ ہے کہ تو ایسی زندگی میں مصروف ہو کر جسے عنقریب چھوڑنے والا ہے وارا البقا سے نفرت
 کرتا ہے تو واقعہ میں ہے : قَرَفَہِیْ ہِ بِاِیْحِ مِیْنِ نَحْصَانِ مِیْحِ اُمُتْہِیْ وَاَلَا ہِ جِسْمٌ عَنَقَرِیْ دِکْیَہِ کَاہِ

فصل ۴۹

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہ دل کو اندھا کر دیتے ہیں اور اگر اندھا نہ رہی کیا تو اسکی بصیرت و بینائی تو ضرور ہی ضعیف کر دیتے ہیں اور اسکا تفصیلی بیان سابق میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ غرض کہ جب دل اندھا یا اسکی بینائی کمزور پڑ جاتی ہے تو اُس سے معرفت ہدایت اور اپنے نفس غم میں تنفیذ حق کی قوت بقدر اپنی بصیرت اور قوت کے کمزور پڑ جانے کے فوت ہو جاتی ہے یعنی دل اپنے ضعف بینائی اور ضعف قوت کی وجہ سے نہ تو ہدایت معرفت پر قدرت رکھتا ہے نہ اپنے نفس میں جس بات کے جاری رکھنے کی قوت رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کے کمال کا مدار صرف دو اصولوں پر موقوف ہوتا ہے ایک سچ کو جھوٹ سے حق کو باطل سے پہچاننے اور ممتاز کرنے پر دوسری پہلی شق کو دوسری شق پر اختیار کر لینے پر اور ان ہی دونوں اصولوں کی تفاوت مراتب کے لحاظ سے مخلوق کے مرتبے خدا کے نزدیک دنیا و آخرت دونوں میں متفاوت ہوتے ہیں ہی وہ دو اصلین ہیں جنکی ساتھ خدا تعالیٰ نے برگزیدہ اور مقدس انبیاء کی تعریف کی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا **وَ اذْکُتُوا عِبَادَکَ لَا تُلَاحِظُوهُمْ وَ رَاسُخُوْا فِیْ عِیْشِکُمْ** اولی الامر فی ذالک **وَ اذْکُتُوا** یعنی اسے پیغمبر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو وہ ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہاتھوں سے یہ مراد ہے کہ وہ تنفیذ حق میں بڑی قوت رکھتے تھے۔ اور البصائر کا یہ مطلب ہے کہ انہیں دین میں حد سے زیادہ بصیرت حاصل تھی۔ خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے کمال اور اک حق اور کمال تنفیذ حق کی وجہ سے انکی تعریف فرمائی ہے۔ اب اس وصف میں چار طرح کے لوگ ہیں ایک تو یہ حضرات جنکا آیت میں ذکر ہوا سو اس قسم کے لوگ تمام مخلوق سے اشرف اور خدا کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ بزرگ و معزز ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو انکے بالکل برعکس ہیں کہ انہیں نہ تو دین میں بصیرت ہی ہوتی ہے نہ حق کے جاری کرنے کی قوت ہی ہوتی ہے اور ایسے لوگ مخلوق میں اکثر نظر آتے ہیں جنکے دیکھنے سے آنکھوں میں درد اور روحوں کو سزا اور دلوں کو طر حطر حکار دگ لگتا ہے انکی وجہ سے شہروں میں تنگی اور زخموں میں گرانی ہو جاتی ہے انکی صحبتوں سے بجز تنگ و غار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت میں بصیرت اور حق کی معرفت تو ظاہر ہے لیکن وہ خود اس قدر کمزور و ضعیف ہیں کہ نہ تو حق کے جاری کرنے کی قوت ہی رکھتے ہیں اور نہ انکی طرف لوگوں کو بلا ہی سکتے ہیں۔ یہ حال مومن ضعیف میں محسوس ہوتا ہے اور حجت ایماندار قوی ہوتا ہے

وہ ان دونوں باتوں پر بخوبی قدرت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے وہ خدا کے نزدیک مومن ضعیف سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جنہیں قوت و ہمت اور عزیمت سب سب کچھ موجود ہے لیکن دین میں بصیرت بہت ہی کم اور ضعیف ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے رسول اور شیطان کے مددگاروں میں شکل سے تمیز کرتے بلکہ اکثر اوقات نہیں کرتے اور اُنکا حال یہ ہوتا ہے کہ ہر کال چمکے کجور اور ہر سفید چیز کو چربی خیال کرتے ہیں اور شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ وہ دم جسم کو فریبی اور نافع و مفید دو اکو ہلا ہل زہر سمجھنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اگرچہ دائرہ اسلام و ایمان سے خارج نہیں ہیں مگر دینی امامت اور اسلامی خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اصل بات یہ ہے کہ دینی امامت کی لیاقت بجز پہلی قسم کے لوگوں کے اور کسی کو ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَفْتَنُوكَ فَأَمَّا تَالَمَّا صَبَرُوا وَكَافَرُوا** **بِآيَاتِنَا يَوْمَ يُنْفَخُ الْيَوْمَ ثَوَابُ الْعَمَلِ** یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں دین کے پاشوا بنائے تھے کہ ہمارے حکم کے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہ منصب امامت اُن کو اس وقت ملا جبکہ وہ کافروں کی ایذا و فتنہ پر صبر کیے بیٹھے رہے اور اسکے علاوہ ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ وہ لوگ دینی امامت کے مغرور و ممتاز منصب پر صبر و یقین کی وجہ سے پورے اور ان ہی لوگوں کو خدا نے اُن تمام افراد انی مستثنیٰ کیا ہے جو دینی تجارت کے ٹوٹے میں پڑ گئے ہیں چنانچہ اُن نے اپنے کلام بالکلین عصر کے وقت قسم کھا کر جو نقصان میں پڑنے والے اور نفع اُٹھانے والے تاجروں کی اخیر کوشش کا زمانہ ہے فرماتا ہے کہ مومنین صاحبین کے علاوہ جس قدر لوگ ہیں سب گہائے میں پڑے ہوئے ہیں **وَالْعَصْرُ إِنَّ الْاَوْفَاقَ لَفِي خُسْرٍ** **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّاصُوا بِالْحَقِّ وَتَوَّاصُوا بِالْقَبْرِ** یعنی عصر کے وقت کی قسم کہ ساری ہی آدمی گہائے میں ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور ایک عمل ہی کیے اور ایک دوسرے کو دین حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے اور نیز ایک دوسرے کو مصیبت میں صبر کرنے کی ہدایت کرتے رہے وہ البتہ گہائے میں نہیں ہیں۔ دیکھیے بیان خدا تعالیٰ نے صرف معرفت حق اور اس پر صبر کرنے ہی کو بس نہیں سمجھا بلکہ باہم ایک دوسرے کی نصیحت اور حق کی طرف ہدایت کرنے اور اسکی جانب اُپہارنے اُنکے کوشش و پھیرا یا اور صاف فرمادیا کہ انکے علاوہ جس قدر لوگ ہیں

سب گناہ میں پڑے ہوئے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ معصی اور گناہ دل کی بینائی کو اندھا کر دیتے ہیں جس
 حقیقت کا کماحقہ ادا کر نہیں کر سکتا اور اسکی قوت و عزم ایضاً ضعیف ہو جاتے ہیں کہ پہر قوت نام تک باقی نہیں
 رہتی یہاں تک کہ اسکا ادراک بالکل برعکس ہو جاتا ہے جیسا کہ اسکی خصیصہ و عادت میں خلاف واقع
 ہوتا ہے جسکا نتیجہ لازماً ہوتا ہے کہ وہ باطل کو حقیق اور حقی کو باطل۔ زیبا اور اچھے کاموں کو ناپسند
 ناپسند کاموں کو زیبا اور اچھے کام جانتا ہے اور وہ اس میں ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ جاتا ہے
 کہ اپنے سیر اور مسافرت میں رجعت قہر می کرتا اور خدا اور دار آخرت کی طرف سفر کرتے کرتے ان
 نفوس مبطلہ کی دار الخلافہ کی طرف لوٹ آتا ہے جو دنیا کے چند روزہ زندگی پر راضی اور مطمئن
 ہو کر خدا اور اسکی آیات سے غفلت کر لے اور اسکی ملاقات کے ساز و سامان حاصل کرنے سے پہلو ہتی
 کرتے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ اگر گناہوں کی منہرا صرف اسی قدر ہوتی تو یہی کافی ہتی اور
 گناہوں کے ترک اور ان سے دور رہنے کے لئے بس کرتی ہتی۔

اس موقع پر ہمیں مطلع اونا فرما دے کہ اصل حالتیں و کہانی نہایت مناسب معلوم ہوتی
 ہیں۔ یہ مسلم امر ہے کہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری دل کو متور و روشن کرتی اور اسے صیقل کرتی
 جلا اور حیرت انگیز آفتاب دیتی ہے اسوقت اس میں ایک ایسی صفائی اور شفافیت اور ایسی تقویت
 و پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے جیسے صاف و شفاف آئینہ میں جلا اور صفائی سے رونق و زینت حاصل
 ہوتی ہے اور دل نور سے لبریز ہو جاتا ہے اسکی یہ کیفیت دیکھ کر شیطان کے منہ میں مانی ہر آتا ہے اور
 اس نور کے مٹانے میں اپنی تمام قوت خرچ کرتا ہے لیکن جب وہ اس نور کے اُچک لینے کے طریقے نہ
 ہے تو جیسے آسمان کی چوری سے باتیں سننے والے شیطان پر چمکتا ہوا شہاب پڑتا ہے۔ سب غیر
 اس شیطان پر ہی اس نور کا زبردست کھڑا پڑتا ہے اور وہ اس تابان اور نورانی قابض و سیاہی
 ڈرتا ہے جیسا بہتر یا شیر نر سے چنانچہ جب شیطان اس صاحب نور کے مقابل ہوتا ہے تو وہ اسکو
 بے لاگ بچھاڑ دیتا ہے اور ایسا زیر کرتا ہے کہ ہر اُسے اُٹھنے اور سامنا کرنے کی طاقت نہیں رہتی شیطان
 جب اس بے حواسی کے ساتھ گرتا ہے تو تمام شیطانی اسکے پاس جمع ہوتے اور باہم ایک دوسرے
 سے کہتے ہیں کہ ہمارے سردار کو کہا ہو گیا اُن میں سے ایک شیطان کہتا ہے کہ ایک انسان کی آنکھ
 نظر لگ گئی ہے اور اس کی طرف سے یہ نہ بہرنے والا زخم پہنچا ہے اسی مضمون کو ایک شاعر نے

ان نقطون من ادا کیا ہے یہ کیا نظر من قلب چہ سنوہ کیا دلہا الشیطان بالہوہ وحریر یعنی منور
 قلب کی حرارت کی نظر جسکی روشنی سے شیطان بچ جانے کے قریب ہو جاتا ہے کیا ہی اچھی نظر ہے۔ تو
 کیا یہ دل اُس دل کی برابر ہو سکتا ہے جسپر چاروں طرف سے سیاہی و تاریکی چری آتی ہو اور جسکی
 خواہشیں مختلف ہوتی ہوں شیطان نے اُسے اپنا وطن اور مسکن بنا لیا ہو اور زندگی بہر اُسکا مشین
 رہا ہو ہمیشہ یہ کہہ کر اُسے مغرور رکھا ہو کہ میں اس شخص کا کفارہ ہو گیا ہوں جو دنیا و آخرت میں
 فوز و فلاح کو نہیں چھپتا اور یہ بھی کہتا ہو کہ انا قرینک فی الدنیا و فی الآخرۃ بعد ما بہ و انت قرین
 لی بکل مکان فان کنت فی دار الشفاء فانی بہ و انت جمیعانی شفاء ہو ان کہ جیسے میں دنیا
 اور اُسکے بعد حشر میں بھی تیرا ہم نشین ہوں اور تو ہر جگہ میرا ہم نشین و ہم دم ہے اگر تو بدبختی اور
 بد نصیبی کے گہر میں ہو گا تو میں اور تو دونوں بدبختی اور ذلت میں رہیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے
 میں خدا نے یوں فرمایا ہے وَمَنْ يَفْضَحْ عَنْ ذِكْرِ الرَّهْمَنِ نَقِضْ لَهُ شَيْطَانًا فَيُؤَلِّهِ فَهْيَ وَرَأْسُهُمْ مُمْتَلِئَةٌ
 عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّقْتَدُونَ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ نَافَاكٌ يُلَيْتُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الذِّكْرِ
 فَنَسِيَ الْقُرْآنَ وَكَانَ يَتْلُوهُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ اور جو شخص خدا کے رحمن کے ذکر
 سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اسپر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے
 اور باوجودیکہ شیاطین گہر نگاروں کو راہ خدا سے روکتے رہتے ہیں تاہم گنہ گار اپنے تئیں خیال کرتے
 ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں یہاں تک کہ جب گنہ گار قیامت کے دن ہمارے حضور میں حاضر ہو
 تو وہ اپنے ساتھی شیطان کو دیکھ کر کہہ گا کہ اے کاش مجھ میں اور تجھ میں پورپ اور محکم کا فرق
 رہا ہوتا تو شیطان بھی آدمی کا کیا ہی بُرا بھائی ہے اور گنہ گارو! جنباہ تم نے دنیا میں کیا فرمایا
 کی میں تو یہ بات تمہارے کچھ بھی بکار آمد نہ ہوگی کہ تم اور شیاطین ایک ساتھ عذاب میں ہو۔ اس
 آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو شخص اُسکے ذکر یعنی اُسکی کتاب سے اغماض کرتا رہا
 جو اسنے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور جس میں دینی و دنیوی برکتیں رکھی ہیں
 اور نیز اُس سے اعراض کر کے اندھا ہو گیا ہونگی بصیرت کلام خداوندی کے ہم و تدبیر اور آہی
 مراد کی معرفت سے اندھی ہوگی تو خدا اسکے اس اعراض اور اپنی کتاب سے اغماض کرنے کی
 سزا میں ایک شیطان اسپر تعینات کر دیتا ہے جو اُسکا ایسا ساتھی ہو جاتا ہے کہ نہ سفر میں

نہ حضرت میں گہمی اس سے جدا نہیں ہوتا اور شیطان اس کا کار ساز اور مددگار ہو جاتا ہے تو کیا ہی بُرا کار ساز اور کیا ہی بُرا مددگار ہے۔ زان بعد خدا نے خبر دی کہ شیطان باوجودیکہ اپنے ہم نشین اور ہمد کوراہ جنت اور اس رستہ سے روک دیتا ہے جو اسے مطلوب کی طرف ہنسیاتی ہے مگر یہ مگرہ رستہ بٹکا ہوا ہے یہ اپنے تئیں کو راہ ہدایت ہی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب یہ دونوں ہم نشین قیامت کے میدان میں آئیں گے تو ایک دوسرے سے کہیگا کہ اے کاش مجھ میں اور تجھ میں یورب کچھ کا فاصلہ رہا ہوتا تو وہ دنیا میں بھی میرا برابر ہی ہم نشین رہا کہ ہدایت اور حق بات کے آجائے کے بعد تو نے مجھے اس سے ہٹکا دیا اور حق بات سے روک کر مجھے مگرہ کر دیا حتیٰ کہ میں برباد اور تباہ ہو گیا اور تہج قیامت کے روز یہی تو بہت ہی بُرا ہم نشین ہے اور چونکہ مصیبت عام اور شامل ہوتی ہے یعنی جس مصیبت میں ایک شخص گرفتار ہوتا ہے اور دوسرا بھی اس میں مبتلا دیکھا جاتا ہے تو اس شخص کو گو نہ سلسلی اور تخفیف میسر ہو جاتی ہے لہذا تعالیٰ نے گنہگار کو پچھلے جملہ میں اس سے بھی مایوس و ناامید کر دیا اور صاف فرمایا کہ عالم آخرت میں اگرچہ تمام گنہگار عذاب میں مشترک ہونگے مگر یہ بات نصیب نہ ہوگی اور ایک ہم نشین دوسرے ہم نشین کے عذاب میں شریک ہونے سے کوئی فرحت و راحت نہ پائے گا یہ دنیا کی مصیبتوں کا فائدہ ہے کہ جب بلا عام ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے سلسلی تا تا ہے جیسا کہ خدا نے اپنے نبی صخر کے بارے میں کہا ہے **وَلَوْلَا كَثْرَةُ الْبَائِلِينَ عَلٰی اِخْوَانِهِمْ لَقُلْتُ لَفُتٰی بِہِ مَا یَكُونُ مِثْلَ اُخٰی وَلٰكِنْ ہِ اِغْرٰی الْفُتٰی عَنْہُ بِالْاَسٰی ہِ اِلَّا مَا صَحَّحَ النَّاسُ حَتٰی ہِ اَفَارِقُ عِیْشٰی دُورِ** دوسری بات یہ کہ اگر میرے گرد اگر ان رونے والوں کی کثرت نہ ہوتی جو اپنے بہائیوں پر پُر غم آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہا رہی ہیں تو میں خود کشی کر لیتا اور اگرچہ وہ میرے جیسے نہیں روتے مگر تاہم اے صخر میں تجھے اس وقت تک نہ بہو لوں گا کہ اپنی زندگی سے مفارقت کر جاؤں۔

فصل ۵

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ ہے کہ گناہ ایک ایسی مدد اور لشکر ہے جس سے گنہگار کے دشمن کی آسپر مدد کیجاتی اور جب وہ سرکہ جنگ میں دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ دشمن کو طرح کی تقویت اور امداد دیتے ہیں اسکی تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے گنہگار آدمی کو

ایک ایسے دشمن کے پنجہ میں گرفتار کیا ہے جو اُس سے طرفہ العین مفارقت نہیں کر سکتا ہے غفلت کی نیند
 میں نہیں سوتا اور وہ ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔ یہ اُس سے بے پروا ہے اور وہ ہمیشہ اس کی تاک میں
 لگا رہتا ہے خود وہ اور اُس کی ذریت اسے وہاں سے دیکھتے رہتے ہیں کہ جہر سے یہ اُنہیں دیکھتا ہے یہ
 وجہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اس کی دشمنی میں اپنی ساری کوشش خرچ کرتا رہتا ہے اور جہاں تک پڑتا ہے
 اسے مکر و فریب پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا بلکہ اس کے بنی نوع یعنی شیاطین انس اور
 جبریشیا طین جن سے اُس کے تباہ و برباد کرنے میں مدد کا خواستگار ہوتا ہے اسکے لئے مکر کی رستیاں تانتا
 اور غول بیابانی تعینات کرتا ہے اسکے گرد گرد حال بجاتا اور چپکے بناتا ہے اپنے تمام احوال و نصا
 کو جمع کر کے کہتا ہے کہ اپنے اور اپنے باپ کے دشمن کو کچھ ٹو دیکھو وہ کہیں تمہارے حال سے نکل نہ جائے
 اور ایسا نہ ہو کہ وہ توجنت اور اسکی نعمتوں سے محظوظ ہو اور تم دوزخ اور اسکی مصیبتوں میں گرفتار
 رہو اس سے خدا کی رحمت پہنچے اور تم کو لعنت تمہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نے ہمہراہ نیز
 پتہ بہت بڑی جرات کی ہے میری تمہاری رسوائی اور لعنت اور رحمت خداوندی سے دوری
 کا باعث یہی ہوا ہے تو اب تم کو بھی کوشش ملنے کرنی چاہیے کہ وہ بھی تمہارے ساتھ اس بلا میں
 شریک رہے کیونکہ اس نے ہماری اُس شرکت کو قطع کر دیا جو ہمیں جنت میں نیکو کاروں کے ساتھ
 ہوتی۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کو قدیم سے علم تھا کہ آدم اور اسکی اولاد کی اس دشمنی سے آزمائش
 کی جائے گی اور وہ اُس کا لشکر اور پر مسلط ہو گا تو اس نے بنی آدم کی اپنے لشکروں اور فوجوں
 سے مدد کی تاکہ وہ انکی طرف سے مقابلہ کریں اور ساتھ ہی اُنکے دشمنوں کو بھی لشکروں اور فوجوں
 سے مدد پہنچائی کہ وہ بنی آدم سے لڑائی برپا رکھیں پھر دنیا میں آدمی کی مدت العمر تک جہاد کا بازو
 قائم کر کے جو آخرت کے اعتبار سے ایک سالس کی مقدار رکھتی ہے مسلمانوں سے اُنکی جان میں اور
 اُنکے مال سے وعدہ پر خرید لے لے کہ ان کے بدلے اُنکو جنت دے گا یہ لوگ جان و مال کی پروا نہ کر کے اس
 کے رستہ میں لڑیں گے اور لڑیں گے تو دشمنوں کو ماریں گے اور آپ بھی مارے جائیں گے۔ زبان بعد خدا نے
 اپنے بندوں کو خبر دی کہ یہ جہاد پکا وعدہ ہے جو تم نے اپنے اشراف کتب یعنی توریت و انجیل اور
 قرآن میں اسکی تاکید کی ہے پھر یہ بھی جہاد یا کہ خدا سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا اور کوئی نہیں ہو سکتا
 اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کو اس پیش قیمت اور گراں بہا سودے سے خوش ہونا چاہیے

اور جسے اس سوئے کی قدر و وقت پہچانی منظر ہو تو وہ مشتری کو دیکھے کہ کون ہے اس نقدی اور قیمت کی طرف نظر کرے جو اس سوئے پر خرچ کی گئی ہے۔ اس دال کی طرف غور کرے جسکے ہاتھوں یہ سودا ہوا ہے اور حسب یہ تمام ہاتھ معلوم ہو جائیں گی تو خود واضح ہو جائیگا کہ اس سے بڑا کمال اور کونسی کامیابی ہوگی اور اس تجارت سے زیادہ اور کونسی تجارت نالامہ مند ہوگی۔ اسکے بعد خدا نے قرآن مجید دوسرے مقام میں مسلمانوں کو جہاد کی اور بھی تاکید کی اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَهْلُ الدِّمَارِ هَلْ یَخْدَارُ فِیْکُمْ مِّنْ عَدَاِیْ اِلَیْکُمْ تَوٰمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِمَا مَوٰا لَکُمْ وَاَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یَعْلَمُ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیَعْلَمُ جَنَّتِمْ مِّنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَمَسَاکِنُ طَیِّبَةً فِیْ جَنَّتٍ هٰذِهِ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَاُخْرٰی تَحْتَ ثَمَرِهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَیَشْتَرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ۝

یعنی مسلمانو! کہو تو میں تم کو ایسی سودا گری بتاؤں جو تم کو آخرت کے عذاب درد ناک سے بچا دے وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانیں لڑا دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے لشکر طہ کے تم کو سمجھ ہو ایسا کرو گے تو خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں لیجا دے گا جنکے تلے نہر بہتی رہی ہیں اور نیز عمدہ عمدہ مکانات میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور ان نعمتوں کے سوا ایک اور نعمت ای ہے جسکو تم دل سے پسند کرتے ہو کہ خدا کی طرف سے تم کو مدد ملے گی اور تم سے قریب ملک فتح کرو گے۔ اور اے پیغمبر مسلمانوں کو اسکی خوشخبری سنا دو۔

الفرض خدا تعالیٰ نے بنی آدم اور انکو دشمن شیطان دونوں کے لیے لشکر بہیرائے لیکن تاہم اُس نے اپنے فضل و کرم سے ایماندار بندے پر اس کے دشمن کو تلے پہنچ دیا جو اُسے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہے۔ و جہد کہ جہاد اُسے بہت ہی محبوب ہے اور اہل جہاد اُس کے نزدیک تمام مخلوق سے درجوں میں زیادہ اور پنے اور وسیلے کے لحاظ سے سب سے زیادہ مقرب ہیں اور حسب یہ: تو اسے اس لڑائی کا جھنڈا اپنی منتخب اور خلاصہ مخلوق کے لیے کھڑا کیا اور وہ دل سے خود اکی فتر کامل اسکی محبت و عبادت کا دار الخلا ہے۔ نیز اُس کے لیے اخلاص اُس پر مکمل اسکی طرف انابت و رجوع کا قرار گاہ ہے تو خدا نے اسکی اس لڑائی کا متولی اور سرکار مقرر کیا اور اُن فرشتوں کے لشکر دیا

اس کی مدد کی جو کبھی اس سے مفارقت نہیں کرتے جب کہ ارشاد ہوا کہ مَقْفُصَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُهُنَّ مِّنْ اَمْرِ شَيْءٍ آدمی کے لیے بہت سے پاسبان مقرر ہیں جو اسکے آگے اور پیچھے
کی جانب سے یکے بعد دیگرے آکر خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جب کہ ایک شکر اُما دوسرا
چلا جاتا ہے۔ غرض کہ اس طرح پہرہ بدلتا رہتا ہے یہ فرشتے اُسے ثابت قدمی اور استحکامی پر
آمادہ رکھتے ہیں اُن کی ہدایت کا حکم کرتے ہیں اُن کے ساتھ رہتے خدا کی کرامت و بخشش کا وعدہ
دیتے ہیں اور صبر و سہار کی تعلیم کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی بھی ہدایت کرتے جاتے
ہیں کہ اس معرکہ جنگ میں ایک ساعت کے صبر کرنے سے ابدی راحت ملیگی اور تو ہمیشہ کی فوز و
فلاح پر کامیاب ہوگا۔ پھر خدا نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ ایک اور شکر یعنی اپنی وحی اور کلام
کی فوج سے اس کی مدد کی اسکے پاس اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اُن کی معرفت اپنی
کتاب مقدس پہنچائی اس سے اُس کی قوت پر قوت مدد پر مدد سامان پر سامان بڑھ گئے اور
اس کے ساتھ ہی عقل کو اُس کا وزیر اور مدبر معرفت کو اُس کا مشیر و ناصح ایمان کو اُس کا مددگار و موید
یقین کو اُس کے لیے جاسوس اور کاشف حقیقت مقرر فرمایا یہاں تک کہ اُن وعدوں کو جو خدا نے
اپنے دوستوں اور اپنے گروہ جہاد و جہاد پر کیے ہیں گویا آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ عقل اس کے
لشکر کی غور و پرداخت کرتی اور اُسے باضابطہ مرتب و آراستہ کرتی ہے معرفت امور حرب اور
اسباب جنگ کی تدبیر کرتی اور جو مقامات و مواقع اُن کے مناسب ہوتے ہیں وہاں جگہ دیتے
ہے۔ ایمان اُسے ثابت قدم رکھنے اور قوت پہنچانے اور صبر و سہار کی تلقین کرنے میں بڑی ہرگز
کے ساتھ کوشش کرتا ہے۔ یقین اُسے معرکہ جنگ میں قدم بڑھانے کی جرأت دلاتا اور
صادق حلقے کرنے پر آمادہ کرتا ہے پھر اس عظیم الشان جنگ اور گھمسان کی لڑائی میں قائم رہنے
والے کو خدا کی طرف سے ظاہر و باطن کے قوی سے بھی کافی مدد ملتی ہے انہیں اُس کے لیے طلحہ و لشکر اور
کان جاسوسی کا کام دیتے ہیں زبان اس کی ترجمان اور ماتہ باطن و انوار و انوار خجائے ہن ادر خدا تعالیٰ
اپنے فرشتوں بالخصوص عرش جمید کے اُنہا نے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اُس کے لیے مغفرت کی دعا
کریں اور ہر ایون سے بچنے اور جنت میں داخل ہونے کا سوال کریں چنانچہ فرشتے ایسا کرتے
ہیں اور سب بڑی مدد دیتے ہیں کہ جو خدا اس کے دشمنوں کو شکست دینے اور اُن کے شر کو دفع کرنے کا

متولی و کار ساز بنجاتا اور اس مہم کو بفسر کرنا ہے جیسا کہ فرمایا: **أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** یعنی یہ جہاد پر قائم رہنے والے لوگ خدائی گروہ ہے سنجی خدائی گروہ ہی آخر کار فلاح پایگا ایک جگہ یوں ارشاد ہوا: **لَهُمُ الْمُغْنَى مِنَ الْمَغْنَمِ وَدُونُ وَلَا تَجِدُنَا كَهْمُ الْغَالِبِينَ** یعنی ان لوگوں کی ہمارے ہاں سے مدد ہوتی ہے اور بے شک ہمارا لشکر ضرور غالب آکر رہے گا۔ ان فرض جب تمام سامان جنگ میں ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس جہاد کی کیفیت تعلیم فرمائی اور جنگ کے سارے فراز و نشیب ذیل کے چار حکمون میں جمع کر کے ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** یعنی مسلمانو! ان تکلیفوں کو جو جہاد میں تم کو پیش آئیں برداشت کرو اور ایک دوسرے کو برداشت کی تعلیم دو اور سامان جنگ تیار رکھو اور خدا سے ڈرو تاکہ آخر کار تم اپنی مراد کو پہنچو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس جہاد کی تکمیل بغیر ان چار امور کے ہو ہی نہیں سکتی وجہ یہ ہے کہ صبر کی تکمیل دشمن سے مقابلہ کیے بغیر ناممکن ہے اور جب آدمی دشمن کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو اسے ایک اور امر کی حاجت پڑتی ہے جسے مرا بطہ کہتے ہیں یعنی قلب کی سرحد کی حفاظت اور اسکے شہروں کی رخنہ بندی میں مصروف ہونا تاکہ دشمن کسی راہ سے دارالسلطنت خاص میں آئے نہ پائے اور چونکہ قلب کی سرحد آٹھ کمان زبانی گمانہ پائوں ہیں۔ اس لیے اس مجاہد کو ان رستوں کی رخنہ بندی ان کرنی ضرور ہیں تاکہ ان خون سے دشمن داخل ہو کر قلب کے شہروں میں پہنچنے نہ پائے اور جسے قلابو پائے اُسے تباہ و برباد نہ کرے اس لحاظ سے ان راہوں کی رخنہ بندی ان اور دل کی ملکوں میں حراست ضروری بات ہے کیونکہ یہ راہیں اگر بغیر حفاظت چھوڑ دی جائیں گے تو دشمن ان سے داخل ہو کر ملک پر قابض ہو جائے گا اور اس ملک کی حدود و محروسہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں جو تمام انبیا اور مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بعد تہریر و غلبہ اور شیطانی مردود کی طرف سے مجاہدوں کے بہت بڑے محافظ اور پاسیان ہیں اور چونکہ انہوں نے جنگ احدہ کے روز اس گہائی کو چھوڑ دیا تھا جس کی حفاظت کا تاکید می حکم کیے گئے تھے لہذا دشمن وہیں سے کہیں کہیں مسلمانوں پر پل پڑنے لگے اول اہل اہل اسلام کی شکست ہوئی۔ اگر خدائے صبر کی تکمیل کے لیے ان تین چیزوں کا ہونا ضروری اور لازمی بات ہے اور ان تینوں شاخوں کی جڑ اور ستون جس کے ساتھ

یہ قائم ہیں تقویٰ یعنی خدا سے ڈرنا ہے اور جب یہ ہے تو صبر اور مصابرہ اور مرابطہ بغیر تقویٰ کے مفید نہیں پڑتے مگر یہ یاد رہے کہ جب طرح صبر تقویٰ محتاج ہے تقویٰ بھی مہم سے مستغنی اور بے پروا نہیں بلکہ تقویٰ کا قیام و دوام صبر ہی پر موقوف ہے۔ تو جب یہ مقدمات تہیہ مذکور ہو چکے تو اب ان دونوں لشکروں کی صف آرائیوں اور منٹھ بہیڑ ہونے کا خاکہ کہیں پیا جاتا۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اچھے باہمی اتفاقات وقت انہیں کس طرح نوبت بہ نوبت پیش آتے ہیں۔ جاہلین سے دونوں ٹولین صف آرائیوں کہ بادشاہ کفار اپنی فوجوں کو لیکر ٹری تیزی سے حملہ آور ہوا یہاں آکر دیکھا تو دل کو اپنے مضبوط و مستحکم قلعہ میں تخت حکومت پر جلوہ آرا پایا اور کما حکم اسکے اعوان و انصار میں جاری ہے اور وہ یکے بے جاہل طرف سے اس کی حفاظت اور پاسبانی میں مصروف ہیں دشمنوں سے جنگ کر کے کار نمایان ظاہر کر رہے ہیں اور انہیں ہر طرف سے دفع کرتے ہیں بادشاہ کفار۔ یہ انتظام اور بندوبست دیکھ کر اپنے امرا و وزراء سے مشورہ کرتا ہے کہ تا وقتیکہ اسکے بعض امرا سے سازش نہ کی جائے گی اس پر فتح پانا ناممکن ہو گا۔ اب یہ دریافت کرنا چاہیے کہ اسکا امیر خاص اور مقرب یا فسر کون ہے۔ دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ نفس ہے اس پر اسے لڑکا سے کہا کہ تم نفس کی تمام خواہشات جمع کر دو اور اچھی طرح ٹٹو لو کہ اسے کین کین چیزوں سے زیادہ مجستہ ہے۔ جب تم یہ بات معلوم کر چکو تو اسکی دلپسند اور محبوب چیزوں کو فراہم کر دو اور اسکے دل میں صورت محبوب کے نقوش ایسے استوکاری کے ساتھ کندہ کرو کہ سوتے اور جاگتے کسی حالت میں انکی تصویر نہ کے یہ جب دیکھو کہ اس سے اطمینان حاصل کرتا اور سکون پذیر ہوتا ہے تو اب شہوت کے آنکڑے اسکی طرف ہینگو اور بہت جلد اپنے جال میں گرفتار کر لو جب تمہارے پسندے میں آجائے گا قلب سے باقی ہو کر تمہارا رفیق بن جائے گا اس وقت آنکھ ادرک اور زبان اور موعظہ اور ماتہ پاؤں کی سرحدوں کے مالک ہو جاؤ گے اور ان مالک محروستہ قابض ہو کر قلب سے بہت اچھی طرح مقابلہ کر سکو گے بلکہ جب ان رستوں سے تم داخل ہو کر دل تک پہنچو گے تو اُسے مستول اور مقبول نہیں تو مقید یا سخت گہا مل اور زخمی ضرور یاد آگے لیکن سنو اور صبر سے سنو کہ تم ان گہاٹ کے مقامات اور گہائیوں پر تے اپنا قبضہ نہ اٹھانا اور کمتر سے کمتر فوجی دستہ کو بھی بیان سے نہ گزرتے دیتا اگر ایسا کر دے تو ان گہاٹ کی جگہیں

داخل ہو کر قلب تک پہنچ جائیگا اور بہتین فشا و مان سے نکال باہر کر لگیا اس لئے تم شروع ہی اس بات کی بہت احتیاط کرنا کہ جب دل کی ان حدود پر غلبہ پاؤ تو اس فوجی دستہ کے کمزور و ضعیف کرنے میں انہما سے زیادہ کوشش کرو تاکہ وہ دل تک پہنچے اور اسے تمہاری خبر دینے ہی نہ پائے اور اگر بالفرض پہنچ بھی جائے تو اپنی کمزوری اور سستی کی وجہ سے اس کا کچھ کام نہ نکال سکے۔ میری ایک ہدایت یہ بھی غور سے سنو کہ جب تم دشمن کے ان حدود پر غالب ہو جاؤ تو آنکھ کو جو مقابل کے لئے مددگار ہے نظر احتیاط سے بند کر دو بلکہ اس کی نظر میں لہو و لعب اور فضول و بیہودہ مشاغل کو اچھا اور عمدہ کر کے دکھاؤ اور اگر چوری جیسے سے بھی اس کی نظر عبرت کو اچک لے تو بھی تم نظر غفلت اور نظر شہوت کے ساتھ اسکے ڈھچھر کو ڈھیلہ کر دو کیونکہ غفلت و شہوت کی نظر اس کی طرف بہت ہی قریب ہے اور نفس سے زیادہ تعلق رکھتی اور نہایت ضعیف و آسان گذرتی ہے۔ غرض تم کو چاہیے کہ آنکھ پر اپنا پورا پورا قبضہ رکھو کیونکہ ہمیں سے تمہاری کامیابی کا آغاز ہونے والا ہے میرے ہزار سال کی تخریون نے مجھے اس بات کا یقین دلادیا ہے کہ بنی آدم کی ہلاکت کے لئے نظر سے زیادہ کوئی ذریعہ نہیں بچا ہوا نیز نہیں ہے میں نے اسی نظر کے ذریعہ سے لکھو کہا بنی آدم کو ہلاکت گڑھے میں ڈال دیا ہے۔ میں نے بنی آدم کے دلوں میں شہوت کا بیج بویا ہر ا سے تمتا و آرزوؤں کے پانی سے سیجا اور جب اسے نشو و نما پایا تو میں اسے ہمیشہ وعدہ دیتا اور آرزو دلاتا رہا مہمان تک کہ اسے غم کو نہایت قوی و مضبوط کر دیا اور پھر اسکے فتنہ میں شہوت کی لگاؤ ڈال کر فسق و فجور کے بازار کی طرف نہایت کھینچ کر لیگیا اور اس کی عصمت کا خلعت اتار کر تنگ کر دیا تو تم اس گہات کی جگہ کو مہمل و بے کار نہ چھوڑو اور جہاں تک بن پڑے اسکے تباہ کرنے میں کوشش کرو اس پر اس کا کام آسان کر دو اور اس پر ایہ بین نصیحت کرو کہ یہ نظر تجھے بیسج خانی و رازق کی طرف کشان کشان لے جائیگی اور اس سے تجھے تامل و فکر کا ملکہ حاصل ہو گا یہ حسین و خوب صورت تصویر صرف اس واسطے پیدا کی گئی ہے کہ دیکھنے والا اس سے خدا کی قدرت پر استدلال کر کے خدا نے تیری آنکھیں بیکار نہیں پیدا کی ہیں اور نہ ان صورتوں کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ تیری غصہ خوب رہیں۔ پس اگر تم نے صرف اس افسون کے ساتھ اس قلیل العلم اور فاسد السؤل پر فتح پائی تو اب اسکو اس طرف متوجہ کرو کہ یہ تمام حسین صورتیں منظر قدرت اور تجلی گاہ حق

یعنی خدا تعالیٰ نے ان میں ظہور کیا ہے اور اس کی تخلی خاص کا پرتوان پر پڑا ہے یہاں تک پہنچ کر اسے قول بالاتحاد کی طرف متوجہ کرو اگر وہ اس کو قبول نہ کرے تو طول عام و خاص کے قول کی جانب اسکی توجہ پیر و اور اس سے کم درجہ پر قناعت نہ کرو وہ یہاں تک پہنچ کر گروہ نصاریٰ میں داخل ہو جائیگا اب اسے عفت و صیانت اور ترک لذات اور زہد خشک اور رہبانیت کا حکم کرو اور چاروں طرف سے جہال کا ستکار کر کے اسکے پاس لا جمع کرو۔ تو جو شخص ایسا کرے گا وہی میرا اول درجہ کا جانشین اور میرے شکار کا مغز افسر ہوگا بلکہ اس کے لشکر اور گروہ میں رہنے سے فخر کروں گا۔

فصل ۱۴

پہلے تم کلن کو جو بادشاہ قاب کا بڑا پاسبان اور محافظ ہے اپنے قبضہ میں کر لو ایسا نہ ہو کہ قلب کی طرف اسے کوئی ایسی مدد پہنچے جو تمہارے کپیل کو بھندہ کر دے تو تم اس بارے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرو کہ اس راہ سے جھوٹ اور باطل داخل ہو کیونکہ نفس پر بہت ہی حقیقت ہے اور اس میں اسے بڑا مزہ آتا ہے تم اسے شیریں الفاظ سنا کر مہوت و تحیر کرو اور سحر آمیز کلمات سے شیشہ میں اتار لو ان میں ان چیزوں کی آمیزش کرو جو نفس کو پہلی اور پیاری لگتی ہیں پہلے تم اسکی طرف ایک سحر آمیز کلمہ کا یہ ہو کہ اس پر اگر وہ تمہاری بات پر کان لگائیں تو اس سے بہت سی باتیں اضافہ کیے اپنے دام تزیو میں جکڑ لو اور جو چیز اسکے اچھی معلوم ہو اس کا بار بار ذکر کرو دیکھو اسکا بہت احتیاط کرو کہ اس خنہ سے کلام اللہ کی کوئی آیت یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث یا دعا غلطی کوئی نصیحت آمیز بات داخل نہ ہونے پائے اگر تم اس پر غالب ہو جاؤ اور نہ کہ وہ بالا باتوں میں سے کوئی چیز میں داخل بھی ہو جائے تو تم اس میں اور اسکی فہم و تدبیر میں حاصل ہو جاؤ اور اسے ان میں فکدہ بنو کر رکھنے اور فصاحت پکڑنے سے باز رکھو کہ جب تو اس سطح پر نہ ہو چیز اس راہ سے داخل ہوتی ہے اسکے برخلاف چیز داخل کرو گا ہے یوں کہ اسکی عظمت و اہمیت سے اسے خوف دلاؤ اور ان غلطوں کا نقوش اچھی طرح کندہ کر دے کہ یہ صرف و سوسٹنسی ہے ورنہ اسکی طرف تو کسی کو بھی رستہ نہیں ملتا اور یہ ایک گراں بار لمحہ ہے جسکے تحمل کی کوئی شخص برداشت نہیں کر سکتا۔ کبھی اسکی تحقیق و تدلیل کا اظہار کر کے نفوس کو اس سے نفرت دلاؤ اور یہ فسون بڑھ کر پہنچو کہ انہی کو اس چیز میں شغول ہونا چاہیے جو لوگوں کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی ہو اور اسے عام لوگ عزیز و محبوب رکھتے ہوں قطع نظر اسکے اس میں کوئی غرابت اور ندرت بھی جو حق بات اس زمانہ میں مہجور و متروک ہے اس حق کا لفظ اپنے نفس کو

ظلم و تعدی کا تختہ مشق بناتا ہے غرضکہ لوگوں میں جو فائدہ دار ہے اسی کو اختیار کرنا اولیٰ اور احق ہے بادشاہ کفار کی یہ بات سنکر اسکے اعموان و انصار باطل اور ناحق باتوں کو ایسے قالب میں ڈھال کر قلب کے محافظ یعنی کان پر پیش کرتے ہیں جسے بلا تامل قبول کرنا اور قبول کرنا آئے نہ کیا ہو جاتا ہے اور اچھی اور زیبا باتوں کو ایسے قالب میں ڈھال کر ظاہر کرتے ہیں جسے وہ مکر وہ و پابند جانتا اور گراں سمجھتا ہے۔ اور اے مخاطب اگر تو اس بات کو واضح طور پر دیکھنا چاہتا ہے تو شیاطین انس کی حرکات و افعال پر غور کر کہ وہ فضول و بیہودہ باتوں کو اور لوگوں کی لغزشیں گرد گرد کر نکالنے کو اور ناقابل برداشت مصائب میں گرفتار ہونے کو اور لوگوں کی انہیں طرح طرح کے فتنے برپا کرنے کو اسر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قالب میں ڈھال کر دکھاتے ہیں اور ابتداء سنت اور خدا تعالیٰ کے ان اوصاف کو جنکے ساتھ اسے اپنا وصف بیان کیا ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی توضیح فرمائی ہے تشبیہ اور تجسیم اور تکلیف کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں خدا کے علو یعنی تمام مخلوق پر اسکے ارفع و اعلیٰ ہونے اور عرش پر جلوہ آراہونے اور مخلوقات سے علیحدہ ہونے کا نام تحیز اور آسمان دنیا کی طرف نزول فرما ہونے اور اسکے افسر ہونے کو کہ جو مجھے مانگتا ہے میں اُسے دیتا ہوں تحکک اور انتقال کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا الصیغہ خدا تعالیٰ نے جو اپنی مقدس و مبارک کلمات کا کاتہ اور پاؤں اور چہرے کے ساتھ وصف بیان کیا ہے انکا نام اعضا و جوارح اور جوافعال انکے ساتھ قائم ہیں ان کا حادث اور صفات کا نام اعراض رکھتے ہیں زان بعد ان چیزوں کی نفی کہے گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنا وصف کیا ہے ان ہی امور کے ساتھ توصل اختیار کرتے ہیں اور عقل کے اندھوں ضعیف البصیروں کو اس توہم میں ڈال دیتے ہیں کہ جن صفات کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق ہیں وہ ان امور کو مستلزم ہیں اور اس تنزیہ و تعظیم کے قالب میں تعطیل کو ظاہر کرتے ہیں اور دنیا میں اکثر لوگ جو ضعیف العقل اور مفقود البصیرت ہیں انکی کیفیت یہ ہے کہ اگر جب کبھی ایک مطلب لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے تو اُسے تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر وہی مطلب بعینہ دوسری عبارت اور دوسرے الفاظ میں ادا کیا جاتا ہے تو اُسے جہت رد کر دیتے ہیں۔

الغرض شیاطین جن اور نہ صرف شیاطین جن بلکہ شیاطین انسانی ہی ناحق اور مشروع باتوں کو

حقانیت کا روغن چڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور احمقوں کو اپنے جال میں پھنسا کر تباہ کر دیتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَأَاجِبَتِ يُوسُفَ بَعْضُهُمْ أَلَّا بِغَضَبِ رَبِّهِ لَئِيْلَ الْفِتْوَىٰ خَرَجُوا مِنْ دُونِهِ مُبْتَلًى سَبِيحًا سَرِيحًا دُشمن اور جنوں کو پیغمبر کا صبر آزمانے کے لئے ہر ایک نبی کا دشمن بنادیا تھا وہو کہ دین کی غرض سے ایک کے کان میں ایک چکنی چٹری باتیں پہونکتا رہتا تھا۔ اس آیت میں شیاطین جن و انس کے قول باطل کو زخرف سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ قول باطل کو تا بمقدور زینت دیتا اور طبع کے مغرور کے کان تک پہنچاتا ہے تو سننے والا دھوکا کھاتا اور مغرور ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شیطان کان کے رخنہ میں وہ خیر ڈالتا ہے جو آدمی کو سراسر نقصان پہنچاتی ہے اور اس خیر کو داخل ہونے سے روکتا ہے جو اسے نفع پہنچاتی ہے اور اگر احمیا یا بغیر اختیار کوئی نفع بخش چیز اس رستہ سے گذر کر انسان کے دل تک پہنچ نہی جائے تو شیطان اس کے برباد کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے۔

فصل ۵۲

شیطان اپنے مالی موالی کی طرف متوجہ ہو کر یہ ہی کہتا ہے کہ تم زبان کے رخنہ پر جو بادشاہ قلب کی نہایت مستحکم سرحد ہے کھڑے ہو اور اس پر ان باتوں کے جاری کرنے کی کوشش کرو جو اسے ضرر تو دے اور کسی طرح کی منفعت نہ پہنچائے اور تا بہ امکان اسے اس بات سے باز رکھو کہ ذکر الہی تو تیرے استغفار کتاب اس کی تلاوت نیک بندوں کے نصیحتانہ کلمات غرض کہ جو چیز اسکے حق میں مفید اور نفع بخش ہو اس پر جاری نہ ہو سکے اور نیز علم نافع کے ساتھ بھی تکلم کر کے اس رخنہ میں نہ بھاگے بلکہ وہ عظیم الشان اثر میں ان میں سے جس پر سبب تمہیں کامیابی حاصل ہو جائیگی دوسرے سے خوف کی جگہ باقی نہ رہے گی ایک تو نافع اور باطل بات کے ساتھ گویا ہونا۔ دوسرے حق الام سے سکوت خاموشی اختیار کرنا۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک پر فتح پاو گے تو دوسری خود مفتوح ہو جائے گی کیونکہ جو شخص ناصفاق اور باطل کے ساتھ تکلم ہوتا ہے وہ حقیقت میں تمہارا بہائی اور تمہارے حق میں بڑا ہی نفع پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے۔ کیا تم نے اس زمانہ کے ناصح اور مصلح قوم یہ قول نہیں سنا کہ الْمُحِبُّ لِلْبَاطِلِ شَيْطَانٌ نَاطِقٌ وَالسَّامِتُ عَنِ الْحَقِّ شَيْطَانٌ جَسَدٌ

الحاصل مہین اس رخنہ کی بہت حفاظت کرنی چاہیے مبادا کہ وہ حق بات بول اُٹھے یا باطل کے کہنے سے رُک جائے۔ تم اس کے جھوٹے بولنے اور ناحق نامشروع باتوں کی گویائی اسکے لیے آراستہ کر دو۔ اور ہر طریق سے اس کی نظروں میں اچھا کر کے دکھا دو اور ساتھ ہی یہ دہشت و رعب بھی اسکے دل میں ڈال دو کہ اگر تو حق بات بولے گا تو مہلاکت میں پڑ جاوے گا۔ اسے میرے لائق اور خدا متکذّر فرزند! مہین یہ بھی علوم رہے کہ زبان کا رخنہ وہ چیز ہے جسکی وجہ سے مین بنی آدم کو ہلاک کروں گا اور انہیں اونڈھا مونہ کے بل دونخ مین ڈالوں گا۔ مین نے اسی رخنہ سے بہتر و ن کو مقتول اور اسیر و زخمی کر ڈالا ہے۔ مین تم کو ناکیدی نصیحت کرتا ہوں اسے کان لگا کر سنو اور یاد رکھو زبان کے رخنہ سے بڑھ کر اور کسی چیز میں تمہاری فتح مندی نہیں تم مین سے ایک کو اپنے انسی بہائی کی زبان پر کسی کلمہ کے ساتھ گویا ہونا چاہیے اور دوسرا سننے والے کی زبان پر متعین رہے پھر اس بات کو آخسان اور خوبی و عظمت اور غربت و ندرت کا روغن چڑھا کر بیان کرے اور اپنے بہائی سے اوسکا او مکرر کر اعدا کرتا رہے۔ اسے میرے لائق فرزندو! تم انسان کے ہر طریق سے اسخوان و مددگار ہو جاؤ ہر دروازہ سے انکے پاس داخل ہو اور ہر گہات کی جگہ ان کے لیے بیٹھو کیا تم نے میری آؤ قسم کا مضمون نہیں سنا جو مین نے ان کے پروردگار کے ساتھ نہایت ناکید کے ساتھ کہا ائی تھی مین نے کہا تہا قیماً اَعُوذُ بِنَبِيِّ لَا رَدَّ لِقَائِهِ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمُ ثُمَّ لَا تَسْتَعْتِدُّ مَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ جسے تو نے میری راہ ماری ہے مین ہی تیرے سیدھے رستہ پر بنی آدم کی ناک میں بیٹھوں تو سہی پھر آؤ بد اگر ان کے آگے سے آؤں اور انکے پیچھے سے آؤں اور ان کی داہنی طرف سے آؤں اور انکی بائیں طرف سے آؤں اور جس طرح بن پڑے ان کو ہٹکا کر رہوں اور تو اکثر بنی آدم کو اپنا شکر گزار نہیں پائے گا۔ تیرے فرزندو! کیا تم مجھے نہیں دیکھتے کہ مین بنی آدم کے لیے اون کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہوں اور جب وہ ایک راہ سے میرے جال میں نہیں پہنچتے تو مین دوسری راہ میں اپنی تزویر کا جال پھیلاتا ہوں یہاں تک کہ اپنی کل حاجت یا بعض حاجت پر کامیاب ہو جاتا ہوں یہی وہ راہیں ہیں جن سے اس آیت کے معنی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انتہا سے زیادہ خوف دلایا اور وعظ کہا ہے چنانچہ فرمایا کہ لوگو! شیطان بلال بن آدم سے برباد کرنے کی غرض سے اسکی تمام راہوں میں گہات لگا کر بیٹھتا ہے مثلاً

اول اول راہ اسلام میں بیٹھ کر اس شخص سے کہتا ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے کہ کیا تہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا قدیم دین چھوڑتا ہے ایسا نہ کرے گا تو تیرے پورے چھٹ جان میں سے رشتہ کنبت سے الگ ہو جائے گا۔ اگر یہ شخص اسکی مخالفت کر کے مسلمان ہو جاتا ہے تو اب شیطان اس کی ہجرت راہ میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ کیا تو اپنی زمین اپنے آسمان کو چھوڑ کر غیر زمین میں سفر کرتا ہے جہاں تیرا نہ کوئی مونس و نعم گسار ہے نہ راحت و رنج میں کوئی شریک ہو سکتا ہے آدمی اس میں بھی اسکی مخالفت کر کے ہجرت کر جاتا ہے تو پھر وہ جہاد کے رستہ میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ کیا تو جہاد کرنے جاتا اور اپنی جان دینے کے لئے جاتا ہے دامن جائیکا تو مار ڈالا جائے گا۔ تیرا مال تقسیم کر دیا جائیگا کاتیری بی بی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی اگر یہ اس میں بھی اسکی مخالفت کرتا ہے تو او راہوں میں بیٹھتا اور طرح طرح کے جال پھیلاتا ہے تو میرے فرزندو! جب تم نے یہ سن لیا تو اب بنی آدم کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے ہر طریق خیر میں بیٹھو اگر ان میں سے کوئی خیرات و صدقات کرنے کا ارادہ کرے تو صحت کی راہ میں بیٹھ کر یہ دوسو لہ سکے دل میں ڈالو کہ تو اپنا مال اس سائل کو دیکر فقیر و محتاج ہو جائے گا اور انجام کار اس فقیر کی طرح تو بھی لوگوں کے سامنے ماتہ لپسار کرنا ملتا پھرے گا۔ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اب نہیں تو تھوڑے دنوں کا تو اوڑھ برابر ہو جائے۔ میرے فرزندو! کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے اس شخص کی زبان پر جس سے دوسرے آدمی نے سوال کیا تھا اور خیرات مانگی تھی یہ لفظ جاری کر دینا ہے کہ یہاں سے دور ہو یہ ہمارے مال میں جو ہم نے اپنی محنت و مشقت سے حاصل کیے ہیں اگر تمہیں دیدین گئے تو ہم کیا کہنا میں گے اور ان کی دن تم ہی جیسے ہو جائیں گے۔ تم اس کے حج کی راہ میں بیٹھو اور موثر لفظوں میں کہو کہ میں یہ رستہ نہایت ہی دشوار گزار اور خطرناک ہے اسکے وہ پیچ در پیچ اور صعب راہیں ہیں جس میں آدمی ہلاکت کا نشانہ بنتا اور اپنی جان و مال کو تلف کر ڈالتا ہے غرض کہ اسی طرح اسکے تمام نیک راہوں میں بیٹھ کر ان سے نفرت دلاؤ انکی سختی و آفات کا ذکر کر کے اسے باز رکھو اسکے بعد معاصی کی راہوں میں بیٹھو اور جس قدر گناہ کی باتیں ہیں سب کو بنی آدم کی نظروں میں آراستہ و فرین کر کے دکھاؤ اور دونوں میں انکی محبت و وقعت پیدا کرو ۱۔ سپر کا میاب ہونے کے لئے سب زیادہ عورتیں مدد کریں گی تو تم ان کو اپنا بڑا مددگار بنالو اور ان ہی کے دروازوں سے اونپر داخل ہو کیونکہ یہ کہن رسی بہت ہی چسپی مددگار و اویشت پناہ دین۔ میرے وفادار لشکر! جب تک

ان تمام رخنہ بندیوں سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ پاؤں کی رخنہ بندیوں کی طرف توجہ کرو اور مانتوں کو ان چیزوں کے پکڑنے سے پاؤں کو ان راہوں کے چلنے سے باز رکھو جو بہتین مضرت پہنچا سکیں اور مادر کہو کہ ہاتھ پاؤں کی رخنہ بندیوں میں تمہاری سب سے بڑی مددگار نفس امارہ کی مصالحت ہے تو تم اسکی مدد کرو اور اپنے کاموں میں اس سے مدد لو اور جب وہ نفس مطمئنہ سے جنگ کر چکو تیار ہو تو اسکی ساتھ ہو کر ادا میں کوشش کرو نفس مطمئنہ کی قوت و شوکت تو تر دینے اور اسکے قویٰ کے باطل کرنے میں سرگرمی دکھاؤ اور اسپر بہتین اسی وقت فتح مذی میسر ہوگی جب اس سے اسکے مواد و اسباب کو قطع کر دو گے کیونکہ جب نفس مطمئنہ کے مواد منقطع ہو جائیں گے اور نفس امارہ کے مواد قوی ہونگے تو اس کے تمام اعمال و انصا رہتہاے مددگار بن جائیں گے۔ اور جب یہ ہوگا تو تم بادشاہ قلب کو اسکے قلعہ سے نکال سکو گے اور اسکی حکومت و ملک سے اسے مہزول کر دو گے اور جب ایسا ہو جائے تو تم نفس کے قلعہ میں اتر پڑو اور اسے اپنا دوست بنا لو اسے تم ان ہی چیزوں کا حکم کرو جو اسپر آسان ہوں اور بہتین تم دوست رکھتے ہو اگرچہ نفس تمہاری مخالفت کسی بات میں جائز نہ کرے گا بلکہ تم جن بات کا اشارہ کرو گے اُسے دور کر دے گا۔ نہ کہ مستعد ہوگا لیکن تاہم وہ ان باتوں میں تمہاری اطاعت سے ضرور سنبھالی کرے گا جنہیں تم ناپسند اور مکروہ رکھو گے۔ اسپر یہی اگر بہتین قلب کی جانب اسکی سلطنت میں کسی قسم کی مزاحمت محسوس ہو اور اس سے امن و امان میں رہنا چاہو تو قلب و نفس کے مابین سلسلہ از دواج قائم کر دو یعنی نفس کو بیش قیمت زیورات اور لطیف و نفیس پوشاکوں سے آراستہ پیراستہ کر کے قلب کے سامنے پیش کرو اور اسے نہایت ہی حسین و خوبصورت و لہن کی تصویر بنا کر دکھاؤ اور ساتھ ہی طرب انگیز لہجہ میں کہو کہ تو لڑائی کا بہت لطف اٹھا چکا شمشیر کی کاری زخموں اور فیروں کے گہرے گہرے کچھ کوں کا خوب مزہ چکھ چکا اب اس نوخیز پر بحیر عروس کے خوان وصل سے لطف صحبت اٹھاؤ وصال کا ذائقہ چکھو اس صلح کی لذت اور اس جنگ کی تلخی کا موازنہ کرنا جنگ سے دست بردار ہو اور لڑائی کے ہتیار نہ کہہ دے یہ لڑائی کچھ اکاب دن کی تو ہے نہیں کہ ابھی حتم ہو جائیگی بلکہ جیتے جی تک اسکا خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا۔ تیرے سارے قوی لڑتے لڑتے ضعیف ہو گئے ہیں اور آئندہ اوکر کمزور پڑ جائیں گے اس لئے اب تجھے چند روز کے لئے راحت و آسائش اختیار کرنی چاہیے۔ اے میرے بہادر اور دل چلے فرزندو! تم دو بڑے لشکروں سے

امداد لو کہ اگر ان میں سے ایک ہی تمہارے ساتھ ہو گا تو تم کبھی مغلوب نہ ہو گے۔ ایک غفلت کے لشکر سے جب یہ لشکر تمہارے ساتھ ہو گا تو تم بنی آدم کے دلوں کو خدا اور دار آخرت سے ہر طرح غافل کر دو گے۔ غرض کہ تمہاری تحصیل غرض میں غفلت سے بڑ بکر اور کوئی چیز زیادہ معاون و مددگار نہیں ہو سکتی وجہ یہ کہ جب دل خدا سے غافل ہو جائے گا تو تم اُس پر اور اُسکے اعوان پر فوراً فتح یاھاگو۔ دوسرے شہوت کے لشکر سے کہ اسے بنی آدم کے دلوں میں فرین و آراستہ کر کے دکھاؤ اور انہوں میں جبین و خول بصورت ظاہر کرو۔ اگر تم ان دونوں عظیم الشان لشکروں کو ساتھ لیکر بنی آدم پر حملہ کرو گے تو یقیناً تمہاری فتح مندی کے جھنڈے اُنہ کے کمرے ہوں گے۔ تم اول شہوت سے غفلت پڑاؤ اور غفلت سے شہوت پر مدد لو اور ان دونوں کو غافلوں کے دلوں سے نزدیک کر دو پھر ان دونوں سے اُن لوگوں پر مدد چاہو جو ذاکر و ہوشیار اور بیدار و محتاط ہیں اور اسوقت قطعاً تمہاری فتح ہوگی وجہ یہ کہ ایک شخص کا پانچ شخصوں پر غالب آنا ناممکن الوقوع نہیں تو بعد ازاں فکر ضرور ہے دو غافلوں کے ساتھ دو شیطان ہیں وہ ۱۰ و ۱۰ چار ہوئے اور ایک اُس ذاکر و ہوشیار آدمی کا شیطان یہ سب ملکر پانچ ہوئے اور جب تم کسی ایسے گروہ کو دیکھو جو ذرا آہی اور خدا کرہ دینی سے بہتین ضرر پہنچانے پر متفق ہو اور تم انکے پریشان کرنے پر قابو نہ پاسکو تو ان کی جنس یعنی بطلال اور بیہودہ انسانوں کی مدد لو ان کو اس کے نزدیک جمع کرو اور انکے ہجوم کی وجہ سے اس گروہ کے اوقات میں تسلسل ڈال دو۔ خلاصہ یہ کہ تم ہر طرح کے ساز و سامان سے تیار رہو اور بنی آدم کے پاس اُسی دروازہ سے داخل ہو جس کی طرف اسکی شہوت مائل ہے اور اسکے لئے وہی چیز مہیا کر جو جس سے اسکی لبتگی اور غرض اصلی متعلق ہے سب سے اول اس سے شہوت و غفلت میں مبتلا کرو اور ان کی تحصیل مجھے اسکی مدد کرو اور چونکہ خدا نے بنی آدم کو حکم فرمایا ہے کہ وہ مصائب و آفات کی برداشت کریں اور تمہارے مقابلہ میں صبر و سہار سے کام لیں اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کریں تمہارے داخل ہونے کی راہیں اور رخنے بند کریں اور اپنے محالک محروسہ اور تمہاری اسسہ حد کی حفاظت میں مصروف رہیں تو تم بھی انکی مصیبتوں پر صبر کرو انکے دفع کرنے کے سامان تیار رکھو انکی رخنے بندیوں کے فتح کرنے میں سرگرمی کے ساتھ کوشش کرو انکی ہلکی حدود میں اپنے جھنڈے اوپنے کر دھا صکر شہوت و غضب کے وقت کیونکہ ان دونوں موقعوں سے بڑ بکر کسی ماہر فتح

ثم بنی آدم کو شکار بنیں کر سکتے لیکن یہ بات یاد رکھو کہ بنی آدم میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جن پر سلطان شہوت غالب ہوتا اور سلطان غضب ضعیف و مغلوب ہوتا ہے اس وقت تم اس کے لئے شہوت کا جال تان دو اور غیظ و غضب کا دام اٹھاؤ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر سلطان غضب غالب ہوتا ہے ایسوں کے لئے راہ شہوت قبول دینا کافی ہوگا کیونکہ جو شخص عرصہ کے وقت اپنے نفس کا پالنا نہ کرے وہ شہوت کے وقت بدرجہ اولیٰ اپنے نفس پر قابو نہ رکھے گا اس وقت تمہاری بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ تدبیر یہ ہوگی کہ اسکے غضب شہوت میں آمیزش کا سلسلہ قائم کر دو اور ایک کو دوسرے سے چونکہ دید و پیر اسی غیظ و غضب کے دروازے شہوت کی طرف اور شہوت کے رستے سے غضب کی جانب بلاؤ اور نسبت کو کان دہر کر سن لو کہ بنی آدم کے حق میں ان دونوں مبتیاریوں سے بڑھ کر اور کوئی ایسا مبتیلا نہیں جو کہتا از غم ان پر لگا سکے میں نے ان کے ماہی پ کو شہوت کے وسیلہ سے جنت تکمال باہر کیا اور غضب کے ذریعہ سے ان کی اولاد میں دشمنی ڈال دی اسکے سببے میں نے ان کے ارہام قطع کر دیے اور خاطر خواہ غور و غریب پہلانی ہی اکیسی چیز ہے جسکی وجہ سے بہائی بہائی کو قتل کرتا اور ایک دوسرے کی جان بڑی بے رحمی اور سفاکی کے ساتھ لیتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ غفٹ بنی آدم کے دل میں آگ کی ایک چنگاری ہے اور شہوت آگ کا شعلہ ہے جو اسکے دل سے بڑھ کر اٹھتا ہے لیکن یہ آگ پانی کے چھینٹوں اور نماز اور ذکر اور تکبیر سے بجھ جاتی ہے تو نسبت کا لحاظ رکھو کہ جب بنی آدم غیظ و غضب یا شہوت میں مبتلا ہو تو جہان تک بن پڑے اسے وضو اور نماز کے قریب تک نہ جانے دو کیونکہ ان سے اسکے شہوت و غضب کی آگ بجھ جائے گی جیسا کہ ان کے پیغمبر صاحب نے انہیں اسکی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ غضب بنی آدم کے دل میں آگ کی ایک چنگاری ہے یہی وجہ ہے کہ عرصہ کے وقت تم دیکھتے ہو کہ اسکی آنکھیں سرخ ہو مین گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں تو جب یہ کیفیت محسوس ہو تو اُسے وضو کرنا چاہیے۔ اور پیغمبر صاحب نے اسے یہ بھی فرمایا ہے کہ آگ کے بڑھ کر تھوٹے شعلوں کو پانی کے چھینٹے بہا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں خدا نے انہیں تا ابدی حکم فرمایا ہے کہ وہ تمہارے ضرر سے بچنے کے لئے صبر و نماز سے مدد لیں تو تم سب سے پہلے ان میں اور صبر و نماز میں حائل ہو جاؤ اور ان چیزوں کو بنی آدم کے ذہن سے اتار دو اور ساتھ ہی شہوت و غضب کو اُن پر غالب کر دو۔ بنی آدم کو مغلوب کرنے میں تمہارے سب سے عمدہ اور کاری و ضرر دہ ہتھیار غفلت اور خواہش نفسانی کا تباہ ہے اور تمہیں ضرر پہنچنے لگے

اُن کے بڑے ہتیار اور محفوظ قلعے خدا کا ذکر اور خواہش نفسانی کی مخالفت ہے تو جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اپنے
نفسانی خواہشوں کی مخالفت کرتا اور نفس کے کہنے پر نہیں چلتا تو اسکے سامنے سے بہاگو۔ اور ایسے شخص کے
میں تک بھی جا کر نہ پھینکو۔

خلاصہ یہ کہ گناہ ایسے اسباب و ہتیار ہیں جن سے بندہ گناہ گار اپنے دشمنوں کو خود مدد دیتا اور انہیں اپنے
نفس پر قابو دیتے ہو کہ وہ اسکے ہتیاروں سے اس سے لڑتے اور ہلاک کرتے ہیں۔ جاہل آدمی جانتا
ہے کہ میں مان سے اپنے نفس کو قوی بناتا ہوں حالانکہ وہ روز بروز اُسے کمزور کرتا جاتا ہے اور یہ انتہا
درجہ کی جہالت ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جاہل کی طرف جو خیر دشمنوں سے پہنچتی ہے وہ انجام کار اسکے
ضرر کا باعث بنتی ہے اور یہ نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت کی بات ہے کہ حقیقت میں تو گناہ گار آدمی اپنے
نفس کے ذیل کرنے میں کوشش کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں اُسے عزت و توقیر کے مرتبہ پر پہنچاتا
ہوں وہ اسکے محفوظ اور اصلی شرافت سے محروم کرنے میں سعی کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں
محفوظ کرنے میں کوشش کرتا ہوں۔ اُسکی تحقیر و تذلیل میں سرگرم رہتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں
اسکی صلاحیت اور بلند مرتبہ پر پہنچانے اور معظم کرنے میں کوشش کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سلف
اپنے خطہ میں فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے آدمی ایسے ہیں جو حقیقت میں تو اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں
مگر وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُسے عزیز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے حقیر کرتے ہیں لیکن خیال کرتا ہے کہ
ہم اُسے عزت دیتے ہیں۔ اسے ضائع و برباد کر دیتے ہیں مگر خیال یہ کرتے ہیں کہ ہم اسکے حقوق کی
پورے طور پر نگرانی کرتے ہیں اور آدمی اسی قدر جہالت پس کرتی ہے کہ اپنے نفس کو ضرر پہنچانے
میں اپنی ہی کراؤت کی وجہ سے دشمن کہ مانتے ہیں وہ ہتیار دیدے جو اُسے کہیں سے ہم نہ پہنچ سکتے ہوں

فصل ۳۵

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ گناہ آدمی کی ایسی ست مار دیتے ہیں کہ
اپنے نفس کو بھول جاتا ہے اور جب وہ اپنے نفس کو بھول جاتا ہے تو اُسے بالکل مہل و معطل کر کے
اس میں بگاڑ پیدا کرتا۔ اور انجملہ کار ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ آدمی اپنے
نفس کو کیونکر بھول سکتا ہے اور جب وہ نفس کو بھول گیا تو پھر اُسے کون چیز یاد دلا سکتی ہے اور
نفس کے بہلا دینے کے لئے کیا ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کے بھول جانے کا ثبوت جہالت کی

تمام متون سے بزرگ ہر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے **لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ**
أَنْفُسَهُمْ اولیٰ کہ تم اللہ کو بھول گئے مسلمانو! تم ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے خدا کو بھل دیا تو خدا نے
 ان کی ایسی ست مار دی کہ اپنے نفسوں کو بھی بھول گئے یہی لوگ تو بڑے نافرمان ہیں۔ غرض کہ جب انہوں نے
 خدا کو بھل دیا تو خدا نے بھی ان کی ایسی ست کر دی کہ وہ اپنے نفسوں کو بھول گئے اور ایک جگہ یوں فرمایا گیا ہے
لَنْسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ یعنی انہوں نے خدا کو بھل دیا تو خدا نے ان کو بھل دیا۔ خلاصہ یہ کہ خدا نے آدمی کے اس
 لسان کی دو سرانہیں مقرر فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اسکو بھول جاتا ہے دوسرے یہ کہ وہ اس کی ایسی
 مار دیتا ہے کہ اپنے نفس کو بھل دیتا ہے۔ خدا بندے کو بھول جاتا ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ اسے چھوڑ دیتا
 اور اپنی نظر عنایت اسی پر سے اٹھالیتا اور اسے ضائع و برباد کرنا چاہتا ہے اسوقت ہلاکت و بربادی اس
 ایسی ہی قریب ہوتی ہے جیسے ماہیہ موند سے۔ آدمی اپنے نفس کو بھول جاتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ نفس کے
 جو اعلیٰ درجے کے خطوط اور اعلیٰ سعادت اور فلاح اور تکمیل اور اصلاح کے اسباب تھے آدمی ان سب کو
 یک نخت بھول جاتا ہے یہاں تک کہ ان چیزوں کا خطرہ تک اسکے دل پر نہیں گزرتا اور وہ کبھی بھول
 سے ہی انہیں یاد نہیں کرتا نہ کبھی اپنی ہمت ہی انکی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ان کی تحصیل میں اسے
 رغبت پیدا ہو اور نیز اپنے نفس کے عیوب و نقص اور آفات سے اسدرجہ غافل ہو جاتا ہے کہ انکی اصلاح
 و ازالہ تک کا خطرہ دل پر نہیں گزرتا اسبطر نفس کے امراض اور قلب کے آلام سے ہی غفلت میں
 رہتا ہے حتیٰ کہ انکے علاج کا خطرہ تک اسکے دل پر نہیں گزرتا اور نہ ان مرضوں اور علوتوں کے ازالہ میں
 کوشش کرنے کا خیال ہوتا ہے جو عنقریب اپنے موذی اور زہریلے اثر سے نفس و دل کو ہلاک کر دینے لگتا ہیں
 تو ایسا شخص ایک مریض کہاں ہے اور اسکا مرض ہے کہ اسے کشان کشان کی طرف لئے چلا جاتا ہے
 مگر جیت رہے ہے کہ اسے اپنے مرض کا شعور تک نہیں ہوتا نہ اسکے علاج کا خطرہ اس کے دل پر گزرتا ہے اور
 یہ عام و خاص لوگوں کے لئے سزا کا ایک بہت بڑا تازیانہ ہے کیونکہ حقیقت میں نفس کو معطل و بیکار چھوڑنے
 اسے ضائع و برباد کر دینے اسکی مصلحت اسکے امراض اسکے دواؤں سے غفلت کرنے اسکی سعادت و فلاح
 کے اسباب اسکے حیات ابدیہ کے ذرائع چھوڑ دینے یہ سب ایسی نمرائیں ہیں جن سے بڑ بکر کوئی اور نمرانہ نہیں
 ہو سکتی۔ اور جو شخص اس موقع کو تامل و فکر کی نظر سے دیکھ لیا اسے واضح ہو جائیگا کہ سبب نہیں تو اکثر
 مخلوق نے حقیقتہً اپنے نفس کو بھل کر کہا اور انہیں بالکل تباہ و برباد کر دیا ہے اور نیز ان کے وہ خطوط

جو خدا کی طرف سے اُنہیں حاصل تھے ضائع کر دیئے اور انہیں کہوٹی قیمت کی عوض بیکہ بڑا خسارہ اُٹھایا ہے
 لیکن یہ خسارہ موت کے وقت اُنہیں ظاہر ہوگا اور حاجت لینے قیامت کے روز اس کا تمام تر فخر ہوگا
 اُس دن آدمی کو کہئے طور پر ظاہر ہو جائے گا کہ میں نے جو اپنے نفس کے لئے دُنیا میں عہدِ حج کیا تھا اور آخرت
 کے واسطے تجارت کی تھی اُس میں سخت غبن اور نقصان اُٹھایا۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہر ایک شخص اس
 دارِ دنیا میں آخرت کے لئے ضرور تجارت کرتا ہے تو کوئی اس تجارت میں فائدہ اُٹھاتا ہے اور کوئی نقصان مگر سب
 بڑیکہ نقصان اُٹھاتے والے وہ لوگ ہیں جو اعتقاد تو یہ رکھتے ہیں کہ ہم اپنی تجارت سے متمتع ہوتے ہیں لیکن
 حقیقت میں وہ دنیاوی زندگی اور دنیاوی خطوط و لذات کو آخرت کے خطوط و لذات کی عوض خریدتے
 اور اپنی دنیاوی زندگی ہی میں اپنے حصے کے مرنے اڑا چکے اور خاطر خواہ فائدہ اُٹھا کر اسی دنیا کی زندگی
 سے خوش ہوتے اور خطرِ عاقبت سے فارغ ہو کر باطمینان تمام زندگی بسر کرتے ہیں اور انکی ساری
 کوشش اسی کے حاصل کرنے میں مصروف ہوتی ہے تو وہ بیع و شرا کے معاملات میں مصروف ہوتے اور
 تجارت کرتے وقت موجودہ نفع کو اُنہندہ فائدہ کی عوض نقد کو اُدھار کے بدلے حاضر کو غائب کے معاوضہ
 میں بیچ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احتیاط اور ہوشیاری اسی کا نام ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جب یہ کلیہ قاعدہ
 مقرر ہو چکا ہے کہ جس چیز کو دیکھو اُسے لے لو اور جسے سنو اُسے چھوڑ دو تو میں اُس چیز کو جو اس دارِ دنیا میں
 موجود اور مشاہد اور نقد وقتِ حال ہے اُس نفع کی عوض جو دارِ آخری میں غائب اور اُدھار ہے کو نہ کر
 بیچ سکتا ہوں اس وقت ایسے لوگوں کا ایمانِ ضعیف اور داعیِ شہوت قوی ہو جاتی اور موجود و محبت اور
 بنی نوع کی تشہ زیادہ مرغوب طبع ہوتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مخلوق اس ٹوٹنے کی تجارت
 میں مبتلا ہو جاتی۔ خدا تعالیٰ نے اس قسم کی تجارت کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہے اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ
 اشْتَرَوْا الْحَیْوةَ الدُّنْیَا بِالْآخِرَةِ فَلَا یُخَفِّضُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُصْعَدُونَ
 یعنی جن لوگوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائیگا اور نہ کہیں
 اُن کو مدد دی جائیگی۔ اور یہ بھی فرمایا فَمَا رَجَعَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُمْتَنِدِیْنَ یعنی
 نہ تو انکی تجارت ہی سود مند ہوئی اور نہ راہِ راست ہی پر قائم رہے۔ الغرض جب حاجت لینے قیامت
 کا روز ہوگا تو اس تجارت کا غبن اُنہیں بخوبی ظاہر ہوگا اور اُس وقت ان کے دل حسرتوں کی وجہ سے
 ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے البتہ اس بازار میں تجارت سے متمتع وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے فانی کو

باقی کے ہوتے خمس کو نفیس کی عوض حقیر کو شریف کے مقابل بچھٹالا اور صاف طور پر کہہ دیا کہ اس دنیا کی مقدار اول سے آخر تک ہے ہی کیا جو ہم اسکے بدلے دارِ آخرت اور خدا کے اُن حظوظ کو بچھڑالین جو اُسکی طرف سے ہمیں عنایت ہوئے ہیں اور واقع میں بات ہے ہی یہی کہ چونکہ عقلند آدمی دنیا کی اس تہوڑی سی زندگی کو جو حقیقت میں ایک پریشان نیند اور بہت جلد زائل ہو جانے والا خواب جیسی ہے اور جسے دارِ آخرت سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ عزت پر کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ خدا کے گنہگار بندے مرے پیچھے زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے تو وہ دنیا کی زندگی نہایت بے مقدار اور تہوڑی سمجھیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَیَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَشَبِّهَاتِ لَمْ يَلْبَسُوا إِلَّا مَسَاحَةً مِنْ تَمَازٍ يَتَعَارَفُونَ نَبْلُومَ كَيْفَ جَبَدْنَاهُمْ كُنْكَارًا كَوْزَيْنَ سَعِ اُتْبَا اُكْرَا كَرَيْنَ كَعُوْهُ كَبَيْنَ كَعَم تُوْ دِنَا مِّنْ كُوِيَادِنِ كِيَا مَسْلَعَتِ هِي رِبْعِ اَوْر مِيْدَانِ حَشْرٍ مِّنْ بَاہِمِ اَمِكِ دُوسرے کو بچاؤں گے ہی۔ دوسری جگہ فرمایا یَسْتَلُوْكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مَرَسُهَا فَيَقُوْا اَنْتَ مِنْ دُكْمِ اَمَّا اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهَا هَا اِنَّمَا اَنْتَ مُنْتَدٍ مِنْ يَحْشُرُهَا كَا اَنَّهُمْ يَوْمَ مَرُوْهَا لَمْ يَلْبَسُوْا اِلَّا قَنِيْعًا اَوْ خُفًّیٰ ہا یعنی اے پیغمبر لوگ تم سے قیامت کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا کہیں ہتل بڑا بھی ہے سوائے پیغمبر تم اُس کا وقت بتانے کی طرف سے کہا اُس کے کہتے ہیں پڑھے اُس کے وقت کی یقین آخر کار تمہارے پروردگار ہی پہا کر ٹہرتی ہے رہے تم سو سو شخص قیامت سے ڈرنا چاہتا ہے تم اسکو آگاہ کر دینے والے ہو اور بس لوگ جس دن قیامت کو دیکھیں گے تو اُن کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہ دنیا میں بس دن کے آخر پہنچے یا اول پہر۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا اَنَّهُمْ يَوْمَ مَرُوْهَا يَوْمَ مَرُوْهَا وَنَ كَعُ يَلْبَسُوْا اِلَّا مَسَاحَةً مِنْ تَمَازٍ ہا یعنی جہن قیامت کو دیکھ لیں گے جیسا وعدہ اُن سے کیا جاتا ہے تو اُن کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں بہت رہے ہوں گے تو سارے دن میں سے ایک گھڑی پہر۔ لوگوں کو حکم خدا پہنچا دیتا تھا سو پہنچا دیا گیا اور قرآن کے ایک مقام پر یون ارشاد ہوا۔ كَعُ لَيْسَتْ فِی الْاَرْضِ حَدَدٌ مَّسِيْنٌ قَالُوْا لَيْسَتْ اِيْمًا اَوْ بَعْضُ يَوْمٍ فَسَلِّ الْعَاوِيْنَ قَالِ اِنْ لَيْسَتْ لَوْ اَقْلَبِيْدُ لَوْ اَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی خدا دو چیزوں سے پوچھے گا کہ اسلام زمین پر گنتی کے کتنے برس رہے ہو گے وہ کہیں گے برس کیسے ہم بہت رہے ہوں گے تو ایک دن یا ایک گھنٹہ ہی کم نہی وقت یاد نہیں جو دن اور مہینے گنتے رہے ہوں اُن سے پوچھ دیجیئے۔ اس پر خدا فرمایا کہ بے شک تم روئے زمین پر تہوڑی دیر رہے مگر اے کاش

تم یہی بات جیسے جی سمجھتے ہوئے اور ایک جگہ یوں فرمایا وَیَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْجَبْرِیْنَ
یَوْمَ نَبْذُرُ ذُرَّیَّاتَهُمْ بَیْنَهُمْ اَنْ لِّسْتُمْ اِلَّا عَشْرٌ اَخْبَرُكُمْ مَا یَقُولُونَ اِذْ یَقُولُ اَمْثَلُمْهُمْ حَقِیْقَةً
اَنْ لِّسْتُمْ اِلَّا ذُرَّیَّۃٌ اَلِیْنِ جَسَدٍ صَوْرَتُهُمْ کَاِذَا کَانَ اَوَّلُ اَمْرِہُمْ اَسَدُنْ گندہ گاروں کو اپنے حضور میں جمع کریں گے
اور انکی آنکھیں مارے خوف کے نیلی نیلی بے نور ہو جائیں گی آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ دنیا میں
تم لوگ بہت بڑے ہو گے تو بس دن جیسی ہی نظر آئے یہ لوگ اُس دن کریں گے ہم اُن سے بخوبی واقف ہیں
کہ جو ان میں سب سے زیادہ رو بہ راہ ہو گا وہ کہے گا نہیں جی تم دنیا میں بہت بڑے ہو گے تو بس اکیلے
الغرض قیامت کے دن کے مقابلہ میں دنیا کی یہ حقیقت ہے جو آیات مذکورہ بالا میں بیان ہوئی
تو جب گندہ گار لوگ قیامت کے روز معلوم کریں گے کہ ہم دنیا میں بہت ہی تھوڑے دیر رہے اور
اب اُس دارِ دنیا کے علاوہ ہمارے لیے ایک اور میٹھی اور بقا کا گھر ہے جہاں ہمیں ہمیشہ رہنا
پڑے گا تو وہ دیکھ لیں گے کہ یہ جو دارِ البقا کی عوض دارِ الفنا کو مول لیا تو اس تجارت میں بہت کچھ عین
اور نقصان اُٹھایا۔ اور جب یہ بتے تو ہانپو! ہوشیاروں اور عقلمندوں کی یہی تجارت کرو اور
اُن بے وقوف جاہل لوگوں کی تجارت پر مغرور نہ ہو جنہیں مارحیت کے دن اپنی تجارت کا فائدہ
اور جو چیز انہوں نے مول لی ہے اسکی مقدار بڑی صورت میں ظاہر ہوگی۔ دنیا میں ہر ایک شخص
اسی بیج و شرا اور تجارت کے لیے بھیجا گیا ہے اور تمام لوگ جب صحیح کرتے ہیں تو اپنے نفس کو معرض
بیج میں لیجاتے ہیں تو کوئی تو اُسے آزادی کا تمغہ ڈالتا ہے اور کوئی ہلاکت پہنچاتا ہے پس نااہل
خدا تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو اس تجارت کی تعلیم دی کہ وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے اور اسی پر آدمی کی
دنیا و دنیاوی فوز و فلاح موقوف ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰ مِنْ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمْ الْجَنَّةُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فِیَقْتُلُوْنَ وَیُقَتَّلُوْنَ
وَعَدَا عَلَیْہِمْ جَعَلَنِی الْفُتُوْرَۃُ وَالْاَزْجِیْلُ وَالْقُرْآنُ وَمَنْ اَوْفٰ بِعَهْدِہٖ مِنْ اللّٰہِ
فَاَسْتَنْبَحْہٗ وَاَبْیَعْہُ الْاٰدِیَ مَا یَعْتَصِمُ بِہٖ وَذٰلِکَ هُوَ الْفُتُوْرُ الْعَظِیْمُ ۝
یعنی اللہ نے مسلمانوں سے انکی جانیں اور انکے مال اس وعدے پر خرید لیے ہیں کہ اُن کے بدلے ان کو
جنت دے گا۔ یہ لوگ جان و مال کی پروا نہ کر کے اللہ کے رستے میں لڑتے اور لڑتے ہیں تو دشمنوں کو مار
اور آپ ہی مارے جاتے ہیں یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جسکا پورا کرنا اُسے اپنے ذمے لازم کر لیا ہے اور

یہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن سب میں لکھا ہوا موجود ہے اور خدا سے بڑھ کر اپنے قول کا پورا آور کون ہو سکتا ہے۔ تو مسلمانو! اپنے اس سود سے جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناد اور یہ معاملہ جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے اس میں تمہاری بڑی ہی کامیابی ہو۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ خدا میں لڑنا اور لڑکر مارا جانا اس تجارت کے سرمایہ کی پہلی نقدی ہے تو اسے مفلسو تم اس تجارت میں بڑی سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ مصروف ہو اور اگر یہ نقدی تمہیں دیتے بن نہیں پڑتی تو اسکے لئے ایک اور نقدی ہے جسکا ذکر ذیل کی دو آیتوں میں آتا ہے سو اگر تم اس تجارت کے اہل ہو تو اس نقدی کو تجارت میں مشغول کر چلو اور وہ ہے

الَّذِينَ يَكُونُونَ الشَّاهِدُونَ عَلَى الْبَيْتِ وَالْحَامِدُونَ لِلَّهِ وَالشَّاهِدُونَ
الَّذِينَ يَكُونُونَ الشَّاهِدُونَ عَلَى الْبَيْتِ وَالْحَامِدُونَ لِلَّهِ وَالشَّاهِدُونَ

یعنی وہ لوگ تو بہ والے عبادت گذار خدا کی حمد و ثنا کرنے والے خدا کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے لوگوں کو نیک کام کی صلاح دینے والے اور برے کام سے منع کرنے والے اور خدا نے جو حدیں باندھ دی ہیں ان کے نگاہ رکھنے والے ہیں اور اے پیغمبر ایسے لوگوں کو خوشخبری سنا دو۔ اور فرمایا یا مومنین اٰمَنُوْا هَلْ اَدْرٰكُمْ عَلٰۤیٰ اٰیٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّکُمْ تَقُوْنَ بِالْمَوْتِ وَرَسُولِهِۦٓ ذٰلِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اِنَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

مسلمانو! کہو تو میں تم کو ایک ایسے سوداگری بتاؤں جو تم کو آخرت کے عذاب دردناک سے نجات دے وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جانیں لڑا دو۔ یہ تمہارا حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ خلاصہ یہ کہ گناہ ایک ایسی چیز ہے جو آدمی کو اس کا وہ حصہ جو اس سود مند اور مفید تجارت پر تشریف ہوتا ہے ہٹا کر اسے ایسی سوداگری میں مشغول کر دیتا ہے جسکا انجام خسارت اور نقصان ہوتا ہے اور عبرت کے لئے یہی ایک سزا بس کمرتی ہے۔

فصل ۵۴

نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ گنہگار کی وجہ سے موجود نعمتیں منجالی اور حسن نعمتوں کے حصول کی بندہ کو آئندہ توقع ہوتی ہے اس سے منقطع ہو جاتی ہیں گویا آدمی کے گناہ خود نعمتوں کے زائل کرنے اور آئندہ نعمتوں کے روکنے کے بڑے قوی اسباب ہیں۔ بخلاف اسکے خلاف کی طاعت و فرمانبرداری ایک ایسی مبارک اور نیک انجام چیز ہے جسکی وجہ سے موجود نعمتیں محفوظ

رہتی اور مفقود نعمتیں کسان کسان چلی آتی ہیں کیونکہ یہ بات تجربے سے ثابت ہو چکی ہے کہ آدمی خدا کی نعمتوں کے مالک صرف اُسکی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے ہو سکتے ہیں۔ خدا نے ہر چیز کے لیے ایک ایسا فنش اور ایک سبب مقرر کیا ہے کہ سبب تو اس چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور آفت اُسے ضائع و برباد کر دیتی ہے تو اُس نے نعمتوں کے اسباب اپنی طاعت اور انکی آفات اپنی معصیت قرار دی یہی وجہ ہے کہ طاعت خداوندی کی وجہ سے نعمتیں محفوظ رہتی اور معصیت الہی سے نیست و نابود ہو جاتی ہیں تو جب خدا کسی بندے کے ساتھ اپنی نعمتیں دائم و قائم رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ نعمتوں کی کما حقہ رعایت کرے یعنی نعمتوں کی حالت میں خدا کی زیادہ بندگی کرے اور جب کسی کی زوال نعمت مقصود ہوتی ہے تو اُسے یہاں تک رسوا کرتا ہے کہ وہ نعمتوں کی حالت میں دل کھول کر خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت کا مقام ہے کہ آدمی باوجودیکہ رات دن اس بات کا مشاہدہ کرتا اور گزشتہ لوگوں کی متواتر خبریں سنتا رہتا ہے کہ اللہ نے خدا کی نعمتیں صرف انکھمعا ہی اور نافرمانیوں کی وجہ سے چھین گئیں مگر وہ ہمیشہ مبتلا معصیت خداوندی رہتا ہے۔ گویا تمام نافرمانوں سے اپنے تئیں مستثنیٰ یا مخصوص جانتا ہے حالانکہ یہ ایک ایسی عالمگیر بلا ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا مگر اسے اُسکا جہل مرکب کہنا چاہئے کہ وہ یہ منصوبہ گاہتا ہے کہ اس معصیت کا سامنا اور وہی کو گرنا پڑے گا اور میں ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ یہ آفت تمام مخلوق پر پڑے گی لیکن میں اس سے امن میں رہوں گا اس جہل سے خدا کی پناہ۔ سچ ہے کہ اس جہل سے بڑھ کر اور کوئی جہل ہو نہیں سکتا اور اس ظلم سے زیادہ فضل کے حق میں کوئی اور ظلم نظر نہیں آتا۔

فصل ۵۵

خدا کی نافرمانیوں کی سزاؤں میں ایک سزا یہ بھی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے آدمی وہ فرشتہ علمی کی او دوری اختیار کر لیتا ہے جو خدا کی طرف سے اسکی حفاظت و نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور جو اسکا دلی دوست اور تمام مخلوق سے اسکا زیادہ خیر خواہ اور سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہے اور جس کے ساتھ رہنے میں اس کے دینی و دنیاوی سعادت ہے اور جب یہ فرشتہ گناہ کا رعبہ سے علمی کی اختیار کرتا ہے تو شیطان جو اسکا قدیم دشمن اور تمام مخلوق سے بڑھ کر اُسے دھوکے میں ڈالنے والا اور سب سے زیادہ ضرر و

لکھیف پیچا نیوالا ہے نزدیک ہوتا ہے۔ آدمی حب خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ محی فطر فرشتہ
بقدر نافرمانی اس سے دوری اختیار کرتا ہے حتیٰ کہ ایک دفعہ کے جھوٹ بولنے سے بہت دور چلا جاتا ہے
چنانچہ بعض آثار میں آیا ہے کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اُس کے مونہ کی بدبو سے ایک میل دور
چلا جاتا ہے تو جب ایک مرتبہ کے جھوٹ بولنے سے فرشتہ اس قدر دور چلا جاتا ہے تو جو گناہ جھوٹ سے
بڑے اور فحش ہونگے ان کی وجہ سے اتنی ہی مسافت بعیدہ پر چلا جائے گا جتنے یہ گناہ بڑے ہونگے
بعض سلف کا قول ہے کہ جب آدمی ذکر الہی فراموش کرتا ہے تو زمین خدا کی جناب میں اس کی طرف سے فریاد
کرتی اور فرشتے اُسے چوڑ کر اپنے پروردگار کے پاس پہنچا جاتے اور اسکے گناہ کی شکایت کرتے
ہیں۔ بعض سلف نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن آدم صبح کرتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف
جھپٹتا ہے۔ اگر شیخ خدا کے ذکر لینے تکبیر و تہلیل اور حمد و ثناء میں مصروف ہوتا ہے تو فرشتہ شیطان
کو مار بہکا جاتا ہے اور ہر طرح سے خود اسکا حامی و مددگار ہو جاتا ہے اور اگر وہ صبح سویرے ذکر الہی
سے کنارہ کشی کر کے کسی اور کام میں مصروف ہوتا ہے تو فرشتہ چلا جاتا اور شیطان اسکا متولی او
نگران حال رہتا ہے۔ انقض خدا کا مقرر کیا ہوا فرشتہ ہمیشہ آدمی کے قریب رہتا ہے یہاں تک
کہ ہر طرح کا غلبہ اور حکومت اور خداوندی طاعت کی توفیق اسے میسر ہو جاتی ہے اور جب یہ ہوتا ہے
تو بہت سے فرشتے اس کی زندگی میں مخصوص موت کے مازک وقت اور مرے پیچھے اٹھائے جانے کے وقت
اس کی حمایت و مکرانی میں رہتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے ایک مقام میں فرمایا۔
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَاؤُا تَنَزَّلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَلْعَنُوا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
وَالَّذِينَ ابْتَغَتْهُمُ الرَّحْمَةُ قَوْمُ هَٰؤُلَاءِ بَلَّغُوا وَكُفُّوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
یعنی جن لوگوں نے اقرار کیا کہ خدا ہی ہمارا پروردگار ہے پھر اسی عقیدے پر جیسے رہے مرنے کے وقت
ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہونگے اور ان کے پیکرے کو اُن کیلئے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ کرو اور نہ گذشتہ کے لئے
کسی سچ کا پیچ اور بہت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اب اُس کی خوشیاں مناؤ۔ دنیا کی زندگی میں
بھی ہم حکیم خدا ہمارے حامی و مددگار تھے اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ تو جب یہ فرشتے اُسکے حامی و
مددگار بنجائے ہیں تو خدا کا وہ مقرر کیا ہوا فرشتہ جو اُسکے اعمال نامے کی نگرانی کرتا ہے اُسکا دلی
دوست بنجاتا ہے اور تمام مخلوق سے زیادہ خیر خواہ سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا سب سے بڑا پُر اسکے سنا

نیکی کرنیوالا ثابت ہوتا ہے بڑے سے بڑے خطرناک موقع پر اُس کے قدم جمائے رکھتا ہے مفید اور نیک کاموں کی تعلیم دیتا رہتا اس کے دل کو قوی و مضبوط بناتا اور ہمیشہ اُسکی تائید و امداد میں کوششیں کرتا رہتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِذْ يُوْحٰى رَبُّكَ اِلٰى نٰدٍ وَّكَفَرْنَا بِكَ اَنۡ تَقُوۡمَ مَعَنَا اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَيَعۡنِيۡنَا اے پیغمبر خدا فرشتوں کی طرف وحی پہنچتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم ایمان والوں کے قدم جمائے رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب نیکو کاموں کے کرنے کا وقت آتا ہے تو یہ فرشتہ قریبی سنی اور نبوی کے لہجہ میں کہتا ہے کہ تو کس طرح کا بیخ و خوف نہ کر اور اُس چیز سے خوش ہو جو آئندہ تیری خوش حالی کی باعث ہوگی اور نیز اُسے قول ثابت لینے کا توحید کی برکت سے اُس نازک اور خطرناک وقت میں ثابت قدم رکھتا ہے جسکا آدمی دنیاوی زندگی میں خاصکر موت اور قبر کے سوال و جواب کے وقت انتہا درجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آدمی کے لئے فرشتہ کی صحبت سے بڑھکر کوئی چیز زیادہ مفید اور نافع نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ جلاگتے میں سوتے ہیں زندگی میں موت کے نازک وقت میں قبر میں غرضکہ تمام موقعوں میں اسکا حامی و مددگار رہتا اور وحشت و تنہائی کی حالت میں اُسکا مولیٰ خلوت میں اُسکا مصاحب۔ بشر میں اسکا محدث ہوتا ہے۔ وہ اس کے دشمن سے محاربت کرتا کرتا اُسکی ایذا میں اُس سے دور کرتا ہے اُسپر قہار کرتا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ اُسے ہمیشہ نیکی کا وعدہ دیتا اور جنت کی خوش خبری سناتا اور حق بات کی تصدیق کرنے پر ابھارتا اُسکے ساتھ رہتا ہے جیسا کہ ایک مرفوع و موقوف اثر میں وارد ہوا ہے کہ الملائک بقلب ابن آدم لہنّۃ و للشیطان لئۃ ظمۃ الملائک ایجاد بالخیر تصدیق بالوعد و لئۃ الشیطان ایجاد بالشر و تکذیب بالمحق ۛ یعنی ابن آدم کے دل پر ایک کچھ کا فرشتے کا پڑتا ہے اور ایک کچھ کا شیطان کا۔ فرشتے کا کچھ کا یہ ہے کہ وہ اسے بہلائی کا وعدہ دیتا اور وعدہ کی تصدیق پر ابھارتا ہے اور شیطان کا کچھ کا یہ ہے کہ وہ اُسے بڑے بڑے و سو سو میں بھلا کرتا اور تکذیب حق پر اُگساتا ہے اور جب فرشتہ آدمی سے بہت ہی قریب ہو جاتا اور دونوں میں قرب و اتصال بشدت ہو جاتا ہے تو فرشتہ اسکی زبان پر قول حق ڈال دیتا اور گویا خود اسکی زبان سے کلام کرنے لگتا ہے بخلاف اسکے جب آدمی اور فرشتے میں دوری پڑ جاتی اور شیطان کو اسکی قربت میں سوجھ جاتی ہے تو وہ اسکی زبان پر قہقش اور قول زور ڈالتا اور خود اسکی زبان سے بولنے لگتا ہے۔ اور اسکی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ مٹنے والوں کو

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی زبان سے فرشتہ باتیں کر رہا ہے اور اس کی زبان سے شیطان بول رہا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر الہی تسلی اور آسمانی سکینہ بولتا ہے۔ سلف صحابین میں سے جب کوئی کسی نیک مرد کی زبان سے پسندیدہ اور نیک بات سنتا تھا تو کہتا تھا یہ بات اس کی زبان پر فرشتے نے ڈالی ہے بخلاف اسکے جب کوئی کلمہ یا بات سنتا تو کہتا کہ اس کی زبان پر اس شخص ناپسندیدہ بات کو شیطان نے ڈال دیا ہے۔ غرض کہ فرشتہ نیکو کار آدمی کے دل پر حق بات اور زبان پر کلمہ خیر و نثار مہلتا ہے اور شیطان بدکار آدمی کے دل پر باطل بات ڈالتا اور لغو و فضول قول اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ معاہدی کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ وہ آدمی کے ایسے دوست اور حامی و مددگار کو اُس سے دور کر دیتی ہیں جس کے قرب و مجاورت اور دوستی میں اس کی دینی و دنیاوی سعادت مضمر ہوتی ہے اور ایسے دشمن کو اُس سے قریب کر دیتی ہیں جس کی قرب و دوستی میں اس کی شقاوت و بدبختی اور ابدی ہلاکت متصور ہے۔ خدا کا مقرر کیا ہوا فرشتہ بال ایمان نیکو کار شخص کی حمایت و نصرت میں یہاں تک مصروف رہتا ہے کہ جب کوئی جاہل بے وقوف اُسے سب طعن کرتا ہے تو وہ گالی دینے والے کو اس کی جانب سے ترکی بہ ترکی جواب دیتا اور اس کی انیادوں کو اُس سے دفع کرتا رہتا ہے جیسا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص جھگڑ پڑے اور ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگا۔ گالیاں دینے والا بڑا بہلا کہتا چلا جاتا تھا اور سننے والا بڑی خاموشی اور سکوت کے ساتھ سنتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی اُگتا کر اس کا جواب دینا شروع کیا۔ پیغمبر صاحبِ فہم اس مجلس سے اُنہ بکھڑے ہوئے اس شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خدا یہ کیا بات ہے کہ جب تک میں اپنے مقابل کی طعن آمیز باتیں سنتا رہا آپ بیٹھے رہے اور جب میں نے اُن کا جواب دینا شروع کیا تو آپ پر برہمی کے ساتھ اُنہ بکھڑے ہوئے لیکن یہاں تک فرمایا کہ جب تک تو خاموشی کے ساتھ اپنے بیٹھنے کی باتیں سنتا رہا فرشتہ تیری طرف سے جواب دیتا رہا مگر جب تو نے جواب دینا شروع کیا تو شیطان بیچ میں آدھکا اور میں اس مجلس میں ٹہر نہ سکا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اُنکے پیچھے دوڑتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پڑھتا ہے۔ اور ساتھی یہ بھی کہتا ہے کہ مجھے یہی اسی جیسا بارگاہِ خداوندی سے محبت ہے اسی طرح جب وہ اچھے شرعی فرائض پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پڑھتا ہے اور جب وہ عہد بندہ جو راہِ خدا چھوڑا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو تا ہے

گناہ ہوتا ہے تو حاملین عرش فرشتے اور جو فرشتے عرش کے ارد گرد رہتے ہیں اسے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اور جب ایماندار بندہ با وضو سوتا ہے تو فرشتے اس کے بچھونے پر رات گزارتا اور صبح تک اس کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے۔ الغرض ایماندار آدمی کا فرشتہ اس کی طرف سے دشمنوں کی ابدائیں دفع کرتا اور مخالفوں سے لڑتا رہتا اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کے قدم جمائے رکھتا اور شجاع و دلیر بناتا رہتا ہے اور جب یہ ہے تو آدمی کو کسی طرح سزاوار نہیں کہ اپنے ہم سایہ کو بھول جائے اور اسے تکلیف پہنچائے اسے اپنی صحبت سے علیحدہ کرنے میں کوشش کرے۔ خدا کا مقرر کیا ہوا فرشتہ حقیقت میں مسلمان آدمی کا مہمان اور اُس کا ٹیڑھی ہے اور مہمان کا اکرام و وقار کرنا اور ٹیڑھی کے ساتھ احسان کرنا اور ایمان اور موصحات اسلام میں سے ہے اور جب آدمیوں کے مہمانوں سے یہ سلوک برتنا اسلامی دستور ہے تو خدا کے بھیجے ہوئے مہمانوں کے ساتھ جو اکرام الاضیاف اور بہترین ہم سایہ میں بدرجہ اولیٰ اس قاعدہ کا جاری کرنا ضروری ہے۔ لیکن جب آدمی اپنی طرح طرح کی سیاہ کاریوں اور قسم قسم کے ظلم و فواحش سے فرشتے کو تکلیف دیتا ہے تو وہ جناب اکہی میں اس کے لیے بد دعا کرتا اور کہتا ہے کہ خدا تجھ کو بہتر جزا دے جیسا کہ جبوقت آدمی طاعت و احسان کے ساتھ اس کا اکرام کرتا ہے تو وہ خوش ہو کر جناب الہی میں دعا کرتا اور کہتا ہے کہ خدا تجھ بہترین جزا عنایت فرمائے۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ لوگو! تمہارے ساتھ خدا کی طرف سے وہ مغز اشخاص ہیں جو تم سے کسی حال میں مفارقت نہیں کرتے تو تم اُن سے حیا کرو اور جہاں تک بن پڑے انکی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا کر نہ کوٹو۔ ان کی تعظیم کرنا گویا خدا ہی کی تعظیم کرنا ہے اور جو شخص خدا کے کریم و عظیم سے حیا نہیں کرتا اور اس کی تکریم و توقیر سے پہلو ہتی کرتا ہے وہ طرح طرح کے مصائب و آفات میں گرفتار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے ایک موقع پر اسی بات کی طرح تنبیہ کی ہے اور فرمایا ہے وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ يَكُومُونَ عَلَيْكُمْ لَا تَفْتَحُونَ يُعَلِّمُونَ مَا تُمْحَلُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ مِنْكُمْ وَلَا يَعْزَابُكُمْ أَفَلَا تَحْشَرُونَ

کاتبین فرشتے کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اُنکو معلوم رہتا ہے۔ ان نفطوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم ان کو کیدار سے حیا کرو اور ان کے اکرام و تعظیم میں کوشش کرو تاکہ وہ تمہارے حیا اور توقیر و تعظیم کے نمونے دیکھ کر خوش ہوں اور جناب الہی میں تمہارے گناہوں کی سفارش کریں اور یہ ہی یاد رکھنا چاہیے کہ جن چیزوں سے بنی آدم ایذا پانے ہیں اُن سے فرشتے بھی تکلیف پاتے ہیں تو حسبِ بنی آدم اپنے سلسلے

جبر و معاصی دیکھتے ہوئے تکلیف پاتے ہیں اگرچہ کہیں کہیں وہ خود بھی بمقتضائی لٹ بٹ مبتلائی معاصی میں
ہیں تو گناہ کا بنین فرشتے جو گناہوں کی آ لائش سے محض معصوم ہیں کیونکر گناہ دیکھتے ہوئے تکلیف لیا کریں گے

فصل ۵۶

خدا کی نافرمانیوں کی ایک سزائے یہی ہے کہ گناہ آدمی کے لئے دین و دنیا میں اس کے ہلاکت کے سامان ہو جو
وہیاد کرتے ہیں اور انجام کار وہ ہلاکت کے گڑھے میں پڑ کر ہمیشہ کے لئے دین و دنیا سے گیا گذر ہو جاتا
ہے۔ وجہ یہ کہ گناہ دل کے حق میں ایسے مہلک اور زہریلے مرض ہیں کہ جب وہ اچھی طرح مستحکم ہو جاتے ہیں
لو دل کو قتل ہی کر کے چھوڑتے ہیں۔ اور یہ بات آئے دیکھ کر بے سے اچھی طرح پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ
جس طرح بدنی صحت کے لئے ذیل کے تین امور کا موجود ہونا ضروری ہے اسی طرح دل کا صحیح و سالم رہنا بغیر
انکے ناممکن و محال ہے۔ ایک غذا جو جسم کی قوت محفوظ رکھنے کا بڑا سبب ہے۔ دوسرے استغفار جو بدن سے
مواد فاسد اور اخلاط رذیلاہ نکال پھینکنے کا قوی ذریعہ ہے اور بدنی صحت کا بڑا حصہ اسی پر موقوف ہے
کیونکہ جو وقت اخلاط رذیلاہ غلبہ کرتے ہیں تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے شیسے پر پیر جیکے وجہ سے مریض ان چیزوں
کو استعمال میں لانے سے باز رہتا ہے جو جسم کو تکلیف پہنچاتی اور اب نہیں تو آئندہ بدن کو ضرر دیتی ہیں۔ تو
جس طرح جسمانی صحت بغیر ان تین باتوں کے قائم رہ نہیں سکتی اسی طرح دل کی زندگی کی تکمیل بدون
انکے خیال و وہم میں بھی نہیں آسکتی ایمان اور اعمال نیک جو دل کی غذا ہیں ان سے اسکی قوت محفوظ
رہتی ہے اور تو پل صبح جو دل کے حق میں استغفار ہے وہ دل کے مواد فاسدہ اور اخلاط رذیلاہ کو باہر
نکال پھینکتی ہے اور پیر پیر جو اسکی حفظ صحت کا موجب ہے وہ ان چیزوں کے استعمال کو ترک کر دیتا ہے
جو صحت دل کے خلاف ہیں اور یہ تینوں چیزیں تقویٰ میں جمع ہو جاتی ہیں لیکن تھو ایک ایسی چیز ہے جو
ان تینوں باتوں کو لپٹے ہوئے ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ دل کی زندگی کی تکمیل اور اسکی صحت بغیر
تقویٰ کے ناممکن ہے اور جب یہ ہے تو ان تینوں چیزوں میں سے جو تسی چیز فوت ہوگی اسی قدر تقویٰ کا
حصہ فوت ہو جائے گا۔ اس تہیدی مضمون سے اب اس امر کا فیصلہ ہو جانا بہت آسان ہے کہ گناہوں
میں اور مذکورہ بالا امور میں بذاتہ مخالفت اور ضدیت ہے وجہ یہ کہ گناہ ہونکی وجہ سے مواد موفیہ دل
کی طرف کشان کشان چلے آتے ہیں اور موجب تخلیط ہو جاتے ہیں اور پھر انجام کار مانع استغفار ہوتے
ہیں تو اب ایک ایسے عیس کے بدن کو دیکھنا چاہیے جس پر اخلاط رذیلاہ اور مواد مرض کا چارون طرف

مجموعہ ہوا اور وہ نہ تو ان کے استغفار کا طریق جانتا ہو نہ کسی طرح کا پرہیز کرنا اُس سے بن آتا ہو تو کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ یہ علیل الجسم کبھی صحیح اور تندرست ہوگا اور اسکی صحت و بقا منصور ہو سکیگی ہرگز نہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

حسبک بالحمیۃ احصنتہ و مخافۃ من المطاری و کان اولی بک ان تجتنب
من المعصیۃ خشیتہ الباری یعنی اے مخاطب تو جو کسی عارضی الم کے طاری ہونے کے اندیشے سے اپنے جسم کی حفاظت کرتا ہے بہتر ہوتا اگر تو خوف خدا کی وجہ سے معاصی و گناہ سے پرہیز کرتا۔ الغرض جسے ادا کرنا آئی کی بجا آوری کے سبب سے اپنی قوت کو محفوظ رکھا اور نواہی شرعیہ سے محبت رکھ کر پرہیز کیا اور تو بلفصوح کے ساتھ اخلاط ردیہ کا استغفار کیا اس نے تمام پہلایان جمع کر لین اور ہر طرح کے کشتہ سے نجات پائی۔

فصل ۷۵

اے مخاطب اگر تو نافرمانیوں کی ان سزاؤں کی تاثیر اپنے دل میں موجود نہیں پاتا اور امراض دل کی کوئی کیفیت و تکلیف تجھے بالکل محسوس نہیں ہوتی تو تو تھوڑی دیر کے لئے اُن شرعی سزاؤں کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لے جو خدا اور رسول نے سیاہ کاروں کے جرائم پر مقرر کی ہیں۔

مطلبات میں درجہ کے قسری عوض چور کا ماتہ کاٹا جاتا ہے جو زہن اور قطار الطریق کا فروں کا ظلم مال چھین لیتے اور انکی معصوم جانوں کو تلف کرتے ہیں اُن کے ماتہ پاؤں لے لے سیدھے کاٹ دیے جاتے ہیں جو کسی پارس آدمی کو ہمت لگاتا ہے یا شراب کا ایک قطرہ کیسے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے اُسے اسی کوڑے مارے جاتے ہیں۔ جو شخص کسی عورت سے زنا کرتا ہے وہ بہت ہی بُری طرح تھوڑے سے قتل کیا جاتا ہے لیکن جب مرد عورت دونوں یا اُن میں سے ایک کو مارا ہوتا ہے تو اسکی سزا میں عذر تخفیف ہو جاتی ہے کہ بجائے تہرہوں سے قتل کرنے کے سزا نازیانے مارے جاتے ہیں اور پورے ایک سال تک جلا وطن کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنی کسی محرم عورت سے زنا کرے گا یا فرض نماز عذر ابدال عذر ترک کردے گا یا کوئی کفر کا کلمہ منہ سے نکالے گا تو تلوار سے قتل کر ڈالا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص بواہٹ کا مرتکب ہو گا۔ یا چار پائے کے پاس آئے گا دونوں حالتوں میں سزائے قتل کو بچوگا اور سزا ہی مفتوح و چار ماہ یہی مار ڈالا جائے گا مگر ایسا جو لوگ نماز جماعت میں شرک و کفر سے پہلو ہتی کرتے ہیں انکے گھر جلا دیئے گئے قابل سمجھے گئے ہیں۔ انکے علاوہ اور بھی بہت سی

ایسی سزائیں ہیں جو خدا نے ترکیبیں جبرائیم کے لئے مقرر کی ہیں اور ان میں اپنی بہت سی حکمتیں اور معجزات
 رکھی ہیں پہلے تمام سزائیں جو ایک طرح کی مقرر نہیں ہوئیں اور ان میں اختلاف مراتب رکھا گیا۔ تو اسکی
 بڑی وجہ یہ ہے کہ گناہ کے اسباب و دواعی اور جرم سے باز رکھنے والے ذرائع مختلف ہیں اور جرم کی
 سزائیں ان ہی دواعی اور زواجر کے لحاظ سے مختلف مقرر ہوئی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اکثر گناہ تو ایسے
 ہیں جنکی طرف آدمی کا طبعی میلان ہوتا ہے اور بعض وہ ہیں جنکی طرف اسکا طبعی میلان نہیں ہی
 ہوتا تو جن چیزوں میں آدمی کا طبعی میلان نہیں ہوتا اور نفس کو بھی ان کا داعیہ کم ہوتا ہے ان کے
 ارتکاب سے آدمی عرف مرکب تحریم کہلا یا جاتا ہے بہت سے بہت یہ ہوتا ہے کہ تہوڑی سی تعزیر پر
 بطریق جبرمانہ مقرر کر دی جاتی ہے لیکن اس فعل پر شرعی حد مرتب نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی شخص نے
 گویا اونٹ بچری کی میگشتیاں کھالیں یا خون پی لیا یا مردار کا گوشت کھا لیا تو ان صورتوں میں
 اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ ان چیزوں کی طرف اسکا دلی میلان اور طبعی رجحان
 نہیں پایا جاتا۔ البتہ جن گناہوں کی طرف طبائع میں میلان پایا جائیگا اوق بقدر انکے مفسدہ
 اور بلحاظ داعیہ طبیعت کے سزائیں مرتب ہوں گی۔ جن گناہوں کی طرف طبیعت کو زیادہ میلان
 ہو گا ان کی سزا بھی زیادہ سنگین اور سخت ہوگی اسبطرح جن گناہوں کا مفسدہ بڑا ہوگا انکی
 سزا بھی بڑی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ زنا کی طرف داعیہ طبیعت زیادہ قوی ہوتا اور نفس کو
 اسکی جانب بہت ہی میلان ہوتا ہے اس لئے اسکی سزا بھی بہت ہی بدتر اور قبیح تر مقرر ہوئی ہے
 بہتروں سے نہایت ذلت و خواری کی حالت میں قتل کیا جانا اور کم سے کم یہ سزا تجویز کی گئی کہ حج
 عام میں سو کوڑے لگائے جائیں اور سال بہر تک جلاوطن کیا جائے اور چونکہ لواطت میں دو بائین
 بائی جاتی ہیں اس لئے اسکی حد بہر حال میں قتل ہی مقرر ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس جبکہ سر قہ کا داعیہ
 قوی اور اسکا مفسدہ عام تھا لہذا مائتہ کا کاٹا جانا مقرر ہوا اور اس میں یہ حکمت مرکوز رکھی گئی کہ
 جس عضو سے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا اسی کو قطع کر دینا چاہیئے تاکہ دوبارہ اس جنایت کا مرتکب نہ ہو
 جیسا کہ قاطع طریق اور رہزن کے اُلے طسدہ مائتہ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے ہیں تاکہ سارا ڈھیر بیکار ہو جا
 اور وہ بار دیگر رہزنی کا مرتکب نہ ہو سکیں بخلاف اسکے بہت لگائے والے کی زبان نہیں کاٹی جاتی۔
 جسکے ساتھ وہ اس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ اسکے قطع کا مفسدہ جہاں نہایت سے بہت بڑا ہوتا ہے

اسوجہ سے کوڑے مار کر اسکے سر سے بدن کو اطمینان پایا جاتا ہے۔ اگر یہاں سوال کیا جائے کہ جب چور اور ہرن کے ماتہ پاؤں اس وجہ سے کاٹے جاتے ہیں کہ انکی وجہ سے چور اور ہرن ان گناہوں کا مرتکب ہوا ہے تو چاہیے تھا کہ زانی کا عضو تناسل بھی اس سزا میں قطع کیا جاتا کیونکہ وہ بھی اس عضو کے سبب جرم زانیہ گرفتار ہوا۔ اسکے جواب میں چند وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ عضو تناسل کاٹ ڈالنے سے جو مفید برپا ہوگا وہ اس گناہ کے مفید سے کہیں زیادہ ہوگا کیونکہ اول تو آدمی کا عضو تناسل کے قطع کے بعد زندہ رہنا مشکل ہے اور اگر زندہ رہا بھی تو اس حالت میں اسکا شقیقہ النسل ہونا ضروری اور یقینی امر ہے۔ دوسرے یہ کہ عضو تناسل ایک مستور اور پوشیدہ عضو ہے اسکے قطع کرنے سے حد شرعی کا جو مقصود ہے یعنی نور کو گونگو عورت و زجر حاصل کرنا اور زنا کاروں کا اس فعل قبیح بازر مہنا۔ یہ اس سزا سے حاصل نہیں ہوتا۔ بخلاف ماتہ کاٹے جانے کے کہ اس سے لوگوں کو پوری عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جب چور کا ایک ماتہ کاٹ ڈالا جائے گا تو وہ اپنا کام دوسرے ماتہ سے چلا لیگا۔ بخلاف عضو تناسل کے کہ اسکا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ چوتھے یہ کہ زنا کی لذت سے سارا بدن آشنا ہو جائے اور جب یہ ہے تو اس فعل کی سزا بھی ایسی ہی عام ہونی سزاوار ہے جو سارے بدن کو شامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ جن سزائوں کو شارع نے مقرر کیا ہے وہ بالکل عقل کے مطابق اور مصلحت کے مناسب ہیں اور ان میں کسی طرح کا نقص اور خرابی نہیں پائی جاتی مقصود یہ ہے کہ گناہوں پر شرعی سزائیں اور قدری عقوبتیں دونوں کہیں یکے بعد دیگرے اور کہیں دونوں معاً مستر تب ہوتی ہیں اور کہیں خدا تعالیٰ ہندہ کی توبہ اور اس کے حسن عمل کی وجہ سے ان سزائوں کو اٹھالیتا ہے۔

فصل ۵۸

نافرمانیوں کی سزائیں دو قسم پر ہیں ایک شرعیہ دوسری قدریہ۔ شرعیہ سزائیں جب گناہ گاروں پر قائم کی جاتی ہیں تو قدریہ سزائیں مخلوق پر سے اٹھ جاتی ہیں اور اگر بالکل نہیں اٹھتیں تو انکی تخفیف ضرور ہو جاتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ اپنے بندے پر دونوں طرح کی سزائیں جمع کرے مگر ان جب ان سزائوں میں سے ایک سزا بھی پورے طور پر قائم نہیں ہوتی اور گناہ گار آدمی کا مرض بالکل زائل نہیں ہوتا تو ممکن ہے کہ دونوں طرح کی سزائیں جمع ہو جائیں۔ اور جب شرعیہ

کسی شخص کو جان سے نہ مارین کہ اسکو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں۔ حدیث مذکور میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے گناہوں میں سے جو صرف اُس گناہ کا ذکر فرمایا جو مرتبے میں سب سے اعلیٰ ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کا جواب سوال سائل کے منشا کے مطابق ہو کیونکہ اُسکا پہلا سوال یہ تھا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے جسکا اپنے ایسے الفاظ میں جواب دیا جو بڑے بڑے گناہوں کی تمام قسموں کو عام اور شامل اور سب سے بڑا ہے یعنی بندے کا خدا کے ساتھ شریک کرنا اور یہ شرک تمام اقسام میں اعلیٰ درجہ کا شرک ہے سیطرہ قتل کے بہت سے اقسام ہیں مگر سب میں بڑا قتل یہ ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو اس اندیشے سے قتل کر ڈالے کہ بڑے ہونگے تو اسکے کہانے پینے میں شریک ہوں علیٰ ہذا القیاس زنا کے بھی چند اقسام ہیں لیکن آدمی کا اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرنا سب سے بڑا زنا ہے کیونکہ زنا کا مفسدہ بقدر زیادتی انتہا تک حق کے زیادہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت بے شوہر والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے شوہر والی عورت سے زنا کرنے میں زیادہ گناہ ہے۔ کیونکہ اس میں شوہر کی ہتک عزت اسکے خانہ بربادی اسکی طرف ایسے نسب کو چپکنا ہوتا ہے جو اُسکا نہیں ہے بلکہ علاوہ اور بھی بہت سی ایذا دہ بائیں شوہر کی جانب رجوع کرتی ہیں اس معنی کر کے شوہر والی عورت کی نسبت شوہر والی عورت سے زنا کرنا بہت بڑا جرم ہے اور جب اُس عورت کا خاوند اسکا پڑوسی بھی ہوگا تو جرم زنا کے علاوہ پڑوسی کے ساتھ بُرائی کرنے کا جرم بھی لائی چکا اور پڑوسی اس سے سخت تکلیف پائے گا تو یہ جرم اسکے حق میں بڑا ہی مہلک اور خطرناک ہوگا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی سختی و ایذا سے اُسکا ہم سایہ امن میں نہیں رہتا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہم سایہ کی عورت سے زنا کر کے اُسکی عزت برباد کرنی سب سے بڑی سختی اور ایذا دہی ہے۔ اسی بنا پر کتابوں میں لکھا ہے کہ بے شوہر والی عورتوں سے زنا کرنا خدا کے نزدیک ہم سایہ کی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بہت آسان ہے پھر اگر پڑوسی اُسکا بہائی یا قریبی رشتہ دار ہوگا تو قطعیت رحم جرم زنا کے علاوہ گناہ ہوگا اور اس صورت میں زنا کا گناہ بہت زیادہ ہوگا اور اگر عورت کا شوہر خدا کی کسی طاعت کے بجالانے میں گہرے غائب ہوگا۔ مثلاً نماز پڑھنے مسجد میں گیا ہوگا یا تحصیل علم یا جہاد میں تو جرم زنا اور یہی زیادہ ہوگا۔ یہاں تک کہ غازی کی عورت سے زنا کرنے والے کو قیامت کے روز کھڑا کر کے غازی سے کہا جائیگا کہ

اس کی نیکیوں میں جس قدر چاہے لے لے۔ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مضمون ارشاد کر کے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ جب خدا کی طرف سے غازی کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے لے لے تو وہ کوئی نیکی اسکے پاس چھوڑ دے گا ہرگز نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ اس موقع پر آدمی کو ایک نیکی کی بھی سخت حاجت ہوگی یہاں تک کہ باپ بیٹے کے لئے دوست کے لئے اپنے اس ایک حق کو بھی نہیں چھوڑے گا جو اسکے ذمے واجب ہوگا۔ اور اگر اتفاق سے عورت اس کی قریبی رشتہ دار ہوگی تو اسکے قطع رحم کا گناہ الگ ہوگا اسی طرح زانی کا تختہ اہوگا تو اس کا جرم زنا ناک تختہ کے گناہ سے زیادہ ہوگا۔ پورھا ہوگا تو اور بھی زیادہ گناہ ہوگا اور قیامت کے روز جن متین قسم کے آدمیوں سے خدا مابت تک نکمے گا نہ انہیں گناہوں کے میل کچیل سے پاک صاف کرے گا اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا ان میں سے ایک یہ بھی ہوگا۔ پہر اگر آدمی حرمت کے پھینے یا حرمت کے مقام یا کسی ایسے وقت میں مرتکب زنا ہوگا جو خدا کے نزدیک مغفرت و معظمت سے مثلاً اوقات نماز یا دعا کی قبولیت کی اوقات میں تو وہ بال زنا اور یہی زیادہ ہوگا اور اسی پر گناہوں کے مفاسد اور انکی سزاؤں کے مراتب کو قیاس کر لینا چاہیے۔

فصل ۵۹

خدا تعالیٰ نے اسوالم کی غارت گری کے مقابلہ میں چور اور زہر ن کے ماتھے پاؤں کاٹے جانے کیلئے مقرر کیے کہ اس کے اس ضرر سے آدمی کا بچنا مشکل اور نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ وہ لوگوں کے مال چھپے سے لے لیتا ہے گہروں میں نقب لگاتا اور دروازوں کو چھوڑ کر دیواروں پر سے کودتا ہے گویا وہ بلی یا سانپ ہے جو تم پر دھان سے داخل ہوتا ہے جہاں سے تم کو وہم و گمان ہی نہیں ہوتا تو تم سرقہ کا سفند نہ تو سزای قتل سے اٹھا سکتے ہو نہ سزائے تازیانہ سے دفع کر سکتے ہو بلکہ بہترین سزا جس سے یہ عظیم الشان مفندہ مٹ سکتا ہے اس عضو کا قطع کرنا ہے جسکی وجہ سے آدمی اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے اسے اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے عقلوں میں فخل و فتور پیدا کر نیوالی چیزوں کی سزا اور تہمت سے لوگوں کی یہ حرمتی کرنے کے مقابلہ میں سزائے تازیانہ مقرر کی ہے اور خون ناحق و غیرہ کے جرم میں قتل تو خدا کی شرعی سزائیں ان میں مذکورہ قسموں پر اور اگر بہین جسیا کہ کفارے میں انواع میں منحصر ہیں ایک

نوٹ دی غلام آزاد کرنا اور یہ اعلیٰ درجہ کا کفارہ ہے۔ دوسرے مساکین کو کھانا کھلانا تیسرے روزے رکھنا
 پھر خدا تعالیٰ نے گناہوں کی بھی تین ہی قسمیں ٹہرائیں ایک تو وہ جن میں حد لگائی جاتی ہے اور اس
 قسم کے گناہوں میں کفارہ مشروع نہیں ہوا بلکہ صرف حد ہی پر اکتفا کیا گیا۔ دوسرے وہ گناہ جن میں
 حد نہیں لگائی جاتی۔ مگر کفارہ مشروع ہے جیسے رمضان میں دن کے وقت اپنی بی بی سے
 ہمبستر ہونا یا حالت احرام میں مجامعت کرنی یا اپنی منکوحہ سے ظہار کرنا یا بھولے چوکے سے
 کسی کو قتل کر دینا یا قسم کو توڑ دینا وغیرہ وغیرہ۔ تیسرے وہ گناہ جن میں جہیز نہ تو حد ہی مرتب ہوئی
 ہے نہ کفارہ ہی اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ گناہ جس کی طرف میلان طبعی نہیں ہوتا جیسے نجس
 اور گندی چیز کھانی۔ پشایاب اور خون پینا دوسرے وہ گناہ جن کا مفسدہ ان جرائم کے مفسدہ سے
 بہت کم ہے جہیز حد و تعزیرات سے بہت کم ہیں مثلاً اجنبی عورت کو نظر ثبوت سے دیکھنا یا بوسہ لینا
 یا ماتہ سے چہونا یا عشق انگیز باتیں کرنا یا پسیدہ و پیسہ چرانے یا ہر کفارات کی مشروعیت میں قسم
 کے گناہوں میں ہے یعنی تین طرح کے گناہ ہیں جنکے لیے شرع نے کفارہ مقرر کیا ہے ایک وہ
 جو اصل میں تو مباح اور جائز تھا مگر بعد کو اسے تحریم عارض ہو گئی اور آدمی اس حالت میں اسکا
 مرتکب ہوا جبکہ اسے تحریم عارض ہے۔ مثلاً حالت احرام اور روزے میں ہمبستر ہونا۔ حیض و
 نفاس کے وقت مجامعت کرنا کہ ان سب صورتوں میں کفارہ مشروع ہے مگر ان پر وطنی فی الدبر
 کو قیاس کرنا قیاس سے الفارق ہے یہی وجہ ہے کہ بعض فقہانے جو وطنی فی الدبر کو وطنی فی الفرج
 قیاس کیا ہے محققین علمائے انکاسخت انکار کیا ہے۔ کیونکہ حیض کی حالت میں ہمبستری
 کی مخالفت صرف حیض کے عارض ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اصل میں مباح اور جائز ہے بخلاف
 وطنی فی الدبر کے کہ وہ کسی حال میں مباح نہیں بلکہ وہ بمنزلہ لواط اور مسکرات و منشی چیزوں کی
 استعمال کے قائم مقام ہے۔ دوسرے نذر و منت مان کر اسے پورا نہ کرنے اور قسم توڑ دینے کے گناہ
 میں کفارہ مشروع ہوا ہے یا اس چیز کی بابت مشروع ہوا ہے جسے خدا نے حرام کرنے کے بعد حلال
 کرنا چاہا ہو اور اس کی حلت کفارہ پر مقرر فرمائی ہو جسے فقہاء و محدثین کی اصطلاح میں تخلل
 کہتے ہیں لیکن یہ کفارہ اس شخص کے نام کی دہک حرمت کو مٹا نہیں سکتا جس کے ساتھ قسم
 کھالی گئی ہے جیسا کہ بعض فقہانے ایسا خیال کیا ہے کیونکہ قسم کا توڑ دینا کبھی تو واجب ہوتا ہے

کبھی سب اور کبھی مباح۔ البتہ اس چیز کو حلال کر دیتا ہے جسے قسم کہانے والے نے اپنے اوپر حرام نہیں لیا تھا۔ جیسے وہ گناہ میں جنگا کفارہ جبر نقصان کر دیتا ہے جیسے قتل خطا کا کفارہ یا حرم کے اندر بہل کر شکار کرنے کا کفارہ الغرض یہ تین موقعے ہیں جن میں کفارے مشروع ہوئے ہیں پہلی قسم کو زواج کہتے ہیں اور دوسری کو تحلل اور تیسری کا جواب نام ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی معصیت اور جرم میں حد اور تعزیر دونوں جمع نہیں ہوتیں بلکہ جس جرم میں حد ہے وہاں حد ہی پر اکتفا کیا جائے گا اور جس معصیت میں شرع نے تعزیر مقرر کی ہے وہاں صرف تعزیر پس کی جائے گی اس طرح کسی معصیت میں حد اور کفارہ دونوں باتیں جمع نہ ہوں گی۔ بلکہ جس معصیت میں حد ہوگی وہاں کفارہ نہ ہوگا اور جس میں کفارہ ہوگا وہاں حد نہ ہوگی اب رہی یہ بات کہ جس معصیت میں حد نہیں ہے وہاں تعزیر اور کفارہ بھی جمع ہو سکتے ہیں کہ نہیں اس میں دو مذاہب ہیں ایک مذہب کی رو سے تو یہ دونوں باتیں بھی کسی معصیت میں جمع نہیں ہو سکتیں لیکن دوسرا مذہب ان کے جمع ہونے کو جائز رکھتا ہے۔ مثلاً حالت احرام اور روزے میں جمبستہ ہونا اور حیض والی عورت سے جماعت کرنا یہ ایک ایسی معصیت ہے کہ پہلا مذہب حسب اس میں کفارہ واجب بتاتا ہے تو سہا ہی تعزیر کو بھی واجب کرتا ہے اور اسکی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب آدمی نے از کفایا جرم سے ہٹ کر مرتکب تو کفارہ کے علاوہ کوئی تعزیر ہی اسے ہونی چاہیئے۔ دوسرا مذہب کہتا ہے کہ اس معصیت میں کسی طرح کی تعزیر نہ دی جائے گی بلکہ کفارے پر ہی اکتفا کیا جائیگا کیونکہ یہہ اسکا پورے طور پر جبر نقصان کرتا اور نیست و نابود کر دیتا ہے۔

فصل ۴۰

قدری سزا میں جن کا سابق فصل میں ذکر ہوا انکی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قلوب و نفوس پر اثر کر انہیں تباہ و برباد کرتی ہیں۔ دوسرے وہ جو اجسام و اموال پر نازل ہوتی ہیں دونوں پر جو قدرتی سزائیں پڑتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک آلام وجود یہ جن سے دل کو ظاہر طور پرانتہا سے زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ دوسرے ان اسباب و ذرائع کا قطع ہونا جنہر دل کی حیثیت و صلاح کا انحصار ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جب دل کی اصل زندگی اور صلاح کے اسباب منقطع ہو جائیں گے تو اب اسپر وہ حالات و اسباب طاری ہونگے جو اسکی زندگی کے مٹانے اور صلاح و درستگی کے زائل

کرنے والے ہیں اور انکی بے سزا و نون طرح کی سزاؤں سے زیادہ شدید اور المناک ہے اور صرف ایک یہی سزا ہے جو سزائے ابدان کی جڑ اور اصل ہے۔ غرض کہ جب اس طرح سزا یاب ہوتا ہے تو اسکی یہ سزا وقتاً فوقتاً اور آٹا فانا قوٹ پکرتی اور ترقی کرتی جاتی ہے یہاں تک کہ دل سے ہلکے تمام بدن میں پہل جاتی ہے جس طرح کہ بدن کا درد و الم شدہ شدہ دل تک پہنچ کر اسے خراب و تباہ کر دیتا ہے۔ اور جب نفس بدن سے مفارقت کرتا اور ہمیشہ کے لئے اُس سے جدائی اختیار کرتا ہے تو یہ حکم سزا ابد الابد تک اُس سے متعلق رہتا ہے اور اسوقت سزائے دل کا پورے طور پر ظہور ہو جاتا ہے اور اسکی عذاب قبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ عذاب قبر کو عالم برزخ سے وہی نسبت ہوتی ہے جو عذاب ابدان کو دنیا سے نسبت ہوا کرتی ہے۔

فصل ۶۱

اسی طرح جو قدرے سزائیں ابدان پہنچ کر انہیں بربادی کا متعدی تی ہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک دنیاوی۔ دوسری اخروی۔ پہلی سزاؤں کا شدید و دائم ہونا ان مفاسد کے لحاظ سے ہوگا جو حالت شدت اور خفت میں گنہگار پر سرتپ ہوتے ہیں۔ بیان مذکور بالا پر سب سے زیادہ اٹلتے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں گناہوں اور انکی سزاؤں کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس پر شر کا اطلاق کیا جاسکے یعنی صرف یہی دونوں چیزیں دنیا و عجبی میں شر ہیں۔ اور ان ہی پر شر کا اطلاق کیا جاتا ہے مگر گناہ اور سزائی گناہ کی جڑ شر نفس اور اعمال کی بُرائیاں ہیں اور یہ وہ دو اصل ہیں جن سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں پناہ مانگتے اور فرمایا کرتے تھے **دَعُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ دَرِ افْسَاوْ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا** یعنی ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اعمال کی بُرائیوں سے پناہ مانگتے ہیں ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام قسم کی شرارتوں اور بُرائیوں کا مرجع شر نفس ہے اور اعمال کی بُرائیاں اسکی شاخیں اور ثمرات ہیں۔ اب آنحضرت کے قول **دَعُوْا مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا** میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے عملوں سے جو بُرائی پیدا ہوتی ہے ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں اور اس توجہ کی بنا پر سیئات کی اضافہ اعمال کی طرف ویسی ہی اضافت ہوگی جیسے نوع کی اضافہ جنس کی جابجا کرتی ہے یا یہ اضافت مبنی ہو۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اپنے اعمال کی ان سزاؤں سے پناہ مانگتے ہیں جو ہم کو بہت ہی بُری لگے گی اور تقدیر عسارت یوں ہمگی و من

عقوبات اعمالنا الی سوا نا اور یہی قول راجح ہے کیونکہ مضمون حدیث میں صاف تنبیہ ہے کہ تمام قسم کی شرارتوں سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ وجہ یہ کہ شرور نفس متلزم میں اعمال سیئہ کو اور اعمال سیئہ متلزم ہیں۔ ہر سی ہی ہر سی سزاؤں کو تو گویا شارع علیہ السلام نے شرور نفس کا ذکر کر کے ان تمام ناسات لستہ اور قبیح اعمال پر تنبیہ کی جو مقتضای شرہین اور اسی وجہ سے دیگر اعمال قبیح کی طرف سے کنارہ کشی کر کے شرور نفس ہی کے ذکر کر دینے کو کافی سمجھا یا اُن میں سے شرور نفس کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا کہ وہ تمام شرارتوں اور گناہوں کی جڑ ہے ہر غایہ شر اور مہلتاے شر کو ذکر فرمایا یعنی سینات کو جسکے عقوبات و لام آدمی کی بد انجامی کی خبر دیتے اور نتائج بد پیش نظر کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استعاذہ اصل شر اور اسکے فروغ و غایت اور مقتضائے بشر کو شامل ہے۔

اور چونکہ اعمال کی خرابیاں عین شر بلکہ اصل شر میں اسی وجہ سے فرشتے ایمانداروں کے حق میں ان لفظوں میں دعا کرتے رہتے ہیں وَمَنْ يَنْتِزِعِ النَّبَاتِ يَنْتِزِعْهُ فَعَدَّ رَجْمَةً وَذَلِكَ هُوَ النَّوْذُ الْعَظِيمُ ۝۱۰ یعنی بار خدایا اپنے ایماندار بندوں کو ہر طرح کی خرابیوں اور بُرائیوں سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اُس دن کی خرابیوں سے محفوظ رکھے گا تو اُس پر تو نے اپنا بڑا ہی فضل کیا اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ تو فرشتوں کی یہ دعا دو اہم اور جلیل القدر مضامین کو شامل ہے ایک یہ کہ وہ ایمانداروں کے اعمال کی خرابیوں اور بُرائیوں کو محفوظ رہنے کے خواستگار ہیں۔ دوسرے وہ اُن اعمال کی سزاؤں سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں جو عاملین کو بُری لگین گی کیونکہ جب خدا تعالیٰ ایمانداروں کو عمل بد سے محفوظ رہنے کی توفیق دے گا تو اُسکی بُری سزا ضرور محفوظ رکھے گا۔ اہم مقام پر ایک بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فرشتوں کی دعائیں حمیدہ و قہر علیہم اب انہیں ہی موجود ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے ایمانداروں کے لئے عذاب و دوزخ سے محفوظ رہنے کی اپنی دعا کی ہے اور یہی معنی ہیں اعمال بد کی سزاؤں سے محفوظ رہنے کے اور جب یہ ہے تو آیت کے مضمون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن بُرائیوں سے محفوظ رہنے کی دعا فرشتوں نے کی ہے وہ اعمال سیئہ ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ جس چیز کی دعا فرشتے کر رہے ہیں وہ اسی چیز کی نظیر ہے جس سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ آئیہ مذکورہ میں تو حشمت کا لفظ موجود ہے تو اُسکی توجیہ یوں سمجھ لینی چاہیئے کہ فرشتوں کا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن ایمانداروں کو بُرے

چونکہ فرشتوں کی یہ دعا بہت سے اعلیٰ درجے کی مضامین کو لیے ہوئے ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
میں اس مقام پر پوری آیت کو نقل کر کے اُن مضامین کو ظاہر کروں جو اس میں مضمربین اور جن سے بہت
سے مخلوق مطالب مل رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّہُمْ وَیُؤْمِنُونَ بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَرْکَبُا وَیَسْتَغْفِرُ
کُلُّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا لِّلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاسْتَغْفِرُ لَکَ اَسْمٰیْلَکَ وَفَہِمَّ عَذَابَ
الْجَحِیْمِ رَبَّنَا اَدْخِلْہُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِیْ وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَّی مِنْ اٰبَائِہُمْ وَاَزْوَاجِہُمْ
وَاَزْوَاجِہُمْ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ وَفَہِمَّ السَّیِّئَاتِ وَمَنْ تَرَقَّ
السَّیِّئَاتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنٰہُ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝**

یعنی جو فتنے عرش کو اٹھائے ہیں اور جو عرش کے گرد گدقعیات ہیں ہمہ وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے اور ایمان والوں کے لئے دعا مغفرت مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے تو جو لوگ تیری جناب میں توبہ کرتے اور تیرے دین کے رستے پر چلتے ہیں ان کو بخش دے اور نیز ان کو دوزخ سے خدا سے بچائے اور اے ہمارے پروردگار انکو ہمیشہ کے ہمیشہ کے رہنے کے باغوں میں ہی ایجادِ خل کر چکا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیبیوں اور انکی اولاد میں سے جو نیک اور انکو بھی بے شک تو ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ سب پیشتر فرشتوں نے ایمان کیا کی ان کے ایمان اور عملِ صالح کے ساتھ تعریف کی پھر ان کے لئے جنابِ الہی میں دعا و مغفرت کر کے ان کے ساتھ احسان کیا اور اپنے استغفار سے پہلے خدا کے وسیع علم اور وسیع رحمت کو اسکی درگاہ میں وسیلہ

قرار دیا سب چیزوں پر علم خدا کے حاوی اور وسیع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے بندوں کے گناہ اور گناہ کے اسباب اور ان کے ضعیف العصمت ہونے اور ان کے دشمن انکے نفوس انکی خواہش انکی طبیعتوں کے میلان کے غلبہ اور دنیا کے تعلقات جو وقتاً فوقتاً انہیں اپنا گردیدہ کرتے ہیں ان سب باتوں کو خدا خوب جانتا ہے بلکہ وہ انکی اس حالت تک سے بخوبی واقف ہے جبکہ انہیں زمین سے پیدا کیا اور جبکہ وہ مائوں کے پیٹ میں بچے تھے۔ نیز وہ اپنے علم سابق سے یہ ہی جانتا ہے کہ بندہ سیری نافرمانی کریں گے اور میری عفو و مغفرت انکی دستگیری کرے گی اور خدا کے وسیع الرحمت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی اہل توحید اور اہل محبت کو ہلاک نہیں کرتا اور بخیر ازلی بدخبتوں کے اور کسی کو اپنی رحمت کے دائرہ سے نہیں نکالتا تو جس شخص کو اسکی وہ رحمت جو ہر چیز پر حاوی ہے اپنے دامن کے سایہ میں نہ لے اس سے بڑیکہ دنیا جہان میں کوئی بد قسمت نہیں۔ زان بعد فرشتوں نے ان لوگوں کے لئے دعا و مغفرت کی جو بارگاہ الہی میں توبہ کرتے اور اسکے دین کے رستہ پر چلتے ہیں اور اس سے وہ رستہ مراد ہے جو سالک کو خدا کی طرف پہنچا دے یعنی اسکی معرفت اسکی محبت جسکا اُسے حکم فرمایا ہے اُس میں اسکی اطاعت کرتے جس چیز سے منع کیا ہے اُسے ترک کر دیتے ہیں سچے ایماندار خدا کی ناپسند باتوں سے توبہ کرتے اور اس رستہ پر چلتے ہیں جسے وہ دوست رکھتا ہے ہر فرشتوں نے جناب الہی میں دعا کی کہ وہ اپنے ایماندار بندوں کو عذاب و دوزخ سے بچالے اور انہیں نیز انکے باپ داداؤں انکی بیبیوں کو ان ہمیشہ کے باغون میں لجا دہل کرے جسکا اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور خدا اگرچہ کبھی وعدہ خلا فی نہیں کرتا مگر جہان کے ساتھ اُن کا وعدہ جنت چند اسباب پر موقوف ہے۔ مثلاً اُن کے ایک فرشتوں کی دعا یہی ہے جو اُن کے لئے دخول جنت کی دعائیں لگتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق ہے اور فرشتوں کو اُن کے لئے دعا ہے مغفرت اور دخول جنت اُپہارنا اگسا نام ہے۔ ان سب باتوں کے بعد خدا نے خبر دی کہ فرشتے اپنی اس دعا کے چھپے کہتے ہیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی خداوند اٹو ہی اسکا اور اسکے سبب و غایت کا مُصدر ہے ایمانداروں کو عذاب و دوزخ سے بچانا اور انہیں جنت میں داخل کرنا یہ تیرے ہی کمال قدرت اور کمال علم عظام ہونے والا ہے کیونکہ عزت کمال قدرت اور حکمت کمال علم ہی کا نام ہے اور ان ہی دونوں صفات سے خدا جو جانتا ہے حکم فرماتا ہے جس چیز سے جانتا منع کرتا ہے کیسکو ثواب سے مغرز فرماتا ہے کسی کو عذاب سے ذلیل کرتا ہے۔ غرض کہ یہ دونوں صفاتیں مُصدر خلق و امر ہیں۔

الغرض اس ساری فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں کی سزا میں طرح طرح کی توبہ میں بعض تو شرعی سزائیں ہیں اور بعض قدری ہیں ان میں سے کچھ سزائیں دل پر مرتب ہوتی ہیں اور کچھ بدن پر بہر بعض تو مرے پیچھے دار برزخ میں گنہگار کو لاحق ہوتی ہیں اور بعض اس وقت لاحق ہوتی ہیں جب دار آخرت میں حشر اجساد اور عادۃ ابدان ہو گا۔ غرض کہ گناہ کی سزا سزا درمل کر رہے گی۔ لیکن گنہگار بندہ اپنے جہل اور قصور عقل کی وجہ سے ان سزائوں سے واقف نہیں ہوتا جو آپس پر اب یا آئندہ واقع ہونے والی ہیں کیونکہ وہ سزائیں اس مست اور محسوسے والے کے ہیں جو اپنے نوح والہ کو محسوس نہیں کرتا یا اس شخص کے مانند ہے جس کے اعضا شش پڑ جاتے ہیں لیکن جب وہ غفلت کی نیند سے جاگتا اور شہ ہارن ہوتا ہے تو اس عالم کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو گناہوں پر سزائوں کا افرا میا ہی مرتب ہوتا ہے جیسے جانے کا آگ پر کسر کا انکسار پر قوبے کا پانی پر قسا و بدن کا زہریلی چیزوں پر مرض کا سبب مرض پر پھر بھی تو گناہ کی مسرت فوراً ہی سامنے آجاتی ہے کہی دیر کر کے اور دیر پہی کہی ہوتی رہی ہوتی ہے کہی بہت جیسا کہ مرض کہی اپنے سبب متاخر ہوتا ہے اور کہی متاخر۔ اور اس مقام میں بندہ نا فرمان کو غالباً اس طرح کی غلطی واقع ہوتی ہے کہ وہ گناہ کرتا اور فوراً ہی اس کا اثر نہیں دیکھتا حتیٰ کہ وہ جانتا ہے کہ میں بد کرداری میں مبتلا ہوا ہوں نہیں حالانکہ اس کے بد کرداران نہ دیکھا اور آہستہ آہستہ ویسا ہی مینا مل کر رہتی ہوتی ہیں جیسے زہریلی چیزیں اور مسرت وہ دیکھ جتہ جتہ اجام اجام افسال میں مل کر رہی ہیں تو اگر مرض نے اس وقت غیہ دو اوان اور استغفر اللہ پر پڑے اپنے نفس کا تدارک کیا بہتر نہ انہیں تو تھوڑے دنوں بعد یہ چیزیں ہی ہلاکت کے گڑھے میں پھنچا دیگی اور جب آدمی کو ایک گناہ کا تدارک شکل پڑ جاتا اور اس کا اثر زائل کرنا دو بہر ہو جاتا ہے تو روز بروز اور عسا بساعت جو گناہ پیدا پے پے ہو رہے ہیں ان کا تدارک کیونکر سکتا ہے۔

فصل ۲۲

ابن کپڑا سزاؤں کا خلاصہ ذکر کرنا چاہتا ہوں جو خدا نے گناہوں پر مرتب کی ہیں اور جو دنیا ہی میں تہی پہنچ سکتی ہیں ان کے ذکر کرنے سے میری اتنی ہی غرض ہے کہ نفس اونکے ترک کر دینے کی طرف متوجہ ہو۔ یوں ذکر کرنے کو تو بہت سے گناہ ہیں لیکن صرف چند گناہ کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں اس لیے کہ عاقل اگر بعض گناہوں کی ہی تصدیق کرے گا تو وہی اسے پس کرتے ہیں انرا تجملہ دلوں اور کانوں پر خدا ہی مہر کا لگنا۔ اور انہوں پر پردے

پڑ جانا۔ دلون پر قفل لگنے اُن پر غفلت اور سہا دہری کے پردے پڑنے اُن پر زنگ بیٹھ جانا۔ دلون
 آنکھوں کا اُٹ دیا جانا۔ خدا کا آدمی اُنکے دل میں حائل ہو جانا۔ ذکر الہی سے دلون پر تالے لگ جانے۔
 بندہ کا اپنے نفس کو پہلا دینا۔ دل کے پاک و ستہر کرنے سے ارادہ الہی کا ہٹا رہنا۔ خدا کا اُس کے سینے کو ایسا
 تنگ اور بچا ہوا کر دینا کہ گویا اُسے آسمان میں چڑھنا پڑ رہتا ہے۔ دلون کا حق بات کے قبول کرنے سے
 ٹھہرنا۔ اُن کے اصلی بیماری پر اور بیماری کا بڑھنا نجاست پر نجاست کا زیادہ ہونا۔ دلون کا اُدھار
 ہو جانا۔ امام احمد حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ دل چار طرح کے ہیں ایک وہ
 دل جن میں چرخ ہمیشہ دھنار رہتا ہے اور یہ مومن کا دل ہے اسے قلب اجمد کہتے ہیں۔ دوسرا قلب اقلع
 یعنی وہ دل جس پر غلاف پڑا رہتا ہے۔ یہ کافر کا دل ہے۔ تیسرا منکوس اور اندھا دل یہ منافق کا دل ہے
 چوتھا وہ دل جو درحلیف مادیوں کی کشمکش میں رہتا ہے یعنی کہی تو ایمان کا مادہ اُسے اپنی طرف
 کھینچتا ہے اور کہی نفاق کا بہر جو نسا مادہ غالب آجاتا ہے دل اسی کا سو رہتا ہے۔

اگر اچھلے خداوندی اطاعت سے کاہلی اور سستی کرنا۔ اگر اچھلے دل کا بہر ہو جائے کہ حق بات سے ہی
 نہیں لگا ہو نہ بے حق بات بولے ہی نہیں۔ اندھا ہو جائے کہ حق بات کو دیکھے ہی نہیں۔ قسوت اور کمی
 اور حق میں ویسی ہی نسبت تحقیق ہوتی ہے جیسے بہرے آدمی کے کان اور آوازوں میں آندھے کی آنکھ
 اور رنگوں میں گونگے کی زبان اور کلام میں نسبت ہوتی ہے۔ اور میں سے یہ بات بھی واضح ہوئی ہے
 کہ بہر گو کا اندھا ہونا۔ دل کی حقیقی اور ذاتی صفیت میں یعنی حقیقت میں تو دل ہی اندھا گونگا بہر
 ہوتا ہے۔ مگر فرضاً اور تبعاً جو ارج لینے آئیکہ کان زبان کو اندھا بہر گونگا کہہ دیتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ
 نے قرآن مجید کے ایک مقام میں فرمایا ہے فَاَتَاكَ نَفْسٌ اَوْفَصَادُ وَلٰكِنْ نَفْسُ الْقُلُوْبِ الْاٰمِيْنَ فِي الضَّلٰلِ
 یعنی بات یہ ہے کہ کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں
 مگر اس سے حق نامیائی کی نفی ملو نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ آنکھ میں نامیائی ہے ہی نہیں اور
 ہو کچھ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاَتَاكَ نَفْسٌ اَوْفَصَادُ وَلٰكِنْ نَفْسُ الْقُلُوْبِ الْاٰمِيْنَ فِي الضَّلٰلِ
 ان دونوں آیتوں میں حق نامیائی کا ثبوت ہے بلکہ آنکھ کے اندھے نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کامل اور
 پوری نامیائی اور بالذات اندھا ہونا دل کا خاصہ ہے حتیٰ کہ آنکھ کا اندھا ہونا دل کی بہ نسبت ایسا ہے کہ
 گویا وہ اندھے ہی نہیں اور جب یہ ہے تو آنکھوں کو۔ دل کے کمال اندھے پن اور قوت نامیائی کے مقابلہ

یوں کہنا صحیح ہے کہ تمھیں انہی مہین بہتین جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس الشدید بالصبر
ولکن الذی یملک نفسہ عند الغضب یعنی وہ شخص پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو کچھاڑے بلکہ حقیقت میں
پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے اور فرمایا لیس المسکین بالطواف الذی ترحہ اللقۃ
واللقمتان ولكن المسکین لا یستل الناس ولا یفطن له فیتصدق علیہ ۝

۝ ۝ ۝ یعنی وہ شخص مسکین اور محتاج نہیں ہے جو ایک یا دو تمھوں کے لئے در بدر مارا مارا پڑا
پہرے بلکہ مسکین وہ ہے جو نہ تو لوگوں سے سوال ہی کرتا ہو نہ صورت سوال ہی ہو لوگوں کو اس کے محتاجی
کا علم ہی نہ ہو کہ اسے کچھ حدتہ دین الغرض قرآن و احادیث میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جو ہم
اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں اور ہماری اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں کی
بعض نہایتیں ایسی ہی ہیں جو دل کو اندھا بہرہ گو نگا کر کے چھوٹی ہیں۔

از انجملہ مکان کی طرح دل کا دھنس جانا ہے اور دل کے دھنس جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نیچے سے
نیچے مرتبہ میں دھنسا چلا جاتا ہے اور دل والے کو اس کا شعور تک نہیں ہوتا۔ دل کے دھنس جانے کی علامت
یہ ہے کہ وہ کمتر سے کمتر اور نا پاک اور گھناؤنی اور ذلیل چیزوں کے گرد و گرد و لسی ہی ہمیشہ جولاہی کرتا
رہتا ہے جیسے دل جس کا خدا نے بلند مرتبہ کیا سو اور اپنے درگاہ لائزال کا مقرب بنا لیا سو سد خیر
و فلاح اور بڑے بڑے اہم اور عظیم الشان امور اور اعمال نیک اور افعال پسندیدہ اور اخلاق
حسنہ کے ارد گرد جولاہی کیا کرتا ہے۔ اس لیے کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ دل جو آلہ مہین اور ان کی جولاہی
مختلف طرح کی ہوتی ہے۔ بعضے دل تو عرش خداوندی کے گرد و گرد جولاہی کرتے ہیں اور بعضے ہاتھوں

اور سنڈ اسون کے۔ از انجملہ دل کا مسخ ہو جانا ہے یعنی جطرح صورت مسخ ہو جاتی ہے اسی طرح
گناہوں کی وجہ سے دل ہی مسخ ہو جاتا ہے اور انکی صورتیں بگڑ جاتی ہیں تو گنہ گار کا دل اُس حیوان
کے دل کی مانند ہو جاتا ہے جس کے مثا بہ اس کے اخلاق اعمال طبیعت ہوا کرتی ہے پس کچھ دل تو اس وجہ سے
کہ دل والے کو سور سے شدید مشابہت ہوتی ہے خنزیر کی صورت میں مسخ ہو جاتا ہے اور بعضے گتے یا گدے
یا اسب کی صورت میں سفیان ابن عقیقہ نے جو آپہ و ما من د آتہ فی الارض ولا طائر قطیر
یحیا حیدر الا اقمہ امثالکم کی تفسیر و تاویل کی ہے کہ بعض آدمیوں کے اخلاق تو نہایت گھناؤنے
درندوں کے سے ہوتے ہیں اور بعض کے کتوں اور بعض کے سوروں اور بعض کے گدہوں جیسے۔ ادا

کچھ لوگ مکافہ پر غریب جسم کہہ کر اسی طرح ناز و انداز کا اظہار کرتے ہیں جیسے سور اپنے نقش پر وبال میں کیا کرتا ہے۔
 کچھ لوگ کہتے ہیں جیسے احمق و بلید ہوتے ہیں بعض کمبوترون کی طرح لوگوں سے انس و الفت کا اظہار کرتے ہیں
 کوئی ادب کی طرح کہنہ در ہوتا ہے کوئی بکری کی مانند سر اسر خیز اور مجسم شکل ہوتا ہے لیکن بیڑیوں کے کشا ہ
 ہوتے ہیں۔ لیکن لوٹروں جیسے داؤد گہات کا جال پہلایے ہیں۔ اسکے ہی معنی ہیں اور اس سوج سے خدا
 تعالیٰ نے جابلوں اور گراہوں کو کبھی گدہوں سے اور کبھی چار یا بین سے تشبیہ دی ہے ہر ہی ہٹا بہت
 باطن میں رفتہ رفتہ بیان تک قوت بکرا جاتی ہے کہ اسکا اثر ظاہری صورت میں ہی کچھ کچھ نمودار ہوتے
 لگتا ہے جسے صاحب فراست آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں ہر شدہ شدہ اعمال میں خاصا اچھا ظہور
 ہوتا ہے جسے کہ ہر ایک کو اسکے دیکھنے کا موقع ملتا ہے اور چونکہ وہ ہٹا بہت ہمیشہ میدان ترقی میں ہوتی
 رہتی ہے اس لئے بہت تہوڑے عرصہ میں اسکا اثر صورت پر غالب ہو جاتا اور حکم خدا گنہگار کی صورت
 بدل جاتی ہے اور اسی کو مسخ نام کہتے ہیں پس خدا تعالیٰ اس کہ گار کی صورت اور اس صورت
 کی صورت سے بدل دیتا ہے چمکے اخلاق اسے شائبہ ہو میں جیسا کہ یوں کی صورت میں لگاؤ کہ شوائب
 کی صورتوں میں تبدیل کر دین اور بعض لوگوں کو بند و بنا دیا تو اس شخص پر تعجب اور تعجب کے ساتھ
 حیرت ہے جسکا دل تو اوندھا ہو گیا ہوا ہے اسکا شعور تک نہ ہو۔ غور سے دیکھا جائے تو بہت سے
 دل مسخ ہو گئے ہیں اور بہت سے دہنیں گئے ہیں اور بہت سے ولی لوگوں کی تعریف بجا کی وجہ سے
 مفتون اور خدا کی پردہ پوشی کے سبب منور اور انکی نعمتوں کے باعث دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں
 اور یہ سب ہالین انسان کے چرموں کی سزا اور امانت ہیں مگر وہ انہیں کرامت و عزت ہی جانتا ہے
 اور یہ بے درجے کی حماقت ہے و دوجا باعث ہلاکت ہے۔

انرا نخلہ خدا تعالیٰ کا مکار کے ساتھ مکر کرنا فرجی اور دھوکے باز ہے دھوکا کرنا ہٹا کر لے والے کو
 شہکار کرنا نیز بچے دل کو ٹیڑھا کرنا ہے۔ انرا نخلہ دل کا اوندھا کرنا ہے ہٹا کر لے والے کو
 کہ وہ جوٹ کو کچھ۔ کچھ کو جوٹ۔ باطل کو حق میں کو باطل معروف کو سکر۔ سکر کو معروف دیکھے
 فساد دیکھا پیدا کرے اور اسے صداقت جانے۔ لوگوں کو راہ خدا سے باز کرے اور خیال کہے کہ خدا
 کی راہ کی طرف جاتا ہے۔ یہ ایت کے بدلے گمراہی خریدے اور خیال کرے کہ ہر ایت مولیٰ بصابت۔
 اپنی منافی خواہشوں کے پیچھے پڑا ہوا ہر گمانی کرنا ہے کہ اپنے گناہ کا مسطح و فرطیہ دار ہے اور

گناہوں کی وہ سرزمین میں جو دلوں پر جاری ہوتی ہیں انرا کچھلے دل کا دنیا میں خدا سے محبوب رہنا اور
 آخرت میں قیامت کے دن اُس میں ار خدا میں حجاب اکبر ہونا جیسا کہ خدا نے فرمایا **كَلَّا لَمُعَذِّبُونَ**
 یونہی کہ جو جو کچھ دے گئے گناہگار لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے نہیں آنے پائیں گے۔ تو
 گناہ اور اُس مسافت کے طے کرنے سے مانع ہوتے ہیں جو گناہگار دن اور اُن کے دلوں میں واقع ہوتی ہے
 اور اس وجہ سے گناہگار اپنے دن تک پہنچ نہیں سکتے اور پہنچ نہیں سکتے تو انکی اصلاح و درستی پیدا کرنیوالی اور
 پاک و سبتر بنانے والی اور اُن میں بگاڑ و فساد پیدا کروینے والی اور انکے متقی و بدیقت بنا نوالی
 چیزوں کو نہیں دیکھتے اور ثنائی اُس مسافت کے طے کرنے کے سدھار ہو جاتے ہیں جو انکے دلوں اور
 عقلمیں واقع ہے اور اس سبب دل بارگاہ الہی تک پہنچ نہیں سکتے اور جب وہاں تک پہنچ نہیں سکتے
 تو خدا کے قرب و کرامت سے کامیاب نہیں ہوتے اور اس سے اُن کی آنچہین ٹھنڈی اور نفس جوڑ
 نہیں ہوتے بلکہ گناہ اولاً گناہگار دن اور انکے دلوں میں پھر ثنائی اُن میں اور اُن کے خالق پروردگار
 میں حجاب ہو جاتے ہیں۔ انرا کچھلے دنیا اور رب ربخ میں عشق زندگی اور آخرت میں عذاب ہونا ہے
 خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**
 اے عشی یعنی جس نے ہمارے یاد سے روگردانی کی تو اسکی زندگی ضنک میں گزرے گی اور قیامت کے
 دن یہی ہم اُسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے بعض مفسر وں نے اس آیت میں معیشہ ضنک کی تفسیر
 عذاب قبر کے ساتھ کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ عذاب قبر ہی معیشہ ضنک یعنی ضیق زندگی ہے اور
 آیت اس سے عام تر ہے کوثر اہل ہے اور اگرچہ کچھ سیاق اثبات میں واقع ہے مگر اسکا عموم
 معنی کی حقیقت سے سمجھا جاتا ہے۔ غرض کہ آیہ مذکورہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی یاد سے روگردانی کرنے پر
 ضیق زندگی کو مرتب کیا ہے اور الفاذا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی یاد سے روگردانی والا باطل
 اپنی روگردانی کے ضیق زندگی میں مبتلا ہوتا ہے اور واقع میں یہی ایسا ہی جو لوگ دیندار
 زندگی بسر نہیں کرتے۔ اگرچہ دنیا کی طرح طرح کی نعمتوں اور مرفعات میں ہوتے ہیں لیکن
 خوش نہیں رہتے بلکہ انکے دلوں میں وحشت و ذلت اور دلوں کے کھٹے کھٹے کر بننے والی حسرت
 اور ہطل آواز و مین بھری رہتی ہیں اور جس عذاب کا انہیں باطن میں تو آئندہ سزا کا کیا ہو گا
 اُس سے خائف و ترسان رہیں گے وہ غفلت کے نشہ میں ایسے بدست اور کچھ چڑھیں

کہ ان باتوں کو خوب پریشان سے زیادہ نہیں سمجھتے اور اگر ظاہری شراب کے نشہ کو الگ کر دیا جائے تو ہی شہوت و عشق اور رُعب دنیا اور جاہ و ریاست کے نشے گہنگاروں سے ان مصائب و آفات کو چھپائے رکھتے ہیں اور ان باتوں کا نشہ شراب کے نشہ سے بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ شراب کا نشہ توڑے ہی عرصہ کے بعد اُتر جاتا اور آدمی ہوش میں آجاتا ہے لیکن نفسانی خواہشوں اور حسی دنیا کا ایسا دوا می نشہ ہوتا ہے کہ بجز سکرانہ موت کے اور کسی وقت اُترتا ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ذکر الہی سے جیسے اُس نے اپنے نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے روگردانی کرتا ہے اُسے دنیا اور عالم برزخ اور قیامت میں خلیق زندگی لازم ہو جاتی ہے اور آنکھ کو ٹھنڈک دل کو ہدایت۔ نفس کو اطمینان اپنے معبود برحق ہی سے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ علاوہ تمام معبود باطل اور چوٹے میں تو جس کی آنکھ خدا سے ٹھنڈی ہوئی اُسکی آنکھ ہر چیز سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور جب کی آنکھ خدا سے ٹھنڈی نہیں ہوتی اسکا نفس دنیاوی حسرتوں سے تھوڑے بکڑے ہو جاتا اور اُسے کسی حال میں نیکی نصیب نہیں ہوتی۔ حیات طیبہ کا مغز زخم خدا کی طرف سے اُن ہی خوش قسمت لوگوں کے نامزد ہوا کرتا ہے جو خدا ہی پر ایمان لاتے اور نیک عمل ہی کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ایک مقام میں خدا نے فرمایا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا رَأَىٰ ذِكْرَ اللَّهِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ مُّخْلِئٌ فِيهِ حَيٰوةٌ طَيِّبَةٌ وَلَقَدْ لِيُمُتُّ اَبْرَہٖمَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان ہی رکھتا ہو تو ہم دنیا میں ہی اسکی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور اُن کو آخرت میں ہی اُن کے مان بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے اس آیت میں خدا تعالیٰ ایمانداروں اور نیک عمل کرنے والوں کے اجر و صلہ کا ضامن ہو گیا ہے کہ دنیا میں پاک زندگی اور آخرت میں نیک صلہ ضرور عنایت فرمائے گا اور انہیں اعلیٰ حیاتیات نصیب ہوگی اور دارین میں زندہ و پیرہ در میں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن کے دوسرے مقامات میں فرمایا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذَا الدُّنْيَا حَسَنَةٌ مَّا لَكُمْ اَنْ تَغْيُرُوْا لَعَنَةُ دَارِ التَّقْوٰی یعنی جن لوگوں نے بہلائی کی اُن کے لیے اس دنیا میں ہی بہلائی ہے اور اُنکا آخری ٹھکانہ اُس سے ہی کہیں بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا آخرت کا گہر کیا عمدہ ہے۔ اسی مضمون کے مطابق ایک اور جگہ یوں ارشاد کیا ہے وَ اِنْ اسْتَعْفَوْا وَ اَذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ مَتَىٰ تَكُوْنُوْنَ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى وَ تَخْلُجُوْنَ فِيْ فُضْلٍ فَضْلُهُ

لیٹنے اپنے پروردگار سے کچھ گناہوں کی معافی مانگو ہر آگے کو اس کی جناب میں توبہ کرو ایسا کرو گے تو وہ تم کو ایک
 وقت مقرر تک دنیا میں اچھی طرح رسائی لے سکیگا اور جس نے قدر واجب سے زیادہ کیا ہے اسے اسکا
 ثواب زیادہ دینگا۔ ان آیتوں کے مطالب پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ نیکو کار پر ہر گار دنیاوی و
 اخروی دونوں طرح کی نعمتوں پر کامیاب ہوں گے اور انہیں دونوں جہان میں پاک زندگی حاصل ہوگی
 وجہ یہ کہ نفس کی خوشی اور دل کا سرور اسکی فرحت اسکی لذت اسکی طمانیت اسکی خوشی اسکا انشراح
 اسکا نور اسکی عافیت حرام مشہوتوں کے ترک کر دینے اور باطل شہوات کے چھوڑ دینے میں ہے اور حقیقت
 میں نعیم ہی ہے جسکے مقابلہ میں نعیم بدن کو کچھ مناسب نہیں اسی وجہ سے جن لوگوں نے اسکی کچھ
 لذت چکھی ہے وہ با واز بلند کہتے ہیں کہ اگر عالیشان سلاطین اور انکے جانشین فرزند اس عیش و
 نشاط کو دیکھ پاتے جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں تو اس پر قبضہ پانے کے لیے تلواریں لیکر ہمارے مقابلہ
 میں اٹھ کھڑے ہوتے اور بعض لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اکثر اوقات ہمارے دلوں کو وہ فرحت
 و انبساط حاصل ہوتا ہے کہ ہم خوش مسرت میں کہہ بیٹھے ہیں کہ اگر جہنم کو ان جسی نعمتیں مل گئیں
 تو وہ بڑے فرے کی زندگی میں ہونگے۔ بعض لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ اخروی جنت کے مانند دنیاوی
 ایک جنت ہے جو شخص اس میں داخل نہیں ہوا وہ اخروی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جناب نبی کریم صلی
 علیہ وسلم نے حدیث اذہم رتھ مدیاض الجنة فارفعوا قالوا وما ریاض الجنة قال
 حلق المذکر میں مہی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی جب تم جنت کے کسب و شاداب باغات پر
 گزرو تو ان کے میوے چنکر کہاؤ صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغات سے کیا مراد ہے فرمایا ذکر آبی
 کے حلقے اور فرمایا ما بین بیعتی ومنبری روضة من ریاض الجنة یعنی میرے حجرے اور
 منبر کے درمیان قطعہ جنت کے باغات میں سے ایک نہایت پہلا پہلا باغ ہے۔ اور خیال
 کرنا کسی قدر غلطی میں داخل ہے کہ آیہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَلَا اِلٰھَ اِلَّا الْاَلٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْہُمْ
 صرف قیامت ہی کے دن کے ساتھ مخصوص ہے جنہیں بلکہ نیکو کار دنیا اور آخرت اور ہر رخ تین
 گہروں میں خوشحالی اور نعمتوں میں زندگی بسر کرتے اور ہر کردار ان تینوں مقامات میں بد حالی اور
 دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہتے ہیں اور سچ پوچھیے تو دل کی ٹہنڈک مسکینہ کی سلامتی۔ خدا کی
 معرفت و محبت اور اسکے موافق عمل کرنا یہ ایسی نعمتیں اور کرامتیں ہیں جن سے ہر کمزور دنیا میں

کوئی نعمت و لذت نہیں اور حقیقت میں کوئی غیش قلب سلیم کے عیش کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ خدا اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی سلامتی قلب کے ساتھ بتعریف کی ہے جہاں فرمایا ہے وَذَانِ مِنْ شَرِّ لَئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُمُ اللَّهُ لَآ يَنْصُقُوا مَالًا وَذَانِ لَئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُمُ مَالًا لَآ يَنْصُقُوا مَالًا وَذَانِ لَئِنْ لَمْ يَنْجِئْهُمُ مَالًا لَآ يَنْصُقُوا مَالًا

جبکہ وہ صاف و سلیم دل سے اپنے پروردگار کی طرف پر جبرع ہوئے اور ایک جگہ ان کے قول کی حکایت ہے یون ارشاد کی ہے یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ لَآ مَنْ اَتَى اللَّهَ بِقُلُوبٍ سَلِیْمٍ یعنی حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ خداوند اچھے اُسدن رعو انہ کچھ جو کراُسدن نہ تو مال ہی کام آئیگا اور نہ فرزند ہی کام آئیں گے مگر ان اُسے نجات ہوگی جو پاک دل لیکر خدا کے حضور میں حاضر ہوگا۔ قلب سلیم وہ دل ہے جو شہرگ۔ خیانت۔ کینہ۔ حسد۔ فحش۔ تکبر۔ اور حب دنیا و جاہ و ریاست۔ غرض کن تمام گندہوں سے پاک اور ایسی تمام آفتوں سے صحیح سلامت ہو جو اُسے بارگاہ الہی سے دور کر دینے والی ہوں۔ اسطرح ہر ایک شہرہ سے جو خدا کی دی ہوئی نیکو معارفہ کرے۔ ہر ایک شہوت سے جو اس کے حکم و امر کی سید راہ ہو۔ ہر ایک ارادہ سے جو اس کی مراد کی مراحت کرے۔ ہر ایک قاطع جو اُسے قرب خدا سے قطع کرے سلامت رہے۔ ایسے دل کو قلب سلیم کہتے ہیں اور یہی قلب سلیم دینا اور بزرگ اور آخرت کی تینوں جنتوں میں چین و اطمینان سے زندگی بسر کرے گا دل کے لئے اس وقت تک کامل سلامتی نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ پانچ چیزوں سے پاک صاف نہ ہو (۱) شرک سے جو مخالف توحید ہے (۲) بدعت سے جو مناقض سنت ہے (۳) شہوت سے جو مخالف امر خداوندی ہے (۴) غفلت سے جو ذکر الہی کے مخالف ہے (۵) ہوا سے جو تحقیر و خلاص کے منافی ہے یہ پانچوں چیزیں ہندہ کو خدا سے محبوب رکھنے میں قوی اثر رکھتی ہیں اور اُسے دین و دنیا سے کیا لگدا کر دیتی ہیں۔ پہر ان میں سے ہر ایک کے تحت میں بہت سی نوعیں ہیں جو افراد شجائے کو کثرت سے شامل ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندہ کو شہادت حاجت اور محبت ضرورت ہے کہ وہ ہمیشہ صراط مستقیم کی ہدایت کا سوال جناب الہی میں پیش کیا کرے کیونکہ ہندہ اس دھارے سے زیادہ کسی اندہ پیر کا حاجت مند نہیں ہوتا اور اُس کے لئے کوئی دعا اس سے زیادہ مفید اور مانع نہیں ہوتی۔ صراط مستقیم بہت سے ظاہری و باطنی علوم اور ارادوں اور عقلوں اور منایں کو تسلط ہوتی ہے یعنی یہ چیزیں ہر وقت اس پر حلقی اور جاللی ہوتی ہیں اور جب یہ ہے تو ہندہ صراط مستقیم کی

تفصیل سے کہی تو واقف ہو جاتا ہے اور کہی واقف نہیں ہی ہوتا اور کہی ایسا ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے واقف ہوتا ہے ان سے وہ خیرین اکثر اور زیادہ ہوتی ہیں جن سے ناواقف رہتا ہے بہر جن چیزوں سے واقف ہوتا ہے کہی تو اُن پر قادر ہوتا ہے اور کہی قادر نہیں ہی ہوتا اور جن پر قادر ہوتا ہے کہی نفس اکی خواہش و آرزو کرتا ہے اور کہی کا پلے وستی یا کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے ناخواہ ہٹتا ہوتا ہے۔ جس چیز کی خواہش نہیں ہوتی کہی تو اسے عمل میں لے آتا ہے اور کہی عمل میں نہیں لگتا مگر اس کو عمل میں لاتا ہے کہی تو اس میں اخلاص کی شرطیں پائی جاتی ہیں اور کہی نہیں پائی جاتی جس میں اخلاص کی شرطیں پائی جاتی ہیں۔ کہی تو اس میں متابعت کا وجود ہوتا ہے اور کہی نہیں ہوتا مگر اس میں مکمل تشاک و وجود ہوتا ہے کہی آدمی اس پر ثابت قدم رہتا ہے اور کہی اس کا دل اس سے ہٹ ہی جاتا ہے اور یہ تمام باتیں مخلوق میں ساری و جاری ہیں مگر کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ بندہ کی سرشت و فطرت میں ان تمام باتوں کی جانب ہدایت پانا مقصود نہیں ہے۔ یعنی یہ اس کی خلقی اور جبلی بات نہیں ہے بلکہ جب یہ اس کی سرشت میں ودیعت کی جاتی ہے تو بندہ میں اور ان ہدایتوں میں یہی سرشت حامل ہو جاتی ہے اور یہی جیسے عقل کے اندھا کر دینے کے پنے خدا نے منافقوں کی عقلیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اندھ ہی کر دی ہیں اور انہیں ان کی سرشت اور فطرت کی طرف تو نادیا ہے یعنی چونکہ ان کے نفوس جہل و ظلم پر مخلوق ہوئے تھے لہذا انہیں کار خدا انہیں اسی طرف تو نادیتا ہے جس پر وہ مخلوق ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ اپنی قضا و قدر اور امر و نہی میں بالکل سیدھی راہ پرستہ جسے چاہتا اپنے فضل و رحمت سے سیدھی راہ کا راستہ دکھاتا اور ہدایت کو اس کی مناسبت اور قابل محل میں رکھتا ہے اور جسے چاہتا اپنے عدل و حکمت کے ساتھ صراط مستقیم سے ہٹا دیتا ہے کیونکہ وہ صلاحیت کا محل نہیں تھا اگر تا خدا نے اپنے بندوں کے لئے اپنے حکم سے سیدھی راہ قائم کی اور اتمام حجت اور اظہار عدل کے لئے سب کو اس کی طرف بلایا اور رسولوں کی معرفت و دعوت کی بہر اپنی نعمت و فضل سے ان میں سے جھجھکا صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت دی اور جو اس صراط مستقیم پر قائم نہ ہو اس نے اپنے اس عمل و فضل کے سبب سے اُسے خارج نہیں کیا۔ علیٰ ہذا القیاس جس پر قیامت برپا ہوگی وہ وہ اپنی مخلوق کے لئے صراط مستقیم قائم کرے گا جو انہیں سیدھی راہ اس کی جنت تک پہنچا دے گی۔

لیکن جو شخص دنیا میں اس سے ہٹ رہا تھا وہ قیامت کے روز بھی ہٹ رہے گا اور جو یہاں ثابت قدم رہا وہ دہان بھی ثابت قدم رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں خدا اور اُس کے رسول برحق پر ایمان لائے تھے اور رسول کی لائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی تھی خدا قیامت کی عظمت خیر راہوں میں اُن کے اُس نور کو جو دنیا میں اُن کے دلوں میں موجود تھا شعل کش چمکارا بنا دے گا جو ظلمتِ حشر میں اُن کے آگے آگے اور دایئیں بائیں دوڑے گا اور جب تک وہ اس خطرناک مسافت کو طے نہ کر لیں گے خدا اس نور کے چمکارے کو ویسا ہی محفوظ و برقرار رکھے گا جیسا دنیا میں ابتدائے نشوونما سے اپنی ملاقات کے زمانہ تک اُن کا ایمان محفوظ رکھا تھا۔ بخلاف اُسکے منافقوں کا نور ایسی سخت ضرورت کے موقع پر ویسا بجھا دے گا جیسا دنیا میں اُن کے دلوں سے نور ایمان بجھا دیا تھا۔ جب نیک و بد ہر قسم کے لوگ پل صراط سے گزرنے لگیں تو خدا تعالیٰ نافرمانوں اور گنہگاروں کے اعمال کو آنکڑوں کی صورت میں صراط کے دونوں پہلوؤں میں کھڑا کر دے گا اور وہ انہیں اسی طرح اُچک لیں گے جس طرح دنیا میں صراطِ مستقیم پر استقامت کرنے سے اُچک لیتے تھے۔ تمام اہل محشر پل صراط سے عبور کریں گے اور اُس بقدر سرعت اور تیزی یا دہمی اور سست رفتاری کے ساتھ عبور کریں گے جس قدر انکی سرعت یا سستی دنیا میں صراطِ مستقیم کی طرف تھی۔ اسی میدانِ حشر میں خدا تعالیٰ ایمانداروں کے لیے ایک خوض ہی موجود کرے گا جس میں سے ہر شخص آسنا ہی پانی پیے گا جتنا اُس نے دنیا میں آسمانی شریعت کا پانی پیا تھا اور جو شخص یہاں آبِ شریعت اور شربتِ دین حق کے فرے دار گھونٹ پینے سے محروم رہا وہ دہان بھی خوض کو شے کے پانی سے محروم رہے گا اور جو دنیا میں آخرت کا انکار کرتا رہا وہ اس کو فتح پر اُسے آنکھ سے دیکھ لیگا۔ اور اگر تم خدا تعالیٰ کی دینی و دنیاوی حکمت میں تامل کرو گے تو متنبہ ہو جاؤ۔ علمِ یقینی حاصل ہو جائے گا کہ بلاشبہ دنیا میں آخرت کی کہیتی آسکا دیا چاہے اور نمونہ ہے اور اس بات کا بھی علم قطعی ہو جائے گا کہ آخرت میں لوگوں کے مراتب و درجات اُن کی سعادت و شقاوت کے لحاظ سے بالکل دنیاوی منازل کے موافق ہونگے یعنی جو لوگ دنیاوی ایمان پر ثابت قدم رہے اعمال نیک بجالائے وہ آخرت میں سعادت کی صف میں شامل ہوں گے اور جو منکر رہے اشیاق کے رجسٹر میں انکا نام درج ہوگا۔ اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہوں کی سرزنشیں یہ سزا بہت ہی بڑی ہے کہ آدمی دنیا و آخرت میں صراطِ مستقیم سے ہٹ رہے۔

فصل ۴۳

اور چونکہ گناہ بلحاظ درجات و مفاہد مختلف و متفاوت ہیں اس لیے انکی سزائیں بھی دنیا اور آخرت میں بقدر گناہوں کے تفاوت کے مختلف اور متفاوت ہیں اور ہم ان سبکو بفضل خدا ایک نہایت مختصر جامع فصل میں ذکر کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں اصل میں گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک جسکام کرنے کا حکم ہوا ہے نہ کرنا۔ دوسرے جس کام کے کرنے سے منع کیا گیا ہو اسکا ترکب ہونا ہی وہ دو گناہ تھے جن خدا تعالیٰ نے ابوالاس یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ابوالحسن یعنی شیطان یعنی کو مبتلا کیا ہر یہ دونوں گناہ اپنے محل کے اعتبار سے تو اعضائی ظاہری اور حوارج باطنی کی طرف اور متعلق کے لحاظ سے حق اسد اور حق المخلوق کی جائزہ منقسم ہیں اور اگرچہ تمام حقوق مخلوق حق کو شامل متضمن ہیں لیکن چونکہ وہ حقوق مخلوق کے مطالبہ سے واجب ہوتے اور انکے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں مخلوق ہی کے حقوق سے نامزد کیا جاتا ہے۔ پھر ان گناہوں کی چار قسمیں ہیں ملکیت۔ ایک۔ شیطانیہ۔ دو۔ سبتیہ۔ تین۔ ہتھیہ۔ چار۔ یہ تقسیم ایسی جامع ہے کہ کوئی گناہ ان سے باہر نہیں آدہی کا ان چیزوں کی نسبت دعویٰ کرنا جو اسکی شان کے لائق نہ ہوں۔ مثلاً صفات ربوبیت یعنی عظمت و جبروت اور عزت و کبریائی اور قہر و علو کا اپنے کو شان سمجھنا اور اپنے تئیں مخلوق ہونے کو مستبعد خیال کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ملکیت گناہ ہیں اور یہ گناہ شرک بالرب ہیں داخل ہیں۔ شرک بالرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خدا کے اسماء و صفات میں شرک کرنا اور اسکے ساتھ دوسرے معبود قرار دینے۔ دوسرے معاملات الہی میں کسیکو اسکا شریک سمجھنا۔ شرک کی یہ دوسری قسم کبھی دخول ناکر و احب نہیں جی کئی اگرچہ وہ تمام عمل حمیط و ضائع ہو جاتے ہیں جن میں عامل نے خدا کے ساتھ اسکے غیر کو شریک کیا تھا۔ شرک کی یہ قسم تمام گناہوں سے زیادہ خطرناک اور سخت ہے اور اس میں بے چارے جو مجھے خدا پر اسکی مخلوق و امر کی بابت طوفان اٹھانا اقرار پر دازیاں کھینچ داخل ہیں کیونکہ شریک ان گناہوں کا مرتبہ آہستہ وہ حقیقت میں خدا سے اسکی ربوبیت و ملک کے بارے میں جھگڑا کرتا اور اسکے مقابلہ میں دوسرا خدا ہٹیرا تا ہے اور یہ خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے جس کے ہونے کوئی عمل مفید نہیں پڑتا۔

فصل ۴۴

شیطان گناہ وہ ہیں جو حسد کسر کی کئی تھک کرو فریب میں اور خدا کی نافرمانیوں کے حکم کرنے اور انہیں فرین کر کے دکھانے میں طاعت الہی سے منع کرنے اور انہیں بد صورت کر کے دکھانے میں۔ زمین میں طرح طرح کی بدعتیں اور گمراہیوں کے پیدا کرنے میں شیطان کی مشابہت اختیار کرے اور گناہ کی یہ قسم ہی مفسدہ اور خرابی کے لحاظ سے پہلی قسم کے قریب قریب ہے اگرچہ اس کا مفسدہ اس سے کم اور اتنی درجہ کا ہے۔

فصل ۴۵

سبعیہ گناہ یہ ہیں۔ مخلوق خدا پر ظلم و زیادتی کرنا بیجا عیظ و غضب کا اظہار کرنا جو نریز یون کا مرتکب ہونا صغفا اور عاجزوں پر جھپٹ پڑنا۔ ان گناہوں سے نوع انسانی کے بارے میں طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذا یمن پیدا ہوتی اور ظلم و زیادتی پر جرأت و دلیری صادر ہوتی ہے اور سبعیہ گناہ بہت ہیں۔ آزاغجلہ بطن و فرج کی خواہش پورا کرنے پر شدت سے حریص ہونا ہے اور صرف اسی ایک گناہ سے زمانہ چوری بیچوں کے مل خورد برد کرنا تحمل نامردی جزع و فرج اضطرار عجز و غیرہ گناہ پیدا ہوتے ہیں اور خلق میں یہی گناہ کی قسم اکثر و اغلب اشاعت پاتی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ سبعیہ ملکیت گناہوں سے عاجز ہوتے ہیں مگر اس کثرت میں بعض گناہ ایسے ہیں جن کی وجہ سے آدمی گناہوں کی سبب فتنوں میں داخل ہو جاتے اور وہ ان کی لگام بچ کر کشتان کشتان تمام گناہوں کی طرف لیجا تا ہے تو آدمی صرف ایک گناہ کی وجہ سے اول سبعیہ گناہوں کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر شیطانہ کی طرف پہنناز عتہ ربوبیت اور شرک فی الودھانیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ جو شخص اس بارے میں کما حقہ عجز و تامل کرے گا تو اسے روز روشن کی طرح یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ گناہ شرک و کفر کی دہلیز اور خدا سے اس کی ربوبیت میں منازعت کرنے کا پیش خمیہ اور دیباچہ ہے۔

فصل ۴۶

قرآن و سنت اور تابعین اربعہ کا اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ بعض گناہ کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان تجتنبوا اکبائر ما تنہون عنہ تکف عنکم صغائرکم یعنی جن کا سون کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے اگر تم ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور تمہارے نامہ اعمال سے محو کر دیں گے اور فرمایا۔

وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ كِبَارًا فِي قُلُوبِهِمْ وَالْقَوْمَ هُمْ لَا يَفْقَهُونَ نِكَاحَ عِلِّیٰ كَرْنِ دالون سے وہ لوگ مراد ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور جیمائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔ مگر چھپے ہوئے گناہ کہ ان سے کون بشیر نہج سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازین اور ایک صحیحہ دوسرے جمعہ تک ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیانی گناہوں کے کفارہ ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچے مطلب یہ ہے کہ اعمال صالحہ صغیرہ گناہوں کو نامہ اعمال سے مٹا دیتے ہیں لیکن ان اعمال کے میں درجہ ہیں۔ ایک درجہ تو یہ ہے کہ اعمال اپنے ضعف اور نیز ضعف اخلاص اور شرائط اعمال پر کماحقہ قیام نہ کرنے کی وجہ سے صغیرہ گناہوں کے مٹانے میں بھی تقصیر کرتے اور ان سے پورا پورا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بلکہ سطر کمرور و امراض کے مقابلہ سے کیا لکھتے اور کیا کیفیتہ تصور کرتی ہے اس سطر یہ اعمال بھی اپنے ضعف کے سبب صغیرہ گناہوں کے مقابلہ میں تصور کرتے ہیں۔ دوسرے وہ اعمال ہیں صغیرہ گناہوں کا تو کما۔ یعنی مقابلہ کرتے اور ان کے مٹانے کی قدرت رکھتے ہیں مگر وہ کبیرہ گناہوں کے محور نہیں ترقی نہیں کرتے۔ تیسرے وہ اعمال ہیں جو صغیرہ گناہوں کے مٹانے کی بہترین طاقت رکھتے ہیں اور اسکے بعد بھی ان میں اس درجہ قوت باقی رہتی ہے کہ بعض کبیرہ گناہوں کو بھی محو کر سکتے ہیں۔ تو اے مخاطب اگر تو اس تقریر میں غور و فکر کرے گا تو بہت سے مشکلات تیرے دل درخشاں ہو جائیں گے۔ بخاری شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا میں تم سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا۔ مان باپ کی انواری گہنی جوئی گواہی دینا یہ کبیرہ گناہوں میں بڑے گناہ ہیں۔ حضور نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ بھی فرمایا کہ سات مہلک گناہوں سے بچو۔ عرض کیا گیا کہ حضرت! وہ کون سے گناہ ہیں۔ فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا۔ ایک جادو۔ دو۔ اس نفس کو قتل کر ڈالنا۔ جس کا قتل خدا نے حرام کر دیا ہو۔ تین۔ یتیم کا مال مفہم کر جانا چار۔ سود کھانا پانچ۔ زانی کے دن پیٹھ بٹنا۔ چھ۔ پاک دامن غافل با ایلان عورتوں کو ہتھ لگانا سات۔ یہ بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے حضور سے پوچھا کہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ کونسا ہے فرمایا باوجود اسکے کہ خدا نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اسکے ساتھ دوسرے کو شریک نہیں لے اس نے عرض کیا کہ کونسا گناہ بڑا ہے۔ فرمایا اپنی اولاد کو اس اندیشہ سے قتل کر دینا

بڑی ہو کر تیرے کہانے پیچے میں شریک ہوئی۔ عرض کیا یہ کونسا۔ فرمایا۔ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ چنانچہ اسکی تصدیق میں خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **وَالَّذِينَ كَانَتْ عَوْنٌ مَعَ اللَّهِ الْآخِرَ وَلَا يَفْقَهُونَ**
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْفَاحِشِيَّ وَلَا يَزْنُونَ۔ اگلا یہ۔ اب کبیرہ گناہوں کی تعداد اور
تعداد کے حدود وغیرہ محدود ہوئے ہیں تو لوگوں کا اختلاف ہے بعض انہیں محدود کرتے ہیں اور بعض
غیر محدود بتاتے ہیں۔ جو لوگ کبیرہ گناہوں کے محدودہ مخصوص ہونے کے قائل ہیں ان میں ہی تعداد
کی نسبت اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں چار ہیں۔ عبداللہ بن عمر سات بتاتے ہیں۔
عبداللہ بن عمرو بن العاص نو کہتے ہیں کہ کوئی گیارہ کا قائل ہے کوئی شرکا۔ ابو طالب کی کہتے ہیں
کہ میں نے جب صحابیوں کے اقوال کو جمع کیا تو سترہ کبیرہ گناہ پائے۔ چاروں میں۔ اور وہ یہ ہیں۔
خدا کے ساتھ شرک کرنا۔ معصیت پر اصرار و پست کرنا۔ رجمت الہی سے مایوس ہو جانا۔ خداوندی مکر
سے بے خوف و ڈر رہنا۔ چار زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہولی گواہی۔ ناکد امنوں کو زنا کی تہمت لگانا
جہولی قسم کھانی۔ جادو کرنا۔ تین گناہ سپٹ سے متعلق ہیں۔ شراب نوشی۔ یتیم کا مال ہضم کر جانا۔
تسود۔ کھانا۔ دو شرم گاہ سے علاوہ رکھتے ہیں۔ زنا۔ اور تو اطم۔ دو دونوں کا ہون سے تعلق
رکھتے ہیں۔ قتل اور چوری۔ ایک دونوں پیروں سے۔ لڑائی سے منع نہ ہو کر بھاگ جانا۔ ایک
سارے بدن سے تعلق رکھتا ہے۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور جو لوگ کبیرہ گناہوں کو تعداد
میں حصہ نہیں کرتے انکے مختلف قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں جن چیزوں کی خدا نے قرآن مجید میں
منہای کی ہو وہ کبیرہ ہیں اور جنکی نہ لغت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے وہ صغیرہ ہیں
ایک گروہ کہتا ہے کہ جن چیزوں کی شرع نے منہای کی ہے اور منہای کے ساتھ لغت یا غضب
یا کسی خاص سسر کی وعید بھی شامل کی گئی ہے وہ کبیرہ ہیں۔ اور جن چیزوں کی مخالفت کے ساتھ
کسی حد کی وعید شامل نہیں ہے وہ صغیرہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن باتوں کے ارتکاب پر دنیا
میں حد اور آخرت میں وعید مرتب ہوئی ہے وہ کبیرہ ہیں ورنہ صغیرہ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنکی تحریم
تمام شریعتوں کا اتفاق ہو گیا ہو وہ کبیرہ ہیں اور جنکی تحریم ایک شریعت میں ثابت ہو اور دوسری
میں نہ ہو انہیں صغیرہ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس فعل کے ارتکاب پر خدا و رسول نے اس کے
فاعل پر لعنت کی ہو وہ کبیرہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتدا سے سورہ ناس سے آئے ان تہمتوں کی

ما تہین عنہ نکفر عنک سیتا نکھ تک جس قدر چیزیں مذکور ہوئی ہیں وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ اب
ایک گروہ آؤ رہے جو گناہوں کو کبیرہ اور صغیرہ کی طرف منقسم نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ تمام گناہ بائیں لحاظ سے
گنہگار خدا پر جرات کر کے اس کے حکم کی مخالفت اور نافرمانی کرتا ہے سب گناہ کبیرہ ہیں تو چونکہ خدا کے
حکم کی مخالفت کرنے والے اور اس کے محارم کا تہنک کرنے والے اس جرات و بیباکی میں برابر ہوتے ہیں اس لیے
تمام گناہ کبیرہ اور اس منصفہ میں مساوی ہیں یہ گروہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں چند دلائل پیش
کرتا ہے۔ ازاںچھلکہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو نہ تو گناہ کچھ مضرت ہی پہنچا سکتے ہیں نہ انکا کوئی اثر ہی اُس پر
پڑ سکتا ہے اور جب یہ ہے تو ایک گناہ دوسرے گناہ کی نسبت بڑا نہیں ہو سکتا۔ اور بڑا نہیں ہو سکتا
تو صرف خدا کی معصیت و مخالفت باقی رہی اور اس میں ایک گناہ کے صغیرہ اور دوسرے کے کبیرہ بننے
کچھ معنی نہیں۔ ازاںچھلکہ گناہ کا منصفہ خدا پر جرات کرنے والے کے حق پر دلیر ہونے کے تابع ہے
یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شراب پی یا حرام محل میں وطی کی اور وہ اسکی تحریم کا معتقد نہیں ہے
تو اسنے ارتکاب حرام کا منصفہ اور جہل و دونوں بابتیں جمع کر لیں اور اگر تحریم کے معتقد ہو چھپے
اسکا مرتکب ہوا تو صرف ایک منصفہ کا ارتکاب اُس سے سرزد ہوا مگر سزا پاتے وقت دونوں
شخص ایک ہی سزا کے مستحق سمجھے جاتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ معتقد حرمت ہی کو سزا دی جائے اور جاہل
جہل کی وجہ سے سچ جائے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا منصفہ جرات و دلیری کا تابع
ہوتا ہے ازاںچھلکہ کسی حاکم و مطلق کی معصیت اس کے امر و نہی کی توہین و تحقیر کی موجب اور
اُس کی تہنک حرمت کے باعث ہوا کرتی ہے اور اس میں ایک گناہ کو دوسرے گناہ کی نسبت کوئی
ذوقیت نہیں کہ ایک صغیرہ اور ایک کو کبیرہ کہہ سکیں۔ ازاںچھلکہ گناہ کا آدمی گناہ کرتے
وقت فی نفسہ گناہ کے بڑے چھوٹے ہونے میں نظر نہیں کیا کرتا بلکہ جسکی نافرمانی کرتا ہے اس کے
قدرو وقعت اور عظمت و جبروت اور معصیت کی وجہ سے اسکی تہنک حرمت کو دیکھتا ہے اور یہی
بات تمام گناہوں میں یکساں پائی جاتی ہے یہ نہیں کہ ایک معصیت میں تو پائی جائے اور دوسری
میں نہ پائی جائے۔ مثلاً ایک بڑا معتد مضاع یا شاہ اپنے ایک غلام کو کسی مہم کے سر کرنے
کے لیے دہرے ملک کی طرف روانہ ہوئے کا حکم دے اور دوسرے غلام کو اپنے محل کے متصرف کی
کسی کام میں مشغول ہونے کا حکم فرمائے لیکن آخر کار دونوں غلام اسکی نافرمانی کریں اور

کہا کہ اس کے حکم کی مخالفت کے مرتکب ہوں تو دونوں غلام عصبیت ہی اور اسکی آنکھ میں بے وقت
ہونے میں برابر ہوں گے۔ از انجملہ جو شخص مکہ میں ہو کر حج نہ کرے اور مسجد کے
پڑوس میں رہ کر جمعہ ادا نہ کرے تو اس شخص کی معرفت خدا کے نزدیک اس شخص کی
معصیت سے زیادہ فحش و شنیع نہیں ہے کبھی مسافت سے ان دونوں کو ترک کر بیٹھے۔ حالانکہ چاہیے رہتا
کہ جو مکہ میں ہو کر اور مسجد کے پڑوس میں رہ کر ترک حج و حجہ کرے اسکی معصیت دوسرے شخص سے
زیادہ فحش ہوتی اور جب ایسا نہیں ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں گناہ مساوی ہیں۔ اسی طرح
اگر ایک شخص دوسو درہم رکھتے ساتے زکوٰۃ نہیں دیتا اور دوسرا دو ہزار درہم رکھنے پر بھی زکوٰۃ نہیں
ادا کرتا تو مساجد و عبادت گاہوں میں سے اور بعدین کہ سزا میں بھی دونوں برابر
ہوں جبکہ ان میں سے ہر ایک شخص منع زکوٰۃ پر مقرر ہوا عام ہے کہ مال تھوڑا ہوا یا بہت۔

فصل ۶۷

اس معنی کی پروردگاری اور اس مسلم کا انکشاف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف اس غرض سے رسولوں کو
بھیجا کہ تائین نازل کیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کہ وہ اپنی مخلوق میں پہچانا جائے۔ عبادت
کیا جائے۔ موجد و خالق تسلیم کیا جائے اور سارا دین تمام طاعت پوری دعوت اسکو مسلم ہو جائے
کہ اُس نے خود قرآن کے ایک مقام میں فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لَعْبُدُونِ
یعنی ہم جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں۔ اور فرمایا۔
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالْجِبَالُ إِلَّا لَعْبُدْنَاهُ عَالِمِیْنَ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کہہ ان دونوں میں
ہے جن کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ ایک جگہ اس طرح ارشاد فرمایا اللہ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ مِّنْ
الْأَرْضِ وَمَثَلُ بَنَاتِ الْأُمَمِ بَنَاتٍ لِّتَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ
اَخْبَا طَیْسًا مِّنْهُ وَاَعْلَمْنَا بِیْنِیْهِ اَللّٰہِیْ تُوْبَہِ جِسْ لَیْ تُوْبَہِ سَاتِ اَمَانِ مَیْدَیْہِ اور ان ہی کی
طرح کی زمین۔ آسمان زمین استقامی احکام و تقاضا نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگوں کو معلوم
کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور نیز یہ کہ اللہ کا علم سب چیزوں پر حاوی ہے اور فرمایا۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْکُتُبَ
الْبَیِّنَاتِ لِقُرْآنِہِ قِیَامًا لِّلشَّہَادَاتِ اَمْوَالِہِمْ وَاَلْقَالِہِمْ ذٰلِکَ لَعَلَّہُمْ اِنَّ اللّٰهَ
یَعْلَمُ مَا فِی السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ۵ ۵ ۵

یعنی خدا نے کچھ لوگ وہ خدا کا مقرر کردہ ہرے لوگوں کے امن و اطمینان کے قائم رکھنے کا موجب قرار دیا ہے اور اسی طرح حرمت والے مبینوں کو اور حج کی قربانی کے جانوروں اور اون جانوروں - جن کو خدا تعالیٰ کی نیاز کے واسطے خاص کر کے شناخت کے لئے اُنکے گلے میں پٹے باندھ دیتے ہیں یہ اس لئے کہ تم کو معلوم رہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس سب جانتا ہے اور یہ کہ اس ہر چیز سے وقف ہے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ خلق و امر سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو ہمارے اسماء و صفات کی معرفت حاصل ہو۔ ہم تمہارا کیلئے ہر شے کئے جائیں ہمارے ساتھ کوئی مشربک و سبھی مقرر کیا جائے اور نیز ان چیزوں کے پیدا کرنے سے ہمارا یہ بھی مقصد ہے کہ لوگوں میں عمل و انصاف قائم ہو وہ عدل حبکی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں جیسا کہ قرآن مجید کے ایک مقام میں ارشاد فرمایا گیا ہے لَقَدْ آدَمُ مَكَانًا مُّسْتَقِيمًا وَابْتَلَيْنَاهُ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ الْكِتَابَ وَالْإِنشَانُ لِرَبِّهِمْ قَوْمٌ يَّاسْتَفِئُونَ ۝ یعنی ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھیلے کھیلے معجزے دیکر بھیجا اور انکی معرفت کتاب میں اتارین اور نیز ہم نے ترازو کا رواج دیا تاکہ لوگ دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات میں انصاف پر قائم رہیں۔ اس آیت میں خدا نے یہ بتایا ہے کہ رسول اس لئے بھیجے گئے اور کتابیں اس غرض سے اتاری گئی ہیں کہ لوگوں میں عدل و انصاف قائم ہو اور سب انصافوں میں بڑھ کر انصاف تو حید ہے بلکہ سچ جو جیسے تو تو حید عدل کی جڑ اور انصاف کی بنیاد ہے۔ یہ تاکہ شرک و ایک ظلم عظیم اور بڑا ہی ستم ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان الشُّرکَظْلُمُ عَظِيمٌ یعنی شرک بڑا ہی ظلم ہے۔ یہاں تاکہ ہمیں اس قدر تو ہر شخص کو معام ہو گیا ہو گا کہ شرک تمام ظلموں سے بڑا ظلم اور تو حید سب انصافوں کی جڑ اور ان لوگوں باتوں کے ذہن نشین ہونے کے بعد یہ نتیجہ نکالنا بہت آسان ہے کہ جو بات اس مقصد کے منافی اور سخت منافی ہوگی وہ تمام گناہوں میں بڑا گناہ ہو گا اور درجات میں گناہوں کا تفاوت اس مقصد کے منافی و مخالف ہونے کے مقدار ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیز اس مقصد کے موافق ہوگی اور شدت کے ساتھ موافق ہوگی وہ سب واجبات میں زیادہ واجب اور افروض الطاعات ہوگی۔ تو اے مخاطب تو اس اصل میں کما حقہ تامل کر اور اسکی تمام تفصیل کو اسی پر قیاس کر اگر تو ایسا کرے گا تو خدا نے حکم فرمایا اور اعلیٰ عالم العالمین کو پہچان لے گا اور جو اسنے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اسکی حکمت اور حیران مگر اسکی مصلحت سے واقف ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں مراتب طاعات کے تفاوت اور مدارج مصلحت

فرق کو بھی بخوبی معلوم کر لے گا۔ اور چونکہ شرک بالعدم مقصود کے بالذات مخالف ہے اس لیے وہ مطلقاً اکبر الکبار نہ ہے جسکی سزا میں خدا نے ہر شرک پر نیت کو حرام کر دیا ہے۔ اہل توحید کے لیے اس کا خون اسکا مال اسکی اولاد مباح کردی اور جب وہ عبودیت کے انکار پر چما رہے تو اسے نیز اس کے اہل عیال کو نوٹھی غلام بنانا جائز کر دیا۔ خدا نے مشرک کے عمل قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تمام عالم میں ندا کردی کہ میں مشرک کے بارے میں کسی سفارش قبول نہ کروں گا نہ آخرت میں اسکی کسی دعا کو قبولیت کا جامہ پہناؤں گا نہ اسکی کسی اخروی لغزش کو قبول کروں گا کیونکہ میں شرک خدا کے ساتھ سب جاہلون سے بڑھ کر جاہل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی بنائی ہوئی چیزوں کو اسکا شرک ٹھہراتا ہے اور یہ پہلے درجہ کی جہالت اور غیارت کا ظلم ہے لیکن حقیقت میں شرک اس خدا پر کچھ ظلم نہیں کرتا بلکہ اپنی ہی جان پر ستم توڑتا ہے اس مقام پر ایک مشہور سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مشرک کا اس شرک سے مقصود خدا تعالیٰ کی تعظیم و تکریم مقصود ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کا عظمت و جلال اس کے شایان نہیں کہ بغیر وسائے اور ذرائع سفارش کے اس کے باجاہ و جلال دربار میں کوئی شخص حاضر ہو سکے جیسا کہ جبار اور مقتدر بادشاہوں کے عالی شان درباروں کا حال دیکھا جاتا ہے تو مشرک کا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ وہ جناب ربوبیت کی توہین کرے بلکہ اسکی اصلی غرض یہ ہے کہ ہمیشہ اس کے عظیم الشان دربار کی تعظیم و نظر سے اسے نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے اعتراف ہوتا ہے کہ میں ان وسائے کی اس لیے پریش کرتا ہوں کہ یہ مجھے بارگاہ الہی کے قریب کر دیں اور وہ ان کے شہنائے میں میری مدد کریں۔ میرا اصل مقصود تو خدا ہی ہے اور یہ بہتر ٹکڑی کے معبود صرف وسائے اور شہنائے ہیں اور جب یہ ہے تو صرف اتنی ہی بات خدا کی ناخوش نودی اور اس کے غضب اور خلود فی النار کے موجب کیوں ہے اور مشرکوں کی خونریزی اور انکی ننگ و ناموس اور اموال کے مباح ہو جانے کے باعث کس لیے ہے یہاں سوال پر ایک اور سوال مرتب ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا یہ بات جائز ہے کہ خدا بندوں کے لیے اپنی جناب میں شفاعت اور واسطے کے ساتھ تقرب حاصل کرنے کو مشروع کیا ہو نہ اسکی تحریم شرع ہی سے مستفاد ہوئی ہے یا یہ تقرب بلحاظ فطرت فیج ہے۔ عقول کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ایسا حکم نہیں دے سکتی بلکہ جو چیز فیج سے فیج اور بری سے بری ہے شریعت اسکی قباحت فطرت اور عقول دونوں میں ثابت کرتی ہے۔ اور اسکا کیا سبب ہے کہ تمام گناہ تو بخشنے جائیں مگر شرک کی معافی نہ ہو

جیسا کہ خدا فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ
جرم کو معاف کرنے والا ہے نہیں کہ اسکے ساتھ کسی کو شرک کر دانا جائے مان اسکے سوا جو گناہ جسکو
چاہے معاف کر دے۔ یہ وہ سوال ہے جو اس موقع پر شرک لوگ وارد کیا کرتے ہیں تو اسے مخاطب
اب تو اس میں تامل کر اور اپنے دل و ذہن کو اسکے جواب کے لیے جمع کر اسے سہل و آسان نہ سمجھ کر
یہی ایک جواب ہے جس سے مشرکوں موصدون خدا کے عالموں اور جانوں اور جنوں و دوزخوں
میں فرق حاصل ہوتا ہے تو ہم اس کا جواب شافی دیے ہیں اور خدا ہی سے توفیق و تائید طلب کرتے
اور اسی سے ماہ صواب اور مرد کی خواستگاری کرتے ہیں وہ جسے ہدایت کرے وہی رہبر ہے اور جسے
گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا اور کوئی نہیں۔ جو چیز وہ دے گا لہا ہے اسکو منع کرنے والا اور جو
نہ دے اسے دینے والا کوئی نہیں۔ تو سن اور غور سے سن کہ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ شرک
معبود کی ذات اسکے اسماء و صفات اسکے افعال سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے شرک فی العباد
یعنی خدا کی عبادت اور اسکے معاملہ میں دوسرے کو شرک کرنا اور اگرچہ شرک اس بات کا اعتقاد
رکھتا ہو کہ خدا کی ذات و صفات اور اسکے افعال میں دوسرا شرک نہیں پہلے شرک کی دو قسمیں
ہیں۔ ایک شرک تعطیل یعنی خدا کو معطل اور بے کار محض سمجھنا۔ یہ شرک تمام اقسام شرک میں قبیح تر
ہے جیسا کہ فرعون کا شرک ہوتا تھا جسکا اس نے حضرت موسیٰ کے مقابل میں کہا و ما دبت العالمین
یعنی رب العالمین ہے کیا چیز فرعون کا اعتقاد تھا کہ اول تو خدا کوئی چیز نہیں اور اگر ہے بھی تو وہ
بیکار و معطل ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے ایک مقام میں اسکے قول کی یوں خبر دی ہے
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَٰٓأَمَّانُ ابْنِي لِی صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَنْۢ بَلَغْتُ الْاَسْبَابَ ۚ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاُظَلِّمَ
لَیْلِ اِلٰہِ مُوسٰی وَاَتٰی رَاٰظِلًا کَاذِبًا ۙ یعنی فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ اے ہامان
ہمارے لیے ایک نعل بنوا تاکہ جو آسمان پر چڑھنے کے رستے میں ہم ان رستوں پر جا پہنچیں پھر ہم
موسیٰ کے خدا تک آسانی سے پہنچ جائیں گے اور ہم لو اس بین میں موسیٰ کو جو ہوتا ہی سمجھتے ہیں۔
اصل میں فرعون خدا کا قائل نہ تھا مگر اسے موسیٰ علیہ السلام سے سنا تھا کہ خدا ہے اور اس کا
ہے اس لیے اسے خیال ہوا کہ موسیٰ کے کہنے کے مطابق خدا آسمان پر ہے تو میں اندھا عمل بن کر اس
تک پہنچ سکتا ہوں۔ غرض کہ شرک اور تعطیل دونوں یک طرح سے باہم ایک دوسرے کو لازم ہیں یعنی ہر شرک

خدا کو معطل کہنے والا سوچتا ہے اور جو خدا کو معطل کہتا ہے وہ مشرک ہے لیکن مشرک اصل تعطیل کو مستلزم نہیں بلکہ کسی مشرک خالق کا ٹھکانہ اور اسکی صفات کا معترف ہوا کرتا ہے لیکن وہ حق توحید کو معطل کر دیتا ہے مشرک کی جڑ اور اسکی بنیاد تعطیل ہے اور تعطیل کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مصنوع کو صانع سے مخلوق کو خالق سے مستغنی اور بے پروا جانا۔ دوسرے صانع کو اس کے کمال مقدس اور اس کے اسماء و صفات اور افعال سے بے تعلق محض اور بیکار سمجھنا۔ تیسرے خدا تعالیٰ کے معاملہ لینے حقیقتہ توحید کو جو بندہ پر ہے اسے معطل و بیکار جانا۔ مشرک کی یہی شاخ مسلمانوں کے اس فرقہ میں بھی اُسی ہوئی ہے جو حدہ وجود کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں خالق و مخلوق میں نہ تو کسی قسم کی دوئی ہے نہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں بلکہ حق منزہ عین مخلوق ہے اور یہ ہی مشرک ملاحظہ میں موجود ہے جو عالم کے قدیم وابدی ہونے کے قائل ہیں اور یہ ہی کہتے ہیں کہ زمانہ کبھی معدوم ہی نہ رہتا بلکہ ہمیشہ سے رہتا اور ہمیشہ رہے گا۔ اُن کے نزدیک تمام حوادث اسباب و وسائل کی طرف منسوب ہوتے ہیں جنکے اقتضا سے ہوتا ہے ایجاد و تخریب اور وہ انہیں کا نام عقول و نفوس رکھتے ہیں اور اسی مشرک میں جہمیدہ اور غلطی کے خالق یا جابل گرد و مبتلا ہیں جو خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کو معطل و بیکار سمجھتے ہیں یعنی اس لیے کوئی اسم اور صفت ثابت ہی نہیں کرتے بلکہ مخلوق کو اس سے اکمل خیال کرتے ہیں کیونکہ کسی ذات کا کمال اس کے اسماء و صفات ہی کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

فصل ۶۸

جو مشرک معبود حقیقی کی ذات و صفات اور اس کے افعال و اسماء کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ہم نے اس کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک مشرک تعطیل اور اسے ہم قدس تفضیل کے ساتھ بیان کر چکے۔ دوسری قسم کا مشرک یہ ہے کہ اگرچہ خدا کے اسماء و صفات اور اسکی ربوبیت کو بیکار محض اور معطل نہ خیال کیا جائے مگر اس کے ساتھ چند معبود ٹھہرا کر اسے ان میں کا ایک معبود اعتقاد کیا جائے جس طرح نصاریٰ کا مشرک جو خدا کو جن معبودوں میں سے ایک معبود کہتے ہیں یعنی مسیح اور اسکی والدہ مریم اور خدا تینوں کو معبود جانتے ہیں اور اسی قبل سے مجوسیوں کا مشرک ہے جو حوادث خیر کو نور کی طرف اور حوادث شر کو ظلمت کی جانب منسوب کرنے کے قائل ہیں اور اسی مشرک میں اس امت کا قدریہ فرقہ مبتلا ہے جو اسباب کا قائل ہے کہ حیوان خود خالق افعال ہے اور اس کے تمام فعل بغیر خداوند ہی مشیت اور اسکی قدرت

دارادہ کے ظاہر جوتے ہیں اسی لئے انہیں اشلہ مجوس کہا جاتا ہے اسی قسم کے شرک کا خطہ اُس بادشاہ کو سمایا ہوا تھا جو حضرت ابراہیمؑ سے انکے پروردگار کے بارے میں لگا جھگڑا کرتے تھے جب ابراہیمؑ نے اُن سے کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو لوگوں کو جلاتا اور مارتا ہے اس پر وہ لگا کہنے کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں تو اس شخص نے اپنے نفس کو خدا کا شرک یا پھر ایک پتھر یا اور زعم کیا کہ جب طرح خدا لوگوں کو جلاتا مارتا ہے اُسی طرح میں بھی جلاتا مارتا ہوں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سزا دینے اور محبت قائم کرنے کے لئے فرمایا کہ پتھر یا یہ قول اُس وقت قابل تسلیم ہو سکتا ہے جبکہ تو سورج کو اُس سمت کے علاوہ دوسری سمت سے نکال لائے جس سے خدا روزمرہ نکالتا ہے پھر خدا تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اُسے مغرب سے نکالے تو جانیں۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال کرنا نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل حدیث ایسا خیال کیا ہے بلکہ طرد دلیل پر الزام ہے اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہو۔ اور یہی سبب ہے کہ لوگوں میں بکثرت پہلا ہوا ہے جو کہ کب علویات کے ساتھ شرک کرتے اور انہیں عالم کا مدبر و رب جانتے ہیں جیسا مشرکین صائین وغیرہ کا اعتقاد ہے۔ اور یہی شرک آفتاب پرستوں اور آتش پرستوں میں شائع ہے اور ان میں متعدد فرقے ہیں۔ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں ہمارا معبود خدا ہی ہے اور بعض گمان کرتے ہیں کہ خدا سب معبودوں میں بڑا معبود ہے۔ ایک فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ خدا ہی اور معبودوں میں کا ایک معبود ہے اور جب خاص کر اسی کی پرستش کی جاتی ہے اور سب علاقے قطع کر کے اس کی طرف رجوع کی جاتی ہے تو وہ ایسے عابد کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کی جانب اعتنا کیا کرتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے ادنیٰ درجے کے معبود اپنے اوپر والے معبودوں سے ہمیں قریب کہہ دیتے ہیں اور وہ اپنے سے اوپر کے معبودوں کی بارگاہ میں ہمیں مقرب کر دیتے ہیں یہاں تک کہ درجہ بدرجہ یہ معبود خدا کی جناب تک پہنچتے ہیں چنانچہ دیتے ہیں تو کہیں تو وساطت بہت ہوتے ہیں اور کہیں بہت ہوتے ہیں۔

فصل ۴۹

۴۹
 شرک کی دوسری قسم یعنی شرک فی العبادہ ہر شرک فی الذات سے جو پہلی قسم ہے زیادہ سہل اور خفیف ہے کہونکہ
 یہ شرک ان شخص سے صادر ہوتا ہے جو اس بات کا معتقد ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں مگر
 اس کے تو کوئی کیسکو ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔ کچھ دے سکتا ہے نہ منع کر سکتا ہے۔
 سوانہ تو کوئی معبود ہی ہے نہ کوئی رب۔ ان سب باتوں کا اسے اعتقاد ہوتا ہے لیکن خدا کی عبادت
 اور اسکے ساتھ معاملہ کرنے میں خلوص نہیں کرتا بلکہ کبھی تو اپنے حظ نفس کے لئے کبھی طلب دنیا کیلئے
 کبھی خلق کے نزدیک رقت و جاہ اور قدر و منزلت حاصل کرنے کے لئے عمل کرتا ہے تو ایسے شخص
 کے عمل اور کوشش ایک حصہ تو خدا کے لئے ہوتا ہے اور ایک حصہ حظ نفس کے لئے۔ ایک شیطان کیلئے
 ایک مخلوق کے لئے۔ اور اس امت کے اکثر لوگ اسی میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں یہی وہ شرک ہے
 جسکی نسبت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت میں جو شرک رائج ہوگا وہ
 چنیوٹی کی چال سے ہی زیادہ خفی ہوگا اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس سے کیوں
 مخلصی یا سکتے ہیں فرمایا جناب آپ ہی یوں دعا مانگا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْبَغَ لَكَ الْفَرْسَ
 وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُ لَكَ لِمَا اَعْلَمُ یعنی خداوند امین اس بات سے ناہ مانگتا ہوں کہ دیدہ دا
 نتے ساتھ شرک کروں اور میں تجھے اس خیر کے بارہ میں مغفرت کی درخواست کرتا ہوں جس کا
 مجھے علم ہے۔ الغرض جس عمل میں سراسر اخلاص نہ ہو اسے ریا کہتے ہیں اور ریا خواہ کسی قسم کی ہی
 ہو سب شرک میں داخل ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ مُّبْتَلٰی فَمَنْ تَتَّبِعْ
 اَتَّبِعْ لَوْ اَنَّكَ عَلِمْتَ لَآ اَغْنِيْكَ عَنْ عَذَابِكُمْ شَيْئًا وَلَوْ اَنَّكَ عَلِمْتَ لَآ اَغْنِيْكَ عَنْ عَذَابِكُمْ شَيْئًا
 ہی تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں مجھ میں تم میں صرف اتنا فرق ہے کہ میرے پاس خدا کی طرف سے
 یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی اکیلا ایک معبود ہے تو جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو
 چاہیے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے یعنی جیسا کہ وہ
 تمہارا اور اکیلا معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ویسا ہی سب کا لائق کو اسی اکیلے اور تمہاری عبادت
 اور پرستش کی جائے اور جیسا کہ وہ الہیت میں منفرد و یگانہ ہے واجب ہے کہ عبادت میں بھی منفرد
 و یگانہ ہو۔ تو اصل میں عمل صالح وہ ہے جو ریا سے خالی اور سنت کے ساتھ مقید ہو یہی ہے کہ جن

فاروق اعظم خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اکثر اوقات یہ دعا کہا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ عَمَلِيْ كُلَّهُ صَالِحًا وَاجْعَلْهُ لَوْحَةً خَالِصًا وَلَا تَجْعَلْ لِّكَ حَاقِدٍ فِيْهِ شَيْئًا ۝ یعنی ہا خدا
تو میرے ہر عمل کو صالح کر دے اور اسے اپنی مرضی اور خوشنودی کے لئے خالص کرنے اور اس میں کسی کا
کچھ حصہ نہ بٹیرا۔ شرک فی العبادۃ عمل کا ثواب ملتا دیتا ہے اور کبھی ایسا مشرک اس پر مٹا بھی دیا جاتا
ہے جبکہ واجب ہو کہ نہ وہ شخص کے قائم مقام ہو جاتا ہے جس نے کبھی کوئی عمل ہی کیا ہو اور جب
یہ ہے تو ترک حکم پر سزا یا بی کا مستحق ہے۔ وجہ یہ کہ خدا نے اپنی خالص عبادت کا حکم فرمایا ہے اور یہ
اُس سے روگردانی کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝
یعنی لوگو! تم کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ ایک رہنے ہو کر خالص اللہ ہی کی بندگی کریں تو جس شخص نے خدا کی
بندگی میں انہماک خالص نہیں کیا وہ مامور یہی نہیں لایا بلکہ ایک ایسی چیز عمل میں لایا جس کا اُسے
حکم ہی نہ تھا اور جب یہ ہے تو نہ تو وہ عمل ہی درست و صحیح ہوگا نہ جناب الہی میں قبولیت کی
نظر سے دیکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرکاء کے شرک سے بے پروا ہوں تو جس نے ایسا
عمل کیا کہ اُس میں میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو وہ عمل کسکے لئے ہے جس کو اس نے اس میں شریک
گروانا ہے اور میں اس سے بری ہوں۔ پھر اس شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ متغفور و غیر متغفور
اصغر و اکبر اور پہلی قسم کی دونوں میں کبیر اور اکبر۔ ان میں کوئی شرک بھی متغفور نہیں
سہوتا اسی شرک کی ایک شاخ یہ بھی ہے کہ محبت و تعظیم میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے
یعنی مخلوق سے ویسی ہی محبت و دوستی برتی جائے۔ جیسی دوستی کا برتاؤ خدا سے کرنا چاہئے
پس یہ ایسا فحش شرک ہے جسے خدا مہین کرتا اور شرک کی مغفرت نہیں ہوتی ایسے ہی
لوگوں کے بارے میں خدا نے فرمایا وَمِنَ الظَّالِمِينَ الَّذِينَ يَحْبُونَ مِنَ الذُّنُوبِ أَنْتَادُوا الْيَحْيَىٰ مَقْتًا
كَتَبَ اللَّهُ ۝ ۝ یعنی لوگوں میں کچھ ایسے ہی ہیں جو خدا کے سوا اوروں کو بھی شرک خدا
بٹیراتے اور جیسی محبت خدا سے کرنی چاہئے ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں۔ اس قسم کے شرک
اپنے جہوٹے اور جعلی معبودوں سے کہیں گے جبکہ دوزخ سب کو اپنی طرف اکھٹا کرے گی۔
تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسُوِّكُمُوْا بَنِي الْعٰلَمِيْنَ یعنی جھگڑتے وقت ہمراہ لوگ اپنے
معبودوں سے کہیں گے کہ بخدا ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو پروردگار عالم کے برابر

سمجھتے تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خلق و رزق اور جلالتے مارنے اور ملک قدرت میں پروردگار عالم کے برابر نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان سے محبت و دوستی کرنے اور ان کے لیے انہماک و ضیاع و تذلل کرنے میں برابر کھڑے تھے اور یہی انتہا درجہ کا جہل و ظلم ہے پہلا جو شخص مٹی سے پیدا ہوا ہو وہ رب الارباب کے ساتھ کیونکر برابر سمجھا جاسکتا ہے اور حقیر غلام۔ مالک رقاب کی ہمسری کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔ پہلا جو فقیر بالذات ضعیف بالذات عاجز بالذات۔ محتاج بالذات ہو جبکی ذات معدوم محض اور لاشعے مطلق ہو وہ اُس غنی بالذات اور قادر بالذات کے ساتھ برابری کا کس طرح تعلق ہو سکتا ہے جسکی غنا جسکی قدرت جسکا ملک جسکا جود و احسان جسکا علم و رحمت جسکا کمال مطلق اُسکی مقادیر ذات کو لازم ہے غور سے دیکھا جائے تو اس سے زیادہ کوئی اور ظلم قبیح اور حکم شنیع ہو ہی نہیں سکتا کہ جسکا مخلوق میں کوئی نظیر و ہمسر نہ پایا جائے اس کے ساتھ کسی اور کو برابر کیا جائے اور وہ بھی اسی کی مخلوق میں ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَبْرِهٰمَ یَعْبُدُوْنَ لَوْثًا ۝ ۱۵ ۝ ۱۶ ۝ ۱۷

یعنی ہر قسم کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور نیز زمین کو اور اندھیرے بنائے اور نیز چاندنا اسپر بھی کا فر خدا کے سوا اور چیزوں کو اپنے پروردگار کے ساتھ برابری کے درجے میں رکھتے ہیں تو مشرک کا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے اور اندھیروں نیز اُجالے کے بنائوں کے ساتھ اُن لوگوں کو برابری کے درجے میں رکھنا جو آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کا بھی اعتبار نہیں رکھتے کون کہہ سکتا ہے کہ اگر ظلم اور اُفح حکم نہیں ہے۔

فصل ۷۰

اس شرک کے بعد ایک دوسرے درجے کا شرک آؤر ہے یعنی جہاں اقوال و افعال اور ارادت و نیات خدا تعالیٰ کے ساتھ عمل میں لائے جاتے ہیں انہیں غیر خدا کے لیے عمل میں لایا جائے اور ان ہی کو شرک فی الاقوال و الافعال اور شرک فی الامارات و النیات کہتے ہیں۔ شرک فی الافعال کی صورتیں یہ ہیں کہ مثلاً غیر خدا کو سجدہ کرنا بیت اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف کرنا بہ نیت عبادت یا بہ انہماک و ذلت غیر خدا کے لیے سرمنڈانا۔ حجر اسود کے سوا جو زمین خدا کا داد ہنا یا کسی اور پتھر کو بوسہ دینا۔ قبروں کو چومنا انہیں چمٹنا اور سجدہ کرنا یہی وجہ ہے کہ جناب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدین بنانے والوں اور ان میں نماز پڑھنے والوں کو لعنت کی ہے اور جب انبیاء کی قبروں کو مسجدین بنانے والے اور ان میں نمازین پڑھنے والے ملعون ہیں جو لوگ قبروں کو بتوں کے تہان بنا کر وہاں غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں انکا کیا حال ہونے والا ہے۔

صحیحین میں آیا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت خدا ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو نماز کی جگہ قرار دیا۔ بخاری میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضور نے فرمایا تمام لوگوں میں شریک و بدتر وہ لوگ ہیں جنکے جیسے جی قیامت برپا ہو جائے اور جو قبروں کو نماز کی جگہ تجویز کریں۔ بخاری میں یہ بھی آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا تم سے پیشتر کے لوگ قبروں کو نماز کی جگہ مقرر کیا کرتے تھے تم لوگ قبروں کو نماز کی جگہ مقرر نہ کرنا۔ دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں اور کہے کہ تم سب کو اس حرکت میں آگے نہ بڑھنا۔ مسند امام احمد علیہ السلام میں ایک آیت بائیں مضمون موجود ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں کو نماز کی جگہ بنانا سب مردوں اور وہاں چراغ روشن کرنے والوں پر خدا کی لعنت۔ اپنے یہ بھی فرمایا کہ اس قوم پر خدا کا غضب ہوگا انہما جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو نماز کی جگہ مقرر کیا۔ یہی ارشاد کیا کہ تم پیشتر کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کا کوئی برگزیدہ اور نیکو کار شخص مر جاتا تو اسکی قبر پر مسجد بنا کر پڑھتے اور بزرگوں کی منقش تصویریں اعلیٰ درجہ کی صنعت کے ساتھ کہیں ایسے لوگ قیامت کے روز خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے بدرجہا بہتر ہوں گے۔ تمام غور ہے کہ سب ان لوگوں کے حق میں جو قبروں پر مسجدین بنا کر وہاں خدا کے لیے عبادت کریں اس قسم کی سخت اور عظیم الشان وعیدیں صادر ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہونا ہے جو خود قبر کی پرستش کرتے اور اس سے سجدے کرتے ہیں۔ خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر شریف کی نسبت جناب الگبی میں بائیں الفاظ دعا کی ہے اللہم لا تجعل قبری و دنا یسجد لی یعنی خداوند اے تو میری قبر کو بت کا تخت نہ بنائیو کہ لوگ لگتے ہیں کہ پرستش کرنے۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حید کی حفاظت کا ساتھ دیا کہ ہمارا فرمایا ہے کہ سورج کے طلوع و غروب ہونے وقت نماز میں نفل تکبہ کے پڑھنے سے ممانعت فرمادی تاکہ ان لوگوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے جو میں اوقات میں آفتاب کی پرستش کرتے اور اُنکے آگے سرسجدہ کرتے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ عصر و فجر کے بعد مطلق نماز

پڑھنے سے منع فرما دیا کیونکہ یہ دونوں وقت اُن اوقات سے متصل اور قریب ہیں جن میں آفتاب پرست آفتاب کی پیش کش کیا کرتے تھیں۔ راغیر خدا کو سجدہ کرنا اسکے بارہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
لَا يَسْبِقُ أَحَدٌ مِنْكُمْ لِحَدِّ اللَّهِ (یعنی خدا کے سوا کوئی کسی کو سجدہ نہ کرے) لاینبی کا لفظ قرآن وحدیث میں جہاں بھی آیا ہے اُس سے انتہا درجے کی شرعی مخالفت مقصود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا (یعنی خداے رحمن کے لئے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے) اور فرمایا۔ وَقَالُوا كَذَّبْتُمْ بِمَا أَنْبَأَكُمْ رُسُلُهُمْ فَاكْفُرُوا (یعنی تم نے پیغمبر کو شکر کیا نہیں سمجھا یا اور یہ اُسے زیبا بھی نہ بتایا اور فرمایا وَمَا تَزَكَّيْتُمْ يَوْمَ الشَّيْمَاءِ (وَمَا يَنْبَغِي لَكُمْ يَوْمَ الشَّيْمَاءِ) یعنی قرآن کو شیطاں لیکر نہیں آئے اور نہ یہ کام اُن کے کرنے کا ہے اور فرشتوں کے قول کی حکایت یوں نقل کی مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ أَوْلِيَاءَ (یعنی ہم بات ہمیں کسی طرح زیبا نہ تھی کہ تیرے سوا دوسرے کا ساز بناتے۔

فصل ۱۷

شُرک فی الاقوال کی یہی بہت سی صورتیں ہیں۔ از انجملہ خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھانا جیسا کہ امام احمد اور ابوہ اودے روایت کی ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا۔ اس حدیث کی حاکم اور ابن حبان نے تصحیح کی ہے۔ اسی طرح کی یہ بھی صورت ہے کہ کوئی شخص مخلوق میں سے کسی سے کہے کہ جو خدا نے چاہا ہوتا دیکھتے منظور ہوا وقوع میں آیا پیغمبر صاحب نے اسے ہی شرک فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ کے سامنے ایک شخص نے یہ لفظ کہے:

مَآ شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتُ حَضْرُوْنَ فَرَّیَا کہ اے شخص تو نے مجھے خدا کا شرکاء ٹھہرایا اگر کہنا ہی تھا تو یہ کہا ہوتا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدًا یعنی خدا سے واحد نے چاہا ہو۔ باوجودیکہ خدا نے بندہ کے لیے مشیت کی ہے جیسا کہ آیۃ لِّیْنِ فَهَآ مِنْکُمْ اَنَّ لَّیْسَ فِیْکُمْ سے ظاہر ہوتا ہے لیکن یہی جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرمایا وجہ یہ کہ مشیت الہی کو آپ کی مشیت کے ساتھ ضم کرنے سے شرک کا شبہ ہوتا ہوا چنانچہ پیغمبر صاحب نے اسے شبہ کو بھی جائز نہیں رکھا لو ان لوگوں نے قول کا اندازہ کرنا چاہیے جو مخلوق کی نسبت ذیل کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ تیرا ہر وہ خدا ہے یا آپ پر۔ مجھے خدا کا فی ہے یا آپ۔ خدا کے سوا یا تمہارے سوا میرا اور ہے کون۔ یہ کافر خدا کے یا تم نے یہ خدا کی برکت ہے یا آپ کی۔ اوپر خدا ہے اور نیچے آپ۔ یہ سب الفاظ میں ان کے کہنے سے

آدمی مشرک ہو جائے علیٰ ہذا القیاس ذیل کے الفاظ بھی داخل شرک ہیں۔ کہ میں خدا کی اور تیری جان کی قسم کھاتا ہوں۔ یا کسی چیز کی خیرات کرتے وقت کہے نذر العدا و نذر فلان۔ یا یوں کہے کہ میں خدا سے امید رکھتا ہوں اور تجھے۔ اس طرح کے اور بہت سے الفاظ ہیں جو اس زمانہ کے مشرک و جاہل استعمال میں لائے ہیں ان الفاظ کو اس جملہ سے تو نا چاہیے جو پیغمبر صاحب کے سامنے اُس شخص نے کہا ہوتا یعنی ^{صالحہ} ^{ماشاء اللہ} و ماضیت اور کچھ چاہیے کہ دونوں میں کوئی ناسطکہ زیادہ ذنی اور سخت ہے اس موازنہ سے ظاہر ہو جائے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو مشرک قرار دیا تو ان کلمات کے قابل بطریق اولیٰ مشرک نہیں کے حالانکہ آج کل کے مشرک اُن لوگوں کو مشرک خدا نہیں مانتے ہیں جن کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہو سکتی بلکہ اُن میں سے اکثر تو تمثال خدا ہوتے ہیں جنکے بارے میں مشرکین ان الفاظ کا استعمال کرتے اور انہیں شریک خدا نہیں مانتے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ تہجد اور عبادت اور توکل اور انا بے اور تقویٰ اور خشیت اور توبہ اور نذر اور قسم کھانا اور تمام ذکر و اذکار اور غیض اور استغفار اور بنظر عبادت اور باظہار ذلت سر منڈ انا طواف کرنا۔ دعا مانگنا۔ یہ سب بایقین خدا کے ساتھ خصوصیت رکھتی اور اُسی کے حقوق کہلائے جاتے ہیں۔ اُسکے سوا کسی دوسرے کو شایان ہیں ذکوٰۃ شخص اُن کا اور۔ ہر استحقاق رکھتا ہے خواہ کوئی مقرب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا نبی مرسل کیوں نہ ہو۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر کیا گیا اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا تھا اُس نے آپ کی سامنے کھڑے ہو کر نہایت آراوی کے ساتھ کہا کہ خدا و ملائین تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں نہ محمد کی خدمت میں حضور نے نہایت خند پیشانی کے ساتھ مسکرا کر فرمایا کہ اس نے مقدار کا حق پہچان لیا۔ فی الواقع بات یوں ہی ہے۔

فصل ۷۲

شرک فی الارادات والنیات یعنی جو شرک ارادے اور نیت میں ہوا کرتا ہے یہاں اُس کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے یہ شرک حقیقت میں ایک ایسا دریا ہے جسکی تباہ کا پتہ نہیں لگتا اور جس کے گہاٹ سے بہت کم لوگ نجات پا کر جو کر سکتے ہیں نیت میں شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ آدمی کو اپنے اعمال سے خدا کی خوشنودی اور اُسکی رحمت مندی کے علاوہ دوسری چیز مقصود ہو اور اس عبادت سے سوائے تقرب خدا و مادی کے اُسکا کوئی دوسرا مطلب ہی ہو یا اپنے عمل کا صلہ مخلوق سے لینا چاہتا ہو

مخلوق کو خالق کے ساتھ تشبیہ دی اور عاجز شخص کو جسے کسی بات میں دخل و قدرت نہیں نہ نفع میں نہ ضرر میں نہ نفع میں نہ جتنے میں نہ مرکز زندہ ہونے میں اس قادر مطلق اور خدائے حق کے برابر کر دیا جسکے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے جسکے دست قدرت میں تمام چیزوں کی باگیں ہیں جو ساری مخلوق کو غلبہ ہے جو وہ چاہتا ہے فوراً ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا کسی نہیں ہوتا۔ اگر وہ کسیکو دیتا ہے تو کوئی رکھتا والا نہیں ہوتا اور جب وہ ندرے تو کوئی دے نہیں سکتا بلکہ جب وہ اپنے کسی بندے کے لئے درود و رحمت کہہ لیتا ہے تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے بند کر سکے اور بند کر دے تو کسی کو اس کے کہنے کی قدرت نہیں اس سے زیادہ بدتر اور گندی تشبیہ ہو ہی نہیں سکتی کہ عاجز اور فقیر بالذات کو قادر و غنی بالذات کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ خدا کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ ہی ہے کہ اسے اس درجہ کا کمال مطلق حاصل ہے کہ من کل الوجوه احتمال نقص سے پاک ہے اور جب یہ ہے تو ہر طرح کی عبادت کے واسطے شایان و سزاوار ہونی ضرور ہے عقل و شرع اور نیز فطرت انسانی کا مقتضا یہی یہی ہے کہ تعظیم و جلال اور خوف و رجا و غاوانابت کو کل و استمداد انتہا و جب کی دولت کے ساتھ بے حد محبت و غرض کہ اس قسم کی تمام باتیں اس مقدس و پاک ذات کے لئے ہوں جو تمام اوصاف کمال کو جامع ہوا اور جو شخص ایسا نہ ہو اس کی نسبت ان خصوصیتوں کا انہار کرنا نہ صرف شرعاً ہی منع ہے بلکہ عقلاً اور فطرتاً بھی منع ہے۔ پس اگر کوئی شخص ان امور میں سے کسی بات غیر خدا کے لئے عمل لایا کرتے غیر خدا کو خدا کے ساتھ تشبیہی جسکا نہ تو کوئی تشبیہ ہی ہے نہ شریک و نہ ہی اور کوئی تشبیہ اس سے بدتر اور غلط ہو ہی نہیں سکتی اور چونکہ اس قسم کی تشبیہ میں شدت کے ساتھ قہاحت پائی جاتی باور انتہا سے زیادہ ظلم دیکھا جاتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ کر دیا کہ باوجودیکہ ہمارا کام رحمت ہے اور ہم نے اپنے اوپر مہربانی کرنا لازم کر لیا ہے تاہم اس شخص کی بخشش ممکن نہیں جو ہمارے ساتھ اور نہ شریک نہیں آتا ہے۔ خصائص الہیہ میں ایک خصوصیت عبادت ہے جو انتہا درجہ کی ذلت اور غایت درجہ کی محبت پر مبنی ہے محبت و ذلت گویا عبادت کے دو پاؤں ہیں جنکے بغیر اس کا قیام و دوام ممکن نہیں ہے اور عبادت کی پوری حقیقت یہی ہی ہے۔ عبادت میں جو لوگوں کے منازل و مراتب مختلف ہوتے ہیں وہ ان ہی دونوں اصولوں — یعنی محبت و ذلت کے تقاضا و شرک و ج سے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو شخص انتہا درجہ کی محبت غیر الہی سے کرتا یا خدا سے

زیادہ ذلت کا اظہار اسکے آگے کرنا ہے تو وہ خدا کے خالص حق میں غیر کو اسکے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اور یہ نہ صرف ناممکن بلکہ محال ہے کہ شرائع میں سے کوئی شریعت اس امر کی اجازت دے اور قطع نظر اسکے اس امر کی تباہی و بکارت پر فطرت پر عقل کے ذہن میں حجم کلی ہے ان اتنی بات ضرور ہے کہ شیاطین کے اکثر لوگوں کی فطرتوں کو خراب کر دیا ہے اور انکی عقلوں میں فتنہ و خلل ڈال دیا ہے اسوجہ سے وہ اپنی اصلی فطرت کو چھوڑ بیٹھے۔

ہیں لیکن تاہم جن خوش فہمیتوں نے ازل میں نیکی کا نسخہ حاصل کر لیا ہے اور جنہیں خدا کی طرف سے صراطِ مستقیم کا رستہ دکھایا جا چکا ہے وہ اپنی اسی اصلی فطرت کے قدم بقدم چلے جاتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کو انکے پاس بھیجتا اور کتابیں مازل فرماتا ہے تو چونکہ پیغمبروں کی ہدایتیں اور آسمانی کتابوں سے تعلیم انکی فطرت و عقل دونوں کے مطابق پڑتی ہیں تو انہیں نور علی نور کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور خدا جیسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ جب یہ مقدمات ہمارے ذہن نشین ہو چکے تو اب یہ نتیجہ نکال لینا بہت آسان ہو گیا کہ منجملہ خصائص الہیہ کے ایک خصوصیت سجدہ کرنا ہے تو جس نے غیر خدا کو سجدہ کیا اُس نے قطعاً اور یقیناً مخلوق کو خدا سے تشبیہ دی ہے یہ طریق خصوصیت عقل ہے تو جس نے غیر خدا پر سجدہ کیا آخر خدا کو خدا کے مشابہ بنا دیا عقلی ہذا القیاس ایک خصوصیت تو یہ ہے اور غیر خدا کے لئے تو بڑا کڑواں لائق کو خالق کے ساتھ تشبیہ دینے والا ہے اور اسی پر قیاس کر لو منت و نذر اور قوم وغیرہ۔ یہ صورتیں تو تشبیہ کی تہیں یعنی غیر خدا کو خدا کے ساتھ مشابہت دینے کی صورتیں اب تشبیہ یعنی خود خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کا حال سنئے۔ بندہ کے دل میں اس خواہش کا پیدا ہونا کہ جو صفات خدا تعالیٰ کے خصائص میں ان میں سے کوئی خصوصیت نہہ میں موجود ہو جائے مثلاً ایک شخص اپنے تئیں بہت بڑا آدمی سمجھتا اور تکبر اور ناز بجا کا اظہار کرتا ہے اور ساتھ ہی اس بات کا خواندہ ہے کہ لوگ میری تعلیم و تکریم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں اور میری طرح و شما میں مبالغہ سے کام میں جیسے سامنے ہمارے اندر اور خصوصاً کا اظہار کریں اور خوف و رجا دونوں حالتوں میں مجھے امیرین رکھیں دل سے میری طرف متوجہ ہوں اور اپنی ہر ادوں اور حاجتوں میں میری طرف التجا لائیں تو جس کے دماغ میں یہ خطہ سمجھا ہے وہ خدا کے ساتھ مماثلت و مشابہت پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسکی رجو بیت اللہ اُمی میں رخنہ انداز ہو کر بغاوت کا علم اونی کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں خود اس قابل ہے کہ خدا سے حد درجہ کا ذلیل و خوار کر کے اپنے بندوں کے قدموں تلے پامال کرادے۔ صحیحہ حدیث میں آیا ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ

وہم نے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے عظمت میرا تہنندا اور کبر مائی میری چادر ہے یعنی یہ دونوں باتیں خاص
 مجھی کو شانیاں ہیں تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں ہی مجھے نزاع کرتے گا میں اُسے عقیق
 سزاؤں گا اور سزائے کافی دونوں گا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مصور کو جو انسان و حیوان
 کی صورتیں بناتا ہے۔ قیامت کے روز سخت سے سخت اور بڑے بڑے عذاب ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے
 کہ مصور اس جان خراش اور دل گداز عذاب کا اسلحہ مستحق ہوا کہ وہ اپنی کاریگری میں خدا کے سا
 مشابہت پیدا کرنا چاہتا تھا تو جب صرف کاریگری میں خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کا یہ نتیجہ
 ہے تو یسوع خداوندی اور الوہیت باری میں مشابہت پیدا کرنے کا کیسا کچھ انجام ہوگا۔ حدیث
 میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز سخت سے سخت عذاب مصوروں کو
 ہوگا اُن سے زجر کہا جائے گا کہ جو صورتیں تم نے اپنے ہاتھوں سے گہڑی میں اُن میں جان بھی تم ہی
 ڈالو۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جن لوگوں نے میری طرح صورتیں بنائی سرور
 کی ہیں اُن سے بڑے ظالم و اذیت من کوئی نہیں تو اُن کو چاہیے کہ ایک ذرہ ہی پیدا کر دیا میں یا
 ایک جو بھی پیدا کر دین ذرہ اور جو میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب یہ ان حقیر چیزوں کے پیدا کرنے اور
 بنانے پر قدرت نہیں رکھتے تو بڑے بڑے اجسام کیا خاک بنا سکیں گے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ
 جب صرف ایک صورت کے بنانے میں خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے یہ کچھ سزا مرتب ہے تو
 جو لوگ خدا کے خواص ربوبیت اور اہمیت میں مشابہت پیدا کرتے ہیں انکی کیا کچھ خرابی اور عیسیٰ
 نہ ہوگی۔ اس طرح اگر کوئی شخص اپنا وہ نام رکھے جو خدا کے علاوہ کسی کوٹ یا نہین سے ملک الملک
 یا حاکم الحکام وہ بھی مشرکوں کی اُسی بہانجی میں شامل ہے جسکا اوپر بیان ہوا۔ حدیث میں آیا
 ہے کہ خدا کو سب سے زیادہ نفرت اُس شخص سے ہے جو اپنا نام شاہنشاہ یا ملک الملک رکھے۔ حالانکہ
 خدا کے سوا کسی کو بلا شہادت و ملک مسلم نہیں۔ دوسری حدیث میں یہ لفظ آئے ہیں کہ خدا کے نزدیک
 اُس شخص سے زیادہ مغضوب اور دشمن اور کوئی نہیں جو اپنا نام ملک الملک رکھے۔ دیکھو اس حدیث سے
 اُس شخص پر کس وجہ تائید اور خدا کا غیظ و غضب پڑا ہوگا جو خدا کے ساتھ اُنکے نام میں شہادت
 پیدا کرنے کا قصد کرتا ہے اور اپنے کو اُس نام سے نافرور کرنا چاہتا ہے جو خدا کے سوا دوسرے کو زیبا
 نہیں حالانکہ سب بلا شہادتوں کا ہد شاہ اور تمام حاکموں سے بڑا حاکم وہی وحدہ لا شریک ہے

فضل

جب یہ باتیں ظاہر ہو گئیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ اس مقام پر ایک عظیم الشان اصل اور دین کا بڑا حق وعدہ
پہچان ہوتا ہے جس سے مسئلہ شرک کا مجید اور اسکے سمجھنے کی حلیم کمانی اچھی طرح ہوجانے کی اور وہ یہ ہے
کہ خدا کے نزدیک سب بڑا گناہ بندہ کا اسکے ساتھ بدگمانی کرنا ہے کیونکہ خدا سے بدگمانی رکھنے والا حقیقت
میں اُس کے کمال مقدس کے خلاف گمان رکھنے والا ہے اور جب یہ ہے تو ایسا شخص ضرور خدا کے اسماء و
صفات کے برخلاف اعتقاد رکھے گا اس لیے خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کے بارے میں جو اُس کے ساتھ بدگمانی
رکھتے ہیں وہ وہ سخت وعیدیں نازل فرمائی ہیں جو دوسرے حق میں نازل نہیں فرمائی ہیں چنانچہ ایک مقام پر
ارشاد فرمایا ہے عَلَیْکُمْ ذِیْقَاتُ التَّوْبَةِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَهَکُذَّبَ عَنْکُمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَکُنتُمْ مَخْذُومًا
یعنی ایسے ہی لوگوں پر انکے گناہوں کی بُری گردش پڑ گئی اور اپنے خدا کا غضب بڑھ گیا ہے گا اور اسکی
پہنکا ہوگی۔ خدا نے انکے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ انکا برا ٹھکانہ ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے
مقام میں اُن لوگوں کے بارے میں جو خدا کی صفات میں سے کسی صفت کا انکار رکھتے ہیں یوں فرمایا گیا ہے
وَمَنْ لَّمْ یَلْمِزْکُمْ اللّٰہُ فَعَلِمَ عَلَیْکُمْ مِثْرًا ۚ اَلَمْ یَلْمِزْکُمْ مِّنْ قَبْلِ ہٰذَا وَلَمْ یَلْمِزْکُمْ مِّنْ قَبْلِ ہٰذَا وَلَمْ یَلْمِزْکُمْ مِّنْ قَبْلِ ہٰذَا
جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی تمہارے اسی بدگمانی نے تو آج تم کو تباہ کیا اور تم کہاتے میں پڑے
اسی طرح حضرت ابراہیم کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا اِنَّکُمْ لَقَوْمٌ تَدْعُوْا لِمَا لَا فَلَاحَ ۚ وَاَنْتُمْ لَعٰنَةُ
اٰلِہٖٓ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تَرْثُوْنَ ۚ وَاَنْتُمْ لَعٰنَةُ اٰلِہٖٓ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تَرْثُوْنَ ۚ وَاَنْتُمْ لَعٰنَةُ اٰلِہٖٓ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ تَرْثُوْنَ ۚ
اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ یہ زیت کیا چیز ہیں جبکہ تم پرستش کے لیے بے بیش ہو کیا خدا کے حوالہ سے
بنائے ہوئے معبودوں کے پیچھے پڑے ہو تو تم نے اعداءِ عالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ تم کیا سمجھ کر غیر خدا کی عبادت کرتے ہو تمہارا یہ فعل بد تو ایسا ہے کہ حقیقت خدا سے تمہارا واسطہ پڑ گیا
وہ متین تمہاری اس کرکوت کی بُری سے بُری سزا دے گا اور سزائش کے طور پر خطاب کرے گا کہ جو تم
تم میرے غیر کی پرستش کرتے تھے اس وقت تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا تھا اور میرے اسماء و صفات اور ربوبیت
میں کیا کمی دیکھی تھی جو دوسروں کی عبادت کی ضرورت پڑی۔ کا شتم اُن باتوں کا دلی عقائد
رکھتے جو میری ذاتِ متحدہ سے کلامی تھیں اور مجھے وہی گمان رکھتے جسا میں سزا دہر تھا۔ اگلے

نم نہی نسبت ان باتوں کا اعتقاد رکھتے کہ میں ہر چیز سے واقف ہوں مجھے ہر چیز پر قدرت ہے میں اپنے
 ماسوا سے مستغنی اور غنی بالذات ہوں ساری مخلوق اول سے آخر تک میری محتاج ہے۔ میں اپنی
 مخلوق میں انصاف کرتا اور ہر فیصلہ میں عدل کی کما حقہ رعایت کرتا ہوں۔ میں اپنی مخلوقات کی
 تدبیر و انتظام میں یکتا اور منفرد ہوں۔ میرے کسی کام میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا مجھے تمام
 جہان کے حالات ذرہ ذرہ تفصیل کے ساتھ معلوم ہیں اور سب میرے سامنے عیان اور آئینہ ہیں۔
 مخلوق کی پوشیدہ سے پوشیدہ بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ میں ساری مخلوق کے لئے تہنا اور اکیلا کافی
 ہوں۔ مجھے کسی کی اذاد کی حاجت نہیں۔ میں اپنی رحیمی میں بے پروا ہوں اور یہ صفت بالذات میرے
 لئے ثابت ہے یہ نہیں کہ جب دوسرا شخص مخلوق کے حلال پر مجھے رحم دلگے میں اُن پر مہربانی کا اظہار
 کروں ورنہ نہیں۔ میرا حال دنیا کے رئیسوں اور بادشاہوں جیسا نہیں ہے کہ وہ ذری ذری ساری
 باتوں اور ادنیٰ ادنیٰ کاموں میں ان لوگوں کے محتاج ہوتے ہیں جو رعیت کے حالات اور اُن کی
 حاجتیں انہیں معلوم کر لے ہیں اگر یہ لوگ رعیت کا حال اور انکی حاجات بادشاہ کو معلوم نہ ہوں
 تو وہ ہرگز اُن سے واقف نہیں ہو سکتے اور رعیت کی کارسباری بغیر دوسروں کی امداد کے ہرگز نہیں
 کر سکتے۔ اس طرح تا وقتیکہ دوسرے لوگ انہیں رحم و شفقت نہ لائیں اور مجرموں کے گناہوں
 کی سفارش نہ کریں انہیں کسی پر رحم نہیں آتا۔ غرض کہ اُن کا بغیر دوسروں کی مدد کے چل نہیں
 سکتے اور جب تک اُن میں اور رعیت میں چند در چند واسطے ہوں اُن کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی
 کیونکہ وہ محتاج بالذات اور ضعیف عاجز محض ہیں انکے علوم کوتاہ اور عافیتیں قاصر ہیں خلاصہ
 یہ کہ آدمیوں کو خدا کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رہنا اور اچھے خیالات اسکی نسبت قائم کرنے چاہیے
 اور یہ چہنا چاہیے کہ جس مقدس اور پاکذات کو ہر چیز پر قدرت کاملہ حاصل ہو جو سب سے بڑا اور اسیا
 رحمان و رحیم ہے جس کی رحمت ہر شے کو محیط و حاوی ہے اس میں اور اسکی مخلوق میں واسطہ
 دخل دینا اور یہ خیال کرنا کہ خدا تعالیٰ فلان کا نام فلاں شخص فلاں چمکی دیا اسکے ذریعہ سے کرتا ہے حقیقت
 میں اسکی ربوبیت انکی الوہیت اور وحدانیت پر بڑا بہاری الزام اور عیب لگاتا ہے اور یہی منہ
 ہیں اُس کے ساتھ بدگمانی کرنے کے۔ اور ایسی باتیں ہیں جن کا خدا کو اپنے بندوں کے لئے کسی
 شریعت میں جو نہ کرنا یا کسی مذہبی قانون میں جائز رکھنا محال ہے۔ یہ باتیں عقل میں آ سکتی ہیں۔

نہ انسانی فطرت انہیں تسلیم کر سکتی ہے بلکہ عقول سلیمہ میں امور کی برائی اور قباحت اس درجہ جمی ہوئی ہے
 جسکا حد و حساب نہیں۔ عقل سلیم ہر شخص کو اس بات کی ہدایت کرتی ہے کہ عباد اپنے معبود کی حد درجہ تعظیم
 کرے اور اُسکے سامنے ہر طرح سے اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار کرے اور یہ ظاہر بات ہے کہ صرف خدا کا
 واحد ہی اس بات کا مستحق اور سزاوارک ہے کہ اُسکے حضور میں کمال تعظیم اور اجلال ظاہر کریں اور پوری
 خاکساری اور حضور سے پیش آئیں اور یہ حق فالص خدا ہی کا ہے کسی دوسرے کو اس میں شرکت
 نہیں ہو سکتی تو اب مقام غور ہے کہ اگر کوئی شخص ان حقوق کو دوسروں کے لئے تجویز کرے یا دوسروں
 کو ان میں شریک سمجھے تو انصاف سے دیکھو کہ اُسے اپنی جان پر کیسا غضب ڈھایا اور کتنا بڑا ظلم
 کیا۔ خاصہ کہ جبکہ اسکی جناب میں ایسے شخص کو شریک ہٹرایا جائے جو اُسکا مملوک اور غلام ہو جیسا کہ
 خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **لَكُمْ مَثَلٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ هَلْ لَكُمْ مِنْ مَا لَكُم مَثَلٌ** کہ تم کو اپنے آپ کا
 ایسا نہ ہو کہ تم نے اس میں جو چیزیں شریک نہیں ہو سکتا اور اقا اپنے مملوک کی شرکت کو اور
 وہ بھی اُسکے رزق میں پسند نہیں کرتا بلکہ ایک طرح کی نفرت اور اپنے حق میں ذلت سمجھتا ہے تو تم میری
 غلاموں کو اپنے پیچ میں شریک کیونکر ہٹراتے ہو جس میں متفرد اور یکتا ہوں ایسے صفات الوہیت
 جو میرے سوا کسی اور کو سزاوار نہیں اور میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص اُسکا استحقاق نہیں رکھتا
 تو جس کم عقل اور عاقبت اندیش نے ایسا خیال کیا اُسے میری عظمت و شان اور جاہ و جلال کا ذرا
 اندازہ نہیں کیا اور جیسے میری قدر کرنی چاہئے تھی ویسی نہیں کی اُسے مجھے اُن اوصاف میں یکتا اور
 متفرد نہیں سمجھا جو میری ذات مقدس کے ساتھ مخصوص ہیں اور نہ میرے خالق و رازق ہونے کو تسلیم کیا
 اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کو خدا کی عظمت و جبروت کچھ بھی اندازہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ
 خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **يَكْفُرُ النَّاسُ بِحُجَّتِكَ إِنَّ الْأَوَّلِينَ كَانُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ يُخَفِّفُونَ**
أَثْمًا بَاغُوا أَجْمَعُونَ إِنَّ يَسْتَلِيمُونَ الذَّبَابَ شَيْئًا لَا يَسْتَنْفِذُ مِنْهُ حَفًّا وَ أَصَابَتْ
الْمُطَلَوْبُ رِمَاقًا قَدْ رَوَّاهُ اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَعَزِيزٌ مَرِيءٌ
 یعنی لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو

وہ ایک کبھی ہی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اسکے پیدا کرنے کے لئے سب کے سب اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر
 کبھی اُن سے کچھ چھین لیجائے تو اُس کو اُس سے چھوڑا نہیں سکتے کیسے بوسے یہ بت جو کبھی کے کچھ پرین
 اور اسکو نہ پھر سکیں اور کیسے بوی وہ بیچاری کبھی جسکا یہ چھینا گیا جائے اور پھر یہی مانتے نہ آئے۔ ان
 لوگوں نے خدا کی جیسی قدر جانتی چاہیے بقی جانی ہی نہیں ورنہ اللہ تو بڑا زبردست اور سب پر غالب
 ہے۔ اس آیت میں یہ بات صاف طور پر بیان ہوئی ہے کہ جو شخص خدا کے سوا اوروں کو شریک
 کرتا ہے وہ خدا کی عظمت و جبروت کی ایسی قدر نہیں کرتا جیسے اسکی قدر کرنی چاہیے یہ احمق و جاہل
 ایسی کمزور مخلوق کو شریک خدا کی بٹیرتا ہے جو ضعیف سے ضعیف اور چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے پیدا
 کرنے کی قدرت نہیں رکھتی اور اگر کبھی جیسی ضعیف مخلوق اُس سے کچھ چھین لیجائے تو وہ اس سے
 چھوڑنے پر قادر نہیں رہتی۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے وَمَا قَدْ ظَلَمَ اللَّهُ حَقَّ
 قَدْرِهِ وَالْأَوْحَىٰ يَجْعَلُ الْفَضْلَ لِمَن يَشَاءُ لَئِن لَّمْ يَظْهَرِ إِلَّا قِطَاعٌ لِّعَيْنِ ان لَّوْگُوْنَ لَیْ نَسْفِکَ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ
 اُسکی کچھ بھی قدر نہیں مکی حالانکہ وہ ایسی عظمت و قدرت رکھتا ہے کہ قیامت کے دن یہ ساری زمین اسکی
 ایک ٹہی میں ہوگی۔ پس جسکی عظمت و شان کا یہ حال ہے اُسکی قدر و وقت کا اندازہ اُن احمقوں نے کچھ بھی
 نہیں کیا جو ٹی ہتھ کی مورتوں کو اسکی عبادت میں شریک کرتے اور ضعیف سے ضعیف اور عاجز سے عاجز
 چیز کو خدائے قادر و قوی کا ہمسرہ بناتے ہیں لہذا جب یہ ہے تو خدا کا یہ ارشاد بالکل ٹھیک اور صحیح ہے
 کہ مَن مَن لَّمْ یَسْأَلْ سَأَلًا سَوَیًّا سَأَلَ سَأَلًا مِّنْ دُونِ ذَٰلِکَ فَسَمَّیْهِمْ عِبَادَ الشِّرْکِ لَا یَسْمَیْهِمْ عِبَادَ اللَّهِ
 جیسی کرنی چاہیے ہتی۔ اس طرح اُن لوگوں نے بھی خدا کی کچھ قدر نہیں کی جو کہتے ہیں کہ خدا نے
 نہ تو اپنی مخلوق کو کچھ ہی سجانے کوئی کتاب تک مازل فرمائی اور نہ صرف اسی پر بس کرتے ہیں بلکہ اسکی
 مقدس ذات کی طرف وہ چیزیں منسوب کرتے ہیں جو اسکی عظمت و شان کے لائق نہیں ہیں۔ مثلاً
 کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) خدا نے اس تمام مخلوق کو محض مہل اور بیکار پیدا کیا ہے اور اُن کی
 اصلاح کا کچھ سامان نہیں کیا اور بالکل عبث و باطل پیدا کیا ہے علیٰ ہذا العتاس ان لوگوں نے
 یہی خدا کی بزدگی اور اسکی شان پاک کی قدر نہ جانی جو اسکی اسماء حسنی کی حقیقت سے انکار کرتے
 اور مقدس صفات کی نفی کرتے ہیں۔ مثلاً اسکے سمیع و بصیر اسکے ارادہ و اختیار اسکے اپنی تمام مخلوق پر
 عالی و غالب ہونے کا انکار کرتے اور مخلوق میں سے جس سے چاہے اور جو کلام کرنا چاہے اسکی

تلقی کرتے ہیں۔ نیز اسکی عموم قدرت کے منکر ہو کر کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرت افعال عباد یعنی بندوں کی طاعت و معصیت کے متعلق نہیں ہوتی بلکہ بندے از خود ان دونوں باتوں پر قدرت رکھتے ہیں اور بغیر مشیت خداوندی جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں۔ غرض کہ وہ بندوں اور ان کے افعال کو خدا کی قدرت اور اسکی مشیت سے نکال کر انہیں مطلق العنان بتاتے اور خالق افعال مانتے ہیں اور کہہ کر کہتے ہیں کہ بندوں کو ہر طرح سے اپنے افعال پر قدرت و امکان ہے۔ انکے اس ہونے اور وہی قول کے موافق لازم آتا ہے کہ جو بات منظر خدا نہیں ہوتی وہ انکی قدرت سے ہو سکتی ہے اور جسکے وجود ہونے کی نسبت اسکی مشیت متعلق ہوتی ہے وہ نہیں ہوتی تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً

اس قسم کے لوگ گویا اپنے وقت کے مجوس ہیں اور خدا تعالیٰ ان کے ان بیودہ اقوال سے برتر و پاک ہے یہ لوگ قدر یہ کہلاتے ہیں اور ان ہی کے قریب قریب ایک اور گروہ ہے جسے جبر یہ کہتے ہیں۔ اس فرقے بھی جیسی خدا کی قدر کرنی چاہیے نہیں کی اور اسکی عظمت و شان کا ذرا اندازہ نہیں کیا۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ باوجودیکہ بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتا اور نہ اسے اپنے افعال میں کچھ دخل ہوتا ہے بلکہ جو کچھ ہی اس سے سرزد ہوتا ہے خاص خدا ہی کا فعل ہوتا ہے لیکن تو یہی وہ لوگ افعال بد کی سزا دے گا گویا اسکا یہ مطلب ہوا کہ ایک فعل خود خدا کرتا ہے اور بندہ کو اسکی سزا دیتا ہے آپ بندہ کو فعل بد پر مجبور کرتا ہے اور سبہ کاری کا بد نما و ہتہ اسکی پیشانی پر لگاتا ہے اسکا جبر لوگوں کے باہم جبر کرنے سے اسکی زبہو معنی لوگوں کے ایک دوسرے پر زبردستی کرنے سے بد جہا زیادہ ہے کیونکہ ہر شخص کا جبر و زبردستی بقدر اسکے مرتبہ کے ہوتا ہے۔ غرض کہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ بندہ مجبور محض ہے اور جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے اور یہ عقیدہ بد اہت عقل اور فطرت کے نزدیک سراسر باطل اور محض لغو ہے وجہ یہ کہ جب آقا کا اپنے غلام کو کشتی فعل پر مجبور کرنا اور پھر اس فعل پر اسے سزا دینا معیوب اور قابلِ طاعت ہے تو خدا جو سب مضمونین سے زیادہ منصف۔ سب حاکموں سے بڑا حاکم۔ تمام مہربانوں سے بڑا مہربان ہے اسکی جناب میں کیا کچھ معیوب اور قبیح ہوگا۔ عقل اور نیز فطرت ہرگز جائز نہیں رکھتے کہ خدا خود ہی تو اپنے بندے کو ایک ایسے فعل پر مجبور کرے جو اسکے اختیار قدرت میں نہ ہو اور نہ اسکے ارادے اور فعل سے واقع ہو اور پھر خود ہی اس فعل کی اسے سزا بھی دے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ جبر یہ کا یہ عقیدہ اگر غور کیا جائے تو جو سبوں اور قدروں کے خلاف ہے

بہت زیادہ بدتر اور غریب۔ لیکن خلاصہ یہ ہے کہ دونوں فرقوں نے خدا کی کچھ ہی قدر نہ جانی اسکی عظمت و شان کا ذرا ہی حق ادا نہیں کیا۔

اسی طرح اُن احمقوں اور نادانوں نے بھی خدا کی عظمت و کبریا کی کا اندازہ نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کے ہر جگہ اور ہر مکان میں ہونے کے قائل ہیں حتیٰ کہ ناپاک اور بدبودار مقاموں اور ستمنا سوں اور پاخانوں اور اُن مقامات میں بھی خدا کے موجود ہونے کے قائل ہیں جبکہ ذکرِ مستنہ ہونے کا لون کو نفرت اور دل میں گہن پیدا ہوتی ہے اور تمنا شاید ہے کہ قرآن مجید کی اُن تمام آیات اور احادیث کا انکار کرتے ہیں جن سے خدا کا عرش پر جلوہ فرما ہونا ثابت ہو تا ہے گویا اُن کا مطلب یہ ہے کہ خدا عرش پر جلوس فرما نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر موجود ہے خواہ وہ موقع پہلا ہو یا بُرا۔ سہتر ہو یا حقس مناسب ہو یا نامناسب۔ حالانکہ وہ قرآن مجید کے ایک موقع پر یوں ارشاد فرماتا ہے: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَصْطَفِي الْمَلَائِكَةَ وَالْعِزَّةُ الْمُنَافِقِينَ** یعنی اسی خدا کی طرف پاک اور ستھرے گلے چڑھتے اور نیک عمل اونچے ہوتے ہیں اور فرمایا **تَعْمُرُ الْمَوْتَكُمُ وَالْمَوْتُ يَحْيِيكُمْ** یعنی فرشتے اور روح اسکی طرف چڑھتے ہیں اور فرمایا **يُذَوِّبُ الْخَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يُمْرُجُ الْيَبْرُ** یعنی خدا ہی آسمان سے زمین تک کے ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے ہر تمام امور کا نتیجہ اسکی طرف چڑھتا ہے۔ غرض کہ ان آیات سے کلمات طیکہ صعود اور احوال صالحہ کا ارتفاع اور فرشتوں کا آسمانوں کی طرف عروج اور زمین کی جانب نزول ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ ان سب باتوں کا انکار کر کے آیت مذکور کی طرف بالکل ملتفت نہیں ہوتے اور سرِ یہ ملک پر خدا کے استوا سے اعراض کر کے اسکا ہر ایک ایسے موقع اور مکان میں موجود ہونا ثابت کرتے ہیں جس سے نہ صرف انسان کو بلکہ حیوان کو بھی دلی نفرت اور طبعی کراہت ہوتی ہے ہر عقل و دانش بایہ گریست:

اسی طرح اُن لوگوں نے خدا کی عظمت و جبروت اور اس کے جاہ و جلال کی ذرا قدر نہیں کی جو اس کے قائل ہیں کہ خدا کو جس طرح محبت و رحمت اور شفقت سے کچھ سیر و کار نہیں ہی طرح عفو و درگزر و مہربانی سے تعلق نہیں بلکہ وہ ان دونوں قسم کے اوصاف سے پاک اور منزہ ہے اور نہ اُن لوگوں نے خدا کی قدر وہ وقت کا اندازہ کیا جنہوں نے اسکی حکمت بالغہ کی نفی کی اور اس بات کے مستعد ہو گئے مگر افعال خداوندی کی کوئی غایت اور انجام نیک نہیں ہوتا۔ یہی حال کہ اُن لوگوں کا ہے جو اس بات کے قائل ہیں

اصل خدا کوئی فعل اصل ستر نہ نہیں ہوتا نہ کوئی فعل اس کے اختیاء و قدرت میں ہے نہ اس کی ذات سے کوئی فعل قائم ہے بلکہ اس کے تمام افعال، مفعولات منفصلہ یعنی ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس سے جدا اور علیحدہ رہتی ہیں اور اسی عقیدہ فاسد کی بنا پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی مقام پر نزول کرنے اور کسی مکان میں جلوہ آما ہونے اور عرش مجید پر قائم ہونے طور کے کنارہ پر موسیٰ سے باتیں کرنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے قیامت کے روز میدان حشر میں جلوس فرما ہونے سے پاک ہے اس کے علاوہ خدا کے اور بہت افعال اور اوصاف کمال سے انکار کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان باتوں کے انکار سے ہم نے خدا کی دیسی ہی قدر جانی جیسی اس کی قدر کرنی چاہیے یہی بہی حال ان لوگوں کا ہے جو خدا کے لئے جوہر اور اولاد ثابت کرتے اور تمام مخلوقات میں اس کا حلول مانتے یا وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے خدا کی عظمت و شان کا اندازہ نہیں کیا جو کہتے ہیں کہ خدا نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کے دشمنوں کا رتبہ بلند کیا اور دنیا میں ان کا آوازہ اونچا کیا۔ خدا نے ان میں سلطنت و خلافت قائم کی اور انہیں غریت و توقیر کے متعین عنایت فرمائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں اور اہل بیت کے مددگاروں کا رتبہ بلند کیا اور انہیں ذلت و امانت کا لباس پہنایا یہاں تک کہ وہ جہان جہانہ میں ذلت و خواری ان کے ساتھ رہتی ہے گویا ان کی پیشانیوں پر دولت کی مہر لگا دی گئی ہے ان یہودہ گویوں اور مادہ سروں کی یہ اقرا بندیان نہ صرف جناب نبی کریم کے اولیاء و اصحاب کی تو ہیں مگر باعد میں بلکہ جناب باری تعالیٰ کی نسبت بڑا سخت عیب لگانے کے موجب ہیں حالانکہ خدا ان روافض کی بہتان بندلیں سے پاک اور سبر ہے۔ روافض کا یہ قول و حقیقت یہود و نصاریٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے جو وہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ خدا نے ایک ظالم و خنوع بادشاہ زمین پر بھیجا جس نے اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا پر جوڑ جھوٹ طوفان اٹھائے۔ ایک دواز عرصہ تک خدا پر جوڑ بولتا اور اپنے مقتدون پر یہ افسوس بھونکتا رہا کہ خدا نے ایسا ایسا فرمایا ہے ان ان باتوں کا حکم کیا ہے ان ان سے منع فرمایا ہے۔ وہ گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی شریعتیں منسوخ کرتا اور ان کے پیروں کے خون و مال اور نیک و فرزند کو مباح سمجھتا رہا اور کتا مار کتے خدا پر سب باتیں مجھے حلال کر دی ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ اس مدعی نبوت کے زمانہ ظہور سے یک زمانہ وفات تک خدا ہی برابر اس کی مدد کرتا اور اس کے دشمنوں اور مخالفوں پر اسے غلبہ دیتا رہا اسے اپنی بارگاہ کا مقرب

اس کی دعاؤں کو قبول کرتا اس کے مخالفوں پر اُس کو غالب کرتا اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلائل قائم کرتا رہا۔ دشمنوں میں سے اگر کسی نے اُس کا مقابلہ کیا تو خدا نے اسکو فتح دی۔ اُس بنا پر اُس زمانہ کے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے اور اس کے قول و فعل اور تقریر کی تصدیق کرتے رہے اور یہ اعتقاد اُن کے دلوں میں اس قدر بیٹھا کہ اُن کی نسلوں میں قرن بعد قرن اور زمانا بعد زمان اس مستامت کا جو شل پہنچتا گیا اور قیامت تک پھیلتا رہے گا۔ یہود و نصاریٰ کے اس مخرجات کو مستند کون ایسا شخص ہے جو بے ساختہ یمنین بول اٹھتا کہ اُن کے ان یہود و اقوال سے خدا تعالیٰ کی ذات مقدس اور اس کے علم و رحمت اور ربوبیت میں کتنا بڑا قدر و طعن عائد ہوتا ہے۔

نحالی احمد بن قول ابوالہدین علو اکبر۔ تو اگر تم یہود و نصاریٰ کے ان اقوال و امہ اور ان کے مہمانی رافضیوں کے اقوال میں موازنہ کرو گے تو دونوں کو یکساں اور برابر پاؤ گے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

رضیع لبان ثدی اتم تقاسما + ہاسم درج عوض لا تفرق + تجھے گو یاد و بچوں نے ایک چھاتی سے دو دو پیاجے یا شب تاریک میں دونوں نے حلق کر لیا ہے جس میں کبھی فرق نہ آئے گا۔

اسی طرح اُن لوگوں نے بھی خدا کی ویسی قدر نہیں جانی جیسی جانی چاہیے تھی جو کہتے ہیں کہ اگر خدا اپنے دوستوں اور اُن لوگوں کو عذاب کرے جنہوں نے طرفہ العین نبی اسکی نافرمانی نہیں کی تو جہاں ہے اور جنت میں داخل کرے تو بھی جائز ہے کیونکہ اسکے نزدیک مطیع کو دوزخ میں داخل کرنا یا جنت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا دونوں باتیں کیسا ہی قرآن و حدیث میں جو خبریں اس کے برخلاف آئی ہیں اُن کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم نیک کام کریں گے تو جنت میں داخل ہو سکیں گے اور بُرے کام عمل میں لائیں گے تو دوزخ کے سزاوار تھیں گے۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے عدل و حکمت کے خلاف کر رہی نہیں سکتا لیکن اُن کا یہ قول محض لغو اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ خدا نے قرآن مجید میں اُن لوگوں پر سخت انکار کیا ہے جو اس بات کو جائز کہتے ہیں اور جو ایسا حکم لگاتے ہیں اُن کی بہت ہی مذمت کی ہے۔

اسی طرح اُن لوگوں نے بھی خدا کی عظمت و شان کا اندازہ نہیں کیا جنکا خیال ہے کہ خدا آدمیوں کو سر سے پیچھے نہ دیکر کے نہ اُٹھائے گا اور قیامت کے دن لوگوں کو منجلی کی جڑ اسنا دیے اور ظلم و ظلمہ کا انصاف کرنے کے لیے جمع کرے گا۔ جن لوگوں نے خدا کے لیے اور اسکی خوشنودی و رضامندی کیلئے دنیا میں

بڑی مصیبتیں اور مشقتیں جیسی ہیں انکی کچھ قدر بھی جائے گی اور خدا کی عظیم شان کرامت و عطاسے انکی تعظیم و توقیر نہ ہوگی۔ کافروں کا جہوش اور ان لوگوں کا اقرار جو قیامت کے ہونے میں اختلاف کرتے ہیں ظاہر نکلیا جائے گا اور اہل حق و باطل کا باہمی فیصلہ ہوگا۔ حالانکہ ایجو و قیامت ضرور برپا ہوگی۔ نیکوں کو انکی نیکی کی جزا۔ بدوں کو برائی کی سزا انصاف کے ساتھ ملے گی۔ ظالم و مظلوم کا منصفانہ فیصلہ ہوگا اور سچے جہوٹے میں امتیاز یا نہ فرق ہوگا۔

اسی طرح ان لوگوں نے بھی خدا کی کمات قدر نہ جانی جو ادھر اہی کو سہل جانکر انکی مخالفت کرتے اور نواہی کی پروا نہ کیے کہ ان کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسکے حقوق کو آسان سمجھکر ضائع کر دیتے ہیں اور ان کے ذکر کو مہمل و بیکار جانتے ہیں اور اس وجہ سے انکے دل خدا سے غافل ہو جاتے اور وہ اپنے فلسفہ خواہشوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ خدا کی رضامندی پریش کی خوشنودی کو مقدم رکھنے اور مخلوق کی فرمانبرداری کو خالق کی فرمان برداری سے زیادہ ضروری جانتے ہیں۔ خدا کی رضامندی و خوشنودی کو اپنے قلب اور علم و عمل اور مال کے اعتبار سے ایک حد فاصل خیال کرتے اور مخلوق کی رعایت ان سب باتوں میں مقدم رکھتے ہیں کیونکہ وہ ان کے نزدیک غیر ضروری اور یہ ضروری باتیں ہیں۔ ایسے لوگ خدا کے دیکھنے اور ان کے مطلع ہونے کو ایک معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ ہر وقت خدا کے قبضے میں ہیں اور انکی ہر چہ خدا کے ید قدرت میں رہتی ہے۔ وہ اپنے افعال و احوال پر مخلوق کے مطلع ہونے اور انکے دیکھنے کا ہر دم دل سے دھیان رکھتے اور اس کا بہت بڑا ہتھیار کرتے ہیں۔ لوگوں سے شرماتے ہیں اور خدا سے حیا نہیں کرتے۔ لوگوں سے ڈرتے اور خدا سے خوف نہیں رکھتے۔ مخلوق کے ساتھ و لیاہی پیش آتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پیش آنا چاہیے تھا۔ مخلوق سے سوا ملکہ کرتے وقت بیکے عمدہ نمونے ظاہر کرتے اور تاہم امکان و بابت داری برہنہ ہیں مگر حجب خدا کے ساتھ معاملہ آہڑتا ہے تو نہایت ذہانت اور روروی سے پیش آتے ہیں اگر مخلوق میں سے کسی اپنے محبوب کی خدمت کرنے کا اتفاق پڑتا ہے تو کوشش و سرگرمی کا کوئی قصہ اٹھا نہیں رکھتے۔ اور دل کو اُسکے لیے تمام چیزوں سے خالی کر دیتے ہیں۔ اپنے منافع و مضار کی اسکے پیچھے پروا نہیں کرتے اور اسکے خواہشوں کے پورا کرنے میں جان تک دینے کو دین نہیں سمجھتے لیکن جب مساعدت تقدیر سے خدا کی خدمت میں کہڑے ہوتے ہیں تو اس بڑی اور بڑی

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ چہم

از کتاب مستطاب فوائد الفوائد انفاست نفیہ ملک المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز
بندہ علاء حسن سنجری عرض کرتا ہے کہ جب توفیق ازلی موافق حال اس ناکارہ کے ہوئی اور سعادت
ابدی نے دامن اس شکستہ کا پکڑا اور الہام فطرت رہنمون اس امر کا ہوا کہ کلمات جان پرور حضرت
ملک المشائخ ۵؎ کے از امت ختم النبین ۶؎ نفاذ جوئے کے ختم المشائخ ۷؎ نظام الدین اولیاء کے
اس مجموعہ میں جمع کئے گئے ہیں اور بارہ سال کے فواید کی ایک جلد مرتب ہوئی ہے جس میں چارویں باب میں
اب یہ جلد دوم آغاز کی جاتی ہے حق تبارک و تعالیٰ ذات ملکوتی صفات حضرت خواجہ ذکریا صاحب النجیر کو عمر
خضر عطا فرمائے کہ اس شریعت کلام سے جو عین اک حیات ہے خاص عام سیراب رہیں۔ امید کہ ایک
جرعہ اس جام جان بخش سے کہ مقصود اس سے یہ معانی ہیں دیکھنے پڑھنے۔ سننے اور کہنے والوں کو
بہر دو عالم میں نہال کر دیوے ۸؎ آمین ثم آمین۔

مجلس اول

رویکشندہ تاریخ ۱۴۰۵ ماہ شعبان ۱۲۸۵ھ کو دولت قدس موسیٰ میسر ہوئی بندہ ایک
حدیث کے معانی میں متفکر تھا حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ میں احب العلم والعلماء کی تفسیر
کے کیا معانی ہیں۔ آیا اسکے یہ معنی ہیں کہ سبب محبت علمائے گناہ نامہ اعمال میں نہیں لکھے جائے
آپنے ارشاد فرمایا کہ اصل اس معاملہ میں صدق اور صلاحیت ہے جو شخص علمائے محبت سے کہے گا
ہر آئینہ انکی متابعت کرے گا اور ناشائستہ مہر سے باز رہے گا اس صورت میں اسکے گناہ نہیں لکھو
جائیں گے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ حبیب حق خلاف قلب میں ہے مکان معصیت
نہیں ہوتا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ توبہ اور انابت حالت جوانی میں کرنا چاہئے۔ بورحاً آدمی اگر توبہ
نہ کرے گا کیا کرے گا کہ اس سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اسوقت یہ دو بیت زبان مبارک سے
ارشاد فرمائیں ۵؎ چون پیر شوی بر سر انجام آئی ۶؎ آئی سر حرف خویش ناکام آئی ۷؎ ساری خود را از
تیرہ راہی ۸؎ معشوق روز بے نوائی ۹؎ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کا حال جوانی پر چھٹکا
بیسال الحق من مشیاء ۱۰؎ اسوقت ایک دانشمند حاضر ہوا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا خواجہ ذکریا
بالخیر نے اسکا سر اٹھایا اس نے عرض کیا ہمارے حصول بیعت حاضر ہوا ہوں اور باعث اس کا یہ جو
کہ میں موضع افغان پور میں پانی کے کنارے نامہ مغرب پڑھ رہا تھا کہ آپ کی صورت مجھے دعائی ہوئی

نماز میں مجھے حیرت ہوئی، قریب تھا کہ میں گر پڑوں لیکن خود کو سنبھالا۔ اور چون تون نماز پوری کی اور نبی وقت شرف حضوری مجلس شریف کا ارادہ کیا چنانچہ برائے حصول بیعت حاضر ہوا ہوں خواجہ نوکر سعد بالآخر نے اس دانشمند پر نوازش فرمائی اور اپنے حلقہ گہوشتوں میں داخل کیا اور ایسی وقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک شخص دہلی سے بجانب پاک پٹن برائے حصول بیعت حضرت شیخ الاسلام روانہ ہوا کہ وہاں پہنچو چکر حضرت کے مریدوں میں داخل ہو اثنارہا میں ایک حسینہ و جمیلہ زندگی اُس کے ساتھ ہوئی کہ وہ اس شخص پر عاشق ہوئی تھی بہت کوشش کرتی تھی کہ اس شخص پر داؤن چل جائے لیکن وہ شخص نیت صاف رکھتا تھا اور اس زانیہ سے بالکل میل نہ کرتا تھا۔ قصہ مختصر ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ وہ دونوں یکجا ہوئے مطر بگرا اس چوآن کے پاس پہنچ گئی کہ دونوں کے درمیان کوئی حجاب اور پردہ نہ تھا یہ وقت اس چوآن کے دلین اس زن جمیلہ کی محبت پیدا ہوئی اس سے بات کی یا ہاتھ ہلکی جانب دراز کیا ایسی وقت دیکھا کہ ایک شخص آیا اور لٹا پٹا منہ پر مارا اور کہا کہ فلاں جگہ جا بیگا ارادہ رکھے ہو اور نیت توبہ ہے اور یہ معاملہ ہے وہ شخص فوراً متنبہ ہوا اور پھر اس عورت کو آنکھ اوٹھا کر نہ دیکھا۔ القصہ جب یہ شخص شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ الغزیر کنیت میں حاضر ہوا آپ نے پہلی بات جو اس سے کہی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس روزم کو خوب پچا یا اور نہ مرتکب گناہ ہو گئے تھے۔ اس کے بعد گفتگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے بارہ میں ہوئی کہ آپ بہت بڑے فصیح و بلیغ تھے ایک ایک لفظ میں چار چار معانی پیدا فرماتے تھے ایک صحابی تھے انہوں نے اپنی بکری دھرت کی تھی لیکن بعد فرونگی پشیمان ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مذکرہ کیا اپنے دریافت فرمایا کہ وہ بکری کس نے لی ہے انہوں نے کہا کہ نعیم نام آچے صحابی ہیں انہوں نے خریدی اپنے نعیم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ نعیم لعیم نعیم نعیم فرودہ الیہ یعنی چار نصیحت اس فصاحت سے بیان فرمائی کہ بامد و شاید +

مجلس دوم۔ روز پنجشنبہ تاج ۹۔ ماہ مبارک رمضان ۱۲۸۶ھ کو دولت قدس پوری میرپوری
پر موم جارے کا خطا طرف وجوہ سے جسوں متوجس آ رہی تھیں کہ فلان بادشاہ اس طرف عازم
سے اور فلان نے فلان مقام پر سہراٹھایا ہے آپ نے اوقت یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ شہر خان
والی واجہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں عقدا اچھا نہ کھتا تھا حضرت شیخ
الاسلام بارہو نامے تھے کہ ۵۰ افسوس کہ زحالت نسبت خیرہ انکے خیرت شود و فوس ی۔

اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام کے انتقال ہوتے ہی کافر اس دیار پر مسلط ہوئے۔
 اسکے بعد حکایت شیخ الاسلام بہار الدین زکریا ملتانی کے بارہ مین ہونی کہ وہ بہت بڑے
 بزرگ تھے ایک دلفریب بھارت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا شملہ انکی دستا کا بہت بڑا اور
 وہ مجھ بھی سنا آپ دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ دو بوجھ ایک بار اٹھائے ہوئے ہیں۔ اسے یہ سنتے ہی شملہ
 لپٹ لیا اور سر منڈا ڈالا اس سے حضرت خواجہ بہار الدین کا کمال اظہار کر لیا چاہیے کہ
 آپ کس قدر فاضل گیر رکھتے تھے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ملتان میں ایک متعبد شیخ سلیمان نام تھا
 جب اس کا بہت شہرہ ہوا آپ اسکے پاس گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ آج کل نماز دو رکعت
 پڑھ کر کچھ معلوم ہو جائے کہ تم کس طرح سے نماز پڑھتے ہو وہ شخص اٹھا اور دو گانہ ادا کیا۔ الا تم
 برابر نہ رکھے اپنے اسکو تعلیم فرمائی کہ ہر دو فرقہ درمیان ہر دو قدم رکھنا چاہیے۔ اس سے کم
 زیادہ ہونا چاہیے۔ شیخ سلیمان نے ہر جگہ چاہا کہ جیسا آپ نے تعلیم فرمایا ہو کریں۔ الا نہ کر سکے شیخ
 بہار الدین نے یہ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم اچھے مین جا کر رہو۔ پتا نہ چلے وہ اچھے چلے گئے۔
 اسکے بعد شیخ بہار الدین زکریا ملتانی کے ارتحال کا حال بیان فرمایا کہ ایک روز ایک نئے غصے نے نامہ
 لا کر شیخ صدر الدین عارف کو دیا اور کہا کہ یہ خط مجھے ایک شخص نے دیا ہے اور کہا ہے خاص شیخ
 بہار الدین کے ہاتھ میں تھا ہے تو اس سے پھونچے۔ شیخ صدر الدین عنوان نامہ دیکھتے ہی متغیر ہو گئے
 اور وہ خط لیا کہ شیخ بہار الدین زکریا کو دیا۔ شیخ نے خط پڑھا جس پر اس کے حال سے لوگ مطلع ہوئے مجلس
 سے غصے بلند ہونے لگے اور اسی روز آپ کا انتقال ہوا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ کیسا
 اچھا عہد تھا کہ اس وقت یہ اصحاب آفتاب سپہر ہدایت شیخ ابوالغیث مدنی شیخ سیف الدین باختری
 شیخ سعد الدین حموی۔ خواجہ بہار الدین زکریا۔ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہم زندہ تھے۔ آتکے بعد
 حال شیخ سیف الدین باختری کا بیان فرمایا کہ اسی رسم حق نماز مغرب سے فایز ہو کر سو بہتے تھے
 جب بتائی رات ہوتی بیدار ہوتے۔ مؤذن موجود رہتا تھا اس سے نماز عشا دلواتے اور پھر صبح تک
 بیدار رہتے تھے ان کی تمام عمر اس ہر کے استقامت میں بسر ہوئی اس وقت بندہ نے عرض کیا کہ آپ
 سماع سنتے تھے یا نہیں حضرت خواجہ زکریا مدنی نے ارشاد فرمایا کہ ان سنتے تھے الا اور طرح سے
 سنتے تھے ان کا سماع ایسا نہ ہوتا تھا کہ مجلس ترقیب دے بلا واپس لوگوں کی دعوت کی وہ آئے
 اور سماع شروع ہوا۔ وہ اس طرح سنتے تھے کہ ایک جگہ بیٹھے کسی شخص سے کہتے کہ وہ کوئی حکایت بیان
 کہ کہ وقت خوش حاصل ہو۔ جب وقت خوش حاصل ہوتا فرماتے کہ یہاں کوئی حاضر ہے جو راگ

چھیڑے ہو وقت گویا آتا اور کچھ گامنا۔ اسکے بعد حضرت خواجہ ذکرا اللہ باغیچے کے انتقال کا حال بیان فرمایا کہ بخارا میں ایک شخص تھا اسے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک مثل سوزان دروازہ بخارا سے باہر جاتی ہے جب صبح ہوئی اسے اپنا خواب ایک صاحب نعمت سے بیان کیا اُنہوں نے تعبیر دی کہ افسوس کسی صاحب نعمت کا انتقال ہو گا اُنہیں دنوں شیخ سیف الدین باخز می نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تم سے ملنے کا اشتیاق غالب ہے اب آ جاؤ۔ شیخ سیف الدین نے یہ خواب دیکھا اور بیدار ہوئے۔ اُس ہفتہ کے وعظ میں کل ذکر و داع و فراق بیان کیا۔ خلق حیران تھی کہ یہ کیا بیان ہے اس وقت آپ نے یہ شعر پڑھا شعر ارفتمے ایران لبسا من خیر باد و غیرت آسان گردن از جان خیر باد و اس بیت کو پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ اے سلیمان جو جانور اور آنگاہ ہو مجھے میرے پیر نے خواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں تیرا منظر نہوں۔ تم آ جاؤ مجھے اُنکے ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔ اب میں عالم فانی سے کوچ کرتا ہوں یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور اسی ہفتہ کے اندر انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

جلس سوم۔ روز سہ شنبہ تاریخ ۲۸۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کو دولت قدسوسی حاصل ہوئی۔ اس وقت ایک عزیز حاضر ہوا اور کسی شخص کی جانب سے نذر گزرائی حضرت خواجہ ذکرا اللہ باغیچے نے اس شخص کو نہ پہچانا دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے اس آنیوالے نے اسکی تعریف بیان کی مگر آپ نے پھر بھی نہ پہچانا اور ارشاد فرمایا کہ میں بہت سے آدمیوں کو نہیں جانتا ہوں اگر وہ میرے سامنے آوین تب پہچان لیتا ہوں مگر نام سے شناعت نہیں کر سکتا۔ اسوقت یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ کا نام نظام الدین تھا حضرت ہنگو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ اگر کوئی گستاخی اس سے سرزد ہوتی آپ اس کا بھی خیال فرماتے بلکہ ہنسنے لگتے۔ یہ نظام الدین فوجی ملازمت میں تھے ایک مرتبہ سفر کو گئے اور چند روز بعد کسی شخص کے ہاتھ آپ کو سلام کہلا بھیجا اس شخص نے آپکی خدمت میں ان الفاظ سے کہ خود مزادہ نظام الدین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے نہ پہچانا اور ارشاد فرمایا کہ کس نے کہا ہے اسے دوبارہ عبارت اول بیان کی مگر آپ نے نہ پہچانا۔ ہر چند اس شخص نے سمجھا کہ نظام الدین آپ کا صاحبزادہ ہے اور اسے سلام کہا ہے مگر اسوقت آپ پر اس قدر مشغولی حق غالب تھی کہ آپ نے مطلق شناعت نہ کیا اسکے بعد یہ حکایت شیخ بہار الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی کہ آپ کی خدمت میں بھی

اس آئے والے نے اسکی تعریف کی۔ آپ نے نہ پہچانا اسے بہت سی نغمانیاں بیان کیں شیخ نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں اُسے مجھے کبھی دیکھا ہے اس شخص نے جواب دیا کہ وہ آپ کا مرید ہے۔ شیخ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اب گفتگو تمام ہوئی۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ شیخ بہار الدین زکریا صاحب کسی شخص کو کوئی شے عنایت فرماتے اچھی اور زیادہ مقدار میں دیتے تھے، معلوم ہوا آپ کے لڑکوں کو پڑھانا تھا انکو علاوہ تنخواہ کے انعام مرحمت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ والی ملتان کا ذخیرہ غلہ ختم ہو گیا تھا اُسے آپ سے طلب کیا آپ نے اس کا انکس قبول فرما کر بار غلہ دیدیا جب والی کے ملازمین اسکو کال کر لیجائے گئے اس انبار میں سے کئی سو چھائے کلی پرازیسم وزر برآمد ہوئے۔ ان لوگوں نے والی کو خبر کی والی نے حکم دیا کہ میں نے غلہ حضرت سے مانگا تھا یہ نقدانہ آپکی خدمت میں لیجاؤ۔ جو وقت وہ روپیہ حضرت کے پاس لایا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس روپیہ کا حال معلوم تھا لیکن میں نے یہ نقدانہ معہ غلہ والی کو دیدیا ہے اُسکے پاس لیجاؤ کہ وہ اپنے صرف میں لائے۔ اسکے بعد گفتگو دربارہ ترک دنیا ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہتر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک روز ایک سوتے ہوئے شخصکو جگا کر ارشاد فرمایا کہ اُبھ اور خدا کی عبادت کر اُسے جواب دیا۔ لیکن نے وہ عبادت اختیار کر رکھی ہے جو تمام عبادات سے افضل ہے۔ ہتر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کوئی عبادت ہے جو اب دیا کہ ترک الدنیا باہلہا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ من رضی اللہ تعالیٰ بقہیل من الرزق رضی اللہ عنہ قہیل من اهل اور ارشاد فرمایا کہ ہر شخص دنیا سے بحال میں بجا پ و بار بار و انہ ہوگا اسکے پاس نہ روپیہ ہو اور نہ پیسہ وہ بہشت میں سب سے زیادہ غنی ہوگا۔ الا اسلام شرط ہے۔

مجلس چہارم۔ روز شنبہ تاریخ ۲۴۔ ماہ شوال ۱۳۱۶ھ کو دولت قدسوسی حاصل ہوئی گفتگو قرآن کی قرات کے بارہ میں ہو رہی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دو فوائد دیکھے ہیں یہ فوائد دوسری کتابوں میں نہیں دیکھے ایک اس آیت اخلاص میں ثم رايت نعيما و ملکاً کبیراً ثم ہر المؤمنین علی کرم اہل وجہ ملکاً کبیراً پڑھتے تھے اور دوسری آیت لعل جاء کھر دھول من افنکم ملکوجی من افنکم پڑا ہے اور یہ نفس نفوس دیگر سے نہایت اعلیٰ و اولیٰ و افضل ہے اسکے بعد گفتگو میں ہر میں ہوئی کہ وہ معتقد ہے جب کوئی وظیفہ یا ورد فوت ہو جاتا ہے وہ اسکے واسطے موت سے برابر ہے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک لشکر میں نے شیخ بہار الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا آپ نے تعبیر میں ارشاد فرمایا کہ چھری موت قریب ہے تو بہ اور بہت بخار میں مشغول ہو۔ اسکی خلفاء سے ملکتے ہی ایک صوفی نے حاضر ہو کر اسی مضمون کا خواب بیان کیا شیخ متحیر ہوئے کہ وہ مرد

لشکری ہے کسی لڑائی میں اسکا واقعہ ہوگا الایہ صوفی ہے اسکو لڑائی پہڑائی سے کیا کام جو شہید ہو۔
 آپ متفکر تھے کہ ہوقت خبر پہنچی کہ وہ لشکری لڑائی میں مارا گیا اور اس صوفی کی ناز صبح قضا
 ہو گئی تھی اسکے بعد گفتگو طرزست اوراد کے بارہ میں ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب ورد
 کا ورد جو بسبب بیماری قضا ہوا اسکے نامہ اعمال میں ادا شدہ لکھے ہیں اور برابر ادا شدہ کے
 ثواب دیا جاتا ہے لیکن اکثر اشخاص ورد مخصوص نہیں کرتے جو کچھ ہو سکتا ہے غیر مقررہ طور پر
 پڑھتے ہیں قضا ہونے سے اون کو ثواب نہیں ملتا کیونکہ وہ ورد معین ہے۔ صاحب ورد کو لازم
 ہے کہ اپنی ذات پر اورداد مخصوص کرے اور ہر روز بلاناغہ پڑھا کرے کہ اگر کسی بچ مرض سے ورد قضا
 ہو جائے تو بھی ثواب ملے ہوقت آپ نے فضیلت سبعات عشرین ہدایت غلو فرمایا اور یہ
حکایت ارشاد فرمائی کہ ایک شخص پوسہ سبعات عشر پڑھتا تھا ایک مرتبہ راستہ میں نہلو
 رہنروں سے سابقہ ہوا خوف ہلاکت قریب تھا ہوقت دوسو سواروں کو دیکھا کہ ننگے سر گھوڑے
 دوڑاتے ہوئے آتے ہیں اور چھوٹے ہی اس شخص کو زہنرون سے خلاصی بخشی اس شخص نے
 ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم سبعات عشر ہیں اور وہ دعا میں ہیں جسکو تو
 ہر روز سات مرتبہ پڑھتا ہے۔ اس شخص نے ننگے سر ہونے کا باعث دریافت کیا جواب دیا کہ تم
 بغیر تمیہ پڑھتے ہو اس سبب سے ہمارے سر پر تاج نہیں ہے بندہ نے دریافت کیا کہ تم یہ
 کس وقت پڑھتی چاہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ سر ہر سورہ پڑھتی چاہیے۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا
 کہ قاضی کمال الدین جعفری حاکم ہایوں باوجود کارہائے بسیار قرآن شریف بہت پڑھتے تھے
 جب بوڑھے ہوئے تھک گئے اور بوجہ ضعیفی معذور ہوئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ
 اب کونسا وظیفہ پڑھتے ہیں جواب دیا کہ سبعات عشر پڑھتا ہوں۔ یہ جامع اوراد ہے اسکے بعد
 ارشاد فرمایا کہ قاضی کمال الدین واصلان الہی سے تھے کعبہ شریف میں مہتر حضرت ملاقی
 ہوئے تھے اور آپ کو وظیفہ سبعات عشر حضرت خضر علیہ السلام نے تلقین فرمایا تھا اور بوقت
 تلقین بیان کیا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا تھا۔ الحمد للہ علی ذلک
مجلس جمعہ روز چار شنبہ تاج ۲۸۔ ماہ شوال سنہ مذکور کو دولت قدموسی حاصل ہوئی۔ گفتگو
 بارہ میں ہمارے ہی تھی کہ ہرج و مرج و مشقت جو بندہ کو پہنچتا ہے اسکو جاتا چاہیے کہ یہ کس وجہ سے
 پہنچا ہے فی الواقع اس تکلیف سے اسے خیریت حاصل ہوتی ہے لازم ہے کہ متنبہ ہو۔ اور اس
 فصل سے جو باعث ہوا اجتناب کرے اور جس شخص کو کبھی بدخ ہین ہوتا اور نہ ہر صیبت پہنچتی ہے

عقیقہ صالحہ تھی میں نے سنی زبانی سنا ہے وہ فراقی تھیں کہ میں اپنے پیر میں کانٹا چبھنے کی وجہ تک
 جانتی ہوں کہ کس وجہ سے چہا ہے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 کو تہمت لگائی گئی تھی اور قصہ ہکا معروف ہے القصہ بعد اس تہمت کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی
 مناجات میں فراقی تھیں کہ ابھی میں اس تہمت کا باعث جانتی ہوں کہ تیرا رسول علیہ السلام میری
 محبت کا دعویٰ صادق کرتا تھا لیکن بہت تھوڑی سی محبت مجھ سے بھی رکھتے تھے یہ تہمت مجھ پر
 اس سبب سے لگائی گئی تھی۔ سوقت ایک شخص آیا اور چند پھول نذر گزارنے اپنے ارشاد فرمایا کہ
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احب الی من دنیا کم ثلث الطیب والنساء وقرۃ
 عینی فی الصلوۃ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ مقصود ولفظ نسا سے عائشہ ہے کہ نخلہ دیگر انواع مطہرات
 کے آپ کا میل ان کی طرف زیادہ تھا۔ اور مقصود قرۃ عینی فی الصلوۃ سے فاطمہ ہیں کہ آپ سوقت
 نماز پڑھ رہی تھیں اور بعض محدث فرماتے ہیں کہ مقصود قرۃ عینی سے نماز ہے اسکے بعد ارشاد
 فرمایا کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر عمر عثمان۔ اور علی رضی اللہ عنہم نے بھی موافق قول رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تین تین ہشیا کو پسند کیا۔ اور یہ وقت مہتر جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوئے اور
 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو ان توبہ کرنے والا۔ اور آنکھ
 رمنے والی۔ اور دل خوف خدا سے ڈرنے والا۔ اسکے بعد گفتگو سبارہ میں ہوئی کہ اہل خلق بزرگان
 دین کی خدمت میں تحفہ دندلاتے ہیں پس کوئی تحفہ نذر کرنا بہتر ہے اپنے ارشاد فرمایا کہ حضرت
 علیؓ السلام فرمادے ہیں فوراً میری خدمت میں ایک شخص نے چہری ابو زہر نذر گزرائی اپنے
 واپس فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس چہری نہ لانی چاہئے کہ کارو کا کام قطع کرنا ہے میرے
 پاس سوئی لانی چاہئے کہ اسکا کام ہو نہ کرنا ہے میں فصل کرنے کے واسطے نہیں ہوں جو نہ کہنے
 کے واسطے ہوں اسکے بعد گفتگو سبارہ میں ہوئی کہ اہل خلق ایک دوسرے کا عیب جان کرتے
 ہیں۔ اپنے ارشاد فرمایا کہ طاعن۔ عیب جو۔ غیب گو کو سب سے پیشتر یہ دیکھ لینا چاہئے کہ یہ عیب
 مجھ میں ہے یا نہیں اگر وہ عیب امین موجود ہے شکوہ ظہر کرنی چاہئے کہ میں کس موخہ سے ہونکا
 عیب بیان کروں کہ خود عیب ہوں۔ اگر وہ عیب امین نہ ہو شکوہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس
 عیب سے اپنی پناہ میں رکھا ہے اور زبان طعن نکھوئی چاہئے۔ اسکے بعد گفتگو سماع کے بارہ میں ہوئی
 حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا کہ سوقت حکم ہوا ہے کہ سماع آپ کے واسطے جائز ہے آپ جب

اور میں طرح چاہن سہلین۔ خواجہ ذکرا اللہ الخیر نے ارشاد فرمایا کہ جو شے حرام ہے وہ کسی کے حلال
 کئے سے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حلال شے کسی کے حکم دینے سے حرام ہو جاتی ہے مسئلہ سماع مختلف
 فیہ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع کو مباح فرماتے ہیں۔ اگرچہ وہ اور شہانہ کے ساتھ ہو۔
 لیکن ہمارے علما ناہائز جملاتے ہیں۔ اس اختلاف میں حاکم جو حکم فرمائے وہی حکم ہوگا۔ ہر وقت کسی
 شخص نے عرض کیا کہ آپ کے بعض مریدوں نے کسی موضع میں راک سنا جہین مزامیر بھی تھی۔ خواجہ
 ذکرا اللہ الخیر نے ارشاد فرمایا کہ اون لوگوں نے اچھا کام نہیں کیا نا مشروع فعل اچھا نہیں جاتا
 اسکے بعد کسی شخص نے ذکر کیا کہ جب وہ سماع سے فارغ ہوئے کسی نے اُن سے پوچھا کہ تم نے ظاہر
 کے ساتھ سماع کیوں سنا ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں بہت متفرق تھے کہ ہم ظاہر کی
 موجودگی سے بالکل اطلاع نہیں ہوئی۔ خواجہ ذکرا اللہ الخیر نے جواب سنکر ارشاد فرمایا کہ یہ محض
 عوامیت جواب ہے اور جملہ معاصی کے بدلے یہ جواب ہو سکتا ہے الا اس سے کچھ فائدہ حاصل
 مرتب نہیں ہوگا۔ ہر وقت بندہ نے عرض کیا کہ صاحب مرصا نے ایک رباعی ہی معنی میں نظم
 لکھی ہے اور میں نے اس وقت یہ ایک شعر پڑھا شعرا گفتی کہ بنزد من حرام است سماع۔ اگر بتو حرام
 حرامت بادادہ خواجہ ذکرا اللہ الخیر نے فرمایا کہ مان یہ اُن کا کلام ہے اور یہ رباعی پوری فرمائی دیکھا
 دنیا طلبا جہان بکامت بادادہ عین حیف مردار بلامت بادادہ گفتی کہ بنزد من حرام است سماع۔
 اگر بتو حرام است حرامت بادادہ ہر وقت بندہ نے عرض کیا کہ اگر علمائے جواز سماع میں بحث کریں
 وہ کر سکتے ہیں الا وہ شخص جو جائز فقر سے پیراستہ ہو کیونکہ سماع کا انکار کر سکتا ہے۔ اگر اسکے نزدیک
 حرام ہو۔ وہ خود دے گا۔ لیکن دوسرے لوگوں کے ساتھ خصوصیت نہ کرے گا کہ تم ہی نہ سنو کیونکہ
 خصوصیت درویشوں کی صفت نہیں ہے حضرت خواجہ ذکرا اللہ الخیر نے ارشاد فرمایا کہ امت محمدیہ ہول اللہ
 علیہ وسلم میں بے شمار علماء ہیں مگر سوائے خاص خاص کے اور بہت کم منع کرتے ہیں اور
 اسی وقت مناسب ہی رہنے کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مسجد میں کوئی طالب علم امامت
 کرتا تھا اور اسکے مقتدی بہت سے علماء کرام بھی ہوتے تھے۔ ایک روز کوئی معمولی شخص بھی مقتدی
 ہوا۔ یہ نماز چار رکعت والی تھی امام نے سہو سے قعدہ اولیٰ کیا اور متصل رکعت دوم تیسری رکعت
 کے واسطے اچھہ کھڑا ہوا جو کہ یہ طالب علم صاحب علم تھا اور یہ امام ماننا تھا کہ نماز کس طرح پوری کی جائیگی
 علماء جس کی اقتدا میں تھے وہ بھی خاموش تھے لیکن خود اور شخص نے اس کثرت سے لفظ سبحان اللہ
 استعمال کیا کہ خود اپنی ناک کو تباہ کیا۔ جب امام نے نماز تمام کی اس عامی کی صاحب مخاطب ہو کر ارشاد

اور اس مسئلہ کی تحقیق اس طور سے ہے کہ قتل کے ساتھ تین حقوق ہیں ایک حق تو خاص صاحبِ ابد
 قہ کا ہے اور ایک حق اس مظلوم کا ہے جو قتل کیا گیا ہے اور ایک حق اس مقتول کے ولی
 اور وارث کا ہے پس جب وقت قاتل نے خود کو اپنی خوشی اور اختیار سے مقتول کے ولی کو سپرد
 کر کے اپنے کئے پر نام ہوا۔ اور خدا کے خوف سے رویا اور پھر سچی توبہ کر لی تو اب خدا کا حق
 اس پر سے توبہ کے سبب سے جاتا رہا اور مقتول کے ولی کا حق بھی سبب اس صلح اور رضامندی کے
 جو اسے اسے کر لی ہے جاتا رہا اب محض مقتول کا حق رہ گیا اسکا معاوضہ خداوند تعالیٰ اپنی ناسخ
 اور محسن بندے کی طرف سے یہ کر گیا کہ اس میں اور اس مقتول میں صلح کر ادیگا۔ پس اس مقتول
 کا حق بھی نہیں ضائع ہوا اور قاتل کی توبہ بھی بیکار نہیں گئی۔

اب رہا مال یعنی خونہما کا مسئلہ اس میں اختلاف ہے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جب قاتل نے
 خونہما مقتول کے وارثوں کو دیدیا تو اب اس کے ذمہ دنیا اور آخرت میں کچھ نہیں رہا اور وہ
 بالکل بری ہو گیا۔ بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ جس شخص نے دوسرے پر ظلم کیا ہے اس کا مطالبہ
 اس پر باقی ہے۔ اس کے وارث کے خونہما وغیرہ لینے سے وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوتا کیونکہ مقتول
 کو اپنی حیات میں اس سے کچھ منفعت نہیں ہوئی بلکہ بغیر نفع حاصل کئے مر گیا۔ اور یہ ظلم ہے
 کہ وہ خود تو نفع نہ حاصل کرے اور غیر نفع حاصل کریں اور اسی بنا پر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر
 ایک وارث سے حق منتقل ہو کر دوسرے وارث کو اور دوسرے سے تیسرے کو پہنچاؤ غرض کہ
 اسی طرح سے وارث متعدد ہو گئے تو قاتل سے سب کا مطالبہ ہو گا کیونکہ قاتل پر جو حق تھا
 ہے وہ ہر ایک وارث کو دینا لازم ہے۔ یہ امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما کے صحابہ
 میں سے ایک گروہ کا قول ہے۔

ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ نے ان دونوں گروہوں میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر وارث کو خونہما
 کے مطالبہ کرنے اور مال کے لینے کا موقع ہوا اور قدرت ہوئی اور پھر باوجود قدرت کے
 اس نے مال لیا یہاں تک کہ مر گیا تو اس مطالبہ کا حق اسکو آخرت میں ایسا ہی حاصل ہے

جیسا کہ دنیا میں تھا اور اگر اس وارث کو دنیا میں لینے کی قدرت ہی نہ تھی بلکہ قاتل ظلم و عدو سے ایسا غالب ہو گیا تھا تو اس حالت میں بھی وارث کا مل مطالبہ قیامت میں اسپر باقی ہو گا۔ فیصلہ اس مسئلہ کے متعلق نہایت عمدہ ہے کیونکہ وارث کو جو مال قاتل نے نہ لینے دیا تو یہ ایسا ہوا جیسے کہ اس نے غلام کو کسی نے قتل کر دیا یا اس کے کھانے پینے کی ہشیا کو زبردستی کسی نے کھا لیا اور یہ مال جو تلف ہوا ہے وارث کی ملک میں تلف نہیں ہوا اور مطالبہ کا حق اس کو ہوتا ہے جسکی ملک میں مال تلف ہو پس اب اس طرح سے کہنا لازم ہے کہ اگر مال زمین مکان یا اور خیار منقولہ وغیرہ منتقل کسی شخص نے اپنی موت کے بعد چھوڑیں تو یہ سب چیزیں ارث کی ملک ہیں چھیننے والے پر وارث کو ہر حالت اور ہر وقت میں انکا واپس کرنا لازم ہے اور اگر غاصب چیزیں وارث کو واپس نہ کرے گا اس حالت میں جس طرح وارث کو دنیا میں اس سے مطالبہ کا حق ہو ایسا ہی قیامت میں ہو گا۔ یہ بڑا اہم سوال ہے اور اس سے محض اسی جواب میں خلاصی ہے کہ یہ کہا جائے کہ مطالبہ کا حق دونوں لینے والوں وارث و مورث کو چل ہے جیسے اگر کسی شخص نے ایک جماعت کی ایک چیز غصب کر لی تو ان میں سے ہر ایک کو اس غاصب کا حق و عو ہے یا جیسے کوئی شخص ایسے وقف کا منتول ہوا ہو جو کہتے ہیں بطون پر مرتب ہے اور اس شخص نے انکل بطون کے حقوق کو اس وقف سے باطل کر دیا۔ پس اس حالت میں انہیں سے ہر شخص کو مطالبہ کا حق قیامت میں چل ہے اور کوئی ان میں سے کسی فضیلت نہیں رکھتا ہے واللہ اعلم۔

ایمان کے بعد جو چیز افضل ہو وہ فہم ہے جو اللہ و رسول کے احکامات میں بندہ کو دیا جائے اور یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ نفسِ احد کے قاتل اور تمام دنیا کے آدمیوں کے قاتل میں تشبیہ کتنی چیزوں میں اقع ہے کہا گیا ہے کہ بہت سی چیزوں میں اقع ہوئی ہے جن میں سے ایک یہ کہ یہ دونوں خدا و رسول کے نافرمان اور ان کے حکم کے مخالف اور منکر کے مستوجب ہیں اور ان میں سے ہر ایک خدا کو غضبِ اسکی لعنت میں آگیا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہو کا مستحق ہو گیا ہے اور یہاں اس کے واسطے عذاب سخت ہمایا گیا ہے۔ قاتلوں کے درجہ عذاب میں متفاوت ہوں گے کیونکہ جسے کسی نبی یا امام عادل یا ایسے عالم کو جو لوگوں کو نیکی کا حکم ہے اور برے کاموں سے بچاتا ہے قتل کیا تو یہ ایسے شخص کے قتل کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا جو عام لوگوں میں سے ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں شخص یعنی تمام آدمیوں کا قاتل اور ایک شخصِ احد کا قاتل اس بات میں بھی برابر ہیں کہ ان دونوں کو قتل کیا جائے۔

تیسری وجہ یہ کہ ان دونوں نے حرام خون بہانے پر جرأت کی اسی میں بھی یہ برابر ہیں کیونکہ جسے بغیر استحقاق کے کسی کو قتل کیا محض اس کے مال لینے کی خاطر اور فساد کے واسطے تو گویا اُس کو جتنے لوگوں کا قتل اُس سے ممکن ہوا سب کے قتل کر دیا یہ شخص فروع انسان کا بیشب کرنا والا ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جیسا بہت آدمیوں کے قتل کرنے سے قاتل فاسق کہلاتا ہے ایسا ہی ایک آدمی کے قتل کرنے سے بھی فاسق اور قاتل کہلاتا ہے۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مؤمنوں کو محبت و مودت اور میل جول میں مثل ایک جسم کے قرار دیا ہے کیونکہ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے اس کے سبب تمام جسم کو الم اور درد ہوتا ہے اور جبرئیل نے ایک مؤمن کو ایذا دی گویا اس نے تمام مؤمنوں کو ایذا دی اور تمام مسلمانوں کو ایذا دینا تمام عالم کو ایذا دینے کے برابر ہے کیونکہ تمام عالم سے ہر ایک بُرائی کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے فیصل سے دفع کرتا ہے کس کو کہ حقیر کو ایذا دینی محقر کو ایذا دینی ہے۔

اور جناب سید الکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی نفس ظلمت نہیں قتل کیا جاتا مگر کہ ابن آدم اپنے قابیل پر اسکا گناہ مہوتا ہے کیونکہ اسنے ہی اول قتل ایجا کیا ہے اور اس قسم کی وعید اول زانی اور اول سارق کے بارے میں نہیں آئی ہے اور اگرچہ پہلا مشرک اس قسم کی وعید زیادہ مستحق تھا کیونکہ اسنے پہلے پہل شرک ایجاد کیا ہے اور اسی سبب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن لُحی خراسی کو سخت ترین عذاب میں مبتلا دیکھا کیونکہ وہ شخص صحابہؓ کے اول ابن ابی رہی کو بدلا ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ولا تکنوا اول کافرہ یعنی تم کے ساتھ (اے قریش) پہلے کافر مت بنو کیونکہ تمہارے بعد کے جوگ ہیں وہ بھی تمہاری اقتدا کریں گے اور اسکا گناہ بھی تمہارے اوپر ہوگا۔

اور یہی حکم ہر ایسے شخص کے جو را کام ایجاد کرے اور پھر لوگ اسکی پیروی کریں۔ چنانچہ اسکی متعلق جامع ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ حضور صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے فرمایا تیار کئے روز قاتل کی پیشانی اور سر کو مقتول اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے حاضر ہوگا اور کہتا ہوگا کہ اے پروردگار اس سے سوال کر کہ اسنے مجھ کو کیوں قتل کیا تھا۔ ابن عباسؓ سے لوگوں نے کہا کہ اگر قاتل نے توبہ کر لی تو کیا پھر بھی ایسا ہوگا۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا۔ یعنی جس نے مؤمن کو قصد قتل کیا اسکی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ پھر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ تبدیل ہوئی ہے پھر اُس کے واسطے توبہ کیسے ہو سکتی ہے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح بخاری میں سمرة بن جندب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اول انسانوں کی (بعد مرنے کے) جو چیز مڑتی ہے وہ اسکا پیٹ ہے پس تم میں سے جو بھی چیزیں کھا سکتا ہو اسکو اچھی چیزیں ہی کھانی چاہئیں اور جو یہ چاہے کہ اپنے اور جنّت کی درمیان میں ایک تیلی بھر خون جسکو اسنے بھایا ہے حاصل کرے تو اسکو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ترمذی میں نافع سے روایت ہے کہتے ہیں ایک ن عبد اللہ بن عمرؓ نے کعبہ شریف کی طرف

دیکھ کر کہا کہ تو بزرگ اور بڑا بزرگ ہے مگر خدا کے نزدیک مومن کی بزرگی تجھ سے زیادہ ہے تو مذہبی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن ہمیشہ اپنے دین کی کٹاؤں کی کٹاؤں میں رہتا ہے میت تک کہ خون حرام اُس کے سرزد نہ ہو۔ اور بخاری نے ابن عمر سے ذکر کیا ہے کہ اُن بلاکت کے امور میں سے جنہیں جو شخص اپنے تئیں گمراہی کے پھر آن سے خلاصی ممکن نہیں حرام خون کرنا جو کسی طرح حلال نہ ہو صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے اور وہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے اور صحیحین میں یہ روایت ہے کہ حضور نے فرمایا (اے لوگو) تم میرے بعد کفار بن جاؤ گے تم میں سے بعض بعض کو قتل کریں اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے معاہدہ یعنی اس شخص کو جس سے عہد امن کا ہو چکا ہے قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ حالانکہ اسکی خوشبو پچیس برس کی مسافت سے پائی جائے گی۔

یہ سزا اس شخص کی ہے جو دشمن خدا یعنی کافر معاہدہ کو قتل کرے اور جو مسلمان بندے کو قتل کرے اسکی سزا اسی سے قیاس کر لینی چاہئے۔ اور روایت ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا اور وہ بھوک پیاسی مر گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دوزخ میں ملاحظہ فرمایا کہ وہ بلی اُس کا مونہ اور سینہ اپنے پنجوں سے نوچ رہی ہے۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ جب بلی کے معاوضہ میں اس عورت کو یہ سزا دی گئی تھی تو پھر اس شخص کو جس نے مومن کو قید کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا کیا سزا ملیگی اور بعض سنن میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنیا کا نال

خدا کے نزدیک بلا جرم مُؤمن کے قتل سے آسان ہے۔

فصل

چونکہ زنا کا مفسدہ بہت بڑے مفاسد میں سے نظام عالم کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس سے نسب کی حفاظت فروغ کی حمایت اور محرمات کی صیانت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بڑی بڑی عداوتیں اور بغض قائم ہو جاتے ہیں اور ہر شخص جس کے کسی رشتہ دار کے ساتھ زنا کیا جائے۔ زانی کی ماں بہن بیٹی کے ساتھ زنا کا متلاشی ہوتا ہے اور بھی باتیں خرابی عالم کا باعث ہیں۔ اور انہیں بواہش سے زنا کا مفسدہ قتل مفسدہ کے قوب قریب ہے اور اسی سبب خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُؤمن میں ان دونوں کو ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا۔

امام احمد فرماتے ہیں قتل نفس کے بعد زنا سے بڑھ کر میرے خیال میں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے۔ فرماتا ہے والذین لا یدعون مع اللہ الہا اُخرو لا یقتلون النفس المتی حرّم اللہ الا بالحق ولا یزنون اور وہ لوگ جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے ہیں اور نہ جس جان کو خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں مطلب یہ کہ شرک قتل و زنا کے ساتھ ذکر ہے اور ان تمام گناہوں کی سزا دوزخ میں سخت عذاب اور عقوبت کے ساتھ مبتلا رہنا ہے بشرطیکہ بندہ اس عذاب کو اپنے ذمے قویہ ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ دفع نہ کرے اور خداوند تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ ولا تقہوا اللہ انہ کان فاحشاً وساء سبیلاً یعنی زنا کے قریب نہ جاؤ کیونکہ وہ فحش کام اور برا

راستہ ہے اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ زنا فی نفسہ فحش فعل ہے اور ایسا فحش ہے کہ اسکی قباحت عقلوں میں قرار پکڑ گئی ہے۔ یہاں تک کہ بہت حیوانات بھی اسے برا سمجھتے ہیں چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح میں عمرو بن میمون اور دیگر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندہ کو دیکھا تھا کہ اس نے ایک بندہ یا سے زنا کیا سب بندروں نے جمع ہو کر ان دونوں کو پتھروں سے مار ڈالا۔ پھر خداوند تعالیٰ نے اس کی انتہا سے خبر دی کہ یہ برا راستہ ہے کیونکہ یہ ہلاکت اور ذلت اور محنت اجل کا راستہ دنیا میں اور دوزخ اور عذاب اور خرابی کا راستہ آخرت میں ہے۔

اور چونکہ باپوں کی بی بیوں سے نکاح کرنا نہایت ہی قبیح تھا اس واسطے اسکی برائی زیادہ شدہ شدہ سے فرمائی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

انہ کان فاحشۃ ومقتاوساء سبیلہا

یعنی بیشک یہ فحش فعل اور خدا کے غصہ کا سبب اور برا

راستہ ہے۔

اور خداوند تعالیٰ نے بندہ کی فلاحیت کو حفاظت فرج پر منحصر کیا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ قد افلم المؤمنون اللذین ہم فی صلاتہم

خاشعون الی من ابغی وراہ ذلک فاو لئک ہم العادون

پس بغیر حفاظت فرج کے بندہ کی فلاحیت ممکن نہیں۔ اور ان آیات سے تین امور

مظہر ہیں ایک تو یہ کہ جسے اپنی فرج کی حفاظت نہ کی وہ فلاحیت پانے والوں میں سے

نہوگا بلکہ ملامت والوں اور حد سے بڑھنے والوں میں سے ہوگا۔

پس فلاحیت اسکے پاس سے جاتی رہی اور حد سے تجاوز کرنے اور ملامت

میں گرنے کا نام اسپر اقع ہو گیا اور اسی کی نظیر خداوند تعالیٰ نے فرمائی ہے

جو سورہ معارج میں مذکور ہے جہاں خدا نے انسان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بڑی
تھوڑا لاپرواہ کیا گیا ہے اور برائی بھلائی پر صبر نہیں کر سکتا بلکہ جب اسکو کسی طرح کا فائدہ پہنچتا ہے
تو بخل کرنے لگتا ہے اور لوگوں کو ان کا حق نہیں دیتا۔ اور جب کسی طرح نقصان پہنچتا ہے تو گھبرا
اٹھتا ہے مگر وہ لوگ مستحق اور ساری خلق میں سے نجات پانے کے مستحق ہیں جو اپنی شرم گاہوں کو
بچائے رہتے ہیں ہاں اپنی بیبیوں اور لونڈیوں سے مصروف رہتے ہیں اور ان کے ساتھ مصروف
رہنے میں ان پر کچھ علامت نہیں لیکن جو لوگ ان کے علاوہ اور کے طلبگار ہوں تو ان کو سمجھو کہ
وہ حد فطرت سے بڑھ گئے ہیں۔ العرض چونکہ زنا تمام جرموں کی فہرست بڑا جرم تھا اس لئے خدا
تعالیٰ نے اس کے اسباب و فرائض کے دفع کرنے میں بہت کوشش کی اور اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو ارشاد کیا کہ مسلمانوں کو تھریں بھی رکھنی اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم فرمائیں۔
اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی بتادیں کہ خدا ان کے اعمال پر مطلع ہے اور انہیں ہر وقت دیکھ رہا
ہے یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ یعنی وہ آنکھوں کی خیانت سے واقف ہے
اور جو باتیں سینوں میں مخفی ہوتی ہیں انہیں خوب جانتا ہے چونکہ زنا کا پیش خیمہ اور پردہ نظر ہے۔
اس لئے خدا تعالیٰ آیت قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ لَغِيْظُوْا مِّنْ اَبْصَارِهِمْ وَيُحْفَضُوْا اَعْرَافُهُمْ میں نظر نہی رکھنے
کو حفاظت شرم گاہ پر مقدم رکھا۔ وجہ یہ کہ نظر تمام حوادث و آفات کی تمہید اور بڑے بڑے مہلکات
کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ آگ کے بھڑکانے اور شعل کرنے کا ذریعہ چھوٹی چھوٹی چنگاریاں ہوتی ہیں
زنا کی محرک افلا نظر ہوتی ہے۔ پھر خطرہ۔ پھر قدم۔ پھر خطا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے کہا ہے
کہ جو شخص ان چاروں کی حفاظت کیا کرتا ہے وہ اپنے دین کو نذر کے آثار بد اور خطرات اور
لفظات اور خطرات سے محفوظ رکھتا ہے اور جب یہ ہے تو نذرہ کو لائق ہے کہ اپنے نفس کی
کما حقہ درہانی کرے اور ان چاروں دروازوں پر کمال احتیاط و ہوشیاری کے ساتھ بیٹھا
رہے اور دشمنوں کی خفہ اندازی سے اپنے نفس کو بچاتا رہے کیونکہ آدمی کے قلعہ نفس میں
ان ہی دروازوں سے دشمن داخل ہوتا ہوا اندھ شہر و اندھ میں پسپا کر میں چیز پر قابو پاتا ہے پھوڑ
کر انہیں کا ستیا اس کو دیتا ہے +

فصل چہم کہ اکثر عاصی بندہ پر ان ہی چار دروازوں سے داخل ہوتے ہیں لہذا ہم ان میں ہر ایک باب

باب کے متعلق ایک ایسی فصل ذکر کرتے ہیں جو اُس کے لائق اور مناسب ہے، مخططات یعنی کن
 آنکھوں سے دیکھنا شہوت کا جاسوس اور قاصد ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے میں اسکی حفاظت
 کو بہت بڑا دخل ہے۔ گویا اصل میں اسی کی حفاظت سے شرمگاہ کی حفاظت ہو سکتی ہے جو شخص
 اپنی نظر کو مطلق العنان کر دیتا ہے وہ درحقیقت اُسے ہلاکت کے تیرہ و تار یک بھینور میں ڈال دیتا
 ہے اور خود تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم اپنی عورت
 پر پے در پے نظریں نہ ڈالا کرو کیونکہ پہلی نظر چنادا لشکی میں پڑ جاتی ہے وہ تمہارے لئے ممانعت ہے
 اور دوسری نظر ناجائز مسند میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر
 انیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو شخص اپنی نظر عورت کی کو ایسودتی اور امر دے
 محاسن کے بند رکھتے گا خدا اسکے دل میں عبادت کی ایسی حلاوت ڈال دے گا جسکا اثر ویت
 شب باقی رہے گا۔ اور فرمایا کہ لوگو! اپنی آنکھوں کو نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔
 اپنے یہ سوجھ بوجھ اور مذاق کیا کہ لوگو! تم شام عام۔ اور گزر گاہوں پر بیٹھنے سے بچو۔ حاضرین کے عرض
 کیا کیا۔ رسول اللہؐ ان مقامات پر بیٹھے بغیر ہمیں بن نہیں پڑتا۔ فرمایا اگر ایسا ہی بیٹھتا ہے تو بہت
 کا حق ادا کرو۔ عرض کیا کہ راستہ حق کیا ہے۔ فرمایا آنکھوں کا بند رکھنا۔ ایذا دینے والی چیزوں
 کا راہ میں سے دور کرنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نظر ان حواوٹ عامہ کی جڑ ہے جو انسان کو وقتاً فوقتاً
 پہنچنے سے جتنے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ نظر سے خطرہ۔ خطرہ سے فکر۔ فکر سے شہوت۔ شہوت سے ارادہ
 پیدا ہوتا ہے۔ پھر ارادہ قوی ہوتا اور منہم جازم پیدا ہوتا ہے اور ان سب باتوں کے بعد فعل
 وقوع میں آتا اور اُس کی محبت اس درجہ دل میں سج جاتی ہے کہ پھر کسی کے منع کرنے سے
 باز نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ آنکھ کے بند رکھنے پر صبر کرنا ان آفات و مصائب پر
 صبر کرنے سے بہت آسان ہے جو اسکے وقوع میں آتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔
 کل الحوادث مبدأها من النظر + ومعظم النازم مستصغر الشہر + کہ نظر ہی بلغت
 فی قلب منجہا + کہ مبلغ محمد بن القوس والوس + یعنی نظر تمام حواوٹ و آفات کا پیش رخ
 ہے اور ہر شے کی جھڑپ سے آگ کا دھیر ہو جاتا ہے بہت سی نظریں ایسی ہیں کہ نظر کرینا اُسے کو دل
 میں پہنچ کر دیباہی اتر پیدا کرتی ہیں جیسے وہ تیر جو کمان اور وتر میں پہنچ کر کرتا ہے اسکے بعد

شاعر کہتا ہے ۛ والعدل مادام ذالطرف یقلبه ۛ فی اعین العین موقوف علی الخط
یسر مقلتہ ماضی فحقتہ ۛ لا من حیاسیر و رعاد بالضریر ۛ یعنی بندہ جب تک نظر اوپر نہ کرے
والتار تہا ہے اور حسین لوگوں کو تکتا رہتا ہے ہمیشہ موضعِ خطر میں رہتا ہے بیشک اس کے آنکھوں
کو سرور حاصل ہوتا ہے لیکن یہ سرور اسکی اصلی خوشی کو نقصان پہونچاتا ہے اور جس سرور کے
بعد ضرر پیدا ہو وہ نہایت ہی نامبارک سرور ہے نظر کی آفتوں میں سے ایک بڑی آفت یہ ہے کہ
وہ دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی حسرتیں اور طرح طرح کی تنقید و اضطراب اور باطنی یو ریشیں پیدا
کر دیتی ہے خاص کر اسوقت جبکہ بندہ کسی ایسی چیز کو دیکھے جس میں اس کا نہ تو قابو ہی چل سکے اور نہ اس کے
صبری ہو سکے اور اس سے بڑھ کہ کوئی عذاب و مصیبت نہیں ہو سکتی کہ تم ایسی چیز کو دیکھو کہ
جس سے نہ تو صبری ہی کر سکو نہ اُس پر قدرت ہی رکھو جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ۛ و کنت مقل
ارسلت طرفک من ادأ ۛ بقلبك یوم القتیک امناظر ۛ مرایت الذی کا حکمہ اشتقاق
علیکہ ولا عن قبضہ انت حداب ۛ یعنی جب تو نے اپنی نظر کا قاصر چھوڑا تو تیرے ایک دل کو
ایسا نہیں کرتا ہے کہ وہی منظر جب تو نے دیکھا ہے مشقت و بلا آستیں ڈال دیں گے تو نے ایک
ایسی چیز دیکھی ہے کہ نہ تو اس کے پورے حقہ پر قدرت رکھتا ہے اور نہ بعض حقہ سے صبر کر سکتا
ہے اور بہت سے منظر کے تیرے پرسانے والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہنوز ان کے تبر نشانی تک
نہیں پہونچتے اور وہ خود ہی مقتول ہو کر اپنے خون میں تر پنے لگتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے ۛ بل
السلامۃ فاعلت لخطاتہ ۛ ۛ ۛ حتی تشط بنہن قتیلہ ۛ اور اسی کے ہم منے یہ آیات
ہیں ۛ بل السلامۃ فاعلت لخطاتہ ۛ ۛ واقفا علی ظل یظن جھیلہ ۛ ما زال یتبع اثرہ
لخطاتہ ۛ ۛ حتی تشط بنہن قتیلہ ۛ یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ حیرت انگیز ہے کہ دیکھنے والے کی
نظر ایک ایسا زہر بلا تیرت کہ منظر الیہ یعنی جس کو دیکھتا ہے ہنوز اس تک پہونچنے نہیں پاتا
کہ فوراً دیکھنے والے کے دل میں اپنا گھر کر لیتا ہے چنانچہ میرے ایک بڑے قصیدے کی چند
بیتیں اس ضمن میں کو اچھی طرح ثابت کرتی ہیں جو میں نے ایک موقع خاص میں کہا ہے اور وہ یہ
ہیں ۛ یا رامیا بسھام المخط مجتہدا ۛ انت القلیل بما تری فلا تصب ۛ و باعث
الطرف من تاو الشفاعلہ ۛ اجلس رسولک لایا نیک بالعب ۛ یعنی اسے نظر و لکھ کر

پھینکنے والے تو ہی ان تیروں کے برسانے سے ہلاک ہو گا تو اگر ہلاکت و تلبیس محفوظ رہنا چاہتا ہے اور اپنی خیریت کا ارادہ رکھتا ہے تو تو فاسد نظر کو روک لے ۛ اور اس سے زیادہ تعجب و حیرت کی بات ہے کہ نظر کا ایک تیر دل پر ایسا زخم لگا تا ہے کہ اس کے پیچھے پے درپے زخم پڑتے چلے جاتے ہیں اور کوئی چیز الم حراحت اور زخم کی تکلیف سے اُسے محفوظ نہیں رکھ سکتی چنانچہ اسی مطلب کے لحاظ کرنے کے لئے میں نے یہ چند شعر کہے ہیں ۛ مازلت تتبع نظرتی فی نظرتی ۛ فی الاشکل ملبیحة و ملیحة ۛ و تظن ذاک دواء حرجک و هو ۛ فی التحقيق قهری علی النجیح ۛ وخذیعت مال الحاکم و مال لیکما ۛ و فالقلب منک ذبیح ای ذبیح ۛ یعنی تو ہر حسین عورت اور خوبصورت مرد کے پیچھے ہمیشہ پے درپے اور متواتر نظر سے ڈالتا رہا اور گمان کرتا رہا کہ یہ تیرے زخموں کا علاج ہے۔ حالانکہ حقیقت میں تیرے دل پر زخم پر زخم لگتے رہے اور تو نے اپنے دل کو نظروں کے زہر پلے اور آہ و بکا سے فسخ کر ڈالا اور ایسی بُری طرح فسخ کیا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے کہا ہے کہ آنکھوں کا بند کرنا ہمیشہ کی حسرتوں کے سبب اٹھانے سے بہت بہتر اور سہل ہے۔

فصل رہے خطرات وہ آدمی کے حق میں نہایت خطرناک اور نازک ہیں کیونکہ یہی بھلائی بُرائی دونوں کے مبداء اور ان ہی سے ارادے اور نیتیں اور عزم پیدا ہوتے ہیں تو جس شخص نے اپنے خطرات کی رعایت کی جیسا کہ رعایت کرے گا حق ہے۔ اس نے اپنے نفس کی باگ اپنے قابو میں کر لی اور نفسانی خواہشات کے نامہ لک و لولوں اور آفات و مصائب کا شکار بنانے والے جوشوں کو دبا دیا بخلاف اس کے جس شخص کے خطرات اس پر غالب آ گئے وہ اپنے نفس اور خواہشوں کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا اور جو خطرات کے مقابلہ میں سُست پڑ جائیگا اُسے اُس کے خطرات ہلاکت کے گڑھوں میں کٹاں کٹاں لے جائینگے۔ العرض خطرات آدمی کے دل پر ہمیشہ گزرتے اور آمدورفت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہی خطرات باطل آزموؤں اور فاسد تمنائوں کا بالکل جامہ پہن لیتے اور آدمی اُن کو حقائق اور نفس الامر میں یقین کر لیتا ہے۔ کسرا ب بقیعة یحسبہ الضان ماء کثفا اذ لجا ۛ لا لفریجہ شیک ۛ و وجہ اللہ عندہ ۛ فوفیہ مجسبا ۛ واللہ سنیع الحساب ۛ یعنی چیل میدان میں

چلکتا ہو اریٹ کہ پیاسا اُس کو دور سے پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آیا تو اُس کو کچھ بھی نہ پایا اور پیاسا تڑپ تڑپ کر گر گیا اور دیکھا تو خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اُس نے اُس کے اعمال کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ تعالیٰ بیشک بھٹیں حساب کرنے والا ہے۔

تو تمام لوگوں میں نہایت ذلیل اور نہایت پست ہمت وہ شخص ہے جو حقایق کو چھوڑ کر فاسد تنادوں اور خبیالی آرزوؤں سے راضی ہو جائے اور انہیں حاصل کر کے اُن سے وابستہ ہونے کو کامیابی سمجھے اور بخدا یہی باتیں آج کل کے مفلسوں کے لئے راس المال اور خیریں دنیا کے طالبوں اور باطل تاجروں کے واسطے اصل رقم بھی جاتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ نفس کی وہ قوت فارغہ ہے جس نے وصل کے عوض جھوٹے اور بے بنیاد خیال پر قناعت کر لی ہے اور حقیقتوں کو چھوڑ کر باطل تنادوں کو اختیار کر لیا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے اور کیا خوب کہتا ہے

امانی من سعدی و اذ علی الضما ید رقتا بھا سعدا علی ضمار بردہ

منی ان تکن حقا تکن بحسن المنی ۛ واما فقد عشنا بما ذمنا ر خدا ۛ اصل میں یہ حالت

آدمی کے لئے تکلیف دہ اور ضرر رسان ہے جو عجز اور کسل سے پیدا ہوتی ہے اور پھر اس سے تقصیر اور حسرت اور مذمت اور تضرع اوقات پیدا ہوتی ہیں۔ چہ یہ کہ جو شخص طسج طرح کی فاسد

تنادوں میں غرق رہتا ہے چونکہ اس سے حقیقت الامر اور واقعی بات فوت ہو جاتی ہے۔

اس لئے وہ خیالی تصویر کو ذہن نشین کرتا اور آپ ہی خوش ہو کر کبھی اُس کو نگے سے لگاتا۔

اور گاہے سینے سے چمٹاتا ہے تو ایسے شخص نے گویا ایک محض وہمی اور خیالی صورت

پر قناعت کی جسے فکر فاسد نے اُس کی نظروں میں کھپا دیا اور حقیقت میں دکھو تو اس سے

اُس کو کچھ فائدہ نہیں پہونچتا اس شخص کی بعینہ اُس جھوٹے اور پیاسے آدمی کی مانند ہے

جو اپنے وہم میں گمانے اور پانی کی صمدت جمع کرتا ہے لیکن حقیقت میں نہ وہ کھانے ہی

سے کچھ فائدہ اٹھاتا ہے نہ پانی ہی سے۔ پھر آدمی کا ان خطرات سے تسلی پانا اور سکون و

اطمینان حاصل کرنا نفس کی خلسہ اور کینٹیلی کی دلیل ہے کیونکہ نفس کی شرافت اور پاکیزگی

اور عالی جہتی قویہ ہے کہ وہ اس قسم کے خطرات کو بڑبڑیاد سے گھاڑے کے اور اُن خیالات کو

نیا تمسک کر کے جن کی کوئی اصل اور حقیقت نہ ہو نیز اس بات سے کبھی خوش نہ ہو کہ خطرات

گذریں اور وہ اُن سے الفت والست تامل کرے۔ پھر خطرات کی اگرچہ پیشانی نہیں مگر اُن کے اصول چار ہیں۔ ایک وہ خطرات جن سے آدمی دنیاوی فوائد حاصل کرتا ہے۔ دوسرے وہ جن سے دنیاوی تکالیف اور مضرتیں دفع کرتا ہے۔ تیسرے وہ خطرات جن کی وجہ سے آدمی اخروی مصالح جمع کرتا ہے چوتھے وہ جن کے وسیع سے اخروی مضرتیں دفع کرتا ہے تو آدمی کو اپنے خطروں اور فکروں اور خیالات کو ان ہی چار قسموں میں مقرر اور مقرر کئے پیچھے غور کرے کہ ان میں سے جن خطروں کا اجتناب ممکن ہو جمع کرے اور دوسرے دن کے واسطے نہ چھوڑے اور جب چاروں طرف سے خطرات، هجوم کر آئیں تو اُن میں سے جو اہم اور متہم بالشان ہو اور اُسے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اُسے مقدم کرے اور جو اہم نہ ہو اور اُس کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اُسے مؤخر رکھے یہ دو قسمیں ہوں گی۔ اب وہ دو قسمیں اور باقی ہیں۔ ایک وہ خطرات جو اہم تو ہوں مگر اُن کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ دوسرے وہ جو اہم تو نہیں ہیں لیکن اُس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک میں ایک ایسی بات پائی جاتی ہے جو اپنی تقدیم کو مستحق ہے اس موقع پر آدمی نہایت حیرت اور سخت تردد میں پڑ جاتا ہے کیونکہ اگر وہ اہم کو مقدم کرتا ہے تو اس کے سوا جقدر اور خطرات ہیں اُن کے فوت ہو جانے کا اندیشہ دامنگیر ہوتا ہے اور اگر اہم کو چھوڑ کر اور دوسروں میں مشغول ہوتا ہے تو اس سے اشتعال کی وجہ سے اہم کے فوت ہونے کا خیال پیش نظر رہتا ہے اس کشمکش میں آدمی کو جو حیرانی اور پریشانی پیش آتی ہے بیان سے باہر ہے اس سے رہائی پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا و عقل کو کام میں لائے اور جہاں تک بن پڑے اُس پر زور دے اُسکی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص کے سامنے دو ایسے کام پیش کئے جائیں جنہیں ایک ساتھ جمع کرنا ممکن نہ ہو بلکہ اگر ایک حاصل ہو تو دوسرا فوت ہو جائے تو ایسے موقع پر وہ شخص تا وقتیکہ عقل اور دانشمندی اور معرفت کا استعمال نہ کرے گا اس کشمکش سے رہائی پانی مشکل ہوگی اور یہی ایک موقع ہے کہ بلند ہونے والا بلند ہوا اور کا سیاب ہونے والا مراد کو پہنچا اور نقصان اٹھائے والا نامراد دھوا تم اکثر بڑے بڑے دانشمندان اور اہل عقل کو دیکھتے ہو گے کہ وہ ایسے کاموں کو جو اہم اور متہم بالشان نہیں ہیں اور اُن کے فوت ہونے کا بھی زیادہ اندیشہ نہیں ہے اُن سے ترجیح دیتے ہیں جو اہم ہیں اور اُن کے فوت ہونے کا بھی اندیشہ ہے اور غم کسی کو اس امر کا تسلیم کرنے والا نہ پاؤ گے جو مستقل ہے یا مستکثر

اسباب میں اس طب اور عظیم الشان قاعدہ پر حکم لگایا جائے گا جو ہر شرع قدر اور مرجع خلق و امر ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ مصلحتوں میں جو مصلحتیں بڑی اور اعلیٰ ہوں اسے اختیار کرنا چاہیے۔ اگرچہ کوئی ایسی مصلحت جو اس سے کم رتبہ ہو فوت نہ ہو کیوں نہ ہو جائے اور جب دو مفسدے پیش آئیں تو ان میں سے اس مفسدے کے دفع میں کوشش کرنی چاہیے جو بڑا اور زیادہ تکلیف دہ ہو پس اس صیرت میں پہلی مصلحت کے حال کرنیکے پیچھے چھوٹی مصلحت کے فوت اور بڑے مفسدے کو دفع کرنے کی وجہ سے چھوٹے مفسدے کا مرتکب ہو گا اور یہ مرد ناشمند سے بعید نہیں بلکہ سچ پوچھنے تو کہاں عقل مند ہی بہت جو ایسے موقع پر وہ شوق اختیار کرے جو انجام کے اعتبار سے بہل اور نتیجہ نیز ہو عقل کے سطرات اور انکاران حدود سے باہر قدم نہیں اٹھائے اور ان ہی کے ساتھ شرعی احکام وارد ہوتے ہیں بلکہ دنیاوی اور اخروی مصلحتیں انہی کے ساتھ وابستہ اور متعلق ہیں مگر وہیں اسطرح درجہ کا فکر اور سب سے زیادہ مفید اور سب سے بڑا حکم و قیہ وہ ہے کہ جو خاص اور آخرت کے لئے ہو۔ خدا کے لئے جو فکر و تہات اس کی بہت سی تھیں۔ ایک یہ کہ خدا کی آمادی ہونی آیات میں غور کرنا ان کو سمجھنا ان کی مراد اور تفسیر کے سمجھنے میں غور کرنا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآنی آیات کو اس لئے آتا ہے نہ محض تلاوت کے لئے تلاوت اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ غور و فکر کرنے کا وسیلہ ہے اور بس۔ بعض سلف کا قول ہے کہ قرآن مجید عمل کرنے کی غرض سے اُتر ہے مگر لوگوں نے اس کی تلاوت کو معمول بہ قرار دے لیا۔ دوسرے خدا کی آیات مشہورہ میں فکر کرنا اور ان سے عبرت پکڑنا۔ ان سے خدا کے اسما و صفات اور اس کی حکمت و احسان اس کی بخشش و جو پر استدلال کرنا چاہئے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی آیات میں فکر کرنے اور انکے سمجھنے اور انہیں غور و فاعل کرنے کی تہذیب دلائی ہے اور جو لوگ ان باتوں سے غفلت کرتے ہیں ان کی مذمت کی ہے۔ تیسرے خدا کی نعمتوں اور انکے احسانات و انعامات میں فکر کرنا جو اس نے اپنی مخلوق پر کئے ہیں اور نیز اسکی وسیع رحمت و بخشش اور حکم میں غور کرنا۔ یہ تینوں تھیں خدا کی محبت و معرفت اور خوف ورجائید اگر فی میں جو دل میں خواہر کی طرح جوش زن ہوتی ہیں ان میں ہمیشہ فکر کرنے سے بشرطیکہ ذکر کبھی بھی ساتھ ساتھ ہو دل پر پورے طور سے خدا کی معرفت و محبت کا رنگ چڑھ جاتا ہے چوتھے فن کے عیوب کا علاج اور عمل کے عیوب میں فکر کرنا۔ یہ چارے

ہے۔ اور یہ دروازہ ہے ہر بھلائی کا۔ نفس آثارہ کے جوش بھٹانے اور تیزی و شوکت کے ٹوٹنے میں جو عجیب و غریب اس کی تاثیر ہے وہ کسی اور کی نہیں۔ اور جب نفس آثارہ کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے تو نفس مطمئنہ نہایت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگتا ہے اور اس میں سرور اور خوشی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اس کا حکم سب پر چلتا ہے۔ اس وقت دل زندہ ہوتا۔ اور اس کا حکم اس کی تمام سلطنت میں جاری و ساری ہو جاتا ہے اسکے امراء و وزراء اور لشکر اپنی مصلحتوں کے انجام دینے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پانچویں موجودہ وقت اور اس کے دھبے میں فکر کرنا اور اس پر اپنی ساری ہمت و کوشش خرچ کر دینا۔ اسی وجہ سے حارف کو ان الوقت کہا جاتا ہے جو جس شخص نے وقت کو ضائع کر دیا اس کی تمام مصلحتیں ضائع و برباد ہو گئیں کیونکہ تمام مصلحتیں وقت ہی سے پیدا ہوتی ہیں اگر کسی نے وقت کو ضائع کر دیا وہ کبھی مصلحت کو نہ پاسکے گا امام شافعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں صدیقی کی صحبت میں بہت رہا مگر بجز دو حرفوں کے اور کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ ایک یہ کہ اَلْوَقْتُ سَيِّئٌ فَإِنْ لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَكَ يَوْمَ تَبْرَأُ اگر تو اس کو قطع نہ کرے گا تو وہ تجھ کو قطع کر دے گا دوسرے یہ کہ لَنْفَسَكَ إِنَّ اسْتَغْلَبَكَ بَابُ الْحَقِّ وَلَا اسْتَغْلَبَكَ بَابُ الْبَاطِلِ یعنی اگر تونے اپنے نفس کو حق کی طرف مشغول کر دیا پھر ورنہ وہ سبب باطل کی طرف مشغول کر دے گا۔ آدمی کا وقت درحقیقت اُس کی عمر ہے اور جب یہ ہے تو یہی وقت حقیقت عدالت میں اُس کی حیات ابدیہ کا مادہ اور عذاب و نوح میں تنگ زندگی کا وسیلہ ہے۔ وقت اہل ایمان و اہل بدعت سے نوازا جاتا ہے تو جو وقت خدا کے کاموں اور خدا کے واسطے صرف ہوتا ہے اس کی عمر و حیات کہلایا جاسکتا ہے اور اس کے سوا جو وقت ہے وہ اُس کی حیات اور زندگی میں شمار نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے اوقات میں اُس کی زندگی چارپایوں کی سی زندگی ہے اگرچہ کتنی ہی مدت زندہ کیوں نہ رہے تو جب آدمی کا وقت غفلت اور شہوت اور باطل آرزوؤں میں گزرے اور لوگ اسکے سونے اور بیہودہ کاموں مصروف رہنے کو اپنی تہی اور عافیت خیال کریں تو اس کی موت ایسی زندگی سے بہتر ہے یہاں تک کہ آدمی جب مصروف نماز ہوتا ہے تو اس کو اس کی نماز میں سے بجز اسکے جو سمجھا اور غور کیا اور کچھ حصہ نہیں ملتا الغرض آدمی کا جو وقت خدا کے لئے اور خدا کے کاموں میں صرف ہوتا ہے وہی اُس کی اصلی زندگی اور

ابدی حیات ہے اور ان کے علاوہ جو اوقات ہیں ان میں اُس کی عمر کا کوئی حصہ نہیں۔ خطروں اور فکر کی ان
 فتنوں کے علاوہ جس قدر آدمی کے خیالات اور خطرات ہیں یا تو وہ شیطانی و سو سے ہیں یا باطل تمنّی
 اور جہولے فرب اور بخطرے اُن لوگوں کے خطروں کے مانند ہیں جنکی عقلوں میں نشہ کی وجہ سے قوت
 پڑ گیا ہے یا کسی دماغی قوت کے بوجھانے کی وجہ مدہوش ہو گئے ہیں یا جنوں اور سوسہ کا مرض لاحق
 ہو گیا ہے۔ جب غفلت کا پرودہ انکی آنکھوں سے اُٹھ جائے گا اور حقیقتوں کے دروازے کھلیں گے تو
 اُس وقت ان لوگوں کی زبان حال اس شعر کے ساتھ مترنم ہوگی ۛ ان کان منزلتی فی الحب عند کم ۛ
 ما قد لقیتم فقد ضیعت ایامی ۛ اُمینۃ طفرت روحی بہا زمنایہ والیوم احسبہا اضغاث احلامی ۛ ۛ
 یعنی اگر محبت کے بارے میں میرا مرتبہ اور میری منزلت تمہارے نزدیک ہوتی تو میں ان مشقتوں میں نہیں
 میں نہ پڑتا ہے میں نے اپنا سارا زمانہ ضائع و برباد کر دیا۔ چند روز میری روح آرزوؤں پر کامیاب ہوئی
 اور اب میں اُنہیں پریشان خواب خیال کرتا ہوں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دل پر خطرات کا گزرنا کچھ مضر نہیں ہوتا۔ مضر ہوتا ہے انکی خواہش
 کرنا مضر ہوتا ہے۔ اُن کو جو دین لانا مضر ہوتا ہے۔ ان پر کبہ و کرنا۔ خطرہ کی مثال جینہ ایسی ہے
 جیسے کسی رستہ پر گزریا فلا فر کہ اگر تم اس کو موٹھ نہ لگاؤ گے اوکی بات کی نہ لو جو گے تو درستہ سے
 گزر کر سید ہاجلا جائیگا اور اگر تم اُس کو موٹھ لگاؤ گے اور خاطر و دارات سے پیش آؤ گے تو اس کی
 حید انگیز باتوں کا جادو تم پر چل جائے گا اور اپنے مکرو فریب کے جال میں تمہیں پھنسا لے گا۔ جو نفس فحش
 و باطل ہوتا ہے اس پر خطرہ گزرنا نہایت ضعیف و آسان ہوتا ہے۔ اور جو دل شریف
 و پاکیزہ اور مطمئن ہوتا ہے اس پر نہایت نفیصل و جہل ہوتا ہے۔ خدا نے آدمی میں دو نفس پیدا کئے ہیں
 ایک نفس امارہ دوسرا مطمئن۔ اور یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور ضد ہیں۔ جب
 نفس امارہ پر کوئی چیز بہاری ہوتی ہے تو نفس مطمئن پر ہلکی اور نفس مطمئن پر بہاری ہوتی ہے نفس
 امارہ پر ہلکی علیٰ ہذا القیاس جس چیز کے ساتھ ایک لذت حاصل کرتا ہے دوسرا اس سے درد مند ہوتا
 ہے۔ نفس امارہ پر خاص خدا کے لیے عمل کرنے اور اپنی خواہش پر خدا کی رضا مندی و خوشنودی کو
 مقدم کرنے سے زیادہ کوئی چیز شاق نہیں یعنی نفس امارہ پر جس قدر یہ باتیں شاق و گران گزرتی
 ہیں اُس قدر کوئی آدہ چیز اس پر شاق نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کے حق میں اس سے زیادہ مفید اور

اور فائدہ مند کوئی چیز ہو سکتی ہے اسی طرح نفس مطمئنہ کو عمل بغیر اللہ اور خواہش کے دوامی کے آگے
 سر تسلیم خم کر دینا نہایت شاق و ناگوار ہوتا ہے اور اس سے زیادہ مضر کوئی اور چیز اس کے حق میں نہیں
 ہوتی نفس مطمئنہ کی حمایت پر ایک فرشتہ ہوتا ہے جو دل کی دائیں جانب میں سلطنت کرتا ہے اور نفس امارہ
 کی حمایت میں شیطان ہوتا ہے جو دل کی بائیں طرف ملک گیری کرتا ہے۔ ان دونوں میں ہمیشہ لڑائیاں
 قائم رہتی ہیں اور جب تک دونوں کی دنیاوی مدت ختم نہیں ہوتی برابر جنگ و جدل چلی جاتی ہے
 جس قدر باطل کام ہوتے ہیں شیطان اور نفس امارہ کے ماتحت ہوتے ہیں اور جس قدر برحق باتیں
 ہوتی ہیں۔ فرشتے اور نفس مطمئنہ کی ماتحتی اختیار کرتی ہیں لڑائی کا نتیجہ کبھی نفس امارہ کے لیے مفید
 ثابت ہوتا ہے اور کبھی نفس مطمئنہ کے لیے کیونکہ لڑائی دن کی بہرہ گیری جہانوں ہے کبھی اسکے لیے
 فتح اس کے لیے شکست۔ لیکن آخر کار دائمی فتح اور ہمیشہ کی مدد ان لوگوں کے نصیب ہوتی ہے جو صبر
 کرتے ہیں تو جس نے صبر کیا اور دل کو مضبوط رکھا اور خدا سے ڈرنا اور اسے دنیا و آخرت دونوں میں
 عافیت حاصل ہوتی ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدا نے حکم کیا ہے **إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ** اور **وَالْعَاقِبَةُ**
لِلْمُتَّقِينَ اور خدا کا حکم کبھی بدل نہیں جاسکتا۔ حقیقت میں دل ایک صاف شفاف تختی ہے اور خطرات
 نفوس جو تختی میں منقوش ہوتے ہیں تو عاقل کو کلب لٹی ہے کہ اُس کے دل کی تختی میں مکرو فریب اور غا
 بازی اور اُن باطل آرزوؤں کے نقوش لیے ہوئے ہوں جن کی کچھ حقیقت نہ ہو پہلا وہ کون سا علم کون سی
 حکمت و ہدایت ہے جو ایسے نقوش کے ساتھ لکھی ہوئی پہلی معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دل کی
 تختی پر علم اور حکمت اور ہدایت کے نقوش خطرات کے نقوش کے ساتھ لکھنے چاہے تو اس کی بلاشبہ
 ایسی مثال ہے کہ کوئی علم نافع کو ایسی جگہ لکھ دے جو ان باتوں کی کتابت سے سبزیچے جن سے کچھ فائدہ
 متصور نہیں۔ مثلاً ایک کاغذ کی پھلی پر بہت سی خرافات اور فحش باتیں لکھی ہوئی ہیں اُس میں اگر
 کوئی شخص چند مفید باتیں ہی لکھ دے تو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ پس اگر دل رنجی خطروں اور
 خرافات فکروں سے فارغ و خالی نہیں ہے تو اس میں مفید اور سودمند خطریے قرار نہ لکھ سکیں گے
 کیونکہ وہ خالی ہی جگہ میں قرار رکھ سکتے ہیں جیسا کہ ایک مٹا کر کہا ہے **اِنَّمَا يَوْمُ الْقِيَامِ** ان اعراف
 ابھری ہر فصاف قلباً فارغاً فکھنا۔ یعنی میرے پاس اُس کا عشق ایسے وقت میں آیا کہ میں جانتا
 پہچانتا بھی نہ تھا کہ عشق ہے کیا چیز۔ لیکن جب اُس نے دل کو محبت غیر سے خالی پایا تو نہایت کامی

کے ساتھ اس میں جبکہ کڑی ہی وجہ ہے کہ بہت سے ارباب سکوت اپنے سلوک کی بنا حفظ خواطر پر ہی
ہے وہ اس وقت تک خطرات کو دل میں آنے نہیں دیتے جب تک دل کشف کے قابل نہیں ہو جاتے اور
حقائق علویات ان میں ظہور نہیں کرتے گتے۔ مگر ان لوگوں نے اسباب میں ایک بڑی اور نہایت
سنگین غلطی کی تھی کہ ایک چیز کی حفاظت کے چہچہ ان سے اور تمام چیزیں غائب ہو گئیں کیونکہ
انہوں نے دونوں کو اس لئے خالی کر دیا کہ کوئی خطرہ ان میں نہ آنے پائے تو اب ان کے دل بالکل خالی
رہ گئے کہ ان میں کچھ نہیں رہا ایسے موقع پر شیطان نے اپنا گزر کیا اور خالی دلوں میں بطلان کا بیج
بویا اور یہ بات ان کے ذہنوں میں جمادی کہ یہی سب چیزوں سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور ان خطروں
کی عوض میں جو علم و ہدایت کے مادے ہیں اس قسم کے باطل خطرات بدل دئے۔ الغرض جب دل خطر
نیک سے خالی ہوتا ہے تو شیطان کا وہاں گزر ہوتا ہے اور جگہ خالی پا کر آدمی کو ان چیزوں میں غفلت
کرنا شروع کر دیتا ہے جو اسکے مناسب حال ہوتی ہیں اور پھر اُسے ان میں ایسا لپیٹتا ہے کہ خواطر
علویہ فوجی خواطر سفلیہ ہی دلوں میں نہیں آ سکتے۔ تو آدمی کا ارادہ بجز بد میں مشغول ہونا اور اس ارادہ
سے دل کو فارغ و خالی کرنا جس میں بندہ کی صلاح و فلاح متصور نہ ہو اسی وقت ممکن ہے
جبکہ ارادہ نیک اسکے دل پر پوری طرح سے غالب ہو جائے اور ارادہ نیک خدا کی دینی مراد
جسے خدا دوست رکھتا اور اوست سے خوش ہوتا ہے اور یہی کہ دل کو معرفت خداوندی میں مشغول
رکھے اور اس کام کا اہتمام اپنے اور پر لازم کوئے اس پر قیام و ثبات کرے اور مخلوق میں اُسے جاری کرے
اور لوگوں کو اُسکی طرف بلائے شیطان جب بندہ کی اس حالت پر مطلع ہوتا ہے تو اُسے ان باتوں سے
روکتا اور زبرد کے دروازے کی طرف تے آ کر اُسے ان ارادوں کے ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور نیک
اُپہارتا کہ کسا تا ہے کہ وہ دنیا اور اسباب دنیا میں بالکل نفرت کرنے لگتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی
بھی لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے کہ تجزیہ و فراغ کا کمال اسی میں ہے۔ اور یہ اُسکا صرف دھوکا
ہے کیونکہ آدمی کا کمال یہ ہے کہ اُن خواطر اور ارادوں اور فکروں سے دل اور سر کو لبہ پر کرے جو
خدا کی رضامندی حاصل کرانے کے ذرائع ہوں اور اُن کے وسیلہ سے خدا اور خدا کے نیک بندے
اس سے خوش ہوں تو آدمی میں۔ بے زیادہ کمال آدمی وہ ہے جس کے خطرے اور فتنے ارادہ
خدا کی رضامندی حاصل کرنے میں اکثر اور زیادہ ہوں عید یا کہ عیب ان کوں سے زیادہ نا محض

وہ شخص ہے جس کی خواہر اور فکر اور ارادے حظوظ شیطانی اور خواہشات نفسانی کے حاصل کرنے میں اکثر اور زیادہ ہوں۔ حضرت قرین الخطای رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ جب آپ پر مرضیات الہی کے خطرے چاروں طرف سے هجوم کرتے تھے تو کبھی تو آپ انہیں نماز میں متعل کرتے تھے یعنی نماز پڑھ رہے ہیں اور لشکر اسلام کی ترتیب اور راستگی اور سامان و طیاری ہو رہی ہے اور کبھی قضا و فضل میں جاری کرتے تھے تو گویا آپ نماز و جہاد اور نماز و قضا کو ایک جگہ اکٹھا کرتے تھے۔ یہ طریقہ عبادت واحدہ میں بہت سی عبادتوں کے متداخل کر لینے کے قبیل سے ہے اور یہ بات نہایت غریب و شریف ہے جسے صادق اور صادق^{الطلب} اور عالی ہمت اور علم و فضل سے آراستہ ہونے والے کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ یہ شخص ایک عبادت میں اس طرح داخل ہوتا ہے جس کی وسیلہ سے بہت سی عبادتوں پر کامیاب ہو جاتا ہے وذلک بفضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

فصل

رہے الفاظ تو آدمی کو جہان تک بن پڑے انکی حفاظت کرنی چاہیئے اور الفاظ کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی لفظ بان سے بے کار نہ نکلے بلکہ ایسے موقع پر کلام کرے جس میں دینی فائدہ اور اخروی نتیجہ اچھا نکلے۔ آدمی بات کرنا چاہے تو پہلے بجائے خود غور کرے کہ جو لفظ میں زبان سے نکالنا ہوں اس میں کوئی دینی فائدہ ہے نہیں اگر نہیں ہے تو اس سے زبان کو بند کرے اور ہے تو بہر دوبارہ غور کرے کہ اس لفظ کے بولنے سے کوئی ایسا لفظ تو فوت نہیں ہوتا جو اس سے زیادہ مفید اور سودمند ہے۔ اگر ہے تو اسے تلفظ میں لا کر اسے ضائع نہ کرے اور جب تم کسی کی دلی بات دریافت کرنا چاہو تو اس کی زبان کی حرکت سے دریافت کرو کیونکہ زبان ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمہیں اسکی دلی بات پہلے گاہ کر دے گی خواہ وہ شخص اسے ظاہر کرنا چاہے یا نہ چاہے۔ یہی بن معاذ کا قول ہے کہ دل ہنڈیوں جیسے ہیں ان میں وہی چیز جو مل رہی ہوتی ہے جو ان میں موجود رہتی ہے اور زبان میں ان ہنڈیوں کی کھنگڑا ہوتی ہے تو تم کو چاہیئے کہ آدمی کو بات کرتے وقت دیکھو اس سے اس کے دل کی بات تم کو معلوم ہو جائے گی کیونکہ اس کی زبان جو کھلیکے منہ میں تمہارے سامنے وہی چیز بہر کر پیش کرے گی جو اس کے دل کی ہنڈیا میں ہے میٹھا ہے تو میٹھا اور کھٹا ہے تو کھٹا اور اسی طرح شیریں اور کڑا وغیرہ۔ تم کو اسکی زبان اس کے دل کا راز معلوم کر ادیگی یعنی جس طرح ہنڈیا کا کہا نمازبان سے چکھ کر

اُس کی حقیقت معلوم کر لیتی ہو اسی طرح تم آدمی کی زبان سے اس کے دل کا حال معلوم کر لو گے۔ حدیث
 انس میں آیا ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک آدمی کا دل سیدنا نہیں ہوتا
 اُسکے ایمان کا سیدنا رہنا بہت مشکل ہوتا ہے اور دل سیدنا نہیں ہوتا تا وقتیکہ زبان سیدی نہ ہو
 کسی نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آدمی اکثر کس چیز کی وجہ سے دوزخ میں داخل
 ہونگے فوایا زبان اور سبج کی وجہ سے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ حضرت معاذ نے
 پیغمبر صاحب سے دریافت کیا کہ وہ عمل کون سا ہے جس کے سبب سے لوگ جنت میں جائیں گے اور دوزخ
 سے دور رہیں گے۔ پیغمبر صاحب نے انہیں اسلام کی جو اس لامر ہے اور نماز کی جو ستون دین اور جہاد
 کی جو کولان دین کی بلندی ہے ان سب باتوں کی خبر دیکر ارشاد فرمایا کہ معاذ! کیا میں تم اس چیز کی خبر
 ندون جس سے ان تمام باتوں کا نظام دھوا ہے۔ معاذ نے عرض کیا جی ہاں اے رسول خدا آپ نے
 اپنی زبان مبارک کو کچھ کر فرمایا اسے بند رکھ۔ معاذ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہمارا ان باتوں
 مواخذہ ہوگا جو ہم زبان سے بولتے ہیں فرمایا معاذ! تیری ماں تجھے روئے گیا تجھے معلوم نہیں کہ
 لوگوں کو ان کی زبانیں ہی دوزخ میں اندھا یا ناک کے بل ڈالیں گی۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث
 حسن صحیح ہے تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت کا مقام ہے کہ آدمی کو اکل حرام اور زنا اور ظلم اور
 چوری اور شرب و خمر اور اجنبی عورت کو مانگنے گھورنے سے بچنا اور احتیاط کرنا تو آسان ہوتا
 ہے مگر زبان کی حفاظت کئی مشکل اور دشوار پڑ جاتی ہے حتیٰ کہ اکثر ایسے آدمی دیکھے جاتے ہیں جو دین
 اور زہاد و عبادت میں مشہور ہوتے ہیں اور انہیں لوگوں کی انگلیاں اٹھتی ہیں کہ وہ نہایت درجہ کے
 عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار ہیں۔ مگر انکی زبانوں سے اکثر باتیں ایسی نکلتی ہیں جو خدا کی
 ناخوشی اور غصہ کی موجب ہوتی ہیں۔ اور انہیں انکی کچھ پردا نہیں ہوتی۔ تم بہت سے ایسے آدمیوں
 کو دیکھو گے جو فواحش اور ظلم سے لوگوں میں دور رہتے ہوں گے مگر ان کی زبانیں زندون مردوں کی
 آبرو و نیریز میں مصروف ہوں گی اور انہیں کچھ پروا اور کچھ خیال نہ ہوگا۔ اگر تم اس بات کو یقین
 کے ساتھ دریافت کرنا چاہتے ہو تو مسلم کی اُس روایت کو دیکھو جو انہوں نے اپنی صحیح میں حدیث
 جنید بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے
 کہا بخدا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو کبھی بخشے ہی گا نہیں اس پر خدا نے فرمایا یہ کون شخص ہے جو میری

قیم کھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کو بخشوں گا ہی نہیں میں نے اس کو تو بخش دیا اور تیرے سامنے عمل
ضابطہ و برباد کر دیئے۔ خیال کر لے کہ ایک شخص نے خدا کی بہت کچھ عبادت کی ہے
کلمہ صرف ایک کلمہ سے ضابطہ و برباد ہو گئی۔ حدیث ابو ہریرہ میں ہے اسی کے قریب قریب ایک مضمون آیا
ہے اور اس میں اتنا اور زیادہ ہے کہ ابو ہریرہ نے فرمایا اس شخص نے ایک ایسی بات کہی جس سے اس کی
دنیا اور آخرت ہلاک ہو گئی۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بندہ کہی بے قصد و ارادہ خدا کی رضا مندی کی کوئی ایسی بات بول اُٹھتا ہے کہ خدا اس سے اس کے
درجے بلند کرتا ہے اور کہی بے باکانہ خدا کی ناخوشی کی ایسی بات کہ دیتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ
میں جاتا ہے۔ مسلم کی روایت میں یوں آیا ہے کہ بندہ ایک بات موقع سے نکال بیٹھتا ہے اور اُسے
اُس کی خبر تک نہیں ہوتی کہ شیخ کیا کہا ہے حالانکہ وہ اس کی نحوست سے دوزخ کی گہرائی میں اتنا دو-
جا پڑتا ہے جتنی دوری مشرق و مغرب میں ہوتی ہے۔ ترمذی میں بلال بن حارث حرنی کی حدیث
بائیں مضمون آئی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص خدا کی خوشنودی
کی کوئی بات کہتا ہے اور اُسے اس بات کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ یہ کس درجہ کی بات ہے اور کہا تک
ہو چلتی ہے مگر خدا تعالیٰ اس ایک بات کی وجہ سے اس کے لئے اپنی رضا مندی لکھتا اور قیامت تک
اُس سے خوش رہتا ہے۔ اس طرح غم میں کا ایک شخص خدا کی ناخوشی اور غصہ کی کوئی بات زبانی
نکال بیٹھتا ہے اور گمان نہیں کرتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی مگر خدا اسی ایک بات کی وجہ سے اس کے
لئے اپنی ناخوشی لکھتا اور قیامت تک اُس سے ناراض ہی رہتا ہے۔ علقمہ کہا کرتے تھے کہ بلال
بن حارث کی حدیث نے مجھے بہت سی باتیں زبان پر لانے سے روک دیا۔ جامع ترمذی میں بھی
اسی مضمون کی ایک حدیث آئی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک
شخص انتقال کر گیا۔ ایک شخص نے اُنکی نعش کو مخاطب کر کے کہا کیا بہتین جنت کی خوشخبری ہو۔
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں شاید اس کی زبان سے کوئی ناس لائے اور لا یعنی بات
نکلی ہو یا تو ہوشی چیز میں نکل گیا ہو۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ایک روایت میں یوں
آیا ہے کہ جنگ احد میں ایک لشکر کا شہید ہوا اور بھوک کی وجہ سے اس کی پیٹ پر ایک پتھر بندھا جا پایا گیا
اسکی ماس کی چہرے سے گرد و غبار پوچھتی جاتی اور کہتی جاتی تھی میاں تجھے جنت مبارک ہو اس پر پیغمبر خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچے کیا معلوم کہ یہ جنتی ہے ممکن ہے کہ اس کے مونسے کوئی یہودہ بات نکلی ہو اور جن چیزوں کے دینے سے مکی واقع نہیں ہوتی ان میں نخل کرتا ہو۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ جو شخص روز آخرت کا یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ بولے تو کلمہ خیر بولے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔ مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ جب وہ کسی موقع پر موجود ہو تو کلمہ خیر بولے یا خاموش رہے۔ ترمذی صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد کا حصص اسلام یہ ہے

کہ لا یعنی اور ناسا لستہ باتوں کو چھوڑ دے۔ سفیان بن عبد اللہ ثقفی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام میں کیا ایسی بات بتا دیجیے کہ ہر آپ کے بعد کسی سے پہچنے کی ضرورت نہ پڑے فرمایا اَمَنْتُ بِاللّٰہِ کہہ اور اسی پر ثابت قدم رہو۔ سفیان کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس بات کا ہے حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا اس کا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی سے روایت ہے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی آدم کی ہر ایک بات ان کے حق میں مضرب یعنی اسکی ہر ایک بات اسکے لئے وبال جان ہے۔ مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ نہیں بلکہ یہ باتیں اس کے

حق میں مضیہ اور سود مند ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ آئیب اور حدیث میں آیا ہے کہ

جب بندہ صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا متفق ہو کر زبان سے کہتے ہیں کہ خدا سے ڈر کہو نہ تم تیری

معیت میں ہیں اگر تو سید ہی رہی ہم بھی سید رہیں گے اور جو ٹوٹیر پڑی رہی تو ہم بھی ٹوٹیر رہیں گے۔ بعض بزرگان سلف اپنے نفس سے اُس کے اتنے کہنے کا اپنی محاسبہ کرتے تھے کہ یہ دن گرم ہے او

یہ ٹھنڈا۔ ایک بڑے بزرگ اور عالم کو اُنکے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کی کیا حالت

ہے بزرگ نے جواب دیا کہ میں صرف ایک لکڑی کی وجہ سے جو میں نے زندگی کی حالت میں کہا تھا خدا کی

نفتوں سے روک دیا گیا میں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ لوگ میند کے کیسے محتاج ہیں۔ اب مجھے پوچھا گیا

کہ تجھے یہ بات کس نے معلوم کرادی تھی حالانکہ میں اپنے بندوں کی مناسبت سے خوب واقف ہوں۔

ایک صحابی نے اپنے غلام سے ایک روک کہا کہ دسترخوان بچھاؤ کہ ہم اُس کے ساتھ کچھ شغل کریں یہ کہہ کر فرمایا

استغفر اللہ میں کوئی کلمہ بغیر اس کے کہ زبان کو لگام دے لوں موندہ سے نہیں نکالتا مگر یہ کلمہ میری زبان سے

بغیر لکھ دینے لکل گیا یا اسی کے قسبہ قریب کی اور بات کہی۔

اعضا جوارح کے حرکات میں نسبت زیادہ آسان حرکت اگرچہ زبان کی حرکت ہے لیکن حقیقت میں بندے کے لئے اُس سے بڑھ کر مضار کوئی حرکت نہیں۔ سلف و خلف کا اختلاف ہے کہ کیا جو لفظ بھی آدمی کے موند سے نکلتا ہے کما کا بتین فرشتے اسے لکھتے ہیں یا صرف لکیر نہ دیکھ لکھتے ہیں اس میں اُنکے دو قول ہیں۔ اظہر یہ ہے کہ جو لفظ بھی انسان کی زبان سے نکلتا ہے فرشتے اسے اپنے جبر میں درج کر لیتے ہیں۔ بعض سلف کا قول ہے کہ ابن آدم کے ہر ایک بات اُسکے حق میں مضربہ مگر خدا کا ذکر اور جو اس کے قریب قریب ہو وہ ضرر نہیں۔ جناب خلیفہ اعلیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ اس کجبت نے مجھے ہلاکت کے گڑھے میں لے جا ڈالا۔ کسی بزرگ نے کہا یہی اچھا کہلے کہ کلام تیرا جتنی لیکن جب تیرے موند سے نکلا تو اس کا قیدی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر بات کے کھینے والی کی زبان کے پاس حاضر و ناظر ہے جیسا کہ فرمایا مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ یعنی آدمی کوئی بات نہیں کہتا مگر اُس کے نزدیک ایک نگہبان موجود رہتا ہے۔ زبان میں دو ایسی بڑی آفتیں ہیں کہ اگر بندہ اُن میں سے ایک سے چھٹکارا پا ہی لیتا ہے تو دوسری سے نہیں پاسکتا ایک تو بات کرنے کی آفت ہے اور ایک خاموش رہنے کی اور کہی ان میں سے ہر ایک کی آفت بلحاظ گناہ دوسرے سے بڑی ہوتی ہے۔ پس حق بات کہنے سے خاموشی اختیار کرنے والا گو نگاہ شیطان اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے والا اور کلام اور سستی برتنے والا ہے جبکہ اسے اپنے نفس پر کسب طر کا خوف نہ ہو۔ اور باطل باتیں موند سے نکلنے والا شیطان گویا اور خدا کا فرمان ہے اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو اپنے کلام و سکوت میں مغرور ہیں یہی لوگ ان دونوں مہلکوں کے بین میں داخل ہیں اور یہی درمیانی لوگ ہیں اور درمیانی لوگ صراط مستقیم کے اہل ہیں وہ جھوٹ اور لالچنی باتوں سے اپنی زبانیں بند کرتے اور جس بات کا اخروی نفع اُنکی طرف عود کرنا چاہے اسے سادہ گویا ہوتے ہیں تو ان میں ایک شخص ہی تم ایسا نہ کہو گے جو ایسے کلمہ کے سادہ گویا ہو کہ ضائع و رائگانہ جائے اور بے منفعت باقی رہے معاملات آخرت تو دور رہے معاملات دنیا میں ہی وہ کلمہ اُنکو ضرر نہیں دیتا۔ قیامت کے روز بندہ چاروں جہی نیکیاں لیکر آئیگا اور وہ اپنی زبان کو پکے گا گا س نے اُس کی ساری نیکیاں برباد و ضائع کر دی ہونگی اس طرح ایک شخص چاروں کے برابر ہائیماں لیکر گئے گا اور وہ اپنی زبان کو پکے گا گا س نے

خدا کی کثرت ذکر کی وجہ سے اسکی ساری ہر ایمان نہایت و نابود کر دی ہونگی۔

فصل

باقی رہے اقسام انکی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ کج نالیہ مواقع کے جہان ثواب کی امید ہو اور کہیں قدم نہ رکھے اور اگر چلنے میں غریب ثواب کی امید نہ ہو تو چلنے سے بیٹھ رہنے میں بہتری ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ جس مباح چیز کی طرف سے قدم اٹھائے اس میں قرب خداوندی پیش نظر رکھے اور خاص خدا کے واسطے قیامت کرے ایسا کرنے سے اس کے قدم قربت اسکی عادت۔ عبادت۔ اس کی مباحات۔ طاعات کی طرف متعلق ہوگی اور چونکہ لغزش کی دو ہی قسمیں ہیں۔ لغزش قدم اور لغزش زبان۔ لہذا خدا تعالیٰ ذیل کی آیت بیان دونوں کو جمع کر دیا ہے ارشاد فرماتا ہے **وَعِبَادُ الْمَلَأِ هُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَلَى الْأَفْهَامِ تَوَدُّ أَنْ يَكُونُوا كَالْأَنْفُسِ** انجاء ہلکوت و انواستلماہ ۱۰ ۱۱ ۱۲ یعنی خدائی رحمن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگتے ہیں تو ان کو ستم کرتے اور الگ ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے عباد الرحمن کی تعریف کی ہے کہ وہ لفظوں اور قدموں دونوں باتوں میں استقامت اختیار کرتے ہیں الغرض آیہ مذکورہ میں لفظوں اور قدموں دونوں باتوں کو جمع کر دیا گیا ہے جس طرح آیہ **تِلْكَ خَائِدَةُ الْأَعْيُنِ وَمَا عَصَى الْقُدُورُ** ۱۰ ۱۱ ۱۲ میں لفظات اور خطرات کو جمع فرمایا ہے۔

فصل

یہ تمام باتیں جو ہم بیان کر آئے ہیں ان کو فحش باتوں کی تحریم اور شرم گاہ کے وجوب حفاظت کا مقدمہ اور پیش خمیہ جہنما چاہیے جیسا کہ جناب غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے آدمی صرف ننگین اور شرم گاہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے صحیحین میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مسلمان آدمی کا خون مباح تو ہے مگر باطن میں سے ایک بات علی بن ابی لیس کی وجہ سے باہر آ آدمی نہ کرے تو اس کی وجہ سے اس کا خون مباح ہو جاتا ہے کوئی کسی کو ظلماً قتل کر دے تو قاتل کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص دین اسلام سے مرتد ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں اضطراب و پریشانی پیدا کرے تو اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ وہ حدیث زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ ملا اور نزدیکی کرنے میں قرآن کی اس آیت کے مطابق ہے جس میں زنا اور شرک اور قتل نفس کو یک

کاٹھین وزن کیا گیا ہے اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مطابق ہے جس میں زنا کو کفر اور قتل نفس کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔ ان فرض حدیث مذکور میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس گناہ کا ذکر کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کا جو اس سے کم ہے۔ زنا قتل نفس کی نسبت اکثر وقوع میں آتا ہے اور قتل نفس مردہ کی نسبت تو حدیث میں ایک بڑے گناہ سے اس گناہ کی طرف استعال کیا گیا ہے جس کا فساد بہت بڑا اور عام تھا۔ زنا کا مفسدہ صلاح عالم کے بالکل برخلاف بلکہ اسے جڑ پھڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا ہے کیونکہ جب عورت زنا کی مرتکب ہوتی ہے تو اپنے اور اپنے خاندان اور شوہر اور اس کی ساری خاندان میں بدنامی کا بیج بوتی ہے۔ ان تمام لوگوں کو شرم و عار و افسوس ہوئی اور لوگوں میں ان کے منکر ہو جاتے ہیں اور اگر وہ زنا کی وجہ سے حاملہ ہو گئی اور بدنامی کے خوف سے بچے کو ہلاک کر دیا تو زنا کے ساتھ قتل کو بھی جمع کر لیا اور اگر حمل کو خاوند کی طرف منسوب کیا تو ایک اجنبی شخص کو جو حقیقت میں اس کی اور اس کے شوہر کے خاندان سے نہ تھا اپنے اور شوہر کے خاندان میں ملا لیا جو ان کے پیچھے ان کا وارث ہو گا اور ان سے خلا ملا رکھے گا اور ان کی طرف اپنے تین منسوب کرے گا یہ سب زنا کے مفسدہ میں جو عورت کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں۔ رہا مرد کا زنا تو وہ بھی نسب کے گڈ مڈھنے کا سبب ہے اور قطع نظر احتلاط نسب کے پاس اور محفوظ عورت کے خواب کر دینے اور بر باؤ تلف کرنے اور طرح طرح کے فساد برپا کرنے کا موجب۔ غرض کہ اس کبیہہ گناہ میں دنیا و دوزخ کی خرابیاں ہیں اور اسی گناہ کی وجہ برزخ میں بہت سے قبریں آباد ہونگی اور آخرت دوزخ کا بڑا حصہ آباد ہو گا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اس ایک زنا سے کس قدر مخرات حلال کرنے پڑتے اور کتنے حقوق تلف ہوتے اور کتنے نظام واقع ہوتے ہیں۔ زنا کی خاصیت ہے کہ وہ فاعل کے فقر کا موجب ہوتا ہے اس کی وجہ سے آدمی مفلس و فقیر ہوتا اور اس کی عمر کوتاہ ہوتی اور چہرہ سیاہ ہو جاتا اور لوگوں میں مبغوض و دشمن رہتا ہے۔ زنا کی یہ بھی خاصیت ہے کہ زانی ہمیشہ حیران و سرگردان اور پریشان رہتا ہے اگرچہ اس کا دل تراناہیں مگر ریض و گلین اور فکر آلود و حسرت زدہ رہتا ہے۔ نیکی کا فشرہ اس سے دور ہو جاتا اور شیطان قریب ہو جاتا ہے۔ غرض کہ مفسدہ قتل کے بعد زنا کے مفسدہ سے زیادہ بڑا اور عظیم الشان کوئی مفسدہ نہیں ہے جس کی وجہ سے کہ مباح نے اس کی سزا قتل ٹھیکرائی اور قتل ہی وہ جو نہایت کشتیج نہایت قبیح نہایت سخت نہایت مخش صورت میں واقع ہو۔ اور یہی سبب ہے

لوگ قتل کو نہ سے پہلے اور آسان سمجھتے ہیں اگر کسی خبر ہو چکے کہ اس کی عورت قتل کر دی گئی تو اسے اس قدر
 رنج نہ ہوگا جس قدر اپنی عورت کی زنا کاری کی خبر سنکر رنج ہوتا ہے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
 کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھ لوں تو اسے ایسی تلوار ماروں جو کبھی خطانہ کرے یہ خبر جناب
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کیا تم سعد کی عزت سے تعجب کرتے ہو وہ احد
 میں اس سے بڑکر غیرت دار ہوں اور اللہ مجھے بڑکر غیرت والا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام چھپی
 کہلی بے حیائیوں کو حرام کر دیا اس حدیث کے ناقل بخاری و مسلم دونوں ہیں۔ صحیحین میں یہ بھی
 آیا ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا غیرت کرتا ہے اور ایماندار بندہ بھی غیرت دار ہوتا
 ہے۔ خدا کی غیرت یہ ہے کہ بندہ ان افعال کا مرتکب ہو جنہیں خدا نے حرام کر دیا ہے۔ صحیحین میں یہ بھی
 آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے بڑکر غور کوئی نہیں ہے اس وجہ سے
 اُس نے ہر کہلی اور چھپی بھجائی حرام کر دی ہے بسطرح خدا سے بڑکر کوئی شخص عذر پسند کرنے والا نہیں
 یہی وجہ ہے کہ اس نے پیغمبروں کو بھی جو سنا توں کو جنت کی خوش خبری دیتے اور کافروں کو دوزخ
 کے عذاب سے ڈراتے ہیں علیٰ ہذا القیاس کوئی شخص ایسا نہیں جسے خدا سے زیادہ تعریف پسند ہو۔
 اسی وجہ سے اُس نے اپنی تعریف آپ کی دی۔ اور صحیحین میں ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 سورج گرہن کی نماز میں خطبہ پڑھا اور اُس میں فرمایا اے محمد کی امت بخدا اللہ سے بڑکر کوئی شخص
 اسکی سے زیادہ غیرت نہیں کرتا کہ اسکا غلام یا اس کی لونڈی مرتکب زنا ہو۔ لوگو! قسم خدا کی اگر
 تم وہ باتیں سناؤ جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا بہت رو تھوڑا بہت نان لے آؤ اپنے دونوں ہاتھ
 اٹھا کر فرمایا خداوند امین نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ نماز کو فی سوریٰ گرہن کی نماز کے بعد جناب پیغمبر
 صاحب کا خا صکر اس گناہ کبیرہ کے ذکر کرنے میں ایک رفر بدیع ہے جسکو ہر شخص نہیں بلکہ وہ شخص
 خوب سمجھتا ہے جسے سوچنے اور مائل کی عادت ہے۔ زنا کی کثرت اور اسکا عام ہونا دنیا کے خراب بر باد
 ہونے کی علامت اور قیامت کے ٹوٹ پڑنے کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے جیسا کہ صحیحین
 میں حضرت انس بن مالک سے آیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لوگو! میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں
 جو میرے بوقتہم کو کوئی نہ سنا ہوگا۔ میں نے جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے
 برپا ہونے کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ سچا اُن کے دینا سے علم کا اُبھ جانا جہل کا ظاہر ہونا شراب کا

کہلے کہلا جاہان زنا کا عام ہونا مردوں کا کلم اور عورتوں کا بہت ہونا ہے یہاں تک کہ چاس عورتوں میں ایک مرد ہوگا جس کے سر سے سب کا بوجھ بار ہوگا۔ مخلوق میں ہمیشہ سے سنت اعد جاری ہے کہ جب زنا کی کثرت ہوتی ہو تو خدا کے غضب کی آگ نہایت سختی کے ساتھ بھڑک اُٹھتی ہے تو ضرور ہے کہ اوسکا غضب زمین میں عذاب اور سزا کی صورت میں ظاہر ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جس لہتی میں سود اور زنا کا رواج عام ہو جاتا ہے خدا اوسکی ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ وہ ایک عورت سے آنکھ کا اشارہ کر رہا ہے یہ دیکھا اوس نے کہا بٹیا خیر دار۔ یہ کہنے پاپا تھا کہ یہ پیش ہو کر سخت سے نیچے گر پڑا۔ دماغ کو کچھ ایسا صدمہ چکا کہ ہیچا نکل پڑا اور اُس کی بیوی کا حل صانع ہو گیا ملاوٹ غیب نے پکار کر کہا کہ میرے بارہ میں بس اسی قدر غصہ پراکتفا کیا جاتی رہی نسل میں کبھی بہلائی نہ ہوگی۔

خدا تعالیٰ نے زنا کی سزا کو تمام سزائوں میں سے تین باتوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ ایک یہ کہ زانی اگر بیاہو اسی سزا قتل ہے اور قتل ہی وہ جو نہایت قبیح اور بُری طرح سے ظہور میں آتا ہے اور اگر کنوارا ہو تو زنا کی سزا سوڑے اور سال بہر کیلئے جلا وطنی۔ اس میں درحقیقت دو بُری سزائیں ہیں ایک جسمانی۔ دوسری روحانی۔ جسمانی سزا لینے دے لگائے سے بدن کو تکلیف پہنچتی ہے اور روحانی سزا لینے جلا وطنی سے دل پر صدمہ ہوتا ہے دوسرے یہ کہ خدا نے اپنے بندوں کو منع کر دیا ہے کہ انکو کسی زانی کے گھر لگانے میں رحم اور مہربانی دامنگیر نہ ہو اور وہ اسوجہ سے حد کے قائم کرنا میں سستی نہ کریں بلکہ اوس نے محض اپنی رحمت و کرم سے یہ سزا مقرر کی ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر رحمت زیادہ مہربان ہے بائیں جب اس سزا کی رحمت نے اس سزا کے مقرر کر کے کو اسے منع نہیں کیا تو پہلے کون ہو جو اس کے حکم کے قائم کرنے سے باز رہتے ہو۔

یہ بات اگرچہ حل صدمہ اور سزائوں میں عام ہے مگر حد زنا میں خاص کر اسلیئے ذکر کی گئی ہے کہ اس کے ذمہ سخت ضرورت تھی۔ وجہ یہ کہ بیشیر لوگ زانی کو دیکھ کر اپنے دلوں میں وہ سختی اور تشدد نہیں پاتے ہیں جو چور اور پارسا لوگوں کے بہت لگانے والے اور شراب کے پینے والے کو دیکھ کر پاتے ہیں اور جب یہ ہے تو ان کے دلوں میں بہ نسبت اور گنہگاروں اور اہل جرائم کے زانی کی طرف سے شفقت و مہربانی پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب کبھی ایسا موقع آ پڑتا ہے تو ہسکا بخیر بخوبی ہو جاتا ہے ہو جاتا ہے

خدا نے عام مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ مرتکب زنا پر رحم نہ کریں مبادا وہ کارِ رحم کرنا
خدا تعالیٰ کی باندھی ہوئی سزا اور جاری کیے ہوئے قانون کو معطل و بیکار کر دے۔ لوگوں کو جو مرتکب
زنا پر رحم آتا ہے تو اسکا سبب ہے کہ زنا شریف اور ذلیل اور متوسطہ درجہ کے لوگوں سے سرزد ہوتا ہے
اور نفوس میں اس فعل کی طرف بلانے والے اسباب بکثرت موجود ہیں جو آدمی کو کسان کسان اس گناہ کی
طرف لجاتے ہیں ان میں بڑا سبب شہوت ہے اور بعض دل میں کہ طبعی طور پر عاشق پر مہربانی کرنے کے لئے
پیدا کیے گئے ہیں بہت سے لوگ عاشق کی موافقت کو طاعت اور قربت خیال کرتے ہیں اور اگرچہ مشرق
کی صورت کا دیکھنا حرام ہے مگر تو بھی اس کو کوئی بُرا نہیں سمجھتا۔ غرض کہ یہ بات ان میں سب طرح ثابت
و برقرار رہتی ہے جس طرح وحشی جانور دن اور بہانہ میں برقرار رہتی ہے۔ خود ہم نے اس طرح کی بہت سی
حکایتیں سنی ہیں جو اکثر ناقص العقل والدین لوگوں سے روایت کی گئی ہیں۔ جیسے لونڈی و غلام
کو کرچا کر پے وقف عورتیں وغیرہ۔ اور یہ بات بھی ہے کہ یہ گناہ بسا اوقات باہمی رضامندی
سے واقع ہوتا ہے اور اسی سبب سے اس میں وہ ظلم و زیادتی اور غصب وغیرہ پیدا نہیں ہوتے جن سے
نفوس متضرر ہوں کیونکہ نفوس میں ایسی شہوت مرکوز ہے جو آدمی پر ہمیشہ غالب رہتی ہے۔ تو آدمی زانی
کو مغلوب اور عاجز تصور کر کے اُس پر رحم کرتا ہے اور یہ رحم کرنا اقامت حد کو مانع ہوتا ہے لیکن یہ تمام
باتیں ایمان کی کمزوری پر دلالت کرتی ہیں۔ کمال ایمان یہ ہے کہ آدمی میں وہ قوت ہائی جائے جسکے
ذریعے سے وہ خدا کا حکم قائم کر سکے اور ساتھ ہی وہ شفقت و مہربانی بھی جو جو محمد کے حق میں دراصل
بہبودی اور بہتری کی باعث ہوتا کہ خدا کی حکم اور رحمت میں موافق ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ زانی اور زانیہ دونوں کو مسلمانوں
کے بڑے مجمع میں حد لگائیں۔ تنہائی اور خلوت میں نہیں کہ انہیں کوئی دیکھ ہی نہ سکے۔ اور یہ بات
مصلحت حد اور حکمت زجر کے بارے میں بہت اولیٰ اور بہت مفید ہے۔ جیسے ہوئے زانی کی حد
سزا اگرچہ قرآن میں بصراحت مذکور نہیں ہے لیکن شارع علیہ السلام نے اُس سزا سے مستثنیٰ کر دی
جو قوم کو ہر نازل ہوئی کہ اُس پر پھرتے ہوئے گئے اور انکی بہتان اٹھ دی گئیں۔ شارع علیہ السلام کے اس
استنباط کی دلیل یہ ہے کہ زنا اور لواطت دونوں فحش ہونے میں مشترک ہیں اور ان دونوں میں سے
ہر ایک میں وہ خرابیاں اور فساد موجود ہیں جو حکمت الہی کے سراسر مخالف اور برعکس ہے۔

آنکھیں نہی رکھے۔ حرمان سے شرم گاہ کی حفاظت نہیں ہو سکتی کسی کے ساتھ کوشش کرے خدا سے سچا معاملہ رکھے تو امید ہے کہ خدا سے بخشا اور وہ جنتوں گناہین داخل ہو کیونکہ خدا گناہگار بندوں کے تمام گناہوں کے بخشدین کی قدرت رکھتا ہے۔ اور جب تو بہ ہر قسم کے گناہ کو نسبت دنا بود اور ملیا میٹ کر دیتی ہے یہاں تک کہ شرک باسدا اور ابنیاد اور لیا کا قتل اور جادو اور کفر وغیرہ تک پہنچے تو پھر اس ایک گناہ کے نسبت دنا بود کرنے میں کیوں تفصیل کرتے تھے۔ خداوندی حکمت نے استحقاق و وجوب کے طور پر نہیں بلکہ محض انصاف فضل کے طور پر یہ بات مقرر کر دی کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر لیتا ہے وہ توبہ کیے پیچھے اس شخص سے ہوتا ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ علاوہ ازین خدا تعالیٰ اس امر کا کفیل و ضمان ہو گیا ہے کہ جو شخص شرک اور قتل نفس اور زنا سے توبہ کرے گا خدا اس کی برائیوں کو پہلائیوں سے اور گناہوں کو ثواب سے بدل دے گا پھر یہ حکم کسی خاص ثابت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر ثابت کے لئے عام ہے خواہ کسی گناہ سے توبہ کرے چنانچہ قرآن مجید کے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یعنی اے پیغمبران لوگوں سے کہہ دو کہ اے ہمارے بندو جنہوں نے گناہ کر کے اپنے اوپر زیادتیان کی ہیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہ رہو کیونکہ اللہ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور وہ بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ دیکھیے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے عام گناہوں کی نسبت فرمایا ہے کہ ہم سب گناہوں کو بخش دیتے ہیں اور جب یہ ہے تو ایک گناہ اس عوم سے کبھی طرح خارج نہیں ہو سکتا لیکن ان آیہ مذکورہ تاہین کے حق میں خاص ہے یہ نہیں کہ کوئی شخص مرتکب گناہ ہو اور توبہ نہ کرے تو بھی معفو و مغفور ہو گا۔ اور اگر مفعول کر کہیں کے زمانہ کی نسبت بڑی عمر میں زیادہ شرمیہ اور خستہ ناگزیر ہو اور توبہ انصوح اور عمل صالح کی توفیق نہ دیا گیا ہو نہ فوت شدہ کاموں کی تلافی کر سکا ہو اور نہ سابق کے مردہ اعمال کو زندہ کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ برائیوں کو پہلائیوں سے بدل سکتا ہو نہ گناہوں کے کام کو نیک کاموں سے مٹا سکتا ہو اس سے یہ بات بعینہ اور نہایت بعید ہے کہ خاتمہ کے وقت ان کاموں کی توفیق دیا جائے جو جنت میں جانے کے موجب ہیں اور یہ نیک کاموں کی توفیق نہ دیا جانا دراصل اس کے فضل نا شائستہ کی سزا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ایک بُرائی کے عتب میں سب سے بُرائی لگا دیتا ہے جو حقیقت میں پہلی بُرائی کی سزا ہوتی ہے اور برائیوں کی سزا دو چند کرنا چاہتا ہے

جیسا کہ ایک نیکی کچھ بجالائے کے بعد دوسری نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے اس کے ثواب کو وہ چند سے چند کر دیتا ہے۔ اور جب تم گنہگاروں کے حال پر اس وقت نظر کرو گے جبکہ وہ سکران موت کی تلکبف میں بدین پڑے بیل رہے ہوں تو معلوم کر لو گے کہ ان میں اور حسن خاتمہ میں ان کے برے اعمال حائل ہو گئے اور آخر کار انہوں نے دنیا کو بری حالت میں چھوڑا اور یہ صرف ان کے برے اعمال کی سزا تھی جو اس وقت انہیں پہنچائی گئی۔

حافظ ابو محمد عبدالحق بن عبد الرحمن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے پایہ کے عالم و فقیہ تھے کہتے ہیں کہ سو خاتمہ کے بہت سے اسباب اور راہیں اور دروازے ہیں ان سب میں بڑا سبب دنیا پر گر پڑنا اور اس کی طلب جس میں مبتلا رہنا۔ آخرت سے موزن ہونا۔ خدا کی نافرمانیوں پر جرأت کرنا ہے۔ اس صورت میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر اس کی بعض خطائیں اور خدا کی نافرمانیاں غالب ہو جاتی ہیں اور آخرت سے موزن ہونا اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں پر جرأت کرنا یہ سب باتیں اس کے دل پر پورا پورا قبضہ کر لیتی ہیں اس عقل کو قید کر لیتی ہے نہ تو قلب کو بجا دیتی اور اپنے ظلمانی پردوں کو اسپر ڈال دیتی ہیں تو اس وقت نہ تو اس کو کوئی نصیحت ہی مفید پڑتی ہے۔ نہ کوئی وعظ ہی نفع بخش اور سود مند ثابت ہوتا ہے اور لہذا اوقات اسی حالت میں اسے موت آ جاتی ہے پس وہ دوسرے ایک آواز سنتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اس سے مراد کیا ہے اور نہیں جانتا کہ قائل کا کیا مطلب ہے اگرچہ بکار نیا لایا ہوا پکارے اور مکرر کر آواز دے۔ ابو محمد عبدالحق یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ناصر کے غلاموں میں سے ایک شخص پر موت کے آٹا طاری ہوئے اس کے بیٹے نے کہا کہ باوا جان آپ کلمہ پڑھیے اور کہیے لا الہ الا اللہ اے کہا ناصر میرا آقا ہے بیٹے نے دوبارہ کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو اس نے وہی جواب دیا اتنے میں اُس پر غشی طاری ہو گئی ہوش میں آیا تو بولا ناصر میرا آقا ہے حالہ غرض اس کی یہی کیفیت رہی کہ جب اس سے کہا جاتا تھا کہ لا الہ الا اللہ کہو وہ جواب دیتا تھا کہ میرا آقا ناصر ہے۔ آخر کار اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! ناصر تجھے اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیا اور قتل عام کی مصیبت لا ڈالے گا۔ غرض کہ یہی کہتے کہتے مر گیا۔ ابو محمد عبدالحق کا بیان ہے کہ ایک شخص کا ذکر ہے جسے من بھی پہچانتا ہوں کہ جب جان کنی کے وقت اس سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو اس نے کہا کہ فلاں مکان کو آراستہ کرو۔ فلاں باغ کو اس طرح اور اس طرح آرائش کرو اور اسی قسم کی اور بہت سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ دم نکل گیا۔ کہتے ہیں مجھے ابو ظاہر السی نے اس بات کے مشہور کر دی

اجازت دی کہ ایک شخص کے مرنے کا وقت قریب ہوا تو اس سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دینا ماری
 زبان میں لگا کہنے وہ یازدہ بیٹے دس روپے کے بدلے گیارہ روپے لوں گا ایک اور شخص سے جان کنی کے
 وقت کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہہ دینے لگا اِنَّ الصَّلٰوةَ لَکَ حَکْمٌ مُّجْتَابٌ چہ بیٹے حام منجاب کا رستہ
 کدیر سے۔ ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں کہ اس مصرعہ کا ایک شان نزول ہزار اور عیسیٰ و عیسیٰ شان نزول ہے وہ یہ کہ
 ایک شخص اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا اور اس کے گھر کا دروازہ حام منجاب کے دروازے سے بہت کچھ نیچا
 رکھتا تھا۔ اتفاق سے ایک نہایت حسین اور خوب صورت عورت کا اس طرف سے گزر ہوا اس نے اس سے دریا
 کیا کہ حام منجاب کا رستہ کدیر سے یہ بولا کہ حام منجاب یہی ہے عورت بلاتال گھرنی لگی اور اس کے چہ پیسے
 یہ بھی داخل ہوا عورت نے اندر جا کر معلوم کیا کہ یہ حام منجاب نہیں ہے بلکہ کسی شخص کا گھر ہے اور میرے ساتھ
 دوسرے کیا گیا ہے چونکہ تھی عقدہ نزل میں کہا کہ زیب کی پادش ازب ہی سے کہنی چاہیے چنانچہ اس نے رستے
 پہلے یہ بات کی کہ اس شخص کو بس مکان میں دیکھ کر بھد خوشی ظاہر کی اور تنہا مکان میں اپنے اور اس کے اجتماع کو
 بظاہر بہت ہی اچھے پیرا میں بیان کیا اور چونکہ مالک کا رکھنے کے ارادہ بدست واقع ہو گئی تھی تو اب اس نے زیب سے
 اور فضل بدست چھٹکارا پانے کے لئے دلی دلی میں کہہ دیا میں سوچنے لگی اور جب دیکھا کہ بس اب صحت
 محفوظ نہیں رہ سکتی اور کوئی دم میں شیشہ ننگ ناموں ٹوٹنا چاہتا ہے تو نہایت نرم و نازک بچے میں بولی کہ
 ہمارے تہا رے اجتماع کا مزہ تو جب ہے کہ اس موقع پر عیش عشرت کے کچھ سامان بھی موجود ہوں وہ شخص
 بولا کہ میں اسی دم تیری تمام خواہشوں کو پورا کرتا۔ اور جس قسم کے ساز و سامان چاہی ہے فوراً مہیا کئے
 دیتا ہوں یہ کہہ کر گھرت نکلا عورت کو تنہا چھوڑ گیا اور دروازہ کو مقفل نہیں کیا۔ باز میں گیا اور جو کچھ خریدنے
 بن پڑا فوراً خرید کر واپس آیا دیکھا تو گھر اور اس کا تمام ساز و سامان جو ان کا توں پڑا ہے اور عورت کا پتہ نہیں
 حیران ہوا اور رفتہ رفتہ جنون تک نوبت پہنچ گئی تھوڑے عرصہ میں کیفیت ہوئی کہ اکثر اوقات اُسی کا ذکر
 زبان پر رہتا اور لگی کوچوں میں یہ کہتا پڑتا پڑتا یَا رَبِّ قَاتِلْهُ یَوْمًا وَقَدْ تَعِیْتُ ۝ اِنَّ الصَّلٰوةَ لَکَ حَکْمٌ مُّجْتَابٌ
 اِلٰی حَکْمِ مُجْتَاب ۝ بیٹے اہلی ! وہ دن کو نہا تھا کہ ایک نازک دانے مجھ سے پوچھا کہ حام منجاب کا رستہ
 کدیر سے ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ یہی شعر پڑھتا چلا جاتا تھا کہ ایک عالیشان مکان کی کھڑکی میں سوائی
 عورت نے یہ شعر پڑھا ھَلْ جَعَلْتَ سَرَّیْنَا اِذْ ظَلَمْتَ یٰھَا ۝ حِزْرُکَ الدَّارِ وَقَدْ لَعَلَّ الْبَابُ ۝
 مجھے جب تو اپنی مراد پر کامیاب ہو گیا تھا تو جلدی کیوں نہیں کی۔ اور گھر کی حفاظت اور دروازے کو مقفل

کرنے میں کیون غفلت کی۔ اس شعر کا سننا تھا کہ اس کی جراتی و پریشانی میں ایک عجمی معمولی جوش پیدا ہوا اور یہ جان میں اتنا ہمدرد ترقی ہو گئی۔ اور وہ ہمیشہ یہی کہتا رہا یہاں تک کہ اس کا خاتمہ اسی بیت پر ہوا اور یہی کہتے مگر گرا۔

ابو محمد عبدالحق کہتے ہیں اسی کے قریب تو بایک امد حکایت بھی نقل کی جاتی ہے کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہو گیا معشوق کی محبت اسکے دل میں بیٹھ گئی اور اس کی جدائی اس پر نہایت شاق و گران ہوئی یہاں تک کہ بیمار پڑ گیا۔ اور بیماری کی ثوابت یہاں تک پہنچی کہ صاحب فراش ہو گیا اور اس شخص کا تو یہ حال تھا کہ معشوق کی کیفیت تھی کہ اسے انہماک ہے کی نفرت تھی اور اس سے ملنے میں اپنی بے وقتی اور بے حتمی سمجھتا تھا گو کوشش دووں گے بیچ میں کشتیاں امد لال چھوڑے اور انہوں کو مل کی تکیوں میں لٹانے کے لئے اور اوپر دوڑنا شروع کیا۔ بڑی کوشش و محنت کے بعد کسی نے اگر خبر دی کہ اسے فلاں روز آنے کا وعدہ کیا ہے یہ خبر جو عاشق کے حق میں ثرودہ باغفر تھا اور اسکے مردہ قالب میں نئی اور تازہ روح پھونکنے والا تھا اس نے نہایت خوش ہوا اس کی مسرت و شادمانی میں ایک غیر معمولی شکر یک پیدا ہوئی اور غم کا پہاڑ دل سے اٹھ گیا گئے ہوئے ہوش جو اس میں ٹھکانے لگے اور جان میں جان آئی اور اب اس کے مقرر کئے ہوئے وعدہ کا انتظار کرنے لگا۔ اسی ناٹاؤں میں ایک بیچ کا بچہ آیا اور کہا صاحب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور ہماری ان تھک کوششوں کی عمارت آسمان تک پہنچ کر گر پڑی آج وہ مجھے رستہ میں ملا اور آتے آتے واپس چلا گیا جب بیٹے یہاں لانے پر رغبت اور رغبت کے ساتھ اصرار نظر کیا تو وہ کہنے لگا میں نے سب کدہ بچے لوگوں کے سامنے یا کرنا اور ہمیشہ مجلسوں میں میزبان کر لیا جو تو مجھے ایسی کیا پڑی ہے کہ تہمت و بدنامی کی جگہ جاؤں اور بیفائدہ اپنے اوپر عیب لگاؤں بیٹے ہر چند بھایا اور یہاں تک لانے پر اصرار کیا مگر اس نے ایک مانی اور واپس چلا گیا تاہم ایسا بعد اوس اصلاح عاشق کے کان میں جب یہ وحشت انگیز خبر پہنچی تو اسے سخت ندامت ہوئی اور پہلے سے زیادہ بد حال ہو گیا۔ جان کنی کی علامتیں ظاہر ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے دم توڑنے لگا۔ دم توڑتا جاتا اور یہی کہتا جاتا تھا **اسلم راحة العلیل** و **یا شفاء للمدیف العلیل** و **رضناک انتھی الی فوری** و **من رحمۃ الخالق الخلیل**۔

یعنی اسے بیمار کی راحت سے سوختہ و تشنہ کے شفا میں خدا خالق کی رحمت و شفقت سے بڑھ کر تری شفا اور در فامندی کا طالب ہوں۔ ابو محمد عبدالحق کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا اسے شخص خاص سے ڈرا اور اس سے بچو اس سے زمان بند کر اس نے کہا کہ جو کچھ ہوتا تھا جو چکا میں فوراً وہاں سے اٹھ کر ہوا اور ہنوز درد و آواز

تک نہیں پہنچا تھا کہ موت کی پیچ میرے کان میں پہنچی۔ ہم خاتمہ کی برائی اور عاقبت کی غصہ سے
پناہ مانگتے ہیں +

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری نے رات کو رونا شروع کیا تو رونے روئے سب کر دی۔ صبح ہوئی تو کسی
شخص نے دریافت کیا کہ یہ کیا رونا تھا کیا آپ گناہوں کے خوف سے روتے ہیں فرمایا نہیں زمین سے ایک ٹکا اٹھا کر
فرمایا کہ گناہ تو اس سے بھی زیادہ بگڑے ہیں میں تو خاتمہ کی برائی کے خوف سے ڈرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ
بڑی دانشمندی اور سمجھ کی بات ہے کہ آدمی ہمیشہ اس بات سے خوف کرتا رہے کہ مبادا اسکے گناہ موت کے
وقت کہیں اسی میں اور اس کے نیک خاتمہ میں ملے ہو کر اسے ذلیل اور رسوا نہ کریں۔ امام احمد حضرت ابو الدرداء
سے نقل کرتے ہیں کہ جب ان کے انتقال کا وقت پاس آگیا تو بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آکر یہ آیت بار بار
پڑھنے لگے وَتَقَبَّلْ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَادَهُمْ صَدَّاقُوا لَوْ يُؤْمِنُونَ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَذَكَرَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْتَهُمُونَ یعنی اور ہم ان کے دلوں اور انہی آنکھوں کو اکٹ وینگے تو یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے
جیسے قرآن پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو انکی سرکشی کی حالت میں رہنے دیں گے کہ
پڑے بھٹکا کریں۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگان گذشتہ ہمیشہ گناہوں سے خائف رہتے تھے کہ مبادا انجام کار وہ ان میں اور خاتمہ حسن
میں روک اور حجاب نہ بھجائیں۔ ابو محمد عبدالحق نے یہ بھی بیان کیا کہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان
لوگوں کا خاتمہ بُرا نہیں ہوتا جن کا ظاہر درست اور باطن اصلاح پذیر ہوتا ہے۔ مبادا خاتمہ اُن ہی لوگوں
کا ہوتا ہے جکے عقیدہ میں خرابی گناہ کبیرہ یا صلا و بہت دھرمی۔ بڑے بڑے گناہوں پر حجاب پائی
جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر یہ باتیں غالب آجاتیں اور اسے توبہ سے پیشتر ہی موت کا پیغام ملتا
ہے ایسی صورت میں گنہگار اپنی حالت کی کچھ اصلاح و درستی نہیں کر سکتا اور خدا کی طرف رجوع کرنا
سامان ہیسا نہیں کرتا کہ کوئی بزرگ دست نجات کے سینہ پر گر جاتا ہے اس صدمے کے موقع پر شیطان اس پر قہقہہ
پاتا اور ایسے دہشت کے مقام پر رستہ سے اُچک لیتا ہے خود بِاللّٰهِ مِنْ سُوءِ الْعَاقِبَةِ وَسُوءِ الْخِطَابِ
اسی کے متعلق ایک یہ حکایت بھی نقل کی جاتی ہے کہ مصر میں ایک شخص تھا جو مسجد میں راکر نماز اور ہمیشہ
اذان دیتا نماز پڑھا کرتا تھا اُسے طاعات کی تازگی اور عبادت کے انوار درخشاں تھے ایک دن کا ذکر
ہے کہ عادت کے مطابق اذان دینے کے لئے مسجد کے منار پر چڑھتا تھا کہ منار سے نیچے ایک ضرانی

کا گھر تھا اس میں جھانک کر دیکھا مالک مکان کی لڑکی پر نظر پڑ گئی جو نہایت خوبصورت اور حسین تھی دیکھتے ہی مفتون ہو گیا اذان کو چھوڑ کر نصرانی کے گھر میں اتر اندر گیا تو لڑکی بولی تم کس لئے آئے اور کیا چاہتے ہو کہا میں تجھ کو چاہتا ہوں اور اسی غرض سے آیا ہوں۔ لڑکی بولی یہ کیونکر کہا تو نے میری ساری عقل سلب کر لی اور دل جین لیا لڑکی نے تھوڑی دیر تامل کیا پھر بولی کہ میں بخش بات میں کبھی تیری اطاعت نہیں کر سکتی اور نہ تجھے مجھ سے اسکی توقع رکھنی چاہئے اسپر وہ شخص بولا کہ میں تجھ سے نکاح کروں گا لڑکی بولی میرا نکاح تجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے تو مسلمان ہے میں نصرانی میرا پاب کبھی اسپر راضی نہ ہو گا اور مجھے تیرے نکاح میں ہرگز نہ دیگا یہ بولا کہ چھاپیں دین عیسوی قبول کر لوں تو بھی تیرا پاب مجھ سے راضی نہ ہو گا۔ لڑکی نے کہا اگر تو نصرانی ہو جاؤ تو میں ضرور تیرے ساتھ شادی کر لوں گی چنانچہ وہ نصرانی ہو گیا اور اس گھر میں چند روز مقیم رہا ایک دن کا ذکر ہے کہ کسی ضرورت کے لئے گھر کی چھت پر چڑھا پاؤں پھسلا اور گر کر مر گیا۔ پس نہ تو وہ اپنی مادی پر کامیاب ہوا کہ شادی ہوئے سے پیشتر ہی مر گیا نہ دین اسلام کا نور ساتھ لے گیا بلکہ بے دین ہو کر مرا۔

فصل۔ چونکہ لواطۃ کا مفہوم سادے مفہوم سے بڑا تھا اسکی سبب بھی دنیا و آخرت میں بہت بڑی ہی مقرر ہوئی۔ اب علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا لواطۃ کی سزا زنا کی سزا سے زیادہ خلیطہ اور گارٹھی سے یا زنا کی سزا لواطۃ کی سزا سے بڑی ہے یا دونوں کی سزا برابر ہے اس میں تین قول ہیں حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ اور حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ اور خالد بن ولیدؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اور خالد بن زیدؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور زہریؓ اور سیف بن ابی حمزہؓ اور ابن مالکؓ اور اسحاق بن راہویہؓ اور ایک روایت میں امام احمدؓ اور ایک قول میں امام شافعیؒ اس طرف گئے ہیں کہ لواطۃ کی سزا زنا کی سزا سے اعظم و اعلیٰ ہے یعنی قتل یا عا ہوا ہو تو اور کو مارا ہو تو۔ عطاء بن ابی رباحؓ اور حسن بصریؓ اور سعید بن المسیبؓ اور ابیہم غنیؓ اور قتادہؓ اور اضرعیؓ اور ظاہر مذہب ہیں امام شافعیؒ اور دوسری روایت میں امام احمدؓ اور ابو یوسفؓ دوسری طرف گئے ہیں کہ لواطۃ اور زنا دونوں کی سزا برابر ہے حاکم اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ لواطۃ کی سزا زنا کی سزا سے کم ہے یعنی صورت مقررہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لواطۃ بھی منجملہ اور گناہوں کے ایک گناہ ہے جس کی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حد مقرر نہیں کی اور جب خدا و رسول نے حد مقرر نہیں کی تو اس کی سزا میں تعزیر کافی ہے جیسے مرد اور خون اور خنزیر کے گوشت کھانے و لانا

کی سرائیں تعزیر ہے۔ اور دوسری وہ ہیں کہ لواطت کہتے ہیں ایسے مقام میں وطی کرنے کو جسکی خواہش طبیعتوں میں نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ اس فعل ناشائستہ سے طبیعتوں میں نفرت پیدا کر دی ہے یہاں تک کہ جو پائے حیوانات جو عقل کا بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں اور آدمی کے مقابلہ میں تو کچھ ہی عقل نہیں رکھتے طبعاً اس سے متنفر ہیں لہذا اس میں شرع نے کوئی حد مقرر نہیں کی جس طرح کہ گدھی سے وطی کرنے میں کوئی حد نہیں اور تیسری وہ چیز ہے کہ موطنی کو زانی نہیں کہتے نہ لاشعاً نہ شرعاً اور نہ عرفاً اور جب یہ ہے تو زانیوں کے ہی بارے میں جو خصوص شرع میں وارد ہوئی ہیں بیان میں کسی طرح دخل نہیں ہو سکتی۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب تک قواعد شریعہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو گناہ اس قسم کے ہیں جن سے خود بلعدیت متنفر ہوتی اور باز رہتی ہے تو ان میں شرع نے صرف طبیعت پر اکتفا کیا ہے اور کسی طرح کی حد مقرر نہیں کی البتہ جن مصیبتوں میں طبعیوں کے تقاضے اور خواہشیں پائی جاتی ہیں ان میں شرع نے بحسب اقتضاء طبع حدیں مقرر کی ہیں یہی وجہ ہے کہ زنا اور سرقہ اور شیشی چیزوں کے پینے میں تو حد مقرر کی گئی ہے اور دراندہ خون اور سور کے گوشت کے کھانے میں حد مقرر نہیں کی گئی کیونکہ ان چیزوں سے آدمی کو طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے اور پہلی چیزوں میں خود طبیعت ہی ان کی متقاضی اور خواہشمند ہوتی ہے پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی طرح جو پائے اور مرد سے وطی کرنے میں بھی حد نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے طبیعتوں کو اس پر مجبور مخلوق کیا ہے کہ مرد کو مرد سے محبت کرنے میں سخت نفرت ہوتی ہے جس طرح کہ اس شخص کو نفرت ہوتی ہے جو وطی کرنے لگے یا یا جاتا ہے۔ بخلاف زنا کے کہ انہیں زنا کا داعیہ مرد و عورت دونوں کی طرف سے پیدا ہوتا ہے یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر دو نوعوں میں سے کوئی اپنی ہم شکل سے فائدہ اٹھائے تو حد واجب نہیں ہوتی جیسا کہ دو عورتیں باہم چمکی کی مرکب ہوں اور ایک دوسرے سے متمتع ہونے کی پرحد واجب نہیں ہوتی پہلے قول کے تاملین باہد وہ مجبور امتداد صحابہ کی ایک بڑی بجا رحمت ہی کہتے ہیں کہ گناہوں میں کسی گناہ کا مفسدہ لواطت کے مفسدہ سے بڑا نہیں ہے کیونکہ یہ مفسدہ گھر کے مفسدہ کے قریب قریب ہے اور بسا اوقات قتل کے مفسدہ سے بڑھ جاتا ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کر چکے انشاء اللہ تعالیٰ جو ہر امت اور علماء صحابہ یہ بھی دانتے ہیں کہ قوم لوط سے پہلے خدا نے دنیا جہان میں کتنی تنفس کو اس بلا میں مبتلا نہیں کیا اور پھر ان کو حذاب بھی ایسا سخت اور جاننا کہ کیا دوسرا حذاب کسی امت نہیں سمجھا کہ انہیں ہلاک کر کے انکے شہروں کو لٹا دیا انہیں زمین میں حوصلا یا اور اوپر سے پتھروں کا سینہ بے سارہ انہیں اندھا کر دیا ان کے مالوں پر

جھاڑو پھیر دی اور انکے عذاب کو دائم اور مستمر کر دیا غرض کہ انہی کر ٹوٹ کے پاداش میں وہ سزا دی کہ اُس جہی سزا انکے سوا کسی امت کو نہیں دی اور یہ تمام سزائیں صرف اسی گندے اور ناپاک جرم کا بدلہ تھاجس کی وجہ سے زمین پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے اور فرشتے آسمان وزمین کے کناروں میں باین خوف ہلک جاتے ہیں کہ مبادا لوطیوں پر عذاب نازل ہو اور یہ بھی انکے ساتھ رودن میں آجائیں جب زمین پر اس مفسدہ کا وقوع ہوتا ہے تو وہ بارگاہِ الہی میں زار و مالہ کرتے ہی اور پہاڑ لرز اٹھتے اور اپنی جگہ سے سرک جانے کے قریب ہو جاتے ہیں اگر مفعول یہ (یعنی وہ شخص جس سے لواطت کی جاتی ہے) کو قتل کر دیا جائے تو اُس سے بہتر ہے کہ اس سے لواطت کجائے کیونکہ جب کوئی شخص کسی سے لواطت کرتا ہے تو گویا اُس کو ایسا بار ڈالتا ہے جس کے زندہ ہونے کی کسی اُمید نہیں بخلاف قتل کر دینے کے کہ اس صورت میں وہ مظلوم شہید ہوگا اور امید ہے کہ آخرت میں اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔

مجموعہ لغت اور صحابہ کلمیان ہے کہ قتل کے مفسدہ سے لواطت کے مفسدہ کو بڑا اور عظیم الشان کہنے کی دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قاتل کی سزا مقتول کے ورثا کے اختیار میں رکھی ہے کہ وہ چاہیں تو قاتل کو مقتول کے حقوق میں ملوث واپس چاہیں صاف کر دیں اور لوطی کی سزا خود مقرر کر دی ہے کہ قتل کر دیا جائے اور یہ جیسا کہ غلب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اس پر اجماع ہو چکا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ صریحہ جس کی کوئی معارض نہیں صاف طور پر دلالت کرتی ہے اور اسی پر عملدرآمد ہے۔

خلفاء راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجماعاً کا یہ حضرت خالد بن ولید سے یہ روایت پائے ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے جزیرہ عرب کے ایک گوشہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ لوگوں سے نکل کر آیا جیسے عمدتِ مرد سے نکل کر تہی ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کو جو انہوں خلاف کی کرسی پر ٹھہر چکے تھے یہ سارا واقعہ لکھ بھیجا حضرت ابوبکر صدیق نے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا ہر ایک بندگان نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی تخیلی اور شدت کے ساتھ فرمایا کہ پہلی امتوں میں سے صرف ایک امت اس ناشائستہ فعل کی ترکیب ہوئی ہے اور تم نے سُن ہی لیا ہے کہ خدا نے اسکو کیسی بُری سزا دی۔ تو میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے حضرت ابوبکر صدیق نے یہی جواب حضرت خالد کو لکھ بھیجا اور انہوں نے اُس شخص کو آگ میں جلا دیا۔ حضرت عبدالعزیز بن عباس کا قول ہے کہ اگر کسی بستی میں اخلاص کا فعل دیکھا جائے تو لوطی کو کسی اونچے مکان سے اوندھے مہنہ پر پھینک دیا جائے اور اوپر سے پتھر مارے۔

جائیں۔ عبد اللہ بن عباس وہی شخص ہیں جنہوں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جس شخص کو تم قوم لوط کا سا فعل کرتے ہوئے پاؤ تو قاتل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ اس حدیث کو تمام سنن والوں نے روایت کیا اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح بتلایا ہے امام احمد نے اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے اور محدثین نے اس کی اسناد بخاری کی شرط کے موافق بنائی ہے۔

جہو رامت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا اُس شخص پر لعنت کرے جو قوم لوط کا سا فعل کرے اور ایک دفعہ چھوڑتین دفعہ فرمایا بخلاف زنا کے کہ اس کے بارہ میں پوچھنا صحابہ ایک موقع پر تین دفعہ لعنت نہیں فرمائی۔ زنا کے علاوہ اور بھی بہت سے کبیر و گناہ ہیں جن کے بارہ میں اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے مگر کسی موقع پر تین دفعہ لعنت نہیں کی۔ ماں لوطی کو تین دفعہ لعنت فرمائی۔ لوطی کے قتل کرنے میں تو تمام اصحاب رسول اہل بیت علیہم السلام متفق ہیں مگر ان قتل کی صورت میں اختلاف ہے کہ لوطی کو کس طرح قتل کیا جائے اسی اختلاف کی وجہ سے بعض لوگوں کا دہم ہو گیا کہ شاید نفس قتل میں اختلاف ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے اسکو مسئلہ نزاعی کہا ہے حالانکہ یہ نزاعی مسئلہ نہیں بلکہ جماعی مسئلہ ہے۔ جہو رامت اور صحابہ کا بیان ذکر فعل کی دو باتوں میں غور کرتے سے زنا اور لواطہ میں آسان زمین کا فرق اور ہر دیا اور پچھم کا تفاوت ظاہر ہوتا ہے پہلی آیت زنا کے بارے میں ہے **وَالَّذِينَ يَزْنُونَ يَزْنُونَ زَيْنًا أَوْ فَحْشًا** و ساء مسبیلاً اور لواطہ کے بیان میں **وَالَّذِينَ يَفْعَلُونَ الْفَحْشَاءَ مَا سَبَقَ لَهُمْ مِنْ أُمَّةٍ قَدْ فَعَلُوا الْفَحْشَاءَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْفَاحِشِينَ** پہلی آیت میں خدا تعالیٰ نے لفظ فاحشہ کو نکرہ بیان کیا ہے یعنی زنا اور فحشوں میں ایک فحش ہے اور دوسری آیت میں لواطہ کے بیان میں لفظ الفحشہ کو معرفہ ذکر فرمایا اور لعن عبارت صاف اس بات کا قادمہ و قیاس ہے کہ الفحشہ کا لفظ فواحش کے تمام اقسام کے معنی کو جامع ہے جیسا کہ بولا کرتے ہیں زید الرجل اور نعل الرجل زید تو اتانوں الفاحشہ کے یہ معنی ہوئے کہ کیا تم ایسے فعل کے مرتکب ہوتے ہو جیسا کہ فحش ہونا ہر شخص کو نزدیک ثابت ہے اور چونکہ لواطہ کا فحش ہونا ہر تھا اسلئے لواطہ کے ذکر کرنے کی چندان ضرورت نہیں ہوئی وجہ یہ کہ فاحشہ کا اسم اسکے سوا اور کسی طرف کو جا ہی نہیں سکتا اور یہ نظیر ہے ذیون کے اس قوال کی جو اُس نے حضرت موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا تھا **فَعَلْتَكَ الْمَتَّى فَعَلْتَ** یعنی تو نے وہ ناشائستہ کام کیا جس کی بُرائی ہر شخص کو معلوم ہے اور جو محتاج ذکر نہیں پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ نے لواطہ

کے بخش ہونے کی حالت کو ماسبق قلہ بھامز احد من العالمین سے موکد فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ وہ بخش ہے جسکو دنیا جہان میں کسی نے نہیں کیا پھر اس بارہ میں اور بھی تاکید زیادہ کی گئی اسکی تصریح ایسے لفظوں سے کی گئی جن سے دلوں کو نفرت ہوتی ہے اور جنکے سننے سے کان گریز کرتے ہیں اور وہ مرد کا اپنے ہی جیسے مرد کے ساتھ ہم بستر ہونا اور مرد کا مرد سے نکاح کرنا ہے چنانچہ فرمایا اِنَّكُمْ لَتَنَاقِلُوْنَ اِلَیْهِمْ پھر اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ وہ فی الحقیقت اس ناشائستہ اور قبیح فعل سے مستغنی ہیں یعنی ہجر شہوات رانی کے اور کوئی ضرورت اس فعل کے باعث نہیں نہ کوئی ایسا داعیہ موجود ہے جس کی وجہ سے مرد عورت کی طرف میل کرتا ہے مرد کا عورت کی طرف میلان کئی وجوہ سے ہوتا ہے کبھی تو حاجت کے پورا کرنے اور لذت حاصل کرنے کے لئے اور کبھی اُس شغف و محبت پیدا ہونے کے لئے جو عورت کو اُسکے مان بانی کے بھلا دینے کا اور صرف خاوند ہی کو یاد رکھنے کا باعث ہوتی ہے اور کبھی نسل حاصل ہونیکے لئے جس کے سبب نفع انسانی کا قیام و دوام ہو سکتا ہے جو اشرف المخلوقات ہے اور کبھی عورت کی پاکدامنی محفوظ رہنے اور اس کی ضرورت کے پورا ہونے اور علاقہ مصاہرت کے قائم کرنے اور مرد دیکھنے عورتوں پر سرپرست ہونے اور عورتوں کے بطنوں سے حجاب خدایا ولید اور ایماندار بندوں کے پیدا ہونے اور حجاب پریم خدا علیہ السلام کے اور امتوں پر اپنی امت کی کثرت کے باعث سے فخر کرنے کے لئے خلاصہ یہ کہ مذکورہ وجوہ اور اس کے علاوہ اور کئی باتیں مصلح و فوائد ہیں نکاح کے بحالات انہی لواطت کے مفاسد اس قدر میں جو شمار میں نہیں آسکتے اور جن کی تفصیل خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا پھر خدا تعالیٰ نے اس ناشائستہ فعل کی قبح کو اور بھی موکد کیا بایں طور کہ لو طیبوں نے خدا کی اُس فطرت کو بالکل بدل ڈالا جو خدا نے مردوں کو پیدا کیا تھا اور ساتھ ہی اُس طبعی خواہش کو بھی بدل دیا جو خدا نے مردوں میں پیدا کی تھی یعنی خدا نے تو عورتوں کی خواہش کو اپنی طبیعتوں میں پیدا کر لی تو انہوں نے طبیعت اور فطرت دونوں کے برخلاف عورتوں کو چھوڑ کر مردوں ہی پر بس کیا اور یوں فطرت اللہ اور طبیعت کو تبدیل کا لباس پہنایا اسی وجہ سے خدا نے بھی اس فعل کی سزائیں اُن کے شہروں کو ابٹ دیا اور اُن کی عالمی بتیوں کو سافل کر دیا اور آخرت میں اوندھے مونہہ و دوزخ میں ڈھکیلے بائٹینگ۔ اس سب کے بعد خدا تعالیٰ نے اس فعل قبیح کی ایک اور طرح تاکید فرمائی یعنی بلانہ

قوم ہمسفون فرما کر اسراف کا اُن پر حکم لگایا اور ارشاد کیا کہ تم لوگ کچھ بڑی حدت تجاؤز کرنے والے۔
تو اب غور کرنا چاہیے کہ جو قباحتیں لواطت میں موجود ہیں کیا وہ قباحتیں یا اُن کے قریب قریب زنا میں پائی
جاتی ہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں اور یہی وہ قباحتیں ہیں جن سے زنا اور لواطت میں آسان زمین کا تفاوت اور
بیرت کچھ کم فرق ظاہر ہوتا ہے پھر خدا تعالیٰ نے اس فعل کی قباحت کو اور بھی موکد کر نیچے لئے فرمایا ہے۔
وَجَنَّتْ لَهُ مِنَ الْقَرِيْبَةِ اِنَّهُ كَانَ تَقَعْلُ اَنْفِیَا بَثْ یعنی ہم نے لوط کو اُس بستی سے امنِ حافیت کے ساتھ
نکال دیا جہاں کے لوگ خبیث اور گندے کام کیا کرتے تھے پھر مزید تاکید کے لئے ایسی دو باتوں کو ساتھ ہی
نذرت بیان کی جو: تنہا مردہ کی بڑی اور بدیں چنانچہ فرمایا اِنَّهُمْ کَانَ قَوْمٌ سَوْءٌ فَاَسْقِنِ یَعْنِیْ وہ بیکار
اور فاسق لوگ تھے جو کھلم کھلا بد کاری کے مرتکب ہوتے تھے۔ پھر ایک جگہ اُن کو مفسد فرمایا چنانچہ حضرت
لوط نے بارگاہِ الہی میں دعا کرتے وقت فرمایا۔ ذب الصرۃ ھلۃ القوم المفسدین اور ایک جگہ انہیں ظالم کہا
چنانچہ جو فرشتے کہ بطی بستیوں کو ہلاک کرنے کی غرض سے آئے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں
مہمان ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ تم کس کام کے لئے بھیجے گئے ہو تو فرشتوں نے جواب دیا انا ھلکوا ھل
ھذہ القریۃ ان اھلھا کافوا ظالمین تو اب غور کرنا چاہیے کہ جس طرح کی سزائیں اہل جس طرح کی مذمتیں
خدا نے لوطیوں کی بیان فرمائی ہیں ایسی سزائیں اور ایسی مذمتیں انکے سوا اور کس کی بیان کی ہیں اہل جب
حضرت ابراہیم نے یہ سن کر کہ قوم لوط ہلاک ہونے والی ہے فرشتوں سے انکے بارہ میں جھگڑا کیا تو خدا نے
ابراہیم سے فرمایا یا ابراہیم اعرض عن ھلکۃ اھلہ قل جاء امرک و انھم لا یتھمرون عذاب غیب
مردہ یعنی اسے ابراہیم تم اس خیال کو چھوڑ دو تمہارے پروردگار کا جو حکم تھا وہ آپہنچا اور ان لوگوں
پر ایسا عذاب آیا تو آپ جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ اب قوم لوط کی مجاہدت اور مرد و سرکشی کو خیال کرو
کہ جب انہوں نے سنا کہ لوط کے گھر میں کئی آدمی نہایت خوبصورت و حسین مہمان ہوئے ہیں تو دوڑے
ہوئے حضرت لوط کے پاس آئے حضرت لوط نے انکے ارادہ پر مطلع ہو کر فرمایا کہ اسے میری قوم ان ہلاک
سے تعرض نہ کرو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اسنے نکاح کر لویہ تمہارے لئے سھری اور پاکیزہ ہیں غور
کرنے کا مقام ہے کہ حضرت لوط نے اپنے اور اپنے مہمانوں پر اسے شدید عار کو دفع کرنے کے لئے اپنی
بیٹیوں کو مہمانوں پر فدا کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور فرمایا کہ مہمانوں کے بے بیٹیوں سے نکاح کر لو چنانچہ
خدا تعالیٰ اُن کے اس قول کی حکایت اس طرح بیان کرتا ہے فقال یا قوم ھو ھو بنیاتی ھت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تَخْزَوْنَ فِیْ ضَعْفِی الْیَسِیْرِ مَتَّعَہٗ جَلَّ الرَّشِیْدُ اِسْمُہٗ قَوْمٌ لُّوْطَہٗ نَہَیْتُ
گستاخانہ جواب دیا جیسے کوئی بڑا سرکش اور شکیر جواب دیتا ہے کہ لقد علمت ما نلتا فی بنا تل من حق
وانک لتعلم ما نرید یعنی تم کو تو معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں سے کچھ سرور کا نہیں اور ہمارے ارادہ
سے بھی تم بخوبی واقف ہو اس پر لوط علیہ السلام نے نہایت حسرت اور درد کے ساتھ ایک سانس لیا اور دل
ورود نہایت آہ سرد بھر کر فرمایا اِن لَیْ بَکَ قُوَّةٌ اَوْ اِیُّ الٰہِی تَرْکُنْ شَدِیدِیْنِیْ کَاشَ اَنْجَ مَہْجَہٗ کُو تَہْہَا رَے
مقابلہ کی طاقت بہت کم تھی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا لے لیتا۔ اس پر فرشتوں نے اصل حقیقت حضرت
لوط سے بیان کی اور انہیں معلوم فرمایا کہ یہ لوگ نہ ہم تک پہنچ پائیں گے اور نہ تمہارا ہی کچھ بگاڑ سکیں گے تو تم
مست ڈرو اور ان کی کچھ پرواہ نہ کرو تمہاری رکھو اور اطمینان سے کام لو چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلُوْا
لُوْطُ اِنَّا دَسَلْہٖکَ لَوِیْصُوْا اَیْکَ فِرَاشَتُوْنَ نے حضرت لوط کو نجات کی خوشخبری دی اور قوم پر جو
عذاب لیکر آئے تھے اس کی ٹھیک ٹھیک خبر دی اور کہا فَاَسِیْہَکَ بِلَقِیْعٍ مِّنَ النَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ
مَتَّعَہٗ اَحَدٌ اِلَّا اَمْرَکَ اِنَّہٗ مَصِیْبُہُمَا اَمَّا صَاۤیِہُمَا اَنْ مَّوْعِدُہُمَا الصَّیْحُ یُنِیْضُ لُوْطَہٗ تَمَّ اِسْمُہٗ اِلَّا اَعْمَالُ
گوئے کہ کچھ رات رہی تے بے باگو اور پھر تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ وہ
بے دیکھے پہنچ گئی نہیں اور جو عذاب ان لوگوں پر نازل ہوا وہ اس پر بھی ضرور نازل ہو گا اسکے
عذاب کا وقت مقرر صبح ہے۔ یہ سن کر حضرت لوط علیہ السلام نے خیال کیا کہ صبح جو انکے ہلاک ہونیکا وقت
ہے بہت دور ہے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ان کا ہلاک ہونا بہت ہی قریب چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے
عرض کیا اَلْبَسِ الصَّیْحَ قَرِیْبَ کیا صبح قریب نہیں ہے الغرض خدا کے دشمنوں کے ہلاک ہونے اور
انکے نبی لوط اور دوست مسلمانوں کے نجات پانے میں صرف اتنا عرصہ لگا جتنا صبح اور آفتاب کے طلوع
ہونے میں لگتا ہے چنانچہ اسی وقت قوم لوط کے شہر نیا دوں اور جڑوں سے اکھیر کر آسمان کی طرف اٹھائے
گئے یہاں تک کہ آسمانی فرشتوں نے انکے کتوں کا بھڑکنا اور گدھوں کا چلانا سن لیا اور بات پوری ہوئی
جبکہ خدا کا بزرگ کے پاس سے اُسکے بندہ جبریل کو حکم ہوا تھا کہ انہوں نے اُنکے شہروں کو اُٹھایا
جیسا کہ خدا نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا لَجَدْنَاهَا عَاقِلٰہَا سَاقِلٰہَا وَاَمَطْرٰہَا عَلَیْہَا
جَارِءٌ مِّنْ جَحِیْلِیْنِ جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے اٹھ کر اس بستی کے اوپر کے حصّہ کو اُنکے خیمے
کا حصّہ کر دیا اور پست اس پر رہائے تجرے پس خدا نے انہیں دنیا بھان کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا۔

اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت قرار دیا اور ان گنہگاروں کے لئے باعثِ زجر و طہیرا جو انکے سے
 فعل کے ترکیب ہوتے ہیں حلاوت انہیں شہرہوں کو ایسا سمار کر ڈالا کہ چلنے والے اُن میں اس وقت
 کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کے ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ان فی ذلک لآیات للمتوہمین
 انہا لبسبیل مہتہرات فی ذلک لآیۃ للمؤمنین علیٰ خلاصہ یہ کہ وہ بیہوشی اور نشہ کی حالت میں پڑے
 سوتے تھے کہ عذاب الہی اُن پر ٹوٹ پڑا اور جو کام وہ کر رہے تھے وہ اُن کو عذاب الہی سے بچانہیں سکے
 ان کی تمام لذتیں درود دکھ سے بدل گئیں اور وہ ہمیشہ کے لئے مبتلا عذاب ہو گئے کسی نے کیا خوب کہا
 ہے مہمادب کانت فی الخیوة لاھلھا عذابا فضاوت فی المہاک عذابا ان کی لذت و
 سرور کے سامان پر محرومی و ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا اور اس میں حسرت اُنکے چھپے باقی رہی شہوتیں
 اور خواہشیں بلایسٹ کر دی گئیں اور شقاوت و سختی میراث میں دیکھی۔ چند روز لذت فانیست فائدہ
 اٹھا کر واپسی عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے بہت تھوڑے روز دنیا کے حاضری فائدے حاصل کئے
 اور ہمیشہ کے دردناک عذاب کو سر پر لیا ان کو ان شہوتوں کے نشہ نے ایسا چکنا چور کیا تھا کہ بس
 سنجین ہی کے شہروں میں جا کر انکھ کھلی۔ اور اس غفلت میں انہیں ایسا سلا یا کہ تباہ ہونوالوں کی
 منزلوں ہی میں جا کر جاگے اس وقت یہ لوگ نہایت ہی نادم و پشیمان ہوئے مگر اب مذمت سے کیا فائدہ
 ہوتا تھا وہ اپنے گزشتہ اعمالوں پر آنسوؤں کے بدلے خون روئے مگر اب رونے سے کیا کام نکلتا تھا اسے
 مخاطب اگر تو ان لوگوں کے اعلیٰ اور اسفل گروہ کو دیکھے تو نتیجہ نہایت ہی خوف و دہشت معلوم ہو کہ
 دونوں کی آگ اُنکے موہنوں اور بدن کے تمام سوراخوں سے نکل رہی ہے اور وہ دونوں کے طبقوں میں
 لازیز شرا کے جاموں کی جگہ کھولتے ہوئے پانی کے پالے بھر بھر کر پی رہے ہیں اور جب وہ دونوں کی
 آگ میں اوڑھے موہنہ گھسیٹے جاتے ہیں تو فرشتے اُن سے کہتے ہیں ذوقا مکنتم تفسون اصلوھا
 فالصبر و الاصل و انصبر و اسواء علیکم انما تجنون ما کنتم تعملون یعنی جو عمل قوم دنیا میں
 کرتے تھے اب اسکا مزہ چکھو دو تیر میں داخل ہو کر وہاں صبری دونوں باتیں برابر ہیں تم انہیں
 کاموں کے بدلے دے جاؤ گے جو دنیا میں کرتے تھے۔ غنک خدا تعالیٰ نے اُس امت اور اس امت
 میں مسافت عذاب کو قریب کر دیا یعنی اس امت کے جو لوگ قوم لوط کے فعل میں شریک ہوئے
 ہیں انہیں ڈرانے کے لئے ایک بہت بڑے و عید کے پیرایہ میں فرمایا و ماھی من الظالمین عید

یسے قوم کی بستیاں ان لوگوں سے کچھ ایسی دھبھی نہیں تو ان کو چاہیے کہ اسی کے مال سے عبرت پکڑیں
 فیما تاح الذکر ان تھنیکم البشرے ۛ فیوم معاد الناس انکم اجرکم ۛ کلوا واشربوا ووزنوا
 ولوطوا واکثروا ۛ فانکم لکفر فاعالی ناره الکبرے ۛ فلو انکم قد هددوا الذکر قبلکم
 ۛ وقالوا لینا عجلوا لکم البشرے ۛ وهانحن اسلافکم فی انتظارکم ۛ سیجمعنا لکبار فی ناک
 الکبرے ۛ ولا تحسبوا ان الذین نکھتوا ۛ یغیبون هنکم بل تر من هنم جرے ۛ ویلعن
 کل منکر مجلیله ۛ ویشقہ بہ المخزون فی الصرة الاخذے ۛ یعذب کل منھم بشریکہ ۛ کما
 اشدکما فی لذتہ توجب الوزر یعینے اس مردوں سے نکاح کرنے والو تمہیں اس دن کے آنے کی
 خوشخبری ہو جو لوگوں کی جزا و سزا کے لئے مقرر ہے کہ اسی دن تمہیں پورا پورا اجر و پاداش کا کھانا دیا جائے گا
 اور زنا و لواطت کے مرتبہ اٹھو آخر تمہاری مہمانی و غنیمت کی عظیم شان آگ کی طرف ہو جائے گی تمہارے
 بھائیوں نے تمہارے آنے سے پہلے تمہارے لئے مکان طیار کر رکھا ہے اور زبان مقال سے کہہ رہے ہیں
 کہ جلد ہمارے پاس آئے اور خوشی سے آؤ ہم تم سے پہلے آکر تمہارے انتظار میں بیٹھے ہیں تو عنقریب ہمیں
 اور تمہیں سدا جبار اپنی بڑی آگ میں جمع کرے گا تم یہ خیال نہ کرو کہ جن لوگوں سے تم نے نکاح کیا ہے وہ
 تمہاری آنکھوں سے اُجھل ہو گئے بلکہ تم ان کو انگارہ بنا ہوا دیکھو گے اور تم سے ہر ایک شخص اپنے دوست
 کو لعنت کرے گا اور عالم آخرت میں بدعت آدمی اسکے ساتھ تلگلیں ہوگا ان میں سے ہر ایک اپنے ہم نشین
 کے ساتھ معذب ہو گا جیسے کہ لذت میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھا ۛ

فصل ان دلائل کے جوابوں میں جنہ بعض لوگوں نے اس بات پر حجت پکڑی ہے کہ لواطت کی سزا
 زنا کی سزا سے کمتر ہے ان کا یہ کہنا کہ لواطت ایک ایسا گناہ ہے جس کی خدا تعالیٰ نے کوئی حد مقرر نہیں
 کی تو اسکے کئی جواب ہیں ایک یہ کہ لواطت کی حد بے شبہ متعین ہے خدا کی طرف سے ایسے شخص کو سزا
 موت کا حکم ہوا ہے اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل ناشائستہ کی جزا مقرر کی ہے وہ خدا
 ہی کی طرف سے مقرر کی ہے پھر اس سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ لواطت کی حد شرع میں غیر معلوم ہے تو یہ
 نا درست اور باطل ہے اور اگر یہ مقصد ہے کہ نفس کتابت ثابت نہیں تو ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں مگر نص کتابت
 ثابت نہ ہونے سے اس حکم کی نفی نہیں ہو سکتی جو سنت سے ثابت ہے دوسرے یہ کہ تمہارا یہ قول کہ حکم
 بحکم سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ بھی سنت ہی سے ثابت ہوا ہے اس پر اگر تم یہ کہو کہ حکم قرآن سے ثابت

ہے تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ آیت جس سے حکم رجم ثابت ہے لفظاً منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا تو ہم کہیں گے کہ اچھا شاب نمر کے بارے میں کیا کہتے ہو اسکے بارے میں تو کوئی نص قرآنی پایہ ثبوت کو پہنچی ہی نہیں تیسرے یہ کہ دلیل معین کی نفی سے مطلق دلیل کی نفی لازم نہیں آتی اور اسی طرح لول کی نفی بھی تو پھر کبھی طرح ہو سکتا ہے حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس دلیل کی تم نے نفی کی ہے اسکا کوئی ماخذ نہیں اب رہا تہار یہ کہنا کہ یہ ایک ایسی وطنی ہے جس کی طبیعتوں کو خواہش نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ نے طبیعتوں میں اس کی طرف سے نفرت اور وحشت پیدا کر دی ہے اور جب یہ ہو کہ لواطت ایسی ہے جیسے مرد اور چوپائے سے وطنی کرنی اسکا جواب بھی چند وجوہ سے دیا جاتا ہے اول یہ کہ تہار یہ قیاس کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ اور جماع اصحاب کے ہوتے جیسا کہ اسکی بیان مفصل اوپر گزر چکے ہیں فاسد اور مردود قیاس ہے دوسرے یہ کہ تم جو حسین اور خوبصورت لڑکے کے ساتھ لواطت کرنے کو کہو کہ یہ تمام فتنوں سے ایک بہت بڑا فتنہ ہے گدھی اور مرد کے ساتھ صحبت کرنے پر قیاس کئے ہو یہ سب زیادہ ہو وہ اور سب زیادہ فاسد قیاس ہے کیونکہ کسی نے لڑکے کے ساتھ لواطت کرنے کو کبھی گدھے یا گائیں یا مرد سے صحبت کرنے کی برابر نہیں سمجھا بھلا کبھی کوئی شخص اُن پر عاشق ہو جائے یا کسی عاشق نے غلبہ عشق کی وجہ سے ان چیزوں کو اپنی قیدیں رکھنا پسند کیا ہے یا یہ چیزیں کبھی کسی کے دل میں یا فکر میں جانشین ہوتی ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں اور جب یہ ہے تو لڑکے کے ساتھ لواطت کرنے کو ان چیزوں پر قیاس کرنا سب قیاسوں سے بدتر اور فاسد تر ہے۔ تیسرے یہ کہ تمہاری یہ محبت مان اور بہن کے ساتھ صحبت کرنے سے بھی لوٹ جاتی ہے کیونکہ اس میں انتہا درجہ کی طبعی نفرت پائی جاتی ہے باوجود اسکے مان بہن سے وطنی کرنے میں جو حد پایہ ثبوت کو پہنچی ہے تو تمام حدود سے سخت تر اور غلط تر ہے لیکن قتل زانی خواہ مخواہ ہو یا غیر محسن جیسا کہ امام احمد کی ایک روایت سے ثابت ہو رہا ہے اور یہ بھی قول ہے اسحاق بن راہویہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا۔ ابو داؤد میں براہین حازب کی حدیث ہا بن مضمون موجود ہے کہ براہ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا سے ملا دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک نشان تھا میں نے اُسے کہا کہ تم یہ نشان لیکر کہاں جاتے ہو جوابدہ کہ چچے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کے مرے چچے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں اُس کی گردن مار دوں اور اُس کا مال چھین لوں۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے جو

زجاجی کا بیان ہے کہ براء کے چچا کا نام حارث بن عمرو تھا۔ سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے محرم سے زنا کرے اور محرم سے مراد ہیں وہ عورتیں جسے شریع میں نکاح جائز نہیں جیسے بہن بھتیجی بھانجی وغیرہ تو اسے قتل کر ڈالو بوجھل کی حکومت کے زمانہ میں ایک شخص اس کے دربار میں پیش کیا گیا جس نے اپنی بہن کو اپنے تصرف میں رکھ چھوڑا تھا۔ حجاج نے حکم دیا کہ اسے قید رکھو اور اگر یہاں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں تو اسے اس مسئلہ کی تحقیق کرو عبداللہ بن مطرف صحابی اُن دنوں وہاں موجود تھے لوگوں نے اسے پوچھا تو فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے محرم میں قدم ڈالے۔ تم اس کے درمیان تلوار ڈالو لیکن اس کو قتل کر ڈالو۔ یہ واقعہ اس مسئلہ میں دلیل مستقل ہے لیکن جو شخص ایسی عورت سے ہم بستر ہو جس سے ہم بستر ہونا اس کو کسی حال میں مباح نہیں تو اس کی حد قتل ہے اور یہی حد ہے اس شخص کی جو اپنی ماں یا بیٹی سے یا ماں اور بیٹی کے علاوہ کسی اور محرم سے وطی کرے کیونکہ ایسا شخص بھی انہیں لوگوں میں داخل ہے جو اس عورت سے ہم بستر ہوتا ہے جس سے ہم بستر ہونا اس کو کسی حال میں درست نہیں یہی کیفیت ہے لوطی کی کہ وہ بھی ایسے شخص سے وطی کرتا ہے جس سے وطی کرنا اس کو کسی حال میں جائز نہیں اور جب یہ ہے تو جس طرح ماں بہن سے زنا کرنا بے طہ کی حد قتل ہے اسی طرح لوطی کی سزا بھی قتل تھیری۔ اور تحقیق یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں نہایت قیاس استعمال کیا جائے تاکہ ان میں سے ہر ایک صحت پر شاہد عدل ہو۔ اس پر تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو شخص کسی محرم سے زنا کرے اس پر حد لگائی جائے گی مگر حد کی صفت میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا ایسا شخص ہر حال میں قتل کیا جائے گا یا اس کو زانی کی سی حد ماری جائے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ اس طرف گئے ہیں کہ اس پر حد زنا جاری ہوگی اور اسلحی بن راہویہ اور دوسری روایت میں امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت یہ سب لوگ اسکے قائل ہیں کہ ایسے شخص کی سزا قتل ہے ہر حال میں۔ اسی طرح تمام علماء متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذی محرم سے نکاح کا حیلہ کرے کہ وطی کرے اور جاننا ہو کہ بچے اس سے وطی کرنا حرام ہے اسے بھی حد لگائی جائے گی مگر صرف امام ابو حنیفہؒ اس میں اختلاف کرتے اور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو تعزیر دی جائے گی حد میں ماری جائے گی کیونکہ یہ ایک طرح کا شبہ ہے اور شبہ حد کو نافذ کر دیتا ہے امام ابو حنیفہؒ کے مخالفین کہتے ہیں کہ جب یہ شخص اپنے ذی محرم

سے نکاح کا حیلہ کر کے وطی کرتا ہے تو اور بھی بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں اس سے دو بڑے گناہ صادر ہوتے ہیں ایک عتد کا گناہ کہ نکاح کرنا جائز نہ تھا اور کر لیا۔ دوسرے وطی کا گناہ کہ زنی محرم سے وطی کرنی درست نہ تھی اور کرنی تو سیلا ایسی حالت میں اس سے سنز کس طرح کم ہو سکتی ہے مردہ کے ساتھ وطی کرنے میں فقہاء کے دو قول ہیں اور یہ دونوں قول امام احمد وغیرہ کے مذہب میں ہیں ایک تو یہ کہ فاعل پر حرم واجب ہوتی ہے اور یہی قول امام اوزاعی کا ہے کیونکہ اس فعل کے مرتکب کا جرم بہت بڑا اور گناہ کثیر ہے وجہ یہ کہ اُس نے حرمت میتہ کو ہتک فاحشہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔

فصل چوپائے سے وطی کرنے میں فقہاء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ چوپائے سے وطی کرنے والے کو ادب دیا جائے حد نہ لگائی جائیگی۔ یہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور ایک روایت میں امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی قول اسحق راہوے کا ہے۔ دوسرے یہ کہ چار پائے سے وطی کر نیوالے کا حکم زانی کا سا ہے۔ پانچواں ہوا ہے تو سنگسار کیا جائے گا کو اور ہے تو کوڑے لگائے جائیں گے اور یہ قول ہے حن کا تیسرے یہ کہ یہ شخص لوٹی کے حکم میں ہے اسی پر امام احمد نے نفس قائم کی ہے خلاصہ یہ کہ چوپایہ سے وطی کر نیوالے کی حدیں دو روایتیں آئی ہیں اور دونوں روایتوں کے جمع کرنے سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ کیا ایسے شخص کی سزا صرف قتل ہو یا سنگسار زانی جیسا کہ ہم جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اُس کی سزا قتل ہے وہ اُس روایت سے حجت پکڑتے ہیں جو ابو داؤد میں حضرت ابن عباس سے بیان مضمون وارد ہوئی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چوپایہ سے وطی کرے اُس کو قتل کرو اور اس کے ساتھ چوپایہ کو بھی قتل کر ڈالو۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ چوپایہ سے وطی کر نیوالے کی سزا مقرر ہوئی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس قسم کی وطی کسی حال میں مباح نہیں اور اسی وجہ سے اس کی سزا قتل مقرر کی گئی جس طرح کہ لوٹی کی سزا میں قتل متعین ہوا۔ پھر جو لوگ کہتے ہیں اس فعل کے مرتکب پر حد نہیں اُن کا بیان ہے کہ اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی اگر وارد ہوتی تو ہم اسے تسلیم کرتے اور اس کی مخالفت ہمارے لئے کبھی جائز نہ ہوتی۔ سید کے بیٹے اسماعیل شافعی کہتے ہیں میں نے احمد سے پوچھا کہ چوپائے سے وطی کرنے والے کی کیا سزا انہوں نے توقع کیا۔ احمد بن ابی عمر کی حدیث جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہے وہ درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ طحاوی کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت ابن عباس جو حدیث مذکورہ کے راوی ہیں انہوں نے فتویٰ دیا کہ چوپایہ سے وطی کرنے والے پر پھر جاری نہ ہوگی

اس پر ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ حدیث کو طعین بتلاتا ہے۔ اس میں فدا شک نہیں کہ چوپایہ سے وطنی کرنے میں جو طبعی نفرت اور روک ہے وہ اُس طبعی نفرت اور روک سے زیادہ قوی ہے جو لواطت میں ہوتی ہے یعنی لواطت میں بھی طبعی نفرت ہے مگر چوپایہ سے صحبت کرنے میں بہت زیادہ اور یہ دونوں باتیں لوگوں کی طبیعتوں میں برابر نہیں ہوتیں۔ پس ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانا فاسد خیال ہے۔

اور تمہارا یہ قیاس کہ مرد کا اپنے ہی جیسے مرد سے وطنی کرنا ایسا ہے جیسا عورت کا عورت سے سختی کرنا بہت ہی فاسد قیاس ہے کیونکہ سختی میں دخول نہیں ہوتا بخلاف لواطت کے کہ اس میں دخول پایا جاتا ہے۔ دو عورتوں کا باہم مساحتہ کرنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ مرد کا مرد سے بے دخول و مباشرت کرنا۔ علاوہ یہیں بعض مرفوع حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جب عورت عورت سے سختی کرے تو وہ دونوں زنا کار ہیں۔

سہی یہ بات کہ زنا کا نہیں تو انہیں حد کیوں نہیں ماری جاتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ سختی میں دخول نہیں پایا جاتا اور اسے انہی طرح زنا کہا گیا ہے جس طرح آنکھ سے اعلیٰ عورت کے دیکھنے کو ہاتھ اُسے پکڑنے کو پاؤں اُسکی طرف پٹنے کو زنا کہا گیا ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مسلمانوں کا اسپر اجماع ہو گیا کہ مالک اپنے ملوک کے ساتھ لواطت کرنا ایسا ہے جیسا غیر ملوک کے ساتھ ہے اور چونکہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ آدمی کا اپنے ملوک کے ساتھ لواطت کرنا ناجائز ہے اور اپنے دعویٰ پر خدا تعالیٰ کا یہ قول اَلْعِزُّ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

فَاِنَّهُمْ خَيْرٌ مَلُومِينَ طے کرتے ہیں اور اسکو اپنی ملوک لوندی پر قیاس کرتے ہیں وہ کافی نہیں اُن سے توبہ کرانی جانے جس طرح مرتد سے توبہ کرانی جاتی ہے۔ پس اگر وہ توبہ کریں جہاں توبہ قتل کے جائیں اور انکی گردنیں ماری جائیں۔ حقیقت میں آدمی کا اپنے ملوک سے لواطت کرنا گناہ اور حکم میں ویسا ہی ہے جیسا غیر ملوک سے لواطت کرنا ہے *

فصل اگر کہا جائے کہ باوجود ان تمام باتوں کے اس مرض مہلک کی دوا بھی ہے اور اس جانناں جاہلوں کا کوئی سرعہ الاثر منتر بھی ہے اور کیا اس خیال کے دفع کرنے کا کوئی حیلہ موجود ہے اور توفیق کی طرف لیجانے والا کوئی رستہ ہے۔ آیا خواہش نفسانی کی شرابیے مدہوش ہونے والے کے لئے ہوش میں لانے والی کوئی چیز ممکن ہے اور جس عاشق کے دل میں عشق نے چپکے چپکے گھر لیا ہو وہ اپنے دل کو قابو میں رکھ سکتا ہے اور کسی طبیب حاذق کے لئے ایسے شخص کے اچھا کرنے کا کوئی حیلہ ہے کیونکہ ملامت کرنے والے کی ملامت سے اُسے لذت حاصل ہوتی ہے اور جب اُسکے محبوب کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُسکا دُکھ اُسے بھلا لگتا

گناہ پہ ناک کہ اگر اُسکو کوئی اپنی مجلس سے نکال دیتا ہے تو وہ اُس عزت اور کامیابی کا وسیلہ سمجھتا ہے اور خوش ہو کر اپنے مطلب کے رستہ میں چلتا ہے اور اسکا ثواب حال اپنی زبانِ معالمت سے یہ اشعار نکال کر پڑھتا ہے ۛ وقف اٹھوئے بی حیث انت فلیس لی ۛ متاخر عندہ ولا متقدم ۛ واھتنتہ فاھنت لنفسک جلد ۛ ۛ ما من یھون حلیک من یحکم ۛ ۛ اشیئت اعدای فصرمت اجبھم ۛ اذ کحظی منک حظی منهم ۛ اجد الملامۃ فی ہواک لذیذ ۛ ۛ خبا انک لا فلیحظنہ العوام ۛ یعنی تیرا عشق مجھے چھٹ گیا ہے اور جہاں تو ہوتا ہے اُسی طرف لیجاتا ہے تو مجھے اس جگہ سے کوئی آگے یا پیچھے لیجانے والا نہیں ہے۔ تو نے مجھے ذلیل کیا تو نے ذلت کو اپنے لئے خوشی سے قبول کیا اور جو شخص تیرے نزدیک ذلیل ہو پھر اُس کی کوئی عزت نہیں کرتا تو نے میرے دشمنوں کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو میں اُن کو دوست رکھنے لگا کیونکہ جب میں تجھ سے محفوظ ہوتا ہوں تو اُسے بھی اُسکا کچھ حصہ لینا چاہیئے۔ تیرے عشق میں مجھے لوگ ملامت کرتے ہیں تو میں اُسکو مزید ترجیحتا ہوں پس ملامت کرنے والوں کو چاہیئے کہ مجھے ملامت کریں ۛ

اور شاید اس پہلے سوال کا جکا استفادہ واقع ہوا ہے اور مرض پہلک جس کی وہ مطلب کی گئی ہے یہ مقصود ہو تو اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہاں اس مرض کی دوا شافی ہو جو دہشت اور خدائے کوئی بھی ایسا مرض پیدا نہیں کیا کہ جسکے لئے دوا نازل نہ فرمائی ہو مگر اُسے جانتا ہے جو جانتا ہے اور جانتا ہے اور جو جانتا ہے۔ الغرض اس مرض کا علاج دو طریق پر ہوتا ہے ایک اس مرض کا اوتھ پیدا ہونے سے پہلے اُسے قطع کر دینا اور دوسرے اُسکے پیدا ہونے کے بعد چھ جڑی بوٹیوں سے اگھاڑ پھینکنا اور یہ دونوں طرح کے علاج اُس شخص پر آسان ہیں جس پر خدا آسان کرے اور اُس پر مشکل ہیں جس کی خدا مدد کرے کیونکہ تمام کاموں کی ہاگ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جو طریق اس مرض کے مادیہ کے پیدا ہونے کو مانع ہے اگل میں دو باتوں کی احتیاط رکھنی چاہئے ایک یہ کہ نافرمانی سے آنکھیں پٹی رکھنا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک نہایت زہر آلود تیرہ اور جسے اپنی نگاہوں کو مطلق العنان کرنا اُس پر حسرتوں کا مینہ ہمیشہ برساتا رہے لگاؤ نہ رکھنے میں بہت سے فائدے ہیں (۱) یہ کہ اس میں خدا کے حکم کی بجا آوری ہے جو آدمی کے حق میں دنیا و آخرت دونوں میں انتہاء جہ کی سعادت ہے اور آدمی کے لئے دنیا و آخرت میں حکم خدا کی بجا آوری سے ہر حکم مفید و نافع کوئی چیز نہیں ہے کوئی شخص دنیا و آخرت میں اُسکی بجا آوری حکم کے

بغیر مرتہ سعادت پر نہیں پہنچا اور جس نے اُسکے ارشاد حکم کو پس پشت ڈالا وہی فحشی اور بد قسمت رہا۔
 (۷) یہ کہ نگاہ کا نیچے رکھنا اس زہر آلود و بیکس اثر کے پہونچنے کو منع کرتا ہے جس کی ہلاکت کا اثر بے انتہا
 و آج تک پہونچ جاتا ہے (۸) یہ کہ نگاہ نیچے رکھنے سے آدمی کے دل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ انس اور
 جمعیت و اطمینان پیدا ہوتا ہے کیونکہ نظر کو مطلق العنان کر دینے سے دل میں پریشانی اور خدا سے
 دوری پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کے حق میں نظری مطلق انسانی سے بڑھ کر نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں ہے
 کیونکہ وہ بندہ میں اور اُسکے پروردگار میں حشت و نفرت ڈال دیتی ہے (۹) یہ کہ نگاہ کا نیچے رکھنا دل کو
 قوی کرتا اور اُسے راحت و فرحت پہونچاتا ہے جس طرح نگاہ کا مطلق العنان کر دینا دل کو ضعیف
 و ممکن کر دیتا ہے (۱۰) یہ کہ نگاہ کا نیچے رکھنا دل کو نور سے آراستہ کرتا ہے جس طرح اُس کو آزاد کرنا
 دل کو سیاہ اور تباہ کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نگاہ نیچے رکھنے کا حکم دے کر تیرہ لوگوں کو ذکر
 فرمایا پھر چنانچہ ارشاد ہوا قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فرجہم لعلہم یحفظوا پھر اُسکے بعد
 فرمایا اللہ مفر السمووات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح حریضہ خالہا سمانون اور زمین
 کا روشن کر دینا لایسے اُسکے نور کی مثال اُسکے ایمان واریعہ کے دل میں جسے اُسکے حکموں کو مانا اور
 اُسکے نواہی کی تعمیل ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اور طاق میں چرخ چل رہا ہے تو جب ایماندار بندہ کا
 دل نورانی سے جگمگا اٹھتا ہے تو اس میں چاروں طرف سے نیکیوں اور بھلائیوں کا نزول ہوتا ہے۔
 جس طرح کہ جب کسی کا دل گناہوں سے سیاہ ہو جاتا ہے تو اس میں ہر چار طرف سے اُفتوں اور بلاؤں
 کے مینہ بہتے لگتے ہیں تو بدعت اور گمراہی اور فحشانی خواہش کی پیروی اور ہدایت کی باتوں سے
 پرہیز اور سعادت کے اسباب پہونچتی اور شقاوت کے اسباب میں مشغول ان سب باتوں کے معلوم
 کرنے کے لئے صرف وہی ایک نور ہے جو آدمی کے دل پر چھایا ہوا ہوتا ہے اسی سے ان باتوں
 کی کیفیت کا حق معلوم ہوتی ہے لیکن جب یہ نور مفقود ہو جاتا ہے تو آدمی اُس اندھے جیسا
 ہو جاتا ہے جو تاریکی میں ہر طرف ٹکراتا پھرتا ہے (۱۱) یہ کہ نگاہ کا نیچے رکھنا ایک ایسی سچی نورانی
 اور درست چھان پیدا کر دیتا ہے جس سے سچے اور صوفیہ محقق اور مصلحین حق پر پیدا ہو جاتی ہے حضرت
 شاہ شجاع گوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی اپنی ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کیا اور اپنے باطن کو
 کے ساتھ درست رکھا اور نگاہ کو حرام چیزوں کے دیکھنے سے بچے رکھا اور نفس کو اس کی خواہشوں سے

روکا اور حلال کھانے کی حادثہ خلی تو اس کی فراست کبھی خطا نہ کریگی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شجاع کرانی
ان لوگوں میں سے ہیں جن کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ بندہ کو اسکے عمل کی جزا دینا
جس قسم کا عمل ہوگا ویسے ہی اس کی جزا بھی ملے گی سارے جنس میں خدائے عز و جل کے خدائے کو چھوڑ دیا
خدا اسکے عوض میں اس سے بہتر اور انجام کار کے لحاظ سے عمدہ تر عنایت فرمائے گا جو شخص خدا کی حرام
کی ہوئی چیزوں سے آنکھ نہ پیر رکھے گا خدا تعالیٰ اسکے عوض اسکے دل کو روشن اور اکھنوں کو منور کر
دے گا علم اور ایمان و معرفت کا دروازہ اسکے لئے کھول دے گا اور وہ بھی اور درست فراست عطا فرمائے گا
جو دل کی بصیرت کو دوبالا کر دے گی۔ خدا تعالیٰ نے لوہیوں کی صفت میں جو عمدہ کالفاظ فرمایا ہے
وہ اسی بصیرت کے مقابل ہے چنانچہ فرمایا یحمرک انھم لفی سکو قہم ھمھون دیکھو اس آیت
میں لوہیوں کے دو وصفت مذکور ہوئے ہیں ایک سکر ت جبکہ سننے فساد عقل کے دوسرے عمدہ جس کے
شعبہ میں فساد نظر کے تصور تہ نیکے ساتھ تعلق پیدا کرنا فساد عقل کا موجب ہے اور بصیرت کا اوقاف ہونا
دل کے نشے سے پیا ہوتا ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے ۱۔ سکران سکر ہو وی و سکر مدامۃ
و منۃ افادۃ من بک سکران ۲۔ یعنی نشے اصل میں دوشے ہیں ایک محبت کا ایک شراب کا اور جس کو
دونوں نشے ہوں وہ کب بھٹس میں آسکتا ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے ۳۔ قالوا بجنۃ جہن قہو
فقلت لھم ۴۔ العشق مھظہ من لہا بالھائن ۵۔ العشق لا یستفی الدھر ھنکبہ ۶۔ و انھا
یسر ۷۔ المجنون فی الحب ۸۔ یعنی لوگوں نے کہا جبکہ تجھے عشق ہے کیا اس لئے تجھ کو دیوانہ بنا دیا
ہے یہ افسے کہا کہ عشق کی بیماری جو مجھے لگ گئی ہے وہ مجنونوں سے بڑھی ہوئی ہے عشق کا بیاں ایک
دراز زاد تک ہوش میں نہیں آگا اور مجنوں تھوڑی دیر تک بھوش رہ کر ہوشیار ہو جاتا ہے (۷) یہ کہ
لگاؤ کے نیچے رکھنے سے دلیں شہادت و استقلال اور شجاعت و قوت پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ جلدہ کر کے
بصیرت و محبت اور قدرت و قوت کے دونوں زبردست اسباب جمع کر دیتا ہے جیسا کہ ایک اثر میں آیا ہے کہ
شخص اپنی خواہش نفسانی کی مخالفت کرتا ہے شیطان اسکے سایہ سے بھاگتا ہے اور پرتا ہے بخلاف اس شخص کا
جو اپنی خواہشوں کا مطیع و متقاد ہوتا ہے اسکو تو دیکھتے ہو کہ ہمیشہ ذلیل غرا اور حقیر و بے مقدار رہتا اور نہایت ہی
بیوقوفی کی حالتیں زندگی بسر کرتا ہے اور خدا اُسے اُن کو کوٹنے کے ذیل کر دیتا ہے جاسکی فرمانبرداری کرتے ہیں جیسا کہ الامام
مطہ نے کہا کہ خواہش نفسانی کی پیروی کرنے والے خصال کیوں نہیں گھوٹیں جو ہوش سے بے مطلب اور ظاہری مطہر ہیں

سا با ای عیش کیوں نہ رکھتے ہوں۔ مگر خدا کی نافرمانی کا بد ناصحبہ الٰہی پیشانیوں سے کبھی نہیں چلا ہوتا اور وہ خدا کے فراموش و بھولنے آگے ہیشہ ذلیل و خوار رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے عزت کو اپنی طاعت کے ساتھ اور دولت کو اپنی نافرمانی کے ساتھ پیوند کیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا واللہ العزیز ولسولہ ولسوینہ اور لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاصلون ان کتفوا لھو منین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایمان سے قول و عمل کا ایسے ظاہر و باطن دونوں کو ایمان کہتے ہیں اور فرمایا من کان ید العزیز عند العزیز جمیعاً الیہ یصعد الکلمۃ الطیب والعلی الصالح میں فہم اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عزت کا خواہاں ہوئے چاہیے خدا کی فراموش داری اور کلمہ طیب کے ذکر اور عمل صالح کے فراموشی خدا کے یہاں طالب عزت ہو۔ دعائے قنوت میں بعینہ یون آیا ہے انہ لا ینزل من والیت ولا یصل من عادیت تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے آگے سرطاعت خم کرنے رہتا ہے خدا اس کو محبت و دوستی کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بلحاظ اس کی اطاعت و فراموش داری کے جناب الٰہی سے عزت و رنجندی کا واقعہ و گمراہی بہائم غنایت ہوتا ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرتا اور اس کی اطاعت سے سرتابی کرتا ہے خدا اسے دشمن رکھتا ہے اور بقدر اس کی نافرمانی کے بارگاہ الٰہی سے اسے دولت نصیب ہوتی ہے۔

اُنٹھوس شغف یہ ہے کہ نگاہ کا جھکائے رکھنا شیطان اور آدمی کے دل میں ایک مضبوط آہنی دیوار ہے جسے شیطان کو دل میں داخل ہونے سے مانع ہے کیونکہ شیطان نظر کے ساتھ بدن میں داخل ہوتا ہے اور ساتھ ہی دل کی طرف بہت جلد نفوذ کر جاتا ہے جیسے خالی مکان میں ہوا نفوذ کر جاتی ہے پھر شیطان دل میں داخل ہو کر آدمی کے لئے اُس صورت کا نقشہ کھینچتا ہے جس کی طرف اس کا انکسار و میلان ہوتا ہے اور اسے نہایت زیرب زینت کے ساتھ آراستہ کر کے اور بہت ہی وضع و ارجح و بیا کر طرہ عیا ہے ہر شیطان آدمی کے دل میں طرح طرح کی تمنائیں اور آرزوئیں پیدا کر کے اور فتنہ کے وعدے دے کر اسے دل پر شہوت کی آگ لگاتا اور آگ کے بھر جانے کے لئے اُن گناہوں کی چھپیان ہرگز کتابت جس کی طرف اس صورت کے توصل بدن اس کا گند ہو ہی نہیں سکتا تھا اس وقت دل کا ایک باب کھلا ہوا شعلہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس فتنہ کے دلوں سے سوزش اور گرمی اور بدلی سامن کے ذریعہ سے نکلتی جاتی محسوس ہوتی ہے کیونکہ دل کے ارد گرد لوگ نے ہر طرف سے

کھیرا ڈال رکھا ہے اور دل اُس میں ایسا ہے جیسے تور میں گھڑی سی وجہ ہے کہ عالم برنج میں اُن شہوت پرستوں کی سزا آگ کے تور کی صورت میں دکھائی جائیں گی جو دنیا میں بے وفادار و غم مزکب زنا ہوتے تھے۔ عالم برنج میں ایسے لوگوں کی روحیں آگ کے تور میں روز قیامت تک بند رہیں گی۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ واقعہ دکھایا۔ اور پیغمبر صاحب نے لوگوں سے بیان کیا۔ اس حدیث کی صحت پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

نورین منفعت یہ ہے کہ نگاہوں کا مجھکائے رکھنا دل کو اسلئے خالی کر دیتا ہے کہ وہ اپنی مصلحت اور فلاح و بہبودی میں فکر کئے اور ہمیشہ اسی فکریں مشغول ہے نجات اسکے نگاہ کے مطلق العنان کر لینے سے دل میں پریشانی پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ پریشانی آدمی اور خدا میں مایل ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اُسکے کام اُس پر مشکل پڑ جاتے ہیں اور آخر کار وہ اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں مبتلا ہو کر اپنی پروردگار کے حکم سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَقْطَعْ مِنْ أَعْقَلِنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فَوْهًا یَعْنِی اِسے پیغمبر تم ایسے شخص کا کہا ہرگز نہ مانتا جسکے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہے اور نہ کسی دنیا داری حد سے بڑھ گئی ہے۔ الغرض نگاہ کے مطلق العنان کر لینے سے یہ تینوں مذموم باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

دوسری منفعت یہ ہے کہ اکٹھ اور دل کے چرچ میں ایک منفذ اور راستہ ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو اثر قبول کرتا رہتا ہے اور ایک کے درست ہونے سے دوسرے درست رہتا اور ایک کے بگڑنے سے دوسرے بگڑ جاتا ہے تو جب دل خراب ہوتا ہے نظر بھی خراب ہو جاتی ہے اور جب نظر خراب ہوتی ہے تو دل بھی خراب ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس دل درست ہوتا ہے تو نظر بھی درست رہتی ہے اور نظر درست ہوتی ہے تو دل بھی درست رہتا ہے۔ پس جو وقت اکٹھ میں فساد و خرابی پیدا ہوگی تو دل بگڑ جائیگا اور اُس کو ٹوٹی کی طرح بچھن ناپاک ہو جائے گا جہاں ہر قسم کی نجاستیں اور ناپاکیاں ڈھلی جاتی ہیں اور جب دل کی یہ حالت ہوئی تو اب وہ اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ خدا کی معرفت و محبت اور اللہ کی نیت کا مسکن ہو اور خدا کے قریب سے اسے سرور و فرحت میسر ہو۔ البتہ ایسی صورت میں وہ ناپاکیوں کا مسکن ہو گا جو ان باتوں کی ضد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ تمام تقریریں نگاہوں کے بچکائے رکھنے کے بعض فوائد کی طرف اشارہ ہیں جو تین اور فوائد سے بھی مطلب کرے گا۔

مضعل مرض عشق کے پیدا ہونے کو جو دو چیزیں ملتی ہیں اس میں سے ایک تو غرضِ عبرت سے نگاہ کا جھکا
رکھنا تھا جبکہ بلین مضعل اور پرگزرجکا اور دوسری چیز طہل کا کسی ایسی چیز کے ساتھ وابستہ اور مشغول
ہونا ہے جو اس مرض عشق کی طرف سے بالکل ہرگز نہ اور جو آدمی میں اور عشق میں سدا رہا ہو جائے
مثلاً قابض و مضطرب میں ڈال دینے والا خوف یا اپنے پیچھے کر دینے والی محبت۔ کہ جب آدمی کا دل اس کے
ساتھ وابستہ رہے گا تو عشق اس سے اور یہ عشق سے کوسوں دور رہے گا بخلاف اسکے جب دل
اس چیز کے خوف و اندیشہ سے خالی ہوگا جبکہ خوف ہو جائے محبوب کے حامل ہونے سے اس پر شاق و ناگوار
آند رہا ہے یا ایسی چیز کے خوف سے خالی ہوگا جبکہ حامل ہو جائے محبت کے فوٹ ہو جانے سے اسے زیادہ تکلیف
اور مضرت رسان ہے یا اسکا تعلق ایسی چیز کے ساتھ ہو جو اس محبوبت زیادہ مانع اور بہتر ہو اور جس کا
فوت ہو نا اسے محبوب کے فوٹ ہو جانے سے زیادہ مضرت رسان ہو تو ایسا آدمی عشق کے بغیر نہیں رہے گا
بلکہ ضروری اور ناہی بات ہے کہ اسے عشق ضرور ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی شخص محبوب کو نہیں چھوڑتا مگر جبکہ اس سے بہتر اور اعلیٰ درجے کا محبوب
مل جاتا یا کسی ایسی صیبت و آفت کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ لاحق حال ہوتا ہے جس کی تکلیف محبوب
جدا دانی اور مفارقت کی تکلیف سے زیادہ مضرت رسان ہوتی ہے ایسا آدمی اصل میں دو باتوں کا
مخارج ہوتا ہے اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک بات مفقود ہو جائے تو یہ شخص اپنے نفس سے
کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ بات تو یہ ہے کہ اس شخص کی بصیرت ایسی صحیح اور درست ہو جسکی
وجہ سے یہ محبوب اور مکروہ کے درجہ میں تمیز کر سکے تاکہ دو محبوبوں میں سے اعلیٰ محبوب کو ادنیٰ
محبوب پر ترجیح دے کر اسے اختیار کرے اور دو مکروہوں میں سے ادنیٰ مکروہ کی برداشت کرے تاکہ
اس سے جلد خلاصی پا کر اعلیٰ کے حامل کرنے کی کوشش کرے اور یہ عقل کا خاصہ ہے جس شخص میں اتنی
بات بھی نہ ہو اسکا شمار عقل مندوں میں نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ وحشی جانور اور درندے اور بہائم اس سے
کہیں بہتر ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اس شخص میں عزم اور صبر کی قوت ہوئی چاہئے جس کی وجہ سے
اس فعل کے کرنے اور نہ کرنے پر قادر ہو سکے کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں جو تفاوت
رہا اور فرق مراتب میں تو تمیز کر لیتے ہیں مگر اپنے ضعف نفس اور ضعف ہمت کی وجہ سے قہر
اور ہمت نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مینا اور زیادہ سوکھنا

چیز کے اختیار کرنے پر آمادہ اور مستعد ہو جاتے ہیں ایسے آدمی نہ خود متمتع ہو سکتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا شخص اُسے فائدہ اٹھا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دین کی امامت و پیشوائی کو اہل صبر و یقین کے ساتھ مخصوص کیا اور فرمادیا کہ جو لوگ صبر و یقین کے بیش قیمت زیور سے آراستہ ہیں وہی امامت دین کے قابل ہیں چنانچہ فرمایا **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِمَّةً يَحْكُمُونَ بِأَمْرِ الْفَصْلِ** اور **وَجَعَلْنَا** بآیتنا یوقنون یعنی ہم نے بنی اسرائیل میں دین کے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہ منصب امامت اُن کو اس وقت ملا جبکہ وہ کافروں کی ایذاؤں پر صبر کرتے بیٹھے تھے اور اسکے علاوہ ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے تھے۔ الغرض جس شخص میں عزم و صبر کی قوت ہوتی ہے وہ خود بھی اپنے علم سے متمتع ہو سکتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو عزم و صبر سے خالی ہو سکتا ہے وہ نہ آپ اپنے علم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے نہ دوسرے لوگ اُسکے علم سے متمتع ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خود اپنے علم سے فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن دوسرے آدمی اُس سے متمتع نہیں ہوتے تو پہلا شخص خود بھی اپنے نور میں چلتا ہے اور لوگ بھی اسکے ساتھ روشنی میں چلے جاتے ہیں اور دوسرے شخص کا نور مجھ گیا ہے کہ وہ آپ بھی اندھیروں میں چلتا ہے اور اُسکے ہمراہی بھی اندھیروں میں چلے جاتے ہیں تیسرا تو تنہا اپنے نور میں چلا جا رہا ہے۔

فصل جب تم کو اس مقدمے کی معرفت حاصل ہو گئی تو ساتھ ہی یہ بات بھی معلوم ہو گئی ہوگی کہ ایک دلیر، محبوب اعلیٰ کی محبت اور عشقِ صوریہ و نونی کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتی کیونکہ محبوب اعلیٰ کی محبت اور عشقِ صوریہ ایک دوسرے کی ضد ہیں **والضد لا یجتمعان** اور جب یہ ہے تو ضرور ہے کہ ایک دوسرے کو نکال باہر کرے گی تو جس شخص کی محبت کی قوت بالکل اُس محبوب اعلیٰ کی طرف ہو جائے، اس کو محبت کرنا باطل و ناہرست اور محبت کہ جو علم کے لئے موجب حذاب ہے تو یہ محبت اس شخص کو محبوب اعلیٰ کے مساوی محبت سے روکے گی اور شخص اُسکے مساوی اوصے محبت کیسے ہی کا نہیں اور کہنگا بھی تو صرف اُسکی رضامندی کے لئے یا اس لئے کہ محبت اُسے محبوب اعلیٰ کی طرف پھیرے گی یا اسلئے کہ جو خیر محبوب اعلیٰ کی محبت کے خلاف ہیں یہ اُنکے لئے قاطع ہے۔ سچی محبت محبوب کی توبہ چاہتی ہے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ مجبور کیساتھ اُس کی محبت میں کمی اور کوتاہی نہ کیا جائے دنیاوی محبت میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی آدمی دینی کا اظہار کرتا ہے تو محبوب اس بات سے سخت

غیر کرتا ہے کہ اُس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے اگر کوئی تجھ کو موندھ بھی اُس سے کہتا ہے کہ فلاں شخص جو تم سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے ایک اور شخص سے بھی محبت رکھتا ہے تو محبوب غصے میں آگ بگولا ہو جاتا اور مدعی محبت کو اپنے سے دور کر دیتا اور اپنے قریب سے اس کو لذت نہیں اٹھانے دیتا اور دعویٰ محبت میں اُسے جھوٹا جانتا ہے حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ ساری قوت محبت اسی کی طرف صرت کی جائے اور جب مخلوق محبوب کا یہ حال ہے تو محبوب اعلیٰ کی کسی کچھ غیرت نہ ہوئی جیسے سوا اور سے محبت کرنا سزاوار ہی نہیں اور جتنی محبتیں بھی اسکے سوا ہیں سب محبت گریو الوں کے حق میں جب حذاب اور باعث وبال ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے شخص کو کبھی نہیں بخشے گا جو اس کی محبت میں کسی اور کو شریک ٹھہرائے گا اور اسکے سوا جسے چاہے گا بخش دیگا۔

صورتوں کی محبت کہ اسی کو ہم عشق کہتے ہیں آدمی کے دل سے اُس محبت کو بھلا دیتی ہے جو اُس کے واسطے دونوں جہان میں زیادہ مانف ہے بلکہ اُس چیز کی محبت کو بھی بھلا دیتی ہے جس میں اُس کے لئے نہ کسی طرح کی صلاحیت تھی نہ آرام و راحت۔ اور نہ نفع بخش زندگی کیونکہ یہ باتیں اُس کیلئے اور نہ ہا محبوب کی محبت کے علاوہ اور کسی کی محبت میں پائی نہیں جاتیں۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ دونوں محبتوں میں سے جس محبت کو چاہے اختیار کر کے دل میں جگہ دے کیونکہ دونوں محبتیں تو ایک ساتھ دل میں جمع ہو نہیں سکتیں اور نہ دونوں محبتوں سے دل خالی ہو سکتا ہے تو جو شخص خدا کی محبت اور اُس کے ذکر اور اُسل ملاقات کے شوق سے موندھ موندھتا ہے خدا اُس کو اپنے غیر کی محبت میں مبتلا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت اور برزخ تینوں جہان میں مبتلائے حذاب رہے گا ایسے شخص کو دنیا میں یا تو بتوں کی محبت یا صلیب کی محبت یا آگ کی محبت یا نابالغ لڑکوں کی محبت یا عورتوں کی محبت یا روپے پیسے کی محبت یا دوستوں کی محبت یا کنبہ قبیلہ کی محبت سے ہمیشہ تکلیف و حذاب پہونچتا رہے گا اور عالم برزخ پھر عالم آخرت میں جو مصیبت اور آفت پیش آئے گی بیان سے باہر ہے کیونکہ ان تمام چیزوں کی محبت آخر کار انتہا درجہ کی تھارت و ذلت کا باعث ہوتی ہے آدمی اصل میں اپنے محبوب کا غلام ہوتا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے ۱۰ انت الفقیل بکل من احببتہ ۱۱ ناختر لنفسنا فی الھوے من نطقے ۱۲ یعنی اے مخاطب تو ہر اُس شخص کا مارا ہوا ہے جس سے تو محبت کرتا ہے تو تو محبت میں جس کو چاہے پسند کر کے اپنے لئے اختیار کرے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ جس شخص کا خدا کا مالک ہوئے اور محبوب نہ ہو اُس کی خواہش نفسانی اور حرص اس کی مالک بن جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے افراتیت من اتخذ الہة ہواہ واضلہ اللہ علی علم وختہ علی سمعہ وقلبہ وجعل علیہ صرۃ غشاوۃ فمن یحدیہ من بعد اللہ اذلاتہ کرمین یعنی اسے پیغمبر جلا تم نے اُس شخص کے حال پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا اور علم ہوتے ساتے اللہ تعالیٰ نے اُسکو گمراہ کر دیا ہے اور اُسکے کانوں پر اور اُسکے دل پر مہر لگا دی اور اُسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے تو خدا کے گمراہ کے پیچھے اُسکو کون ہدایت دیکتا ہے کیا تم لوگ غور و فکر کو کام میں نہیں لاتے۔

فصل تعبد یعنی بندگی کی خاصیت یہ ہے کہ محبوس نہایت عاجزی اور ذلت کے ساتھ محبت کرے تو جو شخص کسی سے محبت کرتا اور اُسکے ساتھ عاجزی سے پیش آتا ہے حقیقت میں اُس کا دل محبوب کی بندگی کرتا ہے محبت کے بہت سے مراح میں سب سے آخری ورجہ یہی بندگی ہے جسکا دوسرا نام تہیم بھی ہے اسکی توضیح یہ ہے کہ محبت کا پہلا مرتبہ علاقہ ہے اور اسکو علاقہ کہتے ہیں یہ وجہ ہے کہ اس میں محبت کا موجب تعلق ہوتا ہے ایک شاعر کہتا ہے ۛ تعلق لیلیٰ وہو ذلق تما یثعد ولعید لا تراب من تدیہا غفرہ یعنی نے لیلیٰ سے اُسوقت تعلق پیدا کیا جبکہ وہ نہایت کم سن تھی اور اُسکے گلے میں تعویذ وغیرہ پڑے ہوئے تھے اور ہنوز اُسکا سینہ بھی ابھرا نہ تھا۔ ایک اور شاعر کہتا ہے ۛ علاۃ ام الولید بعد ما بد افتان رأسک کالنعام لا بیض یعنی شاعر اپنے تئیں آپ مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کیا تو ام الولید سے اُسوقت علاقہ پیدا کرنا چاہتا ہے جبکہ تیرے سر کے بال شتر مرغ کی طرح سفید پڑ گئے ہیں۔ علاقہ کے بعد مرتبہ ہے صباۃ کا اور اُسکو صبا کہتے ہیں یہ وجہ ہے کہ محبت کرنے والے کا دل اس وجہ میں محبوب کی طرف کھینچتا اور پکھلتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ۛ یسک المہوز الصباۃ لیسنی ۛ تھلت ما یلقون من بینہم وحلے ۛ فکان لقلبہ لذۃ الحب کلما ۛ فلم یلقھا قبلہ حب کما بعد یعنی ہاشق لوگ صباۃ کی شکلات کرتے ہیں حالانکہ اُن کی یہ شکایت محض بجا ہے اسے کاش جو تکلیفیں اور مصیبتیں اُن سب کو پیش آئی ہیں میں تنہا ان کی برداشت کر لیتا تب میرے دل کو محبت کی پوری لذت حاصل ہوتی اور ایسی حاصل ہوتی جو نہ تو مجھ سے پہلے کسی عاشق کو

حاصل ہوئی ہے اور نہ میرے بعد ہی حاصل ہوگی۔ پھر صباہ کے بعد وجہ ہے غرام کا۔
 اور غرام کہتے ہیں محبت کا دل کو ایسا لازم ہو جانا کہ کبھی اُس سے جدا ہی نہ ہو سکے۔ قرضدار کو غریم اس دور
 میں کہ قرض اس کو لازم ہوتا ہے اور یہی معنی ہے خدا تعالیٰ کے اس قول کے ان عذابا کان خرا ما
 مگر تاخرین نے محبت میں اس لفظ کا استعمال بہت کم کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تم اشعار عرب
 میں اس لفظ کو بہت کم پاتے ہو۔ غرام کے بعد مرتبہ ہے عشق کا اور عشق کا صمد ہے افراط محبت
 کیا یہی وجہ ہے کہ خدائے جل جلالہ کے حق میں اس لفظ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ پھر وجہ ہے
 شوق کا اور یہ قاصد ہے دل کا محبوب کی طرف۔ حدیثوں میں شوق کا استعمال اللہ جل شانہ کے
 حق میں بیکثرت ہوا ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں حضرت عمار بن یاسر کی ایک حدیث باین الفاظ آئی ہے
 کہ ایک دفعہ عمار بن یاسر نے نماز پڑھی اور اُس میں بہت ہی اختصار کیا لوگوں نے اختصار کی وجہ
 اور الفت کی تو فرمایا کہ میں نے نماز میں وہی دعائیں پڑھی ہیں جو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا
 کرتے تھے اور وہ یہیں اللہم انی اسئلك بعلمک الغیب وقد رتک علی الخلق احیانی اذا کانت
 الخیوة خیرالی وتوفی اذا کانت الوفاة خیرالی اللهم انی اسئلك بخشیتک فی الغیب
 والشهادة واسئلك کلمة الحق فی الرضاء والغضب واسئلك القصد فی الفقر والغنى
 واسئلك نعمها لا ینفد واسئلك قرة عین لا تمقطع واسئلك الرضاء بعد القضاء واسئلك
 برء العیش بعد الموت واسئلك لدنة النظر لے وجهی الکریم واسئلك الشوق الی لقاءک
 فی غیر ضلوم مفرقة ولا فتنة مضلة اللهم زینا بنینة الایمان واجعلنا هداة مقتدین
 یعنی خداوند میں تیرے علم غیب اور تیری اس قدرت کا قاطر دیکر جو مخلوق پر ہے اس بات کا سوال کرتا ہوں
 کہ جب میرے لئے حیات استعار بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور حیوت موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت
 دیدے۔ خیر و لذائیں تجھے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ چھپے اور کھلے اپنے سے دُرتے رہنے کی
 مجھے توفیق عنایت کر اور اس کا بھی سوال کرتا ہوں کہ خوشی اور ناخوشی کی حالت میں ہمیشہ بھی بات بولتا
 رہوں اور اس بات کا بھی طالب ہوں کہ فقیری اور امیری کی حالت میں درمیانی حال چلتا رہوں۔ اور
 خدا وند میں تجھ سے وہ نعمت مانگتا ہوں جو کسی فنا ہی نہ ہو اور آنکھ کی وہ ٹھنڈک جو کبھی منقطع ہی
 نہ ہو۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس بات کی توفیق دے کہ جس بات کا فیصلہ تو میرے حق میں

کرمے میں ہمیشہ اسکے آگے تسلیم خم کئے رہوں۔ خداوند میں تجھ سے اس بات کا بھی طالب ہوں کہ مرے پیچھے عزت کی زندگی مجھے عنایت فرما اور اس بات کا بھی سوال کرتا ہوں کہ جو لذت تیرے رخ مبارک کی طرف دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے مجھے نصیب کر اور میں تجھ سے تیرے شوق ملاقات کو بھی طلب کرتا ہوں جس میں نہ تو کسی قسم کا خوفناک ضرر ہو اور نہ راہ سے بہرہ کافے والا فتنہ۔ خداوند! تو ہم کو ایمان کی زینت سے آراستہ کر اور ہم کو لوگوں کا راہ یافتہ پیشوا بنا۔ اور ایک اثر میں یوں آیا ہے کہ کمال شوق الا برار الی لقائی وانا الی لقاءکم اشد شوق یعنی خدا تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ نیکوں کو مجھ سے ملنے کا شوق بہت بڑھ گیا ہے اور میں اُن سے ملنے کا اس سے بھی زیادہ شائق ہوں اور یہی معنی ہیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے منہج لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ یعنی جو شخص خدا سے ملنے کو دوست رکھتا ہے خدا اُس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے بعض محقق اور دانشور لوگ آیہ من کان یرید اللہ فاکمل اللہ حاجتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے معلوم کر لیا کہ اُس کے دوست کی اُس سے ملنے کا اشتیاق بشدت ہے اور اُن کے دل میں کہ اس کی ملاقات کے بدون تسکین ہی نہیں پاتے تو اُن کے واسطے اپنی ملاقات کا ایک وقت مقرر فرمایا تاکہ اُن کے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جن شائقوں کو خدا سے دولت اُنس حاصل ہے اُن کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ زندگی ہے اور جو مراد نہیں اس میں محتاج ہے تھا درجے کا پاک اور بے لوث مراد ہے۔ اُن کی زندگی درحقیقت وہی زندگی ہے جسے حیات طیبہ کہتے ہیں۔ اور جس سے زیادہ پاکیزہ زیادہ لطیف زیادہ خوشگوار کوئی اور زندگی نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ زندگی ہے جسے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایس الفاظ یاد فرمایا ہے من عمل صالحا ممزجاً وانثیٰ وہو من فلان قبیلہ حیوٰۃ طیبۃ اس زندگی سے وہ زندگی مراد نہیں ہے جو مسلمانوں اور کافروں اور ملکہ کاروں و بدکرداروں میں مشترک ہے مثلاً عمدہ کھانے لطیف اور خوش ذائقہ کی چیزیں پاکیزہ و فاضل لباس خوبصورت نوجوان عورتیں بلکہ وہ پائدار اور ہمیشہ کی زندگی مراد ہے جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے اور جو خصوصیت کے ساتھ خدا کے دوستوں ہی کو نصیب ہوگی۔ دنیا کی مشترک زندگی میں تو فی غلبہ احوال خدا کے دشمن ہی اُن کے دوستوں پر اصناف مضاعفہ فوقیت رکھتے ہیں اور نعمت و دولت میں بد چھانٹنے بڑھے ہوئے ہیں اللہ جل شانہ نے اُن کو چاہا

سے جو اعمال نیک بجالاتے ہیں وعدہ کر لیا ہے اور وہ اپنے وعدے کا سچا ہے خلافت و عدلیٰ تو کبھی کرتا ہی نہیں کہ انہیں اچھی اور پاکیزہ زندگی عنایت کرے گا اور اُس شخص کی زندگی سے کس کی زندگی اچھی اور عمدہ ہوگی جسکے تمام قصد و خیالات جمع ہو گئے ہوں اور جمعیت و وحدت حاصل کر کے سب خدا کی خوشنودی و رضا جوئی میں مشغول ہو گئے ہوں۔ اُس کا دل پریشان نہ ہو بلکہ باطمینان تمام خدا کی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔ اُسکے ارادے اُسکے افکار حین کا حصہ اُسکے ہر ایک فکر میں منقسم ہو گئے ہوں تو ایسے شخص کی یہ کیفیت ہو جائے گی کہ ہمیشہ محبوبِ اعلیٰ کا ذکر اُسکے روزِ زبان ہو گا اور محبوبِ اعلیٰ کی محبت اور اُسکی ملاقات کا شوق اور اُسکے قریبِ اس اس پر غالب رہے گا خدا ہی کی طرف اسکے خیالات اور ارادے اور قصد بلکہ دل کے خطرے تک رجوع کرے گا اگر خاموش رہے گا تو خدا ہی کے ساتھ خاموش رہے گا تو خدا ہی کے ساتھ بولے گا سنے گا تو خدا ہی کے ساتھ۔ دیکھے گا تو خدا ہی کے ساتھ کسی چیز کو پکڑے گا تو خدا ہی کے ساتھ۔ پکڑے گا تو خدا ہی کے ساتھ چلے گا تو خدا ہی کے ساتھ چلے گا۔ حرکت کرے گا تو خدا ہی کے ساتھ کرے گا۔ دم لیگا تو خدا ہی کے ساتھ دم لے گا خدا ہی کے ساتھ زندہ رہے گا اور خدا ہی کے نام پر مرے گا اور خدا ہی کے حکم سے مرے گا یہی زندہ ہو گا جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ جنابِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ میرا تقرب جیسا کہ اُس چیز کے ادا کرنے سے حاصل کرتا ہے جو میں نے اُس پر فرض کی ہے ویسا تقرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا اور میرا بندہ فاعل کے ساتھ میرا تقرب ہمیشہ حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے دوستی کر لیتا ہوں اور جب میں اُس سے دوستی کرتا ہوں تو اُن کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُنکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُنکا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے تو بندہ میرے ہی ساتھ سنتا میرے ہی ساتھ دیکھتا میرے ہی ساتھ پکڑتا اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے اور ایسے موقع پر اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں فوراً دیتا ہوں اور اگر میرے وسیلہ کے ساتھ کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو میں اُسے پناہ دیدیتا ہوں اور میں اپنے کرنے کی چیزوں میں سے کسی چیز میں ایسا متروک نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے ایماندار بندہ کی روح قبض کرنے میں متروک ہوتا ہوں کیونکہ وہ موت کو پسند رکھتا ہے اور میں اس کی ناپسندگی کو گوارا نہیں کرتا لیکن موت سے کسی کو چار نہیں اور موت کا نالہ ہر شخص کو چکھنا ضرور ہے۔

پس یہ حدیث قدسی جس کے معانی و مطالب سمجھ کر تکرار الطبع کشف القلب پر مکمل لکھ حرام ہے اس بات پر صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ خدا کی محبت کے اسباب دو باتوں میں منحصر ہیں ایک اولے فرائض میں دوسرے نوافل کے ساتھ تقرب حاصل کرنے میں اور اس بات کی تصریح ظاہر طور پر خدا نے فرمادی ہے کہ فرائض آپہی کو ادا کرنا خدا کے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ پسندیدہ ہے جس کے ذریعہ سے لوگ خدا کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اسکے بعد نوافل سے تقرب حاصل کرنے کا درجہ ہے خدا کا دوست ہمیشہ نوافل کی تعداد بڑھاتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کا کامل محبوب بن جاتا ہے اور جب خدا کا محبوب بن گیا تو یہ محبت آپہی اسکے لئے ایک اور محبت پیدا کرتی ہے جو پہلی محبت سے فائق تر ہوتی ہے اور جو اسکے دل کو محبوب کے ماسوا کے فکر و اہتمام سے بالکل خالی کر دیتی ہے اُس کی روح اُسکی مالک ہو جاتی ہے اور اب محبوب کے سوا اور کسی کی اُس میں گنجائش ہی نہیں رہتی اور آہستہ آہستہ محبوب کا ذکر اور اُس کی محبت اسکے دل کے لگام کی مالک اور اسکے روح پر مسلط اور غالب ہو جاتی ہے جیسے کوئی محبوب اپنے اُس سے اور صادق محب پر غالب ہو جاتا ہے جس نے اپنی تمام توانائے محبت کو محبوب کے لئے جمع کر دیا ہو اس وقت اس محب کی بیشک شبہ یہ کیفیت ہو جائے گی کہ اگر اُس نے گا تو محبوب کے ساتھ نئے گا دیکھے گا تو محبوب کے ساتھ دیکھے گا کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑے گا تو محبوب کے ساتھ پکڑے گا چلے گا تو محبوب کے ساتھ چلے گا۔ ان فرض محبوب ہر وقت محب کے دل میں اور اُس کے ساتھ اور اُس کا مونس اور اُس کا مصاحب ہے گا تو حدیث نبی صمیمہ و نبی صمیمہ و نبی عظیمہ میں صرف بے مصاحبت کے لئے ہے اور مصاحبت بھی وہ مصاحبت جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور نہ اُس کے معنی محض یہی خبر دینے یا اسکے ساتھ علم ہونے سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ غرض کہ یہ مسئلہ خیالیہ ہے نہ علیہ محض۔

جن باتوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا وہ خیالی اور بے حقیقت باتیں نہیں ہیں بلکہ یقینی اور قطعی اور واقعی ہیں دنیا میں اگر کوئی شخص کسی مخلوق سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ محبت کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ اُس کی نظرت محبت کی متقاضی ہے مگر یہ بھی یہ باتیں اس کی محبت میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ایک مضطرب اور یحییٰ عاشق کہتا ہے ۛ خیالک بی عین و ذکرک فی فنی + و مشوالہ فی قلبہ فاین تغیب بدینے تیرا خیال میری آنکھ میں اور تیرا ذکر میرے مونس میں اور تیرا ٹھکانا میرے دل میں ہے تو پھر تو کہاں غائب ہو سکتا ہے ایک اور کہتا ہے ۛ و تظہر عینہ و حور فی سوادھا +

وَمِنْ عَجَائِزِ آفِي احسن الیهم ورسال عنهم من
 لقیّت وھم معی چینیے میری آنکھ اُن کو ڈھونڈھتی ہے حالانکہ وہ میری آنکھ کی تپلی میں موجود
 ہیں اور میرا دل اُن کا مشتاق ہے حالانکہ وہ میرے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں بیٹھے ہیں تعجب
 کی بات ہے کہ میں ان کی خدمت کرتا ہوں اور جس سے میں ملتا ہوں ان کا تپا پوچھتا ہوں حالانکہ
 وہ ہر وقت میرے ساتھ ہیں۔ ذیل کا شعر اس سے بھی زیادہ اچھا اور زیادہ لطیف ہے کوئی کہتا ہے
 ۱۔ ان قلت خبت فقلیلا یصدق فی ۲۔ اذ انت فیہ مکان السلس لمرغب ۳۔ او قلت
 ما خبت قال الطرف ذالکذب ۴۔ فقد شخیرت بین الصدق والکذب ۵۔ بیٹھے اگر میں یہ
 کہتا ہوں کہ تو مجھ سے اوچل ہے تو میرا دل اس بارے میں میری تصدیق نہیں کرتا کیونکہ تو دل کے مخفی
 مکان میں موجود ہے غائب نہیں ہے اور اگر میں کہتا ہوں کہ تو آنکھ سے اوچل نہیں ہے تو آنکھ
 مجھے جھوٹا بتاتی ہے تو اب میں حیران ہوں کہ کسکو سچا کہوں اور کس کو جھوٹا۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیب
 کے لئے محبوب سے زیادہ نزدیک کوئی چیز نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ محبوب کی محبت مجھ کے
 دل میں ایسی بیٹھ جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے اور محبوب کو نہیں بھولتا جیسا کہ
 کوئی کہتا ہے ۱۔ ارید لاشی ذکرک فکانما ۲۔ عثلی لیلیلے بکل سبیل ۳۔ یعنی ہر چیز میں
 جاتا ہوں کہ اُس کی یاد کو دل سے مجھادوں لیکن یہ بات میرے امکان میں نہیں کیونکہ میلی
 کی صورت ہر طرف سے میرے سامنے آمو جو ہوتی ہے ایک اور شاعر کہتا ہے ۱۔ یراد من
 القلب شیا نکد ۲۔ وتابی الطباع علی المناقل ۳۔ حدیث شریف میں جو کان اور آنکھ اور
 فاقہ اور پاؤں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کہا گیا ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ یہی چیزیں ادراک
 کی آلہ ہیں اور ادراک کی کیا بلکہ فعل کی آلہ ہیں کان اور آنکھ کا کام ہے کہ وہ کسی چیز کی خواہش
 یا کسی چیز سے نفرت کرنے کو دل پر پیش کرتے ہیں اور محبت و بغض کو اس کی طرف کھینچ لاتے ہیں
 پھر ہاتھ اور پاؤں اپنے اپنے عمل کرتے ہیں تو جب بندے کے کان اور آنکھیں خدا کے ساتھ ہونگے
 تو وہ اپنے آلات ادراک میں محفوظ رہے گا اور ساتھ ہی محبت اور بغض میں بھی محفوظ رہے گا پھر جس چیز کو
 اچھے سے پسند کرے گا اور جسے ہاؤں سے ملے کرے گا اس میں بھی محفوظ رہے گا اگر تم نال کر دے تو آپ نہیں
 معلوم ہو جائے گا کہ کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں کے ذکر کرنے سے زبان کے نام لینے کی کوئی ضرورت نہیں

رہی کیونکہ جب کان کے اوراک کا ذکر جو کبھی اختیار سے اور کبھی بے اختیاری سے بھی حاصل ہوتا ہے۔
 اسی طرح آنکھ کے اوراک کا ذکر جو کبھی اختیاری سے بھی واقع ہوتا ہے طے ہذا انقیاس ہاتھ پاؤں کی حر
 جواؤمی کے لئے ضروری ہے کبھی اختیار سے اور کبھی بے اختیاری سے صادر ہوتی ہے جب ان سب چیزوں
 کا ذکر ہو چکا تو زبان کی ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہی جو بے اختیار و قصد کے کبھی حرکت کرتی
 ہی نہیں اور باوقات آدمی زبان کے حرکت دینے سے مستغنی اور بے پرواہ بھی ہوتا ہے مگر ماں جب
 اسے بولنے کو کہا جاتا ہے تو ناچار زبان کچھ حرکت میں لانا پڑتا ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ زبان بہ نسبت اور
 جوارح کے دل کا اثر زیادہ قبول کرتی ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمان اور قاصد ہے اب دیکھنا چاہیے
 کہ خدا تعالیٰ نے اپنی معیت کو بندہ کے ساتھ اُسکے دیکھنے اور سننے اور اُسکے پکڑنے اور اُسکے چلنے کے وقت
 اپنے قول کنت سمعہ اللہ یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الّتی یمش بہا وامن جلدہ
 الّتی یمشی بہا سے کس عمدگی اور خوبی کے ساتھ ثابت کیا ہے خدا کا بندہ کے ساتھ ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ
 بندہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدا کی مخالفت میں رہتا ہے اور بندہ کا خدا کے ساتھ ہونا اس کا یہ مطلب ہے
 کہ بندہ اپنی اور کلمات میں سے سننے اور دیکھنے اور ہاتھ پاؤں سے حرکت کرنے میں خدا کا مطیع و متقاد
 ہوتا ہے۔ پھر ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ حدیث میں خدا تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یسمع و یبصر و ید و
 کیون فرمایا لی سمع و لی یبصر و لی ید کیون نہ کہا حالانکہ اکثر مواقع پر ایک گمان کرنے والے کو یہ
 واہمہ ہو سکتا ہے کہ لام کا استعمال ان مواقع پر اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ لام کسی چیز کی غایت پر بہت زیادہ
 دلالت کرے اور ان باتوں کا وقوع خاص خدا ہی کے واسطے ہو اگر تاہم تو لام کا استعمال بے کے
 استعمال سے بہر صورت اولیٰ اور بہتر ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ بات محض غلط اور وہمی بات ہے کیونکہ
 حرف بے اسجد مجرود استعانت کے لئے نہیں ہے وجہ یہ کہ نیک و بد دونوں قسم کے لوگوں کی حرکتیں اور
 اُنکے اور کلمات خدا ہی کی مدد کے ساتھ واجبہ ہوتے ہیں بلکہ یہاں مصاحب کے لئے ہے اور فی یسمع
 و فی یبصر و فی ید کے یہ معنی ہیں کہ بندہ مستاہل اور دیکھتا ہے اور چلتا پھرتا ہے اور میں اُسکے ساتھ
 ہوتا اور اُسکی مصاحبت میں رہتا ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے انا مع عبدی لما ذکر لہ و
 الخی کنت فی شفتاہ یعنی میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا اور میری یاد میں اُسکے
 دو لو ہونٹ ملتے ہیں اس مصیبت سے وہی مصیبت خاصہ مراد ہے جو قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور

ہے ان اللہ معنا اور جو ذیل کی حدیث میں ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَاطَلْتُكَ بِأَنْتَ بِنِ
 اللہ ثَالِثُهَا كَيْفَ تَرَاهُ الْكَانَ (شاید اس کے مخاطب حضرت ابوبکرؓ) دو شخصوں کے ساتھ کیا ہے۔ خدا
 ان میں تیسرا موجود ہے۔ قرآن مجید میں غور کیا جائے تو ایسی بہت سی آیتیں نکلیں گی جن میں اس جمعیت
 خاصہ کا ذکر ہے مثلاً اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِينَ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ يُحْسِنُوْنَ اور
 وَالصّٰبِرِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور کَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّ سَيَهْدِيْهِمْ اور اِنِّیْ مَعَكُمْ اَسْمَعُ وَاَنْزِلُ
 خَلاَصِہ ہے کہ چونکہ حرف بتے ہی اس جمعیت کا فائدہ دیتی تھی نہ لام اسے بی سَمِع و بی بَصَر کہا ہے
 لی سَمِع اور لی بَصَر نہ فرمایا۔ بندے کو اخلاص اور صبر اور توکل اور منازلِ عبودیت میں نزول اسی بتے
 اور جمعیت کی وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آدمی جب خدا کے ساتھ ہوگا تو تمام مشکلیں اور تکلیفیں اس پر
 آسان ہو جائیں گی اور خوف و اندیشہ کی قبضہ خیزیں ہیں سب اطمینان و امن کے ساتھ بدل جائیں گی کیونکہ
 خدا ہی کے ساتھ دو تہند ہو جاتا ہے۔ خدا ہی کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں سہل ہوتی اور ہر طرح کی عسہ تیں
 آسان ہو جاتی ہیں ہر بعید قریب ہوتا اور غفل دو تہند ہو جاتا ہے۔ خدا ہی کے ساتھ تمام غم و دہم اور
 و احزان مٹ جاتے ہیں اور خدا ہی کے ساتھ نہ کوئی غم رہتا ہے نہ پہنچ نہ تکلیف لیکن جب بندہ سے حرف
 پہلے کے یہ معنی فوت ہو جاتے ہیں تو اس وقت اس کا دل اُس مچھلی کی طرح بے تاب ہو جاتا ہے جو پانی سے نکال کر
 پھینک دیا جائے اور وہ لڑ پڑ کر کھرنائی ہی میں جا پڑی۔ اور جب بندہ کو یہ موافقت اپنے پروردگار
 تعالیٰ شانہ کے ساتھ اُس کی محبوب چیزوں میں حاصل ہو جاتی ہے تو خدا تعالیٰ کی موافقت بھی بندہ کی
 حوائج و مطالب میں حاصل ہو جاتی ہے اور یہی معنی ہیں خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے کہ اگر وہ مجھ سے مانگا
 ہے تو میں اُسکو دیتا ہوں اور اگر کسی مکر وہ بات سے میرا واسطہ دیکر پناہ مانگتا ہے تو میں اُسکو پناہ دیتا
 ہوں یعنی جس طرح بندہ میری مراد میں اور میرا حکام بجالانے میں اور میری پسندیدہ چیزوں کے وسیلہ
 سے میرا تقرب حاصل کرنے میں میری موافقت کرتا ہے میں اُسکی رغبت و رغبت میں اُسکے ساتھ موافقت
 کرتا ہوں کہ جو چیز مجھ سے مانگتا ہے میں اُسے دیتا ہوں اور جن نا پسندیدہ اور مکر وہ باتوں سے وہ
 پناہ مانگتا ہے میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔ اب دونوں طرف سے موافقت ثابت ہو گئی نہایت کہ بندہ مرنے
 تک میں بھی بیٹے جب اس طرح کے بندہ کا پناہ حیات بے زہر ہو کر چھلنے کو ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے
 اس بندے کی موت کے بارے میں متروک ہوتا ہے کیونکہ بندہ موت کو بُرا سمجھتا ہے اور خدا بھی اُس چیز کو بُرا

برا سمجھتا ہے جسکو بندہ برا سمجھتا ہے اس وجہ سے یہ چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو نہ مارے مگر اس کی حکمت اسکے برخلاف یہ چاہتی ہے کہ اُسے مارنا چاہئے پس (اسمیں بھید یہ ہے) خداوند تمہ بندہ کو نہیں مارتا ہے مگر اس واسطے کہ پھر اسکو ہمیشہ کی زندگی بخشے اور اسکو میسر نہیں ڈالتا ہے مگر اس واسطے کہ اُسکو درست کر دے اور اسکو فقیہ نہیں بناتا ہے لیکن اسواسطے کو غنی کر دے اور اس سے اپنی نعمتوں کو نہیں روکتا ہے مگر اس واسطے کہ اُسکو اور زیادہ غایت کرے اور آدم کی لبت میں اُسنے اپنے بندوں کو جنت سے نہیں نکالا مگر محض اسی واسطے کہ اُنکو پھر نہایت اعلیٰ حالت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کرے۔ پس درحقیقت ہی معشوق ای اور محبوب لم یزلی ہے اسکے سوا کوئی محبت کا مستحق نہیں۔ بلا اگر بندے کے ہرئں مؤمن پوری محبت لبریز ہوتی تب بھی ہیں نہ اسی محبت کا بھی مستحق سوائے خدا کے کوئی بندہ نہیں تھا۔

مشعر

نقل فو ٹو ك سينث شئت من الصوة + فالحب لا للحبیب الاول +
كم منزل فی الارض بالفه الفته + وحنينه ابد الاول منزل +

یعنی تو اپنے دل کو محبت کے اندر جہاں جہاں چاہے پھرتا رہ۔ محبت جو وہ تو پہلے ہی معشوق کے واسطے ہو۔ آدمی زمین پر کہاں کہاں ٹہکا ناگرتا ہو مگر ہمیشہ اس کے دل کا لگاؤ اپنے قریبی وطن ہی کی طرف رہتا ہے۔

فصل ۹۲

محبت کا آخری رتبہ یتیم ہے جسکے سنے تعبد کے بہن یعنی محبت کرنے والے کا اپنے محبوب کی عبادت کرنا اور اسکا بندہ بننا اسی لفظ یتیم سے تیم اللہ ہے جسکے سنے عبد اللہ کے بہن۔ تعبد کی حقیقت ذلت اور خضوع ہے جو خاص محبوب کے واسطے ہو چنانچہ اس بارہ میں وہ کاقول ہے طریق معبد یعنی راستہ چلتا ہوا ہے مطلب یہ کہ ایسا راستہ ہے جسپر لوگ چلتے ہیں۔ پس محبت ہی شخص ہے جسکو محبوب کی محبت نے ذلیل کر دیا ہو۔ اسی باعث سے بندہ کے تمامات میں شرف اور اعلیٰ مقام عبودیت سے بڑا کردہ نہیں ہے۔ چنانچہ خداوند تمہ نے اپنے بزرگترین خلقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عبودیت ہی کے ساتھ ذوالاثر

اور یہی مقام دعوت اور مقام تحدی بالنبوۃ اور مقام الاسراء ہے چنانچہ فرماتا ہے واللہ لما قام عبد اللہ بن عموہ کا دو ایکونون علیہ لیداً اور فرماتا ہے وان کنتم فی سرب مما نزلنا علی عبدنا فالو بسورۃ من مثله اور فرماتا ہے سبحان الذی اسرے بعد ایلزہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ - اور حدیث شفاعت میں وارد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں سے کہا جائیگا کہ جاؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جنکے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے ہیں۔

مقام شفاعت کو کمال عبودیت اور کمال مغفرت کے ساتھ فرمایا ہے۔
 خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو خاص اپنی ذات واحد کی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے چنانچہ اسکی عبادت اگر نہایت خصوص اور ذلت کے ساتھ ہو تو بہت بڑی محبت ہے اور یہی حقیقت اسلام اور ملت ابراہیمی ہے کہ جو اس سے منہ پھیرے وہ جاہل ہے۔
 چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ ومن یرغب عن ملہ ابراہیم الا من سفہ نفسه۔ اور اسی باعث سے خداوند تعالیٰ کے نزدیک کل گناہوں سے بڑا گناہ شرک ہے جسکے سوا کل گناہوں کو خداوند تعالیٰ بخش دیتا ہے مگر شرک کو نہیں بخشتا ہے۔ اور شرک کی اصل کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی محبت میں غیر کو شریک کرنا چنانچہ فرماتا ہے ومن لیس من متخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین امنوا اللہ حب اللہ۔ یعنی بعض آدمی ایسے ہیں جو خدا کے سوا غیروں سے خدا کی سی محبت رکھتے ہیں مگر جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ خدا ہی سے محبت رکھتے ہیں خداوند تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اُس کے سوا اوروں سے محبت رکھتے ہیں اور پھر یہ خبر دی ہے کہ جو مومن ہیں وہ خاص اُسی سے محبت رکھتے ہیں۔ بعض مفت۔ رونے آیت شریفہ کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اس کے سننے یہ ہیں کہ مومن لوگ خدا سے بہ نسبت کفاروں کے جہ پنے خیر کا ایچھے جذبہ خدا کا خیر کر کے ہیں اور ان سے خدا کی سی محبت رکھتے ہیں مومن خدا سے زیادہ محبت رکھتے ہیں کیونکہ مشرکوں نے جب خدا کی محبت میں اوروں کو شریک کیا تو انکی وہ محبت جو خدا کی محبت سے تھی

یہی مقام دعوت اور مقام تحدی بالنبوۃ اور مقام الاسراء ہے چنانچہ فرماتا ہے واللہ لما قام عبد اللہ بن عموہ کا دو ایکونون علیہ لیداً اور فرماتا ہے وان کنتم فی سرب مما نزلنا علی عبدنا فالو بسورۃ من مثله اور فرماتا ہے سبحان الذی اسرے بعد ایلزہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ - اور حدیث شفاعت میں وارد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں سے کہا جائیگا کہ جاؤ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جنکے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے ہیں۔

اور مومنوں نے چونکہ اپنی محبت کو خدا برادرِ واحد ہی کے واسطے مخصوص کیا تو انکی محبت قوی ہو گئی۔ اور چونکہ خداوند تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے مقصد اور مراد یہی محبت تھی پس جن لوگوں نے اس کے سوا اور ان سے یہ محبت کی ان پر اس نے انکار کیا اور بہت بڑا انکار کیا چنانچہ فرمایا ہے ان سبکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش ید بر اکرامہ ما من شفیع الا من بعد اذنہ بیشک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمان و زمین چھ روز کے اندر پیدا کئے پھر عرش پر قائم ہوا اکاموں کی تدبیر کرتا ہے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے مگر بعد اس کے حکم کے۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے۔ اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش مالک من دونہ من ولی ولا شفیع۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وہی بڑا پاک ہے جس نے آسمان و زمین کو چھ روز کے اندر پیدا کیا اور پھر عرش پر قائم ہوا تمہارے واسطے اس کے سوا کوئی دوست ہے نہ سفارش کرنے والا اور فرماتا ہے والذین یشتاقون ان یحشروا لیس لهم من دونہ ولی ولا شفیع لعلم یتقون یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈراؤ ان احکامات الہی سے ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں بات سے کہ پیش کئے جائیں وہ اپنے رب کے حضور میں اور اس کے سوا انکا کوئی دوست اور سفارش کرنے والا نہ ہو۔ اور محض شفاعت کے بارے میں فرماتا ہے ام اتخذوا من دون اللہ شفعا یتل او لو كانوا لا یملکون شیئاً ولا یقولون قل لشر الشفاعة جمیعاً اور فرماتا ہے من وراہم جنم لا یغنی عنہم ما کسبوا شیئاً ولا ماتخذوا من دون اللہ اولیاء ولم عذاب الیم۔

جب بندہ نے خاص اپنے رب سے ششہ محبت قائم کیا اور اس کو اپنا شفیع اور دوست گردانا اور اپنے اور نیک بندوں کے درمیان میں محبت قائم کی تو یہ سب لوگ خدا کے ولی ہوئے بخلاف اس شخص کے جس نے خدا کے سوا مخلوق کو اپنا دوست بنایا۔ ایک رنگ تو یہ ہے کہ خدا ہی کو اور اس کے نیک بندوں کو دوست بنائے اور ایک رنگ یہ ہے کہ اس کے غیر سے دوستی کرے اور شفاعت شریک بھی ایک رنگ ہے اور شفاعت حق تعالیٰ سے بھی ایک رنگ ہے جو محض توحید کے طہیل حاصل ہوتی ہے۔ یہی جگہ ہے جہاں اہل توحید

اور اہل شرک میں فرق معلوم ہوتا ہے اور حقیقت بات بھی یہی ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اس تمام حصہ سے مطلقاً یہ ہے کہ حقیقتاً عبودیت اور اسکی موجبات خدا کے ساتھ شریک کر دینی حالت میں خالص نہیں ہوتی ہے بخلاف مجتہد کے کیونکہ وہ لازم عبودیت اور اس کے موجبات سے ہے پس رسول علیہ السلام کی محبت اپنے نفس اور باپ بیٹے جہائی بہن سب کی محبت پر مقدم ہے بغیر اسکے ایمان پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ محبت بھی خدا ہی کی محبت میں سر ہے اور سب بڑا اقیس اس گل محبتیں جو خدا واسطے ہیں چنانچہ صحیحین میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تین باتیں ہیں جس شخص میں وہ ہونگی وہ ان کے سب سے ایمان کی حلاوت پائیگا اور ایک صحیح کے لفظ یہ ہیں کہ بندہ ایمان کا مژدہ پائیگا مگر وہ بندہ جسکے دل میں یہ پانچ فصلتیں ہونگی نبی اللہ کے اول یہ کہ اللہ و رسول اسکو ان کے سوا سب سے زیادہ پیار ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی شخص کی محبت نہ کرے مگر خدا واسطے رہتیرے یہ کہ جب خدا نے اسکو کفر سے نکال لیا تو اب یہ اس میں وہاں ہونیکو ایسا بڑا سمجھے جیسے آگ میں گرنے کو بڑا سمجھتا ہے۔ اور سنن کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص خدا ہی کے واسطے محبت کریگا اور خدا ہی کے واسطے نفی کریگا اور خدا ہی کے واسطے لوگوں کو دے گا اور خدا ہی واسطے لوگوں کو نہ دیگا تو شخص یقیناً کامل ایمان ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص آپس میں ایک دوسرے کی محبت کریں گے اللہ واسطے تو ان میں افضل ہی ہوگا جو اپنے ساتھی سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ پس یہ محبت خدا ہی کی محبت کے لوازمات میں سے ہے اور جو محبت قوی ہوگی

فصل ۹۳

اس جگہ پر محبت کی چار قسموں کا بیان ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک میں تفریق کی بات ہے جس شخص نے ان کے فرق کو نہیں جانا وہ گمراہ ہو گیا ہے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے مگر یہ محبت محض کبھی ہی کافی نہیں ہو سکتی ہے اور نہ خدا کے عذاب سے محفوظ اور نہ اسکی جنت و نواب کا مستوجب بنا سکتی ہے کیونکہ شمشیر کین اور نصاریٰ و یہود و غیر ہم بھی خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ دوسرے ان بے زدن کی محبت ہے جسے خدا محبت رکھتا ہے

یہی محبت اسلام میں دہی کرتی ہے اور یہی محبت کفر سے نکالتی ہے اور نہ اکا زیادہ محبوب
وہی شخص ہے جو اس محبت میں اچھی طرح سے قائم اور بہت مضبوط ہے۔ تیسری محبت
جب فی اللہ اور جب اللہ سب یہ محبت بھی پہلی محبت کے لوازمات میں سے ہے اور وہ
محبت بغیر انکے قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ چوتھی محبت مع اللہ ہے یہی محبت شریک ہے کیونکہ
جو شخص خدا کے ساتھ اور کسی چیز سے بھی محبت کرے گا نہ خدا کے واسطے اور نہ خدا کے سبب
تو وہ اس چیز کو خدا کا شریک بنائے گا۔ یہ محبت مشرکین کی ہے۔

محبت کی پانچویں قسم باقی رہ گئی ہے مگر وہ ہمارے بحث فیہ کیلئے جس بارہ میں ہم گفتگو
کر رہے ہیں خارج ہے یعنی میلان طبع انسان کیسی طرف واقع ہو جسے کہ پیاس کا میلان
بانی کی طرف ہوتا ہے اور جو کہ کامیابان کھانے کی طرف ہوتا ہے اور نیند کی محبت ہوتی ہے
اور نیوی بچوں کی بھی محبت ہوتی ہے پس یہ چھتیں مذکور نہیں ہیں مگر اس حالت میں جبکہ یہ
خدا سے غافل کر دین اور اس کی محبت سے باز نہ کہیں پناہ وہ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لا تلکم
اموالکم ولاکم ولا ذکر اللہ فیہ اسے ایمان والہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد کو
خدا کے ذکر سے غافل نہ کر دین اور نہ لوگ ایسے نہیں ہیں انکی تعریف فرماتا ہے رجال لا یشتکم
ولا یبغ عن ذکر اللہ یعنی ایسے لوگ ہیں کہ سوداگری اور بیع انکو خدا کے ذکر سے باز نہیں کرتی۔

فصل ۹۴

محبت کا آخری باب ثبات ہے جو کمال اور نہایت محبت کو تضمن ہے اور مطلب اس سے
یہ ہے کہ محب کے دل میں محبوب کے سوا غیر کی نگہداشت ہی نہ رہے اس رتبہ میں کہ
وہ سے شراکت مکن ہی نہیں ہے اور یہ خاص خلیلون ہی کا منصب ہے جو بزرگ
حضرت علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں چنانچہ حدیث شریفہ میں وارد ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے محمد کو خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو
بنایا بنایا تھا اور صحیح میں وارد ہے کہ حضور نے فرمایا اگر میں اہل زمین میں سے کسیکو خلیل بناتا
تو ابراہیم کو خلیل بناتا لیکن (اے لوگو) تمہارا صاحب ایسے میں خدا کا خلیل ہوں۔ اور ایک
اور حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں ہر خلیل کی خلت سے برات ظاہر کرتا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام کو جب اولاد (حضرت اسماعیل) دی گئی تو انکی محبت ان کے دلین پیدا ہوئی۔ جب یہ کو اس پر نحر ت آئی کہ میرے محب کے دلین میرے سوا غیر کی بھی محبت ہو پس اسی بنا پر انکے ذبح کرنے کا حکم صادر ہوا اور حکم بھی خواب میں ہوتا کہ اسکی تعمیل میں اور زیادہ امتحان ہو اور مقصود ذبح کرنے سے اسکا مار ڈالنا نہ تھا بلکہ دل سے ذبح کرنا مقصود تھا تاکہ دل خدای کے واسطے خالص ہو جائے چنانچہ جب خلیل علیہ السلام تعمیل حکم کے واسطے دوڑے اور اسکے بجالانے میں انہوں نے سرگرمی کی تو وہ مقصود حاصل ہو گیا اور ذبح ظاہری کا حکم مرفوع ہو کر ذبح عظیم کے ساتھ اسکا فدیہ کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا حکم فرماتا ہے اور پھر اس حکم کو اٹھاتا ہے تو بالکل ہی نبین اٹھاتا بلکہ اس کا بقیہ کچھ نہ کچھ چھوڑ دیتا ہے چنانچہ ذبح کے حکم کو اٹھا کر اس کے بدلے میں فدیہ کا حکم فرمایا۔ اور علیٰ ہذا النقیاس سنا جاتے کے وقت صدقہ کے استنباب کو باقی رکھا ہے۔ اور اسی طرح پچاس نمازون سے درگزر کر کے پانچ باقی رکھی ہیں مگر ثواب ہی پچاس کا رکھا ہے اور فرمایا ہے لَا يَسْتَدِلُّ الْقَوْلُ لِدَعَايَ عِيسَىٰ مِيرے نزدیک بات نہیں جہلتی ہے۔ پڑھنے میں پانچ نمازین میں مگر ثواب میں پچاس ہیں۔

فصل ۹

بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ محبت خلقت سے زیادہ کامل ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں یہ محض ان لوگوں کی جہالت ہے کیونکہ محبت عام ہے اور خلقت خاص ہے اور خلقت ہی انتہا محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اور محمد کو اپنا خلیل بنایا ہے اور خود حضور نے اپنی جانب سے کیسے خلیل بنانے کی بالکل نفی کر دی سوائے اپنے پروردگار کے باوجود کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سر محبت کا اپنے اظہار فرمایا ہے اور خداوند تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ اللہ نیکو کاروں اور توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ دل والوں اور صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے مگر اسکی خلقت محض دونوں خلیوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور نوجوان توبہ کرنے والا بھی خدا کا دوست ہے اس قسم کے خیالات انہیں لوگوں کو ہیں جن کو خدا و رسول کے معاملات میں علم و فہم نہیں ہے۔

فصل ۹۶

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بندہ کسی محبوب چیز کو ترک نہیں کرتا ہے مگر اپنے محبوب کی خاطر سے کیونکہ جس کی محبت کم ہوتی ہے اسکو اسکی خاطر سے جس کی محبت زیادہ ہوتی ہے ترک کر دیتا ہے جیسا کہ محبوب کی خاطر بعض ایسی باتیں اسکو کرنی پڑتی ہیں جنکو وہ مکروہ سمجھتا ہے مگر اس محبوب کی محبت اس کے نزدیک زبردست ہوتی ہے۔

یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ عقل کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مجبولوں میں سے قوی کو اور دو مکروہوں میں سے اسان کو اختیار کرتی ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ یہ بات کمال قوت حب و بغض کی ہے اور بغیر ان دو باتوں کے محبت تمام نہیں ہو سکتی ہے قوت ادراک اور عجاظت قلب کیونکہ اس کے خلاف عمل کرنا یا تو ضعف ادراک سے ہو گا کہ محبوب اور مکروہ کے مراتب میں تمیز نہ کر سکے۔ اور یا ضعف نفس اور عجز قلب کے باعث سے ہو گا کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ اچھی ہے اور یہ بُری ہے پھر قلب اسکو اختیار نہ کرے مگر جب ادراک صحیح اور قلب شجاع ہو اور دونوں مجبولوں میں سے اعلیٰ کو اور دونوں مکروہوں میں سے ادنیٰ کو اختیار کرے تو یہی سعادت اور نیکبختی کے سامان ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں جنکی خواہش نفسانی انکے عقل و ایمان پر غالب ہو جاتی ہے اور بغض الیومین جنکی عقل و ایمان خواہش نفسانی پر غالب ہوتی ہے۔

مریض کو حکیم پرہیز کا حکم کرتا ہے مگر حکم مریض کا دل اُن چیزوں کی طرف بے اشتہار اغب ہوتا ہے مگر مریض کی غلا حیت اسی میں ہوتی ہے کہ وہ اُن اشیاء ممنوعہ سے اپنے نہیں محفوظ کرے پھر اگر وہ عقل کا استعمال کرے گا تو اُس مریض کو حکیم عظیم المروءۃ نکہیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جن لوگوں کو قلبی امراض ہیں وہ بھی ایسی چیزوں کو تصرف میں لے آتے ہیں جو اُن کے مرض کو بڑا دیتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شرکی جبر ضعف ادراک اور ضعف نفس ہے اور خیر کی بڑکال ادراک اور قوت نفس ہے پس محبت اور ارادہ بر صلی اصل اور اسکا مبداء میں اور بغض و کراہت ہر ترک کی اصل اور اسکا مبداء ہیں۔ اور یہی دونوں قوتیں قلب کے اندر سعادت اور شقاوت کی اصل ہیں۔

کوئی اختیار نہی مصل رجو دین نہیں آتا ہے جب تک کہ اسکا سبب میضہ حب اور ارادہ موجود نہ ہو اور عجز

دور کرین بعض تو کھانے پینے کے ساتھ اور بعض تجارت کے ساتھ اور کوئی شادی بیاہ کے ساتھ اور کوئی گانے بجانے کے شغل کے ساتھ اور کوئی اور کسی قسم کے لہو و لب کے ساتھ ان طریقوں کو دیکھ کر تین یہ کہا کہ یہ عقلا رکھا مطلوب ہے مگر یہ سب طریقے اس کی طرف پہنچانے والے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے اکثر اس کے برخلاف ہیں اور میں اُن طریقوں میں اُسکی طرف پہنچانے والا کوئی طریقہ نہیں دیکھا اسکا وہ راستہ ہے جس میں اسی کی طرف رجوع ہو اور خاص اسکی رضا مندی مطلوب ہو اور اُسی سے معاملہ ہو اور اُسی رضا مندی کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے پس اس راستہ کے چلنے والے کو اگرچہ اسکا دُنیا کا حصہ فوت ہو جائیگا مگر وہ بڑا حصہ جس کے مقابلے میں کسی چیز کا فوت ہونا کچھ چیز نہیں ہے حال ہوگا اگر وہ حصہ اسکو حاصل ہو گیا تو کل چیزیں اسکو حاصل ہو گئیں اور اگر وہ فوت ہو گیا تو کل چیزیں فوت ہو گئیں اور اگر اسکو دُنیا کا حصہ بھی ملا اور یہ حصہ بھی ملا تو پھر کیا ہی کہنے میں یہ اسکی خوش نصیبی ہے پس بندہ کے واسطے اس راستہ سے بہتر لذت اور خوش عیشی کی طرف پھنپانے والا کوئی راستہ نہیں ہے۔

فصل ۹۸

محبوب کی دو قسمیں ہیں ایک محبوب لطف دوسرے محبوب بغیرہ مگر اس کے واسطے ضروری ہے کہ آخر یہ بھی محبوب لطف پر دفع تسلسل کے واسطے منتہی ہو۔
محبوب حق کے سوا جو محبوب ہے وہ محبوب بغیرہ ہے کوئی چیز بجز خداوند مقہ کے ایسی نہیں ہے جس سے لطف محبت کی جبلت اور جن چیزوں سے اسکے علاوہ محبت کیجاتی ہے تو انکی محبت بھی اسکی محبت کے تابع ہے بلکہ اسکی محبت کے لوازمات میں ہے کیونکہ محبوب کی محبت اُن چیزوں کی محبت کو بھی لازم کرتی ہے جسے محبوب کو محبت ہو۔ سبکدہ نہایت غور سے دیکھنا چاہئے کیونکہ محبت نافذ اور محبت ضارہ میں فرق ظاہر کیا گیا ہے۔ معلوم ہو کہ لذاتہ محبت اُسی سے کیجاتی ہے جسکا کمال اور اُسی الہیتہ اور ربوبیتہ ذاتی ہو اور اسکے سوا اور کسی سے یہ محبت کرنی مکروہ اور مبغوض ہے کیونکہ برائے کے محاب کے منافی اہل اسکی ضد ہے اور اسکی کراہت اور بعض بھی اس منانات کی قوت اور ضعف کے

موافق ہے چنانچہ جو شے اسکے محاب سے زیادہ سنا فی ہوگی وہی اسکو زیادہ مکروہ معلوم ہوگی اعیان و اوصاف و افعال و ارادات وغیرہ بالکل قسموں سے پس یہ جو ہم نے بیان کیا ہے ایک میزان ہے جس سے خداوند تعالیٰ کی موافقت اور مخالفت کا موازنہ نہایت خوبی کے ساتھ ہو سکتا ہے جب ہم نے کسی شخص کو دیکھا کہ جو چیزیں خدا کے نزدیک مکروہ ہیں ان کو وہ محبوب رکھتا ہے اور جنکو خدا محبوب رکھتا ہے انکو وہ مکروہ رکھتا ہے تو ہم نے جان لیا کہ یہ شخص خدا کا دشمن ہے اور علیٰ ہذا جب ہم نے ایسی شخص کو دیکھا کہ جن چیزوں کو خدا دوست رکھتا ہے وہ بھی انکو دوست رکھتا ہے اور جنکو خدا مکروہ سمجھتا ہے وہ بھی انکو مکروہ سمجھتا ہے تو ہم نے جان لیا کہ یہ شخص خدا کا دوست ہے پس ٹھیکہ لائنم ہے کہ اس بات کو خوب یاد کر لے اور مضبوط پکڑ لے کہ ولی اسی شخص سے عبارت ہے پھر بات میں خداوند تعالیٰ کا موافق ہو اور ولایت کثرت صوم و ہلوۃ و ریاضت کے ساتھ پابند نہیں ہے۔

محبوب لغیرہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جسکے حاصل ہونے سے لذت حاصل ہو اور دوسری وہ ہے جسکے حاصل ہونے سے تکلیف پہونچے۔ مگر پھر وہ آرام دے جیسے بدمزہ اور بدبو دار دوا کہ اس کے پینے سے اگرچہ بدمزگی حاصل ہوتی ہے مگر نتیجہ اسکا صحت ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لَنْبَ عَلَیْکَ الْقَتْلَ وَ هُوَ کَلَمٌ وَعَصَیْ اِنْ نَکَرُ حُوا شَئِیًّا وَ هُوَ خَبِیْرٌ کَلَمٌ وَعَصَیْ اِنْ تَجِبُوا شَئِیًّا وَ هُوَ شَرٌّ کَلَمٌ۔ یعنی تم پر لڑائی فرض کی گئی ہے اور تم اسکو بُرا سمجھتے ہو اور قریب ہے کہ جس چیز کو تم برا سمجھتے ہو وہ تمہارے واسطے بُری ہو۔ مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جہاں کو تم بُرا سمجھتے ہو باوجودیکہ وہ بہت بہتر ہے کیونکہ وہ بہت اعلیٰ محبوب کی طرف پہونچاؤ والا ہے اور نفس ہمیشہ راحت اور فراغت و رفاہیت کے طالبکار رہتے ہیں جو انکے واسطے باعث خرابی ہے اور جس سے یہ محبوب حاصل نہیں ہوتا جو جہاد سے ہوتا ہے۔ پس عاقل کو چاہئے کہ محبوب عاجل کی لذت کو خیال کر کے اُسے اختیار نہ کرے اور نہ عاجل مکروہ کو اہم اور سچ کو دیکھ کر اسکو ترک کرے کیونکہ یہ اسکے واسطے اکثر بُرائی ہوتا ہے اور آئندہ اس پر بہت بُری بُری خرابیاں

لاتا ہے۔ بلکہ عقلمند دنیا میں بڑی بڑی شخصیتیں گو اراکرتے ہیں تاکہ ابجد کی دوامی لذتیں حاصل کریں۔ پس کل حاصل اسکا یہہ چار امور ہیں ایک تو وہ بُرائی ہے جو بُرائی کی طرف پہنچائے دوسرے وہ بُرائی جو بھلائی کی طرف پہنچائے تیسرے وہ بھلائی جو بُرائی کی طرف پہنچائے۔ چوتھے وہ بھلائی جو بھلائی کی طرف پہنچائے۔ جو بھلائی کہ بھلائی کی طرف پہنچائے اس کے فعل میں آنے کی دو وجہیں داعی ہیں اور جو بُرائی کہ بُرائی کی طرف پہنچائے اسکے ترک کی دو وجہیں موجود ہیں اب دو قسمیں باقی رہ گئیں جن میں ایک ایک وجہ ہے اور یہی دو نوعیں امتحان اور ابتلا کی جگہ ہیں۔ کیونکہ نفس ان میں سے قریب کے نفع اور عامل عیش کو چاہتا ہے اور عقل و ایمان باقی اور لازوال آرام کو چاہتے ہیں اور طلب ان دونوں کے بیچ میں ہے کبھی ادھر اور کبھی اُدھر شرعاً اور قدراً آزمائش کا یہی مقام ہے ایمان اور عقل کا مُنادی تو ہر وقت یہی ندا کرتا ہے کہ اے لوگو! فلاحیت کی طرف اُدو نیک لوگوں کی انکی زندگانی میں اور بعد موت کے تعریف کی جاتی ہے۔ اور اگر محبت کی اندھیری رات نے گھیر لیا اور شہوت نے غلبہ پایا تو پھر یہ کہا جاتا ہے ۵

یا نفس صبری فمّا علیّ الا ساعۃ ثم ینقضی هذا کلمہ و ینزل
یعنی اے نفس صبر کر کیونکہ یہ لذت ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ہے اور اب
عنقریب ہی یہ زائل ہوئی جاتی ہے۔

فصل ۹۹

جب محبت کل اعمال کی اصل ہوئی چاہے اچھے اعمال ہوں یا بُرے ہوں تو اللہ و رسول کی محبت نیک اعمال کی جڑ ہے جیسے کہ اقوال دینیہ کی جڑ اللہ و رسول کی تصدیق ہے۔ اور جو ارادہ کہ کمال محبت اللہ و رسول کو مانع ہو تو وہ کمال تصدیق کو مانع ہو اس سبب کہ وہ اصل ایمان کا محاض ہے یا اُسے کمزور کرنے والا ہے۔ اور اگر یہ ارادہ نہایت قوی ہو گیا اور اصل محبت اور تصدیق کو مانع ہو تو یہ کفر اور شرک ہو گا۔ اور اگر یہ محاض نہ ہو گا تو بہر حال اس میں ضعف اور فتور ضرور پیدا کرے گا۔

جو اصل ہے اس کے آگے حجاب ڈال دیا اور طالب کے باکل روک دیا۔ پس دوستی اُسی وقت

ٹھیک ہے جب دوست کے دشمنوں سے بھی شہنی ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے افرائتم ما کنتم تعبدون انتم و ابائوکم لا قد مون فافعمہ عدولی الا رب العالمین یعنی اسے قوم جنکی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے تھے وہ سب میرے دشمن ہیں بجز ایک خداوند رب العالمین کے۔ مطلب کہ جلیل اللہ کو خدا سے ایسی ہی محبت چاہئے کہ جو اسکے دشمن ہیں انکو وہ بھی اپنا دشمن تصور کریں کیونکہ خدا کی محبت اور ولایت اسوقت تک صحیح نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ اس کے سوا اکل معبودوں سے بیزاری ظاہر نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے واسطے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی باتیں اختیار کرنے میں بھلائی ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم کو جنکی تم عبادت کرتے ہو اُن سے باہل بری ہیں اور ہمارے تمہارے دسیان میں عداوت اور بغض ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا جب تک کہ تم خدا واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ اور فرماتا ہے جبکہ ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا کہ میں اُن سے بری ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو مجبزن اُس ذات پاک کے جس نے مجھ کو پیدا کیا کیونکہ وہی مجھ کو راہ دکھاتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے اُس بات کو اپنے پیچھے باقی چھوڑا یعنی کُل انبیاء اپنی قوموں سے یہی کہتے چلے آئے اور وہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے جسکے حضرت ابراہیم سے تمام انبیاء وراثت ہوتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک اُنکے متبع اسکے وارث ہونگے۔ اور یہی وہ کلمہ ہے جسکے باعث سے آسمان و زمین قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوقات پیدا کی ہے اور ملت کو قائم کیا ہے اور قبلہ کو نصب کیا ہے اور جہاد کی تلوار میں اسی کلمہ کے واسطے برہنہ کر لگی ہے اور یہ خاص خدا ہی کا حق ہے کُل بندوں کے اوپر اور یہی کلمہ اس دنیا میں مال و اولاد کو محفوظ رکھنے والا اور آخرت میں عذاب قبر سے بچانے والا ہے یہی کلمہ وہ پاس ہے جسکے بغیر جنت میں جانا محال ہے اور یہی وہ وسیلہ ہے جسکے بغیر خدا تک پہنچنا ممکن نہیں اسلام کا کلمہ اور جنت کی کنجی یہی کلمہ ہے۔ اسی کلمہ کے سبب لوگوں کی دو قسمیں شقی اور سعید ہو گئی ہیں ایک گروہ مقبول ہے اور ایک گروہ مردود۔ یہ اور اسی کلمہ کے سبب سے دار الکفر اور دار الاسلام میں جدائی — اور جنت و دوزخ میں تمیز ہوئی ہے یہی کلمہ وہ عمدہ

جس پر فرض و سنت قائم ہیں جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو اور وہ جنت میں داخل ہوگا
 اور اس کلمہ کا یہید یہ ہے کہ خداوند کریم کو محبت اور جلال و تعظیم و خوف و رجا میں مخصوص
 کرے اور توکل و امانت اور رغبت و رہبت میں خاص اسی کو مقصود ٹھہرائے۔ یعنی اس کے
 سوا کسی سے محبت نہ کرے بلکہ جس سے محبت کرے تو اسی کی محبت کی تبعیت میں محبت کرے
 اور اس محبت کو اسی محبت کی زیادتی کا وسیلہ ٹھہرائے اور نہ خدا کے سوا کسی سے
 خوف کرے نہ امید کرے نہ اس کے سوا کسی پر توکل کرے اور نہ سوائے اُس کے
 کسی سے رغبت و رہبت کرے اور نہ اس کے نام کے سوا کسی کی تم کھائے اور نہ کسی
 نذر مانے اور نہ کسی کی قربان داری کو ثواب سمجھے۔ جو اُس کے اور نہ مصیبت کے وقت کسی سے
 اُس کے سوا مدد چاہے اور نہ کسی کو سجدہ کرے اور نہ بجز اُس کے کسی کے واسطے سجدہ کرے اور نہ
 انواع عبادت کے ساتھ اُس کے سوا کسی کی عبادت کرے۔ پس حقیقت شہادت یہی
 ہے جو مذکور ہوئی اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آگ معنی پر اس شخص کو حرام کیا ہے جو
 یہ شہادت دی۔ اور بیشک جس نے یہ شہادت دی اور پر قائم ہو گیا اُس کا دل و رخ میں داخل
 ہونا محال ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ کی تصدیق فرماتا ہے والذین ہم بشہادۃ اہم قائمون
 مطلب یہ کہ ظاہر و باطن اور قلب و قالب دونوں میں اس شہادت کے ساتھ قائم ہو
 کیونکہ بعض لوگوں کی شہادت مردہ ہوتی ہے اور بعض کی سوئی ہوئی جب جگائی جاتی
 ہے جاگ اٹھتی ہے اور بعض کی شہادت لیٹی ہوئی ہوتی ہے اور بعض کی کھڑے ہونے
 کے قریب ہوتی ہے۔ اور یہ شہادت قلب میں ایسی ہے کہ جیسے بدن میں روح پس ایک
 روح مردار کی ہے اور ایک روح قریب الموت مریض کے ہے اور ایک روح قریب الحیوۃ
 شخص کی ہے اور ایک روح صحیح متندرست شخص کی ہے کہ بدن کے کل کار بار انجام
 دیتی ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ کو ایک
 کلمہ معلوم ہے جسکو مسلمان بندہ اپنی موت کے وقت کہے تو اُس کی روح کو راحت
 پہونچے گی پس گویا اس روح کی زندگی اس کلمہ سے ہے جیسے کہ بدن کی زندگی
 روح سے ہے اور جیسا کہ کوئی شخص اس کلمہ کی شہادت کے ساتھ رہ جائے تو اُس کی

لعل جنت میں میس کرتی ہے ایسے ہی جو اس کلمہ کی تحقیق کے ساتھ قائم رہے اسکی روح اچھے عشر اور عہدہ زندگانی میں رہتی ہے۔ خداوند تم فرماتا ہے جسے اپنے رب کے مقام سے خوف کیا اور اپنے نفس کو خواہش سے باز رکھا پس اسکا ٹھکانا جنت ہے یعنی جس دن خدا سے ملے گا اُس دن جنت اسکا ٹھکانا ہوگی اور جنت کیا چیز ہے خدا کی معرفت اور اسکا امن اور اسکی ملاقات کا شوق اور اوسکے ساتھ خوشی اور اس سے رضا مندی انہیں باتوں کے ساتھ اس دنیا میں اُسکی جنت ہے اور جب اس دنیا میں اس کے واسطے جنت ہے تو پھر آخرت میں بھی جنت الخلد اسکا گھر ہے۔ اور جو شخص دنیا میں اس جنت سے محروم رہا تو وہ آخرت میں اُس جنت سے بھی محروم رہے گا۔

نیک لوگ دنیا کے اندر عیش میں ہیں اگرچہ تنگی کے ساتھ زندگانی بسر کرتے ہوں۔ اور بُرے لوگ دنیا میں دُرخ میں ہیں اگرچہ دنیا بھر فراخ ہو خداوند تم فرماتا ہے مردوں اور عورتوں میں سے جو کوئی نیک اعمال کریگا ہم اسکو اچھی زندگانی کے ساتھ زندہ رکھیں گے اور اچھی زندگانی ہی دُنیا کی جنت ہے فرماتا ہے جسکے ساتھ خدا ہدایت کا ارادہ کرتا ہو اسکا سینہ اسلام کے واسطے کشادہ کر دیتا ہے اور جسکے واسطے گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اسکے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے۔ پس فراخی سینہ سے بڑھ کر کوئی نعمت اور تنگی سینہ سے بڑھ کر کوئی عذاب ہے اور فرماتا ہے خبردار خدا کے جو دوست ہیں اُن پر خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور وہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور متقی ہیں اُن کے واسطے اس دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔

پس جو مومن مخلص ہے وہ بہت اچھی زندگانی میں ہے اور اسکا دل نہایت خوش اور ہلکا سینہ بہت کشادہ ہے اور یہ جنت جو مومن کو عنایت ہوئی ہے یہ جنت عاجلہ ہے اور اسکے بعد جو جنت عنایت ہوگی وہ آجلہ ہوگی چنانچہ اسی کے مناسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم جنت کی کیا رویوں میں گزرو تو مسیوہ خوری کیا کرو لوگوں نے عرض کیا حضور جنت کی کیا رویاں کیا ہیں فرمایا ذکر الہی کے حلقے۔ اور اسی کے مناسب حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے منبر اور میرے حجرے کے درمیان میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جب لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال یعنی کئی روزے رکھنے سے منع فرمایا تو لوگوں نے حضور سے عرض کیا کہ یا

رسول اللہ آپ جو کہتے ہیں فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں مجھ کو میرا خدا اکھلا بلا دیتا ہے۔ یعنی حضور نے اس بات سے مطلع فرمایا کہ حضور کو جو غذا آپ کے پروردگار سے حاصل ہوتی ہے وہ اس سستی اکل و شرب کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور یہ جو کچھ حضور کو حاصل ہوتا ہے یہ حضور ہی کے ساتھ مخصوص ہے حین اور کوئی شریک نہیں ہے۔

پس جس چیز کی طرف انسان زیادہ محتاج ہوتا ہے اور جس شے کی اس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسکے بنونے سے اس کا رنج و قلق بہت زیادہ ہوتا ہے اور جس چیز کے نہ ہونے سے اُس کا رنج و قلق بہت زیادہ ہوتا ہے اور جس چیز کے نہ ہونے سے انسان کو نفع ہوتا ہے اُس کے ہونے سے اس کا رنج و قلق زیادہ ہوتا ہے اور حقیقتاً خدا کے سامنے رجوع کرنے اور اس کی محبت پیدا کرنے سے زیادہ نافع بندہ کے واسطے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ زندگانی اور نعمت اور خوشی اور عیش بغیر اس کے بیکار ہے اور اس کا نہونا سخت عذاب اور خرابی ہے۔ اور اس محبت کے نہ ہونے کے الم اور اُس کے بغیر کی محبت میں مشغول ہونے کے عذاب میں مستغرق ہو کر روح غائب ہو جاتی ہے اور اس محبوب اور نافع چیز کے نہ ہونے کے رنج میں اُسکی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے نشہ میں شہر آدمی کہ اُس کا گھر بار جو روپے سب مل جائیں اور اس کو مطلق خبر نہ ہو اور جب نشہ اُترے اور ہوش میں آئے تب خبر ہو کہ یہ کیا ہوا پس یہی حالت بعینہ آخرت کے معاملات کی ہے کہ جب دنیا سے مفارقت ہوگی اور خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا اس وقت جو کچھ دنیا کی کارروائیوں پر رنج و غم ہوگا اُس کا یہاں کے کسی رنج و غم پر مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا میں جو مصیبت کسی شخص کو پہنچتی ہے وہ امید رکھتا ہے کہ یہ مصیبت دور ہو جائیگی اور یہ جانتا ہے کہ کڑا مل ہوئی والی مصیبت ہے مگر اس شخص کی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے جسکی مصیبت کا نہ کچھ معاوضہ ہے نہ بدلہ ہے اور نہ اس مصیبت میں اور دنیا کی مصیبت میں کچھ نسبت ہے اگر اس مصیبت سے اللہ تعالیٰ بندہ کو موت دیدے تو یہ اسکے واسطے بہت ہی اچھا ہے مگر وہاں موت کا نہ ہونا اور زیادہ حسرت کی بات ہے خبر یہ باتین توجہ میں کہ جب محض اسکے ہونے ہی کا الم ہو مگر اسکے علاوہ وہاں روح و بدن پر ایسا سخت عذاب ہوگا کہ جکا انداز ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ پس برکت والی ہے وہ ذات

جسے ایسی ضعیف مخلوق پر پرنج دالم کے ایسی بھاری بوجھ لاوے جنکو پہاڑ نہ اٹھا سکے۔
 میں اسے شخص تجھ کو لازم ہے کہ تو اپنے نفس کے سامنے اس دنیا میں اس بزرگ محبوب کو
 پیش کر جسکے بغیر زندگانی کا لطف نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ وہ وقت آجائے کہ تو خود مر رہ جائے
 اور تیرے اُسکے درمیان میں محاب حائل ہو جائے پھر تیرا کیا حال ہوگا کیونکہ وہ ہر چیز سے
 حوص ہے مگر اس سے کوئی چیز حوص نہیں ہے چنانچہ کسی کا قول ہے ۵
 مشکل شیء اذا ضیعت حوص - و ما من اللہ ان ضیعت حوص - یعنی جس چیز کو تو ضائع کر دے
 اُسکا معاوضہ ہو سکتا ہے مگر جب تو خدا کو ضائع کر دے گا تو پھر اُسکا کچھ معاوضہ نہیں ہے
 اللہ تع کا فرمان ہے کہ اے ابن آدم میں نے تجھ کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے پس
 بہو لعب میں نہ پڑ اور میں تیرے رزق کا کفیل ہو گیا ہوں پس تو مشقت نہ اٹھا اے ابن آدم
 جھکو تلاش کر پالیگا اور اگر جھکو پالیگا تو ہر چیز کو پالیگا اور اگر میں تجھے فوت ہو گیا تو کل چیز
 تجھ سے فوت ہو گئی اور مجھ کو تو ہر شے سے زیادہ پیارا سمجھ۔

فصل ۱۰

اور چونکہ محبت ایک ایسی جنس ہے جسکے نیچے بہت نوعیں مختلف قدم و صف کی ہیں تو
 اغلب ان میں خداوند تع کے بارے میں ہی نوعیں ذکر کی جاتی ہیں جو اس کے ساتھ مخصوص
 اور لائق ہیں اور اس کے سوا اور کسی کو لائق نہیں ہیں مثل انا تہ و عبادہ وغیرہا
 کہ سوائے خداوند تع کے اور کسی کو واسطے لائق نہیں ہیں۔

کبھی محبت اپنے مطلق نام کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے چنانچہ خداوند تع فرماتا ہے یحبہم ویحبونہم
 یعنی وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور فرماتا ہے یحبونہم کحب اللہ والذین
 آمنوا امتداد جہا للہ یعنی کفار اپنے معبودوں سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے خدا سے اور جو لوگ
 ایمان لائے ہیں وہ خدا کی محبت میں راسخ ہیں۔

محبت مذکورہ کی سب سے بُری قسم یہ ہے کہ انسان خدا کی محبت میں جو اس کے واسطے مخصوص ہے
 دوسرے کسی کو شریک کرے اور خدا کے ساتھ برابر کر دے اور محبت محمودہ کی سب سے اچھی قسم وہ محبت ہے

جس میں انسان سوائے خدا کے کسی کو غریک نہ کرے اور یہی محبت سعادۃ کی جڑ ہے جس کے بغیر
 کوئی شخص عذاب سے نجات نہیں پاسکتا اور محبت مذمومہ شقاوت کی جڑ ہے جس کے بغیر دوزخ میں
 کوئی شخص رہ نہیں سکتا۔ پس جو لوگ حاصل اللہ ہی سے محبت رکھنے والے ہیں اور کسی خاص
 عبادت کرتے ہیں وہ دوزخ میں داخل نہ ہونگے اور اگر کوئی گناہوں کے سبب سے داخل ہو بھی
 جائیگا تو ہمیشہ نہ رہیگا بلکہ جلد اپنے گناہوں کی سزا بھر کے چلا آئے گا۔ اور قرآن شریف کا مدار بھی
 اسی محبت اور ایسے لوازم کے ہونے اور اسکے سوا غیر کی محبت کے نہ ہونے پر ہے۔ ان دونوں
 قسم کی محبت کی مثالیں اور ان کے متعلق قصے اور ان دونوں قسموں کے اعمال اور ان کے محمود
 اور اولیا کا ذکر گزر چکا ہے اور خداوند تعالیٰ ان دونوں قسم کی محبتوں کے ساتھ جیسا کرے گا ہر
 بیان اور تینوں مقاموں دنیا اور سرخ اور آخرت میں جیسا ان محبت والوں کے ساتھ ہوگا
 سب بیان ہو چکا ہے۔ تمام سولوں کی دعوت کی بنیاد خدا کی عبادت ہے جو کمال محبت اور
 خشوع و حضور اور تقویٰ کے ساتھ ہو۔ صحیحین میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہرگز میں
 کوئی مسلمان نہ ہو گا جس تک کہ وہ مجھ سے اپنے بیٹے اور باپ اور کل لوگوں سے زیادہ محبت
 نہ رکھے اور بخاری میں حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا
 یا رسول اللہ مجھ کو آپ سے کل چیزوں سے زیادہ محبت ہو گئی ہے میری جان سے حضور نے فرمایا میں نے
 عمر یہ محبت کام کی نہیں ہے جنگ کہ میں تنکو تمہاری جان سے بھی زیادہ پیارا ہوں حضرت
 عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث
 کیا ہے اب آپ مجھ کو میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں حضور نے فرمایا ہاں اے
 عمر اب تمہاری محبت کمال ہوئی۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی یہ شان ہے کہ اپنی
 جان سے مقدم ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کی محبت کا کیا کہنا اس کے واسطے بہت ضروری ہے
 کہ اپنے نفس اور کل چیزوں سے زیادہ محبت کرے اور خداوند کریم تمام چیزوں سے زیادہ
 اس کو محبوب ہو۔

کسی چیز کی کسی وجہ سے اور کسی چیز کی کسی سبب سے محبت کی جاتی ہے مگر خداوند تعالیٰ کی

وہ ذات پاک ہے جسکی ہر وجہ سے محبت کیجاتی ہے اور اُسی کے سوا کسیکو سجود بننا لائق نہیں ہے فرماتا ہے لو کان فیہما البتۃ الا اللہ لفسدنا یعنی اگر زمین و آسمان میں خدا کو سوا اور سجود ہوتے تو یہ خراب اور برباد ہو جاتے اور سجود بننا یہی ہے کہ محبت اور فرمانبرداری اور حضور کیساتھ پیش آئی۔

فصل ۱۰

عالم علوی اور فنی میں جو حرکت ہے اسکی اصل محبت ہے اور محبت ہی اسکی علت فاعلی اور علت فاعلی ہے کیونکہ تمام حرکتوں کی تین قسمیں ہیں ایک حرکت اختیاری ارادی عسری حرکت طبعی۔ دوسری حرکت قسری۔ حرکت طبعی کی اصل سکون ہے کیونکہ جسم جب حرکت کرتا ہے جب اپنے مستقر اور مرکز طبعی سے خارج ہوتا ہے اور یہ حرکت اسکی اسواسطے ہے کہ پھر اپنے مرکز کی طرف خود کو جائے اور اُسکا اپنے مرکز سے خارج ہونا یہ محرک کے سبب سے ہے جسے اسکو حرکت دی ہے یہ حرکت قسری ہے اور اس حرکت میں جسم اپنے محرک کا تابع ہے اور حرکت طبعی اسکی ذاتی ہے جسکے سبب سے وہ اپنے مرکز کو خود کرنا چاہتا ہے مگر یہ دونوں حرکتیں اُس محرک ہی کے سبب سے ہیں اور وہی اپنی اصل ہے۔

حرکت اختیاری ارادی ان دونوں حرکتوں کی اصل ہے اور ارادہ اور محبت کی تابع ہے۔ پس اس سبب سے کل حرکتیں محبت اور ارادے کے تابع ہیں۔ اور اس بات کی دلیل کہ حرکت محض ان تین قسموں ہی میں محدود ہے یہ ہے کہ اگر متحرک کو حرکت کا شعور ہے تو یہ حرکت ارادی ہے اور اگر اُسکو شعور نہیں ہے تو ضرور ہے کہ یا تو یہ حرکت اسکی طبع کے موافق ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر موافق ہے تو طبعی ہے اور ناموافق ہے تو قسری ہے۔

جب تم اس بات کو سمجھ گئے تو یہ جان لو کہ آسمان و زمین کے درمیان میں مہمدا فلالک اور نجوم اور ہوا اور ابر اور سینچہ میں ان سب کی حرکتیں اور بچوں کی مان بیٹوں میں حرکتیں یہ سب فرشتوں کے ذریعہ سے ہیں جو ان کاموں کی تدبیر اور تقسیم کے واسطے مقرر ہیں چنانچہ نصوص قرآن و سنت اسپر دلالت کر رہے ہیں۔ اور پھر ایمان لانا گویا فرشتوں پر ایمان کا کامل کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے رحم اور سینچہ کے بونڈوں اور گھاس کے

پتوں پر فرشتے مقرر کر کے ہیں اور ہوا اور فِلاک اور مٹی اور اکل ستاروں پر
فرشتے متعین ہیں اور ہر بندے پر بھی چار فرشتے مقرر کر کے ہیں جنہیں سے دو
کاتبین یعنی لکھنے والے ہیں ایک دہی طرف ایک بائیں طرف اور دو حفاظت کر خواہی
ہیں ایک آگے ایک پیچھے۔ اور چند ملائکہ اس بات پر مقرر ہیں کہ بندے کی روح قبض
کر کے اسکے ٹھکانے دوزخ یا جنت میں پہنچا دیں۔ اور چند ملائکہ قبر میں سوال اور امتحان
کے واسطے مقرر ہیں جو وہاں عذاب کی یا دوزخ یا جنت میں پہنچا دیں۔ اور چند ملائکہ
قبر میں سوال اور امتحان کے واسطے مقرر ہیں جو وہاں عذاب یا نعمت کے ساتھ
پیش آتے ہیں۔ اور چند ملائکہ واسطے ہیں کہ میدانِ حشر میں سب کو اکٹھا کریں
اور کٹنے ہی ملائکہ دوزخ میں عذاب کرنے اور جنت میں خدنگاری کے واسطے مقرر
ہیں۔ اور پہاڑوں اور مینہ اور ابر کے ہکٹنے اور جنت میں دعت لگانے اور
فرش بچھانے اور طرح طرح کے ساز و سامان سے آراستہ کرنے پر بہت فرشتے
مأمور ہیں۔ اور اسی طرح دوزخ میں بھی فرشتے مأمور ہیں۔ پس خدا کا بڑا لشکر فرشتے
ہیں اور لفظ ملک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ دوسرے کا بیجا ہوا ہے خود اسکو
کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ کل اختیار خدا کو ہے۔ فرشتے محض خدا کے حکم سے ہر امر کی
تدبیر و تقسیم کرتے ہیں۔ خدا انکی طرف سے خبر دیتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر اپنے
رب کے بغیر حکم نازل نہیں ہوتے ہیں اسکے واسطے ہے جو کچھ ہمارے آگے اور ہمارے
پیچھے اور اس کے درمیان میں ہے اور تمہارا پروردگار بخونے والا نہیں ہے۔ اور فرماتا ہے
آسمان وزمین میں کتنے ہی فرشتے ایسے ہیں جنکی شفاعت کچھ نہیں کر سکتی ہے مگر جبکہ واسطی
خدا حکم دیدے اور راضی ہو جائے۔ اور کتنے ہی فرشتوں کے ساتھ خداوند تعالیٰ
نے قسم کھائی ہے جنکو وہ اپنی مخلوق میں کار بار کے واسطے بھیجتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے
والصافات صفا فالنار جرات نرجہا قالت لیسات ذکرا اور فرماتا ہے والمرسلات
حرفا فالعاصفات عصفوا والناشرات تنشر فالعاصفات حرفا فالملئکات
ذکرا عذرا اور نذر اور فرماتا ہے والنازعات غرقا والناشطات نشطاً

والساجات سبحا فالسافات سبقا فالمدبرات اصل۔ ان سب کے معنی اور انکی اقسام کے لیسرا رہم کتاب لیسرا القرآن میں بیان کر چکے ہیں۔ جب یہ باتیں معلوم ہو گئیں تو معلوم ہو کہ سبھی انکے کلام انکی عبادت ہیں اور کل قسری اور طبعی حرکتیں اسکے تابع ہیں کیونکہ اگر محبت نہ ہوتی تو نہ افلاک اور ستارے گردش کرتے اور نہ ہوائیں چلتیں اور نہ بادل گھر گھر کرتے اور نہ مان کے بیٹوں میں بچے حرکت کرتے۔ اور نہ دریا میں موجیں میں اور نہ فرشتے حرکت کرتے اور نہ خدا کی حمد میں رطب اللسان ہوتے پس پاکی اسی ذات پاک کو ہے جسکی تسبیح میں ساتوں آسمان اور زمین اور ہر مخلوق انکے اندر میں سب سب کی تسبیح میں مشغول ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے یقیناً خداوند تعالیٰ علم اور حضرت والا ہے۔

فصل ۱۰۲

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو معلوم ہوا کہ ہر زندہ مخلوق ارادہ اور محبت اور نیک عمل رکھتی ہے اور ہر مخلوق کی حرکت کی اصل محبت اور ارادہ اور صلاح موجودات ہے جبکہ ہر حرکت اور محبت خاص خالق کے واسطے ہو جیسے کہ مخلوقات کا وجود محض اسی کے بنانے اور خلق کرنے سے ہے چنانچہ اسی سبب وہ فرماتا ہے کہ اگر آسمان و زمین میں خداوند کریم کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو یہ فاسد ہو جاتے پس پاک ہر بعد و گار عرش کا ان کل باتوں سے جو کفار اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسمان و زمین معدوم ہو جاتے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ فاسد ہو جاتے کیونکہ خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ انکو فنا کی حالت میں قائم رکھے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ کئی خداؤں کے ہونے میں اصلاح باقی رہے اصل یہ ہے کہ جب ہی ہوگی جب ایک خدا تمام کائنات کا ہوگا اور اگر وہ خدا ہو گئے تو انتظام خراب ہو جائیگا۔ ہر ایک خدا ہی جائے گا میں دوسرے پر غالب ہو جائوں اور اسکی خدائی کو چیل کر دوں کیونکہ خدائی میں شریکت ہونی دونوں خداؤں کے واسطے باعث نقص ہے پس ہر ایک خدا اپنے اپنے نقص کے دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر جب انہیں سے ایک خدا دوسرے خدا پر غالب ہو جائیگا تو وہ مطلوب خدا خدا نہ رہیگا اور اگر ایک خدا

دوسرے خدا پر غالب نہ ہو سکا تو دونوں کا عجز ثابت ہو گا اور پوری خدائی والا کوئی نہ ہو گا پھر لازم ہو گا کہ ان دونوں خداؤں کے اوپر کوئی اور خدا ہو جو ان دونوں کو اپنا مخلوق کہے کیونکہ اگر کوئی اور ان پر عالم یا غالب نہ ہو گا تو ہر ایک خدا اپنی اپنی مخلوقات کے ساتھ الگ ہو جائے گا اور اسی بات میں آسمان و زمین کا ناسخ و جیسے کہ دستور ہے کہ جس شہر میں دو بادشاہ ہوتے ہیں وہ شہر خراب ہو جاتا ہے اور جس عورت کے دو خاوند ہوتے ہیں ان میں صلح نہیں رہ سکتی اور تمام دنیا کے فساد کی جڑ بادشاہوں کا فساد ہے چنانچہ اسی سبب جب تک اسلام میں ایک خلیفہ رہا کسی دشمن کو اس کی طرف رخ کر نیکی جو اُت نہی اور جب سے مختلف سلطنتیں قائم ہوئیں اور ایک نے دوسرے پر غلبہ کیا اور اُس کے ملک میں طبع کی جب ہی سے دشمنوں کو موقع ملا۔ پھر آسمان و زمین اور تمام کائنات کا انتقام تو اس دنیا کے انتقام سے کہیں زیادہ ہے وہ متعدد خداؤں کے ساتھ کیسے قائم رہ سکتا ہے اور یہی بات اس خدا پاک کی وحدانیت پر بڑی ظاہر اور قوی دلیل ہے اور اُس کے سوا عرش سے فرش تک جو شخص اس کے غیر کو معبود بناتا ہے وہ باطل ہے وہ خود فرماتا ہے کہ خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور جہود ہے کیونکہ اگر اور جہود ہوتے تو ہر ایک جہود اپنی مخلوق کو لیکر علیحدہ ہو جاتا اور ایک دوسرے پر غالب ہو جاتا پاک ہے التذلل برائیوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ غیب اور ظاہر دونوں کا جاننے والا ہے اور بلند ہے اُن چیزوں سے جن کو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے کہ وہ کہہ دو کہ اگر اس کے ساتھ متعدد خدا ہوتے جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو ضرور عرش والے خدا کی حضور میں رہستہ ڈھونڈ رہتے۔

مفسرین بیان کرتے ہیں بعض علماء کا قول ہے کہ خدا کی حضور میں تہر و خلیع کیا تھ رہستہ ڈھونڈ رہتے جیسے کہ بادشاہ ایک دوسرے کے ساتھ کیا کرتے ہیں چنانچہ دوسری آیت میں جو یہ مضمون ہے کہ ایک خدا دو خدا پر غالب ہو جاتا تو اس کا یہی مطلب ہے۔ ہمارے استاد فرماتے ہیں کہ صحیح سننے اسکے یہ ہیں کہ خدا کی حضور میں اس کی عبادت اور تقرب اور اطاعت کے ساتھ رہتے ڈھونڈ رہتے پھر اُس کے سوا غیروں کی کیونکہ عبادت کرتے ہو مالا مال اگر اس کے سوا اللہ خدا ہوتے

جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو وہ بھی اس کے بندے ہوتے پھر خدا کے ہوتے بندوں کی کیوں عبادت کرتے ہو۔ ہمارے استاد فرماتے ہیں اس تفسیر پر کتنی ہی وجوہات دلالت کرتی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ آیت ہے اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ یَسْبُخُونَ اَلْیَوْمَ رُبَّمَا وَاسِعَةً اِیَّہُمْ اَقْرَبُ وَیُرِیْہُمْ رَحْمَتُہُمْ وَمَخَافُونَ عَذَابَہُ لَیْسَ خُودُہُ خُفٰی بِکُفَارِہِ سِوَا عِبَادَتِہِ کرتے ہیں وہ خود مثل تمہارے میرے بندے ہیں میری رحمت کے طلبگار اور میرے عذاب سے خوف کرنے والے پھر تم انکی کیوں عبادت کرتے ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خداوند تم نے اس آیت میں لفظ لَا تَبْغُوا لِلّٰہِ سَبِّکًا نہیں فرمایا ہے بلکہ فرمایا ہے اِلَیْہِ سَبِّکًا اور اَلْیَوْمَ کا لفظ قرب کے معنوں میں متعلّق ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ بخلاف علی کے کہ وہ نحائرۃ کے معنوں میں متعلّق ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے فَلَا تَبْغُوا عَلَیْہِمْ سَبِّکًا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کفار یہ نہیں کہتے ہیں کہ ان کے معبود خدا پر لبّ بھونا چاہتے ہیں اور اللہ تم نے یہ فرمایا ہے کہ اگر اُس کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کفار کہتے ہیں اور کفار یہی کہتے ہیں کہ ان کے معبود خدا کا تقرب اور اُسکی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر خداوند تم نے اہل کفر خستہ کاری بات ہوتی جو کفار کہتے ہیں تو پھر وہ انکے معبود بھی خدا کے بندے ہوتے پھر تم میرے بندوں کی میرے سوا کیوں عبادت کرتے ہو۔

فصل ۱۰۳

محبت چاہے محمودہ ہو یا مذمومہ نفع دینے والی ہو یا نقصان کرنے والی اس میں ہر ایک کے توابع اور انما میں مثل شوق اور وجد اور ذوق اور حلاوت اور انس اور اتصال بالمحبوب اور قرب محبوب اور جراتی اور فراق اور رُکاوٹ اور ہجر اور فرج اور سرور اور بکا و حزن وغیرہ ذکر کیے۔

محبت محمودہ ہی وہ محبت ہے جو نفع پہنچاتی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی محبت عنوان سعادت ہے اور اسکی ضد محبت مذمومہ نقصان پہنچانے والی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی شقاوت کی عنوان ہے پس عاقل کو لازم ہے کہ ایسی محبت اختیار نہ کرے جو اُسکو نقصان پہنچائے اور شقی بنائے کیونکہ ایسی محبت میں مبتلا ہونا اُس کے چہل کی حکمت ہے

اس واسطے کہ نفس کبھی ایسی چیزوں کی بھی خواہش کرتا ہے جو اسکو نقصان پہنچاتی ہیں اور یہ
 محض انسان کا اپنے نفس پر ظلم ہوتا ہے یا تو اس سبب سے کہ یہ اپنے محبوب کے حال کی
 ناواقف ہوتا ہے اور اس کے نقصان سے ناواقف ہو کر اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے
 یہ تو اس شخص کا حال ہے جو بغیر علم کے اپنی خواہش کا پیرو ہوا اور جو شخص جان کر اس محبت
 میں مبتلا ہوا تو اسکا مبتلا ہونا محبت مذمومہ اور عقدا فاسد سے مرکب ہے اور یہ
 اس شخص کا حال ہے جو اپنی خواہش اور گمان کا پیرو ہوا۔ پس محبت فاسدہ جہل اور
 اعتقاد فاسد اور ہوا، غالب وغیرہ فک احمد سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سب امور مرکب ہو کر
 ایک ایسی شے بن جاتے ہیں جو باطل کو حق سے مشابہ کر دیتی ہے پس وہ محبوب اسکو اچھا
 معلوم ہونے لگتا ہے اور شہوت اسکو اس کے وصال کی طرف بلاتی ہے پس شبہ
 اور شہوت کا لشکر عقل و ایمان کے لشکر پر غالب ہو جاتا ہے۔ یعنی جو قوی ہوتا ہے وہ
 ضعیف پر غالب ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو محبت
 محمودہ ہے اس کے کل توابع بھی محمود ہیں اور جو محبت مذمومہ ہے اس کے کل توابع بھی مذموم
 ہیں محبت محمودہ بنیوے کے واسطے عنوان سعادت ہے اور اس کے کل توابع اس کے
 واسطے نافع ہیں۔ اگر یہ رویگا تو اسکا رد ناجی اسکو نفع دے گا اور اگر یہ خوش ہو گا تو اس کا
 خوش ہونا بھی اسکو نفع دے گا اور یہ محبت ہی کی منزلوں میں الٹ پلٹ رہے گا۔ اور محبت مذمومہ
 اور اس کے توابع اور احکام سب انسان کے واسطے مضر ہیں اور اس کے پروردگار سے اس کو
 دور کرنے واسطے میں جہد و جدل اس کے منازل میں الٹ پلٹ ہو گا اسقدر اسکو نقصان اور
 خسار ہو گا اور یہی حال ہر فعل کا ہے جو طاعت یا معصیت سے پیدا ہو کر اپنے فاعل
 کے تقرب کی زیادتی کا باعث ہو گا اور جو فعل معصیت سے پیدا ہو گا وہ اپنے فاعل کی واسطے
 باعث نقصان ہو گا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ذلک بانم لا یصیبہم ظم ولا یؤلا نصب ولا یخفون
 فی سبیل اللہ ولا یظنون موتاً یغیض الکفار ولا یملأون من عدوئہم الا کتب
 ہم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ولا ینفقون نفقة تفسد ولا کبیرۃ
 ولا یظنون واولا کتب ہم بہ عمل صالح لیجتنی ہم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔ پہلی

آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ طاعت سے جو افعال پیدا ہوتے ہیں وہ بھی طاعت ہی میں شامل کئے جاتے ہیں اور دوسری آیت میں یہ خبر دی ہے کہ جو نیک اعمال نہیں کئے ہیں وہ سب ان کے واسطے لکھے جاتے ہیں اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت کے جو افعال ہیں وہ ایسے ہیں جو بلا اختیار ان سے سرزد ہوئے ہیں اور دوسری آیت میں انفس افعال کا ذکر ہے قتلِ محبت کو اس جگہ پورے طور سے نال کرنا چاہئے تاکہ نفع اور نقصان کو معلوم کرے۔ سیط یوم العرض ای بضاعۃ بد اضاع وعند الوزن ما کان قد حصلاد یعنی قیامت کے دن جان لیگا کہ کس اسباب کو اُس نے ضائع کیا اور عمل کرنے کے وقت اس کو کیا حال ہوا۔

فصل ۱۰۴

جیسے کہ محبت اور ارادہ ہر فعل کی جڑ میں چنانچہ گزر چکا ہے ایسے ہی ہر دین کی بھی اصل میں چاہے دین حق ہو یا باطل۔ دین اعمال باطلہ اور ظاہرہ میں سے ہے اور محبت اور ارادہ اس کی جڑ میں اور دین طاعت اور عبادت ہے اور خلق طاعت لازمہ دائمہ ہے جو خلق اور عبادت ہو گئی ہے۔ اسی سبب سے خلق کی تفسیر دین کے ساتھ کی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -
وانک لخلق عظیم امام احمد ابن حنینہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر بیان کرتے تھے لخلق دین عظیم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی نسبت سوال کیا فرمایا آپ کا خلق قرآن تھا اور خلقِ عباد اور قہر اور ذلال اور ذل اور خضوع اور طاعت کے معنی ہوتے ہیں اور اسی سبب سے اعلیٰ سے اسفل کی طرف ہوتا ہے چنانچہ عرب کا قول ہے دنتہ فدان یعنی نیچے اسکو ذلیل کیا پس وہ ذلیل ہو گیا۔ اور اُن سے اعلیٰ کی طرف بھی ہوتا ہے چنانچہ دنت اللہ ودنت اللہ وفلان لا یدین اللہ دنیا ولا یدین اللہ یدین فلاں اللہ یعنی اللہ کا مطیع ہوا اور اور اس کی طاعت کی اور اس کی محبت کی اور اُس سے خوف کیا و دان اللہ یعنی اللہ کے واسطے عاجزی کی دین باطن میں بھی خضوع اور محبت مثل عبادت کے ضروری ہے بخلاف دین ظاہر کہ اُس میں محبت ضروری نہیں ہے اگرچہ بظاہر اقتیاد اور ذلت ہو.... اللہ تعالیٰ نے

یوم قیامت کو یوم الدین فرمایا ہے کیونکہ اس دن لوگوں کو انکے اعمال کی جزادی جائیگی اگر اچھے ہونگے تو اچھے اور بُرے ہونگے تو بُرے اور چونکہ اس دن حساب و کتاب ہوگا اس واسطے اسکو یوم الحساب اور یوم الحجزا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلو لان کنتم غیر مدینین ترجوئنا ان کنتم صادقین۔ یعنی اگر تمہارا رب کوئی نہیں ہے تو پھر تم روح کو اسکی جگہ پر کیوں نہیں بھیر دیتے ہو۔ اس آیت کی تفسیر لی کی ضرورت ہے کیونکہ یہ آیت کفاروں کے انکارِ بعثت کے کرینگے واسطے نازل ہوئی ہے اور یہ ضروری ہے کہ دلیل اپنے مدلول کی مستلزم ہو اس طرح کہ فوراً دہزن اس سے منتقل ہو کر مدلول کے پاس جا پہنچے بسبب اس ملازم کے جو ان دونوں میں ہر پس لازم اپنے لازم پر دلیل ہوتا ہے اور اسکا حکم ضروری نہیں ہے۔ وجہ اس استدلال کی یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے بعثت اور جزا کا انکار کیا تو اپنے رب کا بھی انکار کیا اور اسکی قدرت اور ربوبیت اور حکمت کا بھی انکار کیا کیونکہ یا تو وہ لوگ اس بات کا اقرار کریں کہ انکا ایک پروردگار ہے قادر و صبور چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے انکھاتا ہے زندہ کرتا ہے جب چاہے اور انکو نیک باتوں کا حکم فرماتا ہے بری باتوں سے منع کرتا ہے ان میں سے نیکو کاروں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب کرے گا اور یا یہ لوگ ان باتوں کا اقرار نہ کریں اگر انہوں نے اقرار کیا تو یہ مؤمن ہو گئے اور اگر اقرار نہیں کیا تب یہ کافر ہوئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ انکا کوئی پروردگار نہیں ہے اور نہ وہ کسیکے محکوم ہیں اور نہ ان میں کوئی تصرف کرنا لایا ہے پھر جب انکا یہ یقین ہے تو وہ روح کو جسم میں واپس کیوں نہیں کرتے ہیں جبکہ وہ حلقہ میں پیونچ جاتی ہے یہ خطاب ان لوگوں کے واسطے ہے جو اس شخص کے پاس موجود ہوتے ہیں جسکی روح نکلتی ہے اور وہ لوگ اسکو دیکھتے ہوتے ہیں تو پھر روح کو کیوں نہیں واپس کہتے ہیں اے لوگوں جب تم خود مٹا رہو اور تمہارا کوئی حاکم اور مشرف نہیں تو پھر تم کیوں نہیں مدوح کو واپس کر لیتے۔

یہ ان لوگوں کے واسطے خاتِ تعجیز ہے یہاں تک کہ اگر تمام جن دہن ایک جان کے کہیں کرنے پر زور لگائیں اور کوشش کریں تو ہرگز ممکن نہیں۔ پس سبحان اللہ یہ کیا آیت ہے

جو اس کا وہ مطلق کی وحدانیت اور ربوبیت اور اس کے بندوں میں اس کا حکم کے جاری ہونے کی روشنی میں دین کی دو بین میں ایک ہی امر ہے اور ایک دین جہاں جزی ہے اور یہ دونوں دین اللہ ہی کے ہیں خاص کیونکہ وہ فرماتا ہے و لیکن الدین کلہ لعلہا پس دین امر او جز او دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے۔ اور محبت ان دونوں دینوں کی اصل ہے جن چیزوں کا اس کو محبت ہے ان کا اس نے حکم فرمایا ہے اور جن چیزوں سے اس کو نفرت ہے اس نے اسے منع فرمایا ہے۔ پس دین امر کی کل اس کی محبت اور رضا مندی کے ساتھ ہے اور بندے کا کام دین خدا کے واسطے جبکہ جبکہ کی محبت اور رضا مندی کے واسطے ہو۔

جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھا جو خدا کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد کے رسول ہونے سے راضی ہو گیا یہ دین محض محبت ہی کے سبب سے قائم ہے اور اسی پر یہ شروع کیا گیا ہے اور بلکہ اسی کے واسطے شروع کیا گیا ہے اور اسی پر اس کی نبیا و اہل گئی ہے اور دین جزائی کی بھی یہی حالت ہے کیونکہ اس کے اندر نیکو کار کو اس کی نیکی کے سبب ثواب ملنا اور بدکار کو اس کی برائی کے عوض عذاب ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں خدا کو پیاری ہیں کیونکہ وہ ان کے حد فضل پر موقوف ہیں اور دونوں اس کے صفات کمال سے ہیں اور خداوند تعالیٰ اپنے اس بار صفات کو دوست رکھتا ہے اور جو ان کو دوست رکھتا ہے اس کو بھی وہ دوست رکھتا ہے۔ اور یہ دونوں دین ہی خدا کے سیدھے راستے ہیں چنانچہ خداوند تعالیٰ امر و نہی اور ثواب و عقاب دونوں باتوں میں سیدھے راستے پر ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام سے خبر دیتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا رب و رازگار ہے زمین میں جس قدر چلنے پھرنے والے ہیں ان سب کی پیشانی کو وہ بکڑنے والا ہے یقیناً پہلے پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔ جب حضرت ہود نے یہ جان لیا کہ انکار بخل خلق و امر و ثواب و عقاب اور قضاء و قدر اور دینے اور نہ دینے اور عافیت اور بلا و توفیق اور خدا لان اور ان کی باتوں میں وہ اپنے موجب کمال مقدس سے جس کو اسکے اسماء و

صفاتی مقتضی ہیں منجملہ عدل و حکمت اور رحمت اور اسان اور ثواب کے ثواب کی جگہ رکھنے اور عذاب کے عذاب کی جگہ اور ہدایت کے ہدایت کی جگہ اور گمراہی کے گمراہی کی جگہ غرض کہ جگہ کے جو چیز لائق ہے اس کے وہاں رکھنے میں سید سے سید ہے۔ اس طرح سے کہ وہ ان باتوں پر کمال حمد و ثنا کا مستحق ہے تب اس علم و عرفان پر واجب کیا جو انھوں نے تمام قوم کے سامنے نہایت جرأت اور دلیری سے گواہی دی کہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو جاؤ کہ میں اُن کل چیزوں سے بری ہوں جنکو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو اور پھر ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عموم قدرت اور کل شئی پر قہر ہونے اور اسکی عظمت کے سامنے ہر شے کے ذلیل ہونے کی خبر دی اور فرمایا زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں ہے مگر کہ وہ اسکی پیشانی کو کپڑے والا ہے پھر میں اس سے کیوں خوف کروں جسکی پیشانی دوسرے کے ہاتھ اور اس کے قبضہ اور قہر میں ہے اور کیا یہ بات اجہل جہل اور قبیح ظلم سے نہیں ہے اور پھر یہ بیان کیا کہ خداوند تعالیٰ اسید سے رستہ پر ہے۔ پس جو کچھ وہ فیصلہ کرتا ہے اس کے ظلم و جور بندہ کو خوف نہ کرنا چاہئے اور میں اس کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتا ہوں کیونکہ کہہ چیز کی پیشانی اس کے قبضہ میں ہے۔

اور وہ خداوند تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے حکم جاری ہیں اور اسکا فیصلہ عدل ہے ایسے واسطے ہے ملک اور حمد۔ اپنے بندوں میں عدل و فضل کے طریقے سے وہ باہر نہیں ہوتا ہے اگر اسے دیا اور مہربانی کی اور ہدایت فرمائی اور نیک توقیق دی تو یہ سب اس کے فضل و رحمت سے ہے۔ اور اگر وہ نڈے اور گمراہ کر دے اور سختی بنا دے تو یہ اسکا عدل اور حکمت ہے اور وہ ہر کام میں سید راستے پر ہے چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص کو کچھ علم یا تاریخ پہنچا اور اس نے یہ الفاظ کہے اللہم انی عبدک ابن عبدک نامتقی بیدک ماضی فی حکمک عدل فی قضائک اسألك اللہ بکل اسم ہو لك سمیت به لنفسک او انزلت فی کتابک علمتہ احدًا من خلقک او استأثرت

بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم سبیح قلبی ونور صدری و جلاہ
 ھی جزائی و ذہاب ھی وھی جو شخص اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکے رنج و غم کو
 خوشی سے بدل دیگا اور یہ بات خداوند تعالیٰ قضا کوئی اور امرئی کو شامل ہے اور اس
 قضا کو بھی جو بندے کے اختیار میں ہے اور جو اسکے اختیار سے باہر ہے اور دونوں
 حکم اسکے بندے میں جاری ہیں اور عدل میں اور یہ حدیث گویا اس آیت سے
 مشتق ہے کیونکہ ان دونوں میں بہت ہی قریب مناسبت ہے۔

فصل ۱۰۵

اس جواب کو ہم ایسی فصل کے ساتھ ختم کرتے ہیں جس میں عشق صوری کی خرابی اور اسکے
 کل مفاسد کا بیان ہے حالانکہ انکا جسفدر ذکر کیا جائے یہ اس سے بہت زیادہ
 میں عشق صوری کو فاسد کر دیتا ہے پھر جب قلب فاسد ہو گیا تو کل ارادے اور قول و
 عمل سب فاسد ہو گئے اور توحید کی چار دیواری میں بھی خلل آ گیا چنانچہ ہم پہلے بیان
 کر چکے ہیں اور اب بھی انشاء اللہ تم بیان کرینگے۔

اللہ تعالیٰ نے عشق صوری و گروہوں سے مکایت کیا ہے ایک تو ان سے جو لوہی میں
 دو سے عورتوں سے چنانچہ یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی عورت کے عاشق
 ہونے اور آپ کے وصل کے واسطے کمزور فریب کرنے اور پھر حضرت یوسفؑ کے صبر و عظمت
 کرنے اور توحید کو ہاتھ سے نہ دینے کا ذکر کیا ہے حالانکہ جیسی آزمائش یوسف علیہ السلام
 کی گئی ایسی آزمائش میں وہی شخص صابر ہو سکتا ہے جسکو حذار کھے۔ کیونکہ فعل کی موافقت قوت
 داعی اور زوال مانع کے موافق ہوتی ہے۔ یعنی جس فعل کے کرنے میں کوئی مانع نہ ہو اور
 بلکہ ایک زبردست اسکی طرف بلائے اور خواہش نفس ہی اسکی آرزو مند ہو پس ایسی حالت
 میں اس فعل سے باز رہنا دشوار ہے۔ چنانچہ اس مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس
 فعل کی طرف بلانے والے بڑے زبردست تھے از انجاء ایک تو وہ قوت جو طبع انسانی
 میں خداوند تعالیٰ نے مرکب کی ہے کہ مرد عورت کی طرف ایسا مائل ہوتا ہے جیسا

پانی کی طرف اور بھوکا کھانے کی طرف حتیٰ کہ بہت سے آدمی کھانے پینے پر مگرہ کر سکتے ہیں مگر عورتوں پر صبر نہیں کر سکتے۔ اگر سیہ بات حلال کے ساتھ ہو تو بہت اچھی ہے جیسا کہ کتاب الزہد میں امام احمد انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے فرمایا تمہاری دنیا میں سے عورتیں اور خوشبو میری طرف پسندیدہ کی گئی ہیں کھانے پینے سے میں صبر کر سکتا ہوں مگر ان سے صبر نہیں کر سکتا۔ دوسرے یوسف علیہ السلام جو ان تھے اور جو ان کی خواہش بہت قوی اور پُر زور ہوتی ہے تیسرے یہ کہ حضرت کے کوئی بیوی یا لونڈی نہ تھیں جسے آپ رفع حاجت فرماتے جو تھے یہ کہ وہ حالت غربت اور سفر میں تھے جس میں امیر آدمی کو وہ چیز میسر نہیں آتی ہے جو غریب کو اپنے گھر میں ملتی ہے۔ پانچویں یہ کہ عورت نہایت منصب اور جلال والی تھی اور یہ دونوں باتیں اُن سے واقعت کی مدعی ہیں۔ چھٹے یہ کہ عورت منکر یا خیر رافض نہ تھی کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عورت کے انکار یا بے رغبتی سے مرد کی رغبت جاتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ عاجز ہو کر ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور اکثر لوگوں کی محبت انکار سے زیادہ ہوتی ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے ۵ ورا دنی کلہا فی الحب ان صنعت ۶ احب شیئ الی الانسان ما صنعہ یعنی اسکے انکار نے میری محبت کو زیادہ کیا کیونکہ انسان کو زیادہ محبوب وہی چیز ہوتی ہے جسے انسان باز رکھا جائے۔ پس آدمیوں کی طبیعتیں اس میں مختلف ہیں بعض ایسے ہیں جنکی محبت عورت کی بے رغبتی سے جاتی رہتی ہے۔ ایک قاضی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب انکی بیوی یا لونڈی اُن سے انکار کرتی ہے تو انکی شہوت بالکل جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہیں ہوتی اور بعض ایسے ہیں جنکی محبت اور ارادہ عورت کے انکار کرنے سے بہت سخت اور شوق بہت تیز ہو جاتا ہے اور پھر انکار کے بعد جو کامیابی انکو نصیب ہوتی ہے اُس میں ایسی خوشی اور لذت حاصل ہوتی ہے جو عورت کی خوشی اور اقرار کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی۔ ساتویں یہ کہ عزیز کی عورت نے خود حضرت یوسف سے طلب وصال کر کے ذلت کو اختیار کیا اور حضرت یوسف مطلوب بنے۔

اٹھوین یہ کہ یوسف علیہ السلام اُنکے قبضے اور اختیار میں تھے پس دونوں قسم کے داعی
یعنے خوف کا بھی اور شوق کا بھی جمع ہو گئے۔ توین یہ کہ یوسف علیہ السلام کو یہ خوف بھی
نہیں تھا کہ یہ بات ظاہر ہو جائیگی کیونکہ وہی طالب وصالِ تحبیب اور خود اُنھوں کیلئے
دروازے بند کرائے تھے۔ دسویں یہ کہ یوسف علیہ السلام اُنکے مملوک تھے اور انھیں
کے گھر میں رہتے تھے جب چاہتے تھے آتے تھے جب چاہتے تھے جاتے تھے کوئی
انکو کچھ نہ کہتا تھا اور محبت بھی قدیم ہو گئی تھی۔ محبت کا قدیم ہونا بڑا زبردست داعی ہے۔
چنانچہ عرب کی ایک شریف عورت سے کسی نے پوچھا کہ کچھ کو زنا پر کس چیز نے آمادہ کیا
اسنے جواب دیا کہ محبت کے قدیم ہونے اور محبوب کے نزدیک ہونے نے۔ گیارہویں یہ
کہ عزیز کی عورت نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں انتہاء درجہ کی مکار و حور توں تو
سفارش اور کشش کرائی یوسف علیہ السلام نے اُنکے مکر سے خدا کی پناہ مانگی اور
دعا کی کہ اچھا اگر تو انکا مکر مجھ سے دور نہ کرے گا تو میں ایک طرف مائل ہو کر جاہلِ بجا و نگاہ
بارہویں یہ کہ عزیز کی عورت نے یوسف علیہ السلام کو جب اُنھوں نے انکا کیا تو قید
کرنے اور ذلیل کرنے سے ڈرایا چنانچہ یہ ان کے واسطے ایک بہت بڑی تہدید تھی
اور غالب گمان یہ تھا کہ اگر یوسف علیہ السلام انکی حاجت پوری کر دیتے تو ذلت
اور قید سے محفوظ ہو کر ہمیشہ آرام سے زندگی بسر کرتے۔ تیرہویں یہ کہ اُنکے خاوند یوسف علیہ السلام
سے کیلئے بُرائی یا تکبر یا نخوت کے ساتھ پیش نہ آتے تھے اور نہ اپنی بیوی کو آپ سے ملنے سے
منع کرتے تھے جس پر آپ کو کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ بلکہ جب اُنکی بیوی نے فسق و فجور کی تو انھیں
یہ گہا کہ یوسف اس سے سو نہ پھیر اور بیوی سے کہا کہ تو اپنے گناہ کی مغفرت مانگ کیونکہ تو ہی خطا پر تھی۔
بوجودیکہ مرد کی غیرت بڑی سخت مانع ہے مگر یہاں اسنے ظاہر نہیں ہوئی۔ الغرض اوجہ و ان کی داعی کے حضرت
یوسف علیہ السلام نے خدا کی رضا سندی کو اختیار کیا اور اللہ کی محبت نے اُنکو قید ہونے پر مجبور کیا چنانچہ فرمایا
کہ اے خدا مجھ کو قید دس چیز سے ابھی معلوم ہوتی ہے جسکی طرف یہ مجھ کو بلاتے ہیں اور یہ اُنکو یقین ہو گیا
کہ وہ بذاتِ خود انکے مکر کو دفع نہیں کر سکتے ہیں اور مگر خدا اُنکو محفوظ رکھے گا تو وہ انکی طرف مائل ہو جائیں گے
یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال معرفت سے تھی۔ اس قصہ میں بڑی بڑی عبرتیں اور فوائد ہیں

جو ہزار سے گنتی میں زیادہ ہیں مگر خدا نے ہر کو تو فیق دی تو انکو علیحدہ ایک مستقل کتاب میں لکھیں گے۔

فصل ۱۰۶

اور دوسرا گروہ جنکے عشق کا حال خداوند تعالیٰ نے بیان کیا ہے لواطت کرنے والے لوگ
میں جنکے حال کو خداوند تعالیٰ نے یوں نقل فرمایا ہے وجاء اهل المدينة يستبشرون قال ان
هو لا يصفى فلا تفضحون واتقوا الله ولا تخزون قالوا لم ننكح عن العالمين قال
هو لا ينبأ في انكتمنا عليين۔ یہ قصہ اس طرح ہے کہ جب قوم لوط علیہ السلام نے حد سے
زیادہ احکام الہی کی نافرمانی شروع کی تب حکم الہی حضرت جبریل علیہ السلام مع ہر ہی چند دیگر
فرشتوں کے خوبصورت مرد لڑکوں کی شکل بنا کر اس قوم کو عذاب کر نیکیو سٹے حضرت لوط علیہ السلام کے
پاس آئے قوم نے جو ان حسین لڑکوں کو دیکھا متباب ہو کر آپ سے باہر ہو گئے اور ایک دوسرے کو
خوشخبری سناتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں گھس گئے لوط علیہ السلام نے ان کا دیکھنا
فرمایا کہ یہ میرے یہاں ہیں تم انکی نصیحت نہ کرو اور خدا سے خوف کر کے جھکنا نہ کرو قوم نے جواب
دیا کیا ہم تمکو منع نہیں کر چکے ہیں کہ تم تمام عالم کے جھکڑوں میں نہ پڑا کرو لوط علیہ السلام نے فرمایا اگر تم کو
ایسی ہی ضرورت ہے تو میری لڑکیاں جو دین یعنی ان سے شادی کر لو قوم نے کہا کہ تمہاری لڑکیاں
کی کچھ ضرورت نہیں ہم تو جس کام کے واسطے آئے ہیں وہی کرینگے۔ پس یہ دونوں فرشتوں کی کیفیت
جو خداوند تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور یہ ایسا سخت مرض ہے کہ جسکی دوائے تمام اطباء عاجز
آگئے ہیں اور اسکے بیمار کا اچھا کرنا انپیشہ کل ہو گیا ہے قسم ہے خدا کی بھی مرض ایسا سخت ہے کہ جس دل پر
اسکا اثر پڑ گیا پھر تمام دنیا اسکو نہیں بچا سکتی ہے جس دل میں اسکی آگ نے شعلہ مارا پھر کوئی اسکو
بچا نہیں سکتا۔

یہ عشق کئی قسم کا ہے۔ کبھی تو یہی عشق کفر ہو جاتا ہے جیسی جمہورت عاشق اپنے مشوق سے شریکیت
بتاؤ کرے اور خدا کی سی محبت مشوق سے کرنے لگے ایسے شخص کی بخشش نہ ہوگی کیونکہ یہ شخص بہت
بڑے شرک کا مرتکب ہوا ہے اور شرک بغیر توبہ کے بخشا نہ جائیگا۔ اس عشق شرکی کفری کی علامت
یہ ہے کہ انسان اپنے مشوق کی رضا مندی کو خداوند تعالیٰ کی رضا مندی پر مقدم کرے اور جب

خدا کے حق اور معشوق کے حق میں تعارض واقع ہو تو عاشق اپنے معشوق کے حق کو خدا کے حق پر
 مقدم کرے اور معشوق کی خوشی کے واسطے عمدہ اور نفیس چیزیں خرچ کرے اور خدا کے واسطے
 اول تو خرچ نہ کرے اور جو کرے روا ہیان اور زراب چیزیں اور تمام وقت اپنا معشوق ہی کی خوشی کو
 کاموں میں ضائع کرے خدائی طاعت میں اس وقت مشغول ہو جب معشوق سے فرصت ہو۔
 تنکو خیال سے غور کرنا چاہئے کہ ان عاشقوں کی حالت ایسے موافق پستے ہو یا نہیں اور پھر ایک
 پستے میں انکی اس حالت کو رکھو اور ایک پستے میں انکی توحید کو رکھو اور دیکھو کہ کونسا پستہ بھاری و تہا ہر
 ایسے عاشقوں نے بعض مرتبہ تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ان کے معشوق کا وصل انکو خدا کی
 رضا مندی سے زیادہ مطلوب ہے چنانچہ ایک حبیب عاشق کہتا ہے کہ ہر نفس
 من فی رشفات + ہن اعلیٰ فیہ من التوحید + اور ایک اور حبیب عاشق نے نہایت حسنی
 سے بیان کیا ہے کہ اس کے معشوق کا وصل اسکو خدا کی رحمت سے زیادہ مطلوب ہے چنانچہ کہتا ہے
 و صلک اشہی الی نواوی۔ من رحمۃ الخالق الجلیل + یعنی اے معشوق تیرا وصل مجھ کو خالق جلیل کی رحمت
 سے زیادہ پیارا اور مطلوب ہے بس ایسا عاشق بے شک و شبہ بہت بڑا شکر ہے اور بہت سے
 عاشقوں نے یہ بات صاف طور سے کہہ دی ہے کہ بجز انکے معشوق کے اور کچھ واسطے ان کے
 دل میں جگہ نہیں ہے بلکہ انکا معشوق انکے تمام دل کا مالک ہو گیا ہے اور شخص ہر طرح سے
 اسکا خاص بندہ ہو چکا ہے اور خدا سے کریم کی بندگی کو چھوڑ کر اس کے بندے کی بندگی اختیار کی ہے۔
 کیونکہ محبت کامل یہ ہے کہ محبوب کا بندہ بن جائے اور اس شخص نے کل حقوق بندگی یعنی ذلت و خوار و
 خضوع اور محبت سہا اپنے معشوق ہی کے واسطے مخصوص کر دی ہیں۔ پس اس معتمدہ علیہ
 اور زنا میں آسان و زمین کا فرق ہے اس واسطے کہ زنا تو فقط ایک گناہ کبیرہ ہے اور اس کے
 مرتکب کی سزا مقرر ہے بخلاف اس عشقِ نبیت کے کہ یہ معتمدہ شکر ہے کسی عارف کا قول
 ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صلِ بخش کا مرتکب ہو تو بہتر ہے کہ اسکا عاشق ہو کر اسکی عبادت کرنے لگے
 اور خدا سے غافل ہو جائے +

فصل ۱۰۷

اس مرضِ مہلک کی دوا یہ ہے کہ اول اس مرض کا مبتلا یہ سوچے کہ وہ کسی سخت صیبت میں

پھنس گیا جسے اسکو توحید اور نجات کے صاف اور سیدھے راستے سے روک دیا ہے۔ پھر ظاہری اور باطنی عبادتوں میں اسقدر مشغول ہو کر اُنکے فکر میں ڈوبے رہنے سے اُس عشقِ نالاین کا خیال اسکا دل سے دور ہونے لگے اور پھر خداوند تعالیٰ کی حضور میں منتہا درجہ کی گریہ و زاری سے دعا کر کے کہ یہ عشقِ ناباک اسکا دل سے دور فرمائے۔ یقیناً اُس مرض کی دوا اخلاصِ قلب سے بہتر کوئی نہیں ہے اور اسی مرض کی نسبت خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرمانا ہے کہ ذلک المنصر من السوء والفحشاء ان من جہاننا المخلصین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ خردی کر اُسے عشق اور بخشش کی بُرائی سے یوسف علیہ السلام کو اُنکے اخلاصِ قلب ہی کے عطا سے بچا دیا کیونکہ جب قلب خالص ہوتا ہے اور اپنا خلوصِ خدا ہی کے واسطے مخصوص کرتا ہے تب اُسکے اوپر عشقِ صورت کا رپرہلا اثر نہیں پڑ سکتا مان اگر قلب خدا کی محبت اور خلوص سے خالی ہے تب خود بخود اس میں جگہ پکڑ لیگا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے امانی ہوا قبل ان عرف الہونی ہ فصادف قلبا خالیا فتکنا۔ یعنی اسکا عشق میرے پاس اُس وقت میں آیا جب کہ میں عشق کو جاننا ہی نہ تھا اور قلب کو خالی پا کر اُس میں اُسے جگہ پکڑ لی۔

عقل مند آدمی جانتا ہے کہ عقل اور شرع یہ دونوں چیزیں مصالح کے حاصل کرنے اور مفاسد کے دور کرنے کے واسطے ہیں مگر جب عامل کے سامنے کوئی ایسا اور پیش ہو جس میں مصلحت بھی ہو اور ہر بھی ہو تب اس پر دوام واجب میں ایک عملی دوسرے عملی۔ عملی تو یہ ہے کہ مصلحت اور مفاد میں سے طرفِ راجح کو معلوم کرے پھر جب طرفِ راجح معلوم ہو جائے تب اسکا اختیار کرنا اس پر لازم ہے۔ یہ بات بسکو معلوم ہے کہ عشقِ صورت میں کوئی دینی یا دنیوی مصلحت نہیں ہے بلکہ جس مصلحت کا خیال کیا جائے اُس سے ہزار ہا درجہ زیادہ دینی اور دنیوی مفاسد اس میں موجود ہیں۔ چنانچہ کئی ایسی وجوہ سے انکریاں کیا جاتی ہیں جو اُنکے ایک وجہ یہ ہے کہ جس دین خداوند تعالیٰ کی محبت اور اُسکے بندے کی محبت اکٹھی ہو جائے سٹی تو یقیناً ان میں سے ایک دوسرے پر غالب ہو جائیگی دوسری وجہ یہ کہ غیر خدا کی محبت میں اسکے قلب کو عذاب کا ہو ناکہ نہ کہ شخصِ غیر خدا سے محبت کر لیا اُس کے سبب سے عذاب کیا جائیگا چنانچہ کسی کا قول ہے ہا فی الارض اثنے من سب

ومن وجد الہونی حلوا للاق + ترادہ باکیانی کل میں + مخافہ فرقا اولاشتیاق + بیکیہ ان ناہر شقا

الہیم + دیکھی ان دونوں خوف الفراق + فسخ عینہ عند الفراق + تسخ عینہ عند التلاق - اگرچہ عشق کے ساتھ عاشق کو لذت حاصل ہوتی ہے مگر قلب کے واسطے یہ بہت بڑا عذاب ہے - تیسری وجہ یہ ہے کہ عاشق کا دل معشوق کے قبضہ میں ہے اور ہر طرح کی ذلت و خواہی اس کو نصیب ہوتی ہے مگر عشق کے مصائب میں مبتلا ہوئی وجہ سے وہ ذلت اس کو معلوم نہیں ہو سکتی - جیسے کہ چڑیا بچے کے ہاتھ میں ہوتی ہے بچہ جھٹھ چاہتا ہے اس کو رکھتا ہے کبھی پانی میں غوطہ دیتا ہے اور کبھی اور طرح طرح سے اس کے ساتھ کھیلتا ہے اسی طرح القیاس عاشق بھی قید کی طرح سے زندگانی بسر کرتا ہے چنانچہ عاشق کے حسب حال کیسے خوب کہا ہے طلیق بکے العین وهو امیر + علی علی قلب الہلاک بدور + و میت یرحلی فی صورۃ الحی غازیادہ ولیس لہ حتی الفشہ نشور + آخر غرات صلہ فیہم قلبہ + فلیس لہ حتی المات حضور + چوتھی وجہ یہ ہے کہ عشق صہ کی برابر دین و دنیا سے کہونے والی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ دین کے مصالح خدا کی طرف دیکھے متوجہ کرنے پر موقوف ہیں اور عشق صور قلب کی پریشان کرنے والی چیز ہے اور دنیا کے مصالح بھی حقیقتاً دین ہی کے مصالح کے تابع ہیں اور جس کے دینی مصالح ہو گئے تو پھر دنیوی مصالح بطریق اولیٰ مصالح ہو گئے - پانچویں وجہ یہ ہے کہ عاشقوں پر دنیا بھر کی آفتیں اس قدر جلد دوڑتی ہیں کہ کشمکش کر دین میں آگ بھی اس قدر جلد نہیں دوڑتی جس کی وجہ محض یہی ہے کہ قلب عشق مسکور سے جلد متاثر ہوتا ہے اس قدر خدا کی حضوری اور قرب کے دور ہونا ہے چنانچہ جلد رطلوب خدا سے دور ہیں ان سب میں عشاق صو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو قلب خدا سے دور ہوتا ہے اس پر ہر طرف سے آفتیں ٹوٹ پڑتی ہیں اور شیطان اس کا مصاحب بن جاتا ہے اور جس شخص کا شیطان دوست یا مصاحب بن گیا پھر وہ اس کے واسطے کوئی خرابی یا رسوائی جہاں تک اس سے ممکن ہوگی پہنچانے میں کمی نہیں کرے گا - پس اس پر قلب پر کیا گمان ہو سکتا ہے جس کے شہر کے اس پر پوری قدرت حاصل ہوئی اور تمام عالم کو اس کی خرابی اور ناسا کی حقیقت معلوم ہو گئی اور ایسے قلب جس کی سعادت اور صلاح اور خوشی سب قرب الہی پر موقوف ہے - چوتھی وجہ یہ ہے کہ عشق جب قلب پر حاوی اور حاکم ہو جاتا ہے اور اپنی سلطنت اس پر قائم کر لیتا ہے ذہن کو فاسد کر کے نئے

وسوسے اور خیالات میوہ پیدا کرتا ہے اور اکثر اوقات عاشقوں کی حالت دیوانوں سے بڑھ جاتی ہے
چنانچہ اس قسم کے واقعات بہت مشہور ہیں حالانکہ انسان کو اور حیوانات پر محض عقل ہی سے شرن اور
اعزاز حاصل ہے اور جب اسکی عقل ہی گم ہوگئی پھر اس میں اور جانوروں میں کیا فرق رہا بلکہ بعض اوقات
جانوروں کی حالت عاشقوں کی حالت سے بدرجہ اولیٰ بہتر رہتی ہے چنانچہ مجنوں کو دیکھ لو کہ عشق نے
اسکو کیا کیا نقصان پہونچائے اور جنوں کا وہ مرتبہ اسکو حاصل ہو اگر دیوانوں سے گوئے سبقت لے گیا
کیسا قول ہے ۛ اجنت بن تہوی عقلت لہم + العشق اعظم ما بالجانین ۛ العشق لا یتفینق الہم
صاحبہ ۛ وانا یصرع المجنون بالحمین ۛ کہنے مجھ سے کہنا کہ کیا تو جبر عاشق ہوا ہے اسکے عشق میں
دیوانہ ہو گیا ہے ۛ مینے جواب دیا عشق کی حالت مجنوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ عاشق بھی تو
ہی میں نہیں تھا اور دیوانہ تو دیوانگی کے دورہ پر ہی دیوانہ ہوتا ہے ۛ ساتوین وجہ یہ ہے
کہ اکثر مرتبہ عشق صور اس میں فساد پیدا کر دیتا ہے فساد ظاہری ہو یا فساد منوی فساد ظاہر کا مطلب
کے تابع ہے کیونکہ قلب جب فاسد ہوتا ہے تو آنکھ کان ناک وغیرہ کل جو اس فاسد ہو جانے
میں جسکے سبب سے بری چیز بھی اسکو اچھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ سند میں مرفوعاً روایت ہے
جنگ ایضیٰ عیسیٰ دعیسم یعنی محبت انسان کو گونگا پہر بنا دیتی ہے اسی سبب سے عاشق کے دل کی
آنکھ محشوق کی برائیوں اور عیبوں کو نہیں دیکھتی اور نہ کان اسکے متعلق بری باتوں کو سنتا ہے
کیونکہ اسکی رغبت اسکے دہر پر وہ ڈال دیتی ہے اور جب رغبت باقی رہتی ہے پھر مرعوب کے
عیب بھی دکھائی دینے لگتے ہیں چنانچہ کیسا قول ہے ۛ ہو فیک اذ عینی علیہا فکاؤۃ ۛ
فلما اخلت قطعت فعی الوہما + میں تیرے ادھر پر سوخت عاشق ہوا تھا جب میری آنکھ پر پردہ
پڑا ہوا تھا ۛ پھر جب وہ پردہ اٹھ گیا تو میں نے محبت کا سلسلہ قطع کر دیا اور اپنے نفس کی کلمات کرنے
لگا ۛ جو شخص کسی چیز میں داخل ہو جاتا ہے وہ اسکے عیب نہیں دیکھ سکتا اور جو شخص کسی چیز کو
اندر نہیں گیا وہ بھی اسکے عیوب سے واقف نہیں ہے ہاں وہی شخص واقف ہوگا جو اس کے
اندر داخل ہوا ہوگا اسی سبب سے وہ صحابہ جو کفر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ان کو ان سے
بہتر تھے جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب
اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو جاہلیہ سے ناواقف ہیں تب اسلام کی عظمت متوڑی

ہو کر کم ہو جائیگی۔ اور عشق حواسِ ظاہری میں مستغرق نہ ہو کر تہا پہنچا کرتا ہے اس میں سے کچھ
 معروض بیان میں آتے ہیں یعنی عشقِ بدن کو مریض اور ناتوان کر دیتا ہے بحدیہ اکثر مرتبہ
 اسی باعث سے جانیں تلف ہو جاتی ہیں چنانچہ اکثر واقعات اسپر شاہد ہیں۔ حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لوگ لائے جو نہایت ضعیف و ناتوان تھا
 اور حضرت نے پہلے اسکو بہت اچھی حالت میں دیکھا تھا دریافت کیا کہ یہ حالت اسکی کس
 سبب سے ہوئی لوگوں نے کہا عشق کے سبب یہ سنکر حضرت ابن عباس اُس سارے دل
 عشق سے پناہ مانگا کئے اور فرماتے تھے اللصم انی ما عوزک من العشق۔ آٹھویں
 وجہ یہ ہے کہ عشق جیسا کہ بیان ہوا محبت کے حد سے زیادہ ہونیکا نام ہے بانی طور کہ عاشق
 کے دل پر معشوق اسقدر محیط اور ستولی ہو جائے کہ عاشق کا کوئی وقت اس کے ذکر و فکر اور
 خیال سے خالی نہ گذرے اور کسی گھڑی معشوق اس کے دل سے غائب ہو غیہ نہ ہو پس
 ایسی حالت ہو جاتی ہے تب نفس خواطر نفسانیہ میں مشغول ہو جاتا ہے جسکے باعث سے
 تمام قوای بیکار ہو کر بدن اور روح پر طرح طرح کی ایسی آفتیں نازل کرتے ہیں جنکا علاج ممکن
 نہیں اور انسان بالکل اپنی درستی اور اصلاح سے عاجز ہو جاتا ہے چنانچہ کہ یہ قول ہے
 الحب اول ما یكون له حاجه به یاتی بہا و تسوقه الاقدار بہ حتی اذا غاض الغی لک الہوی و جات بہ
 الطاق کبار بہ ان دون شعرون کا خلاصہ حضرت حافظ شیرازی نے ایک مصرع میں کس حسن
 خوبی سے فرمایا ہے مصرع کہ عشق آسان نمود اول لے افتاد دشکلیہا
 عشق کی ابتدا نہایت سہل و آسان اور لذت مند ہے اور در میان اسکا فکر و تدو اور بچ ہے اور انجام
 ہلاکت اور خرابی ہے اگر خداوند تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو۔ چنانچہ کوئی کہتا ہے
 و عشق غالباً فالحب اور عذاب و واسطہ سقم و آخرہ قتل و یہی عشق سے خالی زندگانی بسر کر
 کیونکہ ابتدا عشق سہل ہے مگر در میان میں خرابی اور غم و ہلاکت ہے۔ کوئی دوسرا کہتا ہے
 تو لب ہشت حتی عشق بد ناما قتل بل الطریق الی جتہ ظہنا موجدہ فلما تمکن منها فوق مطلب یہ کہ عشق کا
 شوق کرتے کرتے پھر سے عاشق ہو گئے اور جب عشق نے جگہ پکڑ لی تو بالکل نا طاقت ہو گئے
 پانی کو دیکھ کر یہ سمجھ گئے کہ یہ تھوڑا سا ہے مگر جب اس میں پیر رکھا تو غروبِ غم کا کھار دوب گئے
 اور اس موت کا گناہ بھی اسی پر ہوتا ہے کیونکہ در حقیقت اسکا باعث یہ خود ہی ہوا ہے۔

فصل

عاشق کے تین مقامات ہیں اول - اوسط - آخر - اول یعنی ابتدا عشق میں عاشق پر واجب ہے کہ عشق کو دل سے دفع کرے بشرطیکہ معشوق کا ہاتھ آواز و سر و رخ و اکلی قد و سحر باہر ہو ہو پھر اگر اسکا دل ٹٹسے اور معشوق کی طرف سفر کرنے پر مجبور کرے تو یہ مقام اوسط ہے جب اس مقام میں پہنچے تو لازم ہے کہ اپنے حال کو پوشیدہ کرے اور کسی کے سامنے معشوق کا نام نہ لے کیونکہ اس میں ظلم و غرر کا احتمال ہے اور یہ ظلم تمام ظلموں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اکثر اوقات یہ ظلم معشوق اور اس کے گھر والوں کے واسطے انتہا درجہ کے فائدہ پیدا کرتا ہے کیونکہ معشوق کے گھر والے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے آدمی کی بدنامی نہ ہو اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایسی باتوں میں ذرا سے شبہ پر تصدیق کر لیتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ فلان شخص نے فلان عورت سے ایسا کام کیا ہے تو ایک شخص تو یہ کہے گا کہ نہیں یہ بات جھوٹ ہے اور نو سو ننانوے^{۹۹۹} یہ کہیں گے کہ ہج ہے۔ اور اگر عاشق ذرا ہی اپنے عشق اور معشوق کی لوگوں کو خبر کرے گا تو انکو بالکل پورا یقین ہو جائیگا بلکہ اگر معشوق جھوٹ بھی اپنی نسبت کوئی بات ظاہر کرے گا تو لوگ اسکو ہج ہی جانیں گے اور اگر اتفاقاً عاشق معشوق کسی جگہ اکٹھے ہو جائیں تو سب لوگ ہی کہیں گے کہ یہ اپنے عشق سے اکٹھے ہوئے ہیں اور ضرور انہوں نے آپس میں وعدہ کیا ہو گا۔ اور عام لوگوں کے عاشق و معشوق کے متعلق ایسے خیالات مشاہدات حسیہ سے زیادہ بختہ ہوتے ہیں چنانچہ اسی سبب سے اہل فکر نے ظاہر مطہر حضرت امام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت محض صفوان بن مہطل کے آپ کو شک سے بچنے لایکے سب سے شبہ قائم کر لیا جس کے سبب ہلاک ہوئے والے ہلاک ہو گئے اور اگر خداوند تعالیٰ پذیرِ عیب ہی انکو بری نہ کرتا تو پھر کچھ اور ہی ہو جاتا۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ عاشق کو جب معشوق کا وصال ممکن معلوم نہیں ہوتا تب رشوت دینے اور سفارش کرنے اور جیوہ کو معشوق کے واسطے مستعد ہونا ہے اور چونکہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے راشی اور مرضی کو لعنت فرمائی ہے پس دیوث کا کیا کہنا ہے جو عاشق و معشوق کے درمیان میں واسطہ ہو اور اسکی کوشش سے یہ دونوں محل حرام کے مرتکب ہوں اور بعض فحش اس وصال حرام کے باعث قتل نفس تک نہایت پہنچتی ہے کیونکہ جو شخص ان کے مطلب میں خلل انداز ہوتا ہے اس کے قتل کے درپے ہو جاتے ہیں چنانچہ خاندانِ رسولؐ کی آقا و فرما بہت دلائل ہیں

جو سب سے زیادہ قریب ہے ان لوگوں کے خون اکر نہ ہوتے ہیں حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص پر جو ایسا کام کرے لعنت فرمائی ہے اور بیزاری ظاہر کی ہے کیونکہ یہ گناہ سب گناہوں سے بڑھ کر ہے اور جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی مسلمان کی مخطوبہ عورت پر پیغام نہ دے تو پھر اُس شخص کا کیا کہنا ہے جو میان بیوی میں تفریق اور جدائی کی کوشش کرے اور آقا سے اُسکی لونڈی کے چھٹانے کی درجہ ہو یا کہ اس کے عاشق سے اُسکو ملائے۔ ایسے لوگ جنہوں نے دیوٹی کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ اس بات سے خوف کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی یا لونڈی میں دوسرے کو شریک کر دینا اس پر ظلم کرنا ہے اور یہ ظلم اگرچہ اس شخص کام سے بڑھ کر نہیں ہے تو نہ ہو مگر اس سے کم بھی نہیں ہے اور نیز اس میں اتنی فضیلت زیادہ ہے کہ خدا کا حق تو تو یہ ہے معاف ہی ہو سکتا ہے مگر اگر کسی پر ظلم کرنا جتنا کہ وہ معاف نہ کرے۔ حاف نہیں ہو سکتا جبکہ مطالبہ قیامت میں خرد می ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ کیا مال حسین لینا اتنا اسکو بڑا معلوم ہو گا جتنا کہ اسکے بچھونے پر اسکی بیوی سے فعل بد کرنا اُسکو بڑا معلوم ہو گا جسکا بدلہ اسکے پاس بجز اس کے کہ اس شخص کو وہ قتل کر دے اور کچھ نہیں ہے۔ پس اس فعل کے مرتکب پر مانوس ہے کہ وہ ایسا کام کرتا ہے جس سے بدتر دنیا میں کوئی کام نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایسے فعل کے مرتکب کو قیامت میں کھڑا کیا جائیگا اور جبرائیل اسے ظلم کیا ہے اُس سے کہا جائیگا کہ اسکی نیکیوں میں سے جو کچھ تھو لینا ہو لے لے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس تم کیا خیال کرتے ہو کہ اسکی نیکیاں کچھ باقی رہیں گی۔ اور اگر اس پر یہ طرہ ہو کہ اس ظالم نے یہ ظلم اپنے کسی قرابت دار پر کیا تو اسکے طفیل قطع رحم کا گناہ بھی حاصل ہوا اور بھی حدیث شریف میں وارد ہے کہ قاطع رحم اور وہ شخص جس سے اسکے پڑوسی اس میں ہوں جنت میں داخل نہ ہو گا۔ اور جس عاشق نے بذریعہ سحر یا استخدام کے شیاطین سے مدد پا لی تو یہ کفر و شرک میں داخل ہو گا۔ مقصود یہ ہے کہ جس کام پر جو شخص مدد کر لیا وہ بھی اس کے وبال میں گرنا ہو گا اور عاشق کے کام میں بیروی کرنے سے جو ظلم لوگوں پر ہو گئے وہ بدیہی ہیں۔ اور جب عاشق کی غرض محشوق کی پوری ہو جاتی ہے تب محشوق اپنے کاموں پر عاشق سے مدد چاہتا اور عاشق اُسکی مدد کرتا ہے اور

حق و عاشق کی پردہ نہیں کرتا۔ پس ان دونوں کے ایک ہونے سے لوگوں پر طرح طرح کے ظلم سرزد ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ عاشق معشوق کے واسطے ایسے ایسے مرتبوں اور منصبوں کی کوشش کرتا ہے جتنے وہ لائق نہیں ہے اور جب اسکے معشوق کی کسی سے لڑائی ہوتی ہے تو یہ معشوق ہی کی طرح ہو کر کوشش کرتا ہے یہ نہیں دیکھنا کہ کسی زیادتی ہے۔ اور اکثر مرتبہ معشوق کی خاطر قرانی اور چری اختیار کرتا ہے اور لوگوں سے طرح طرح کی دھوکے بازی کرتا ہے جو ٹی قصین کھاتا ہے۔ لوگوں کے مال عصب کرتا ہے اور بعض دفعہ خونِ ناحق بھی ہر تکب ہوتا ہے۔ غرض کہ یہ آفتیں کیا ان سے بڑھ کر آفتیں عشقِ صوری سے پیدا ہوتی ہیں یہاں تک کہ اسلام سے کفر تک کی نوبت پہنچتی ہے چنانچہ بہت سے ایسے لوگ ہوئے ہیں جو حالتِ اسلام میں پیدا ہوئے اور پھر معشوق کے سبب سے کفر اور بے دینی اختیار کی۔

ایک مؤذن کا ذکر ہے کہ اس نے ایک چھت پر کسی عورت کو دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا اور پھر کسی ترکیب سے اسکے پاس پہنچ کر طالبِ وصال ہوا وہ عورت نصرانی تھی کہنے لگی کہ اگر تو نصرانی ہو جائے تب میں تجھ سے شادی کرتی ہوں یہ شخص نصرانی ہو گیا اور ماسیون کسی اونچی جگہ پر سے گزر کر کیا یہ تذکرہ شیخ عبدالحق نے کتاب الحاقیہ میں لکھا ہے نصرانی کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی شخص قیدی وغیرہ کو اپنے دین میں داخل کرنا چاہتے ہیں تو اسکے پاس خوبصورت عورتیں بھیجتے ہیں وہ عورتیں اس شخص سے نہایت خاطر و مدارات اور محبت و نیاز سے پیش آتی ہیں اور اپنے اوپر رائل کرتی ہیں اور جب وہ شخص اپنی فریفتہ ہو کر طالبِ وصل ہوتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ تم نصرانی ہو جاؤ تب ہم تم سے شادی کر سکتے ہیں ورنہ ہم کبھی تم سے اختلاط نہیں کر سکتے پس یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کو نایاب رکھتا ہے جو بچے دل سے ایمان لائے ہیں اور جو ظالم ہیں انکو گمراہ کرتا ہے۔

حق کے مقدمہ میں عاشق و معشوق دونوں دو طرح سے ظالم ہیں اپنے واسطے بھی ظلم کرتے ہیں اور اپنے ساتھی کے واسطے بھی۔ غرض کہ عشق سے طرح طرح کے ظلم اور انواع و اقسام کی معصیتیں سرزد ہوتی ہیں اور معشوق جب خدا سے نہیں ڈرتا ہے تو عاشق کو طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا کرتا ہے اور نئے نئے ناز و غمزے دکھا کر اپنے اوپر رائل کرتا ہے تاکہ اسکی جان و مال سے ناجائز منفعتیں حاصل کر لے۔ اور عاشق سے جب معشوق متنفر ہوتا ہے اور اسکے سوا اور کسی سے محبت کرتا ہے اسوقت عاشق اس کے قتل پر آمادہ ہو جاتا ہے بلکہ قتل کر ہی دیتا ہے غرض کہ عشق میں جان کا نقص ہونا کچھ بڑا

اور بہت سے فقیر اور بہت سے صاحب نعمت ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے ذی منصب و
 مرتبہ اپنے مرتبہ کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اور بہت سے گھر بگڑ جاتے ہیں لیکن جب عورت اپنے شوہر کو کچی
 مال دیکھتی ہے تو وہ بھی اپنا معشوق کسی نہ کسی کو بنا لیتی ہے اور جب مرد اس بھید سے واقف
 ہوتا ہے تب اسکو یہ سوچتی ہے کہ عورت کو طلاق دے یا قید کرے یا کیا کرے بعض لوگ طلاق
 دیدیتے ہیں اور بعض لوگ دیوٹی کرتے ہیں پس عاقل کو لازم ہے کہ عشق صورت سے دل کو مستقر کر دے
 تا آئندہ آنے والی مصیبتوں سے محفوظ رہے اور جو ایسا نگر بیکار و نفس کے قریب میں آکر ہلاک ہو جائے
 پس وہی اپنے نفس کا ہلاک کرنے والا اور اپنی جان کا دشمن ہے۔ اگر شخص مکر معشوق کی طرف
 نظر نہ کرے تو اس کے دل میں عشق اس قدر بگڑے گا کہ نہ کہ عشق کا پہلا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص مرد
 یا عورت اچھا معلوم ہو خواہ دیکھنے سے یا سننے سے پھر اگر معشوق سے ملاقات میں نہ ہو
 تب اس کے وصال میں کوششیں کرتا پھرتا ہے اور جو کبھی ملاقات ہو جاتی ہے تب اس کے وصال
 کی طمع کرتا ہے اور ناامیدی اس کے شامل حال ہوتی ہے پھر اگر طمع اس کے دامنگیر ہوئی اور خیال
 معشوق اس کے دل سے اور فکروں کے شغل نے دور کر دیا تو یہ عشق نہیں ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ
 ہی اس نے معشوق کی خوبیوں اور حسن کا خیال باندھنا شروع کیا اور لذت وصال کا خوف بھی
 لاحق رہا تو دینی طور سے کیونکہ گناہ عظیم ہے اور یا دنیوی طور سے کہ جان کا خوف ہو یا مال وغیرہ
 کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اور پھر یہ خوف اس فکرو طمع و میل و غلبہ ہو گیا تو یہ بھی عشق نہیں ہے
 اور علیٰ ہذا القیاس یہ خوف ہو کہ اس معشوق سے اگر میں نے ملاقات کی تو وہ محبوب جو اس
 معشوق سے اعلیٰ درجہ رکھتا ہے ناراض ہو گا یہ بھی عشق نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تم نے
 عشق کی بُرائیاں جو اس قدر بیان کیں کوئی سبب لائی بھی تو بیان کی ہوتی جنہیں سے طبیعت کی نرمی اور
 نفس کی راحت اور ہلکا بن اور سکام اخلاق کا پیدا ہونا اور شجاعت اور کرم اور مروت وغیرہ اخلاق
 حسنہ کا حصول ہے روایت ہے کہ یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ آپ کا لڑکا
 فلاں عورت پر عاشق ہو گیا ہے انہوں نے فرمایا الحمد للہ میں نے شکر ہے خدا کا جس نے اسکو طبع انسانی کی
 طرف متوجہ کیا۔ بعض اہل دل کا قول ہے کہ عشق بزرگوں کے بزرگامرض ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں
 عشق ایسے شخص کو ذیبت دیتا ہے جسکی مروت ظاہری اور خلقت پاکیزہ اور زبان فصیح ہو اور احسان کامل

کامل رکھتا ہو اور صاحب ادب و حسب ہو۔ کسی صاحب کا قول ہے کہ عشق نامردوں کو مولو مرغی کو
 زمین اور بخیل کو بھنی بناتا ہے بادشاہوں کی عزت اسکی بدولت خاک مذلت میں ملجاتی ہے۔
 بد اخلاقوں کے خلق درست کرتا ہے جسکا کوئی انیسٹن ہو اسکا انیسٹن بنجاتا ہے اور جسکا کوئی
 جلیسٹن ہو اسکا یہی جلیسٹن ہو۔ کسی اور نے کہا ہے کہ عشق ثقلات کو دفع کر کے روح کو لطیف اور
 قلب کی کدورت کو صاف اور نفس کو راحت پہنچاتا ہے چنانچہ کسی کا قول ہے ۵
 سہلک فی الدنیا شفیق علیکم ۵ اذ انحال من حادث الحب غاکم ۵ کریم بیت الہی حتی کا ۵
 اذ استفہمہ عن صدیک جا ۵ یو دیان یشی سقیما لعلہا ۵ اذ سمعت عنہ لہش کوئی تر اسلہ ۵
 دیتہ للمعون فی طلب لعلہ لہجو یو ا عند لیلمے شاملہ ۵ غرض کہ عشق اچھے اچھے اخلاق سے انسان کو
 آراستہ و پیرستہ کو دیتا ہے۔ کسی کا قول ہے کہ عشق نفس کو تروتازہ اور اخلاق کو مہذب کرتا ہے
 اسکا ظاہر ہونا طبعی ہے اور چھپانا تکلفی ہے۔ کسی اور شخص کا قول ہے کہ جسکی طبیعت اچھی صورت
 کو دیکھ کر اور اچھی آواز کو سن کر برا لگتے نہوئے وہ شخص فاسد المزاج ہے اسکا علاج کرنا چاہیے
 چنانچہ اسی معنی میں کسی کا قول ہے ۵ اذ انت لم تشق ولم تدر ما الہوی ۵ فمالک فی طیب
 الہویۃ نصیب ۵ یعنی جب تو عاشق نہوا اور تو نے سچا نہا کہ عشق کیا چیز ہے ۵ پس اچھی زندگی
 میں تیرا کچھ حصہ نہیں ہے ۵ اور ایک اور کہتا ہے ۵ اذ انت لم تشق ولم تدر ما الہوی ۵
 کھن جرمین جانب الصخر جلد ۵ یعنی جب تو عاشق نہوا اور نہ عشق کو تو نے جانا تو پہاڑ کے
 پہلو میں ایک سخت پتھر بنجا ۵ اور کوئی اور کہتا ہے ۵ اذ انت لم تشق ولم تدر ما الہوی ۵
 فقم واعلمت بتساخات حمار ۵ یعنی جب تو عاشق نہوا اور نہ عشق کو تو نے جانا پس گھڑے
 ہو کر گھاس یہ کیونکہ تو گدما ہے۔ کوئی صاحب ہن کہ عشاق اہل عفت و صیانت ہوتے ہیں
 جس زمانہ میں وہ عاشق نہیں ہوتے تو صاحب محنت ہوتے ہیں اور جب عاشق ہوتے
 ہیں تو اہل فراغت بنجاتے ہیں۔ کسی عاشق سے کہنے دریافت کیا کہ اگر گلو تھارا معشوق مجھ کو
 تو تم کیا کرو انہوں نے کہا اپنے نظر کو اسکو رخسار سے باز رکھو اور اپنے دلوں کے ککے
 فرصت دوں اور جس چیز کا بے پردہ کرنا اچھا نہ سمجھوں اسکو دھکے رکھوں اور وہ فعل جس سے
 عہد میں نقص واقع ہو ہرگز نہ کروں پھر ان عاشق نے بیشتر پڑھے ۵ اخلوہ فاعف عنہ

تکرار بخوف الدیانتہ است من عشاقہ کالما ر فی ید صائم بلتذہب ظلماء فیصیر من لذیذہ اذہ
ابو الحسن بن ابراہیم فرماتے ہیں عاشقوں کی روحیں خوشبودار اور لطیف ہیں اور ان کے
جن رفیق اور خفیض ہیں۔ نہایت انکی موہنت ہے اور کلام انکا مردہ دلوں کی زندگی ہے
اور عقل کو زیادہ کرتا ہے اگر عشق نہ ہوتا دنیا کی کل نعمتیں زائل ہو جاتیں کسی اور صاحب کا
قول ہے عشق اداہون کے واسطے ایسا ہے جیسے بدن کے واسطے غذا اگر غذا کو تم چھوڑ دو
تو تم کو نقصان پہونچے گا اور اگر زیادہ کھا لو گے تو بد بھمی ہو جائیگی چنانچہ اسی مضمون میں کسی کا
قول ہے ۵ ھیلے ان الحب فیہ لذ اذہ ۶ وفیہ شفاء دائم وکروث ۷ علی ذاک یطیب بغیرہ ۸
ولا عیش الا بالحبیب یطیب ۹ ولا خیر فی الدنیا بغیر صابترہ ۱۰ ولانی لیم لیس فیہ حبیب ۱۱ خلاصہ
یہ کہ محبت میں لذت بھی ہے اور بہشت کی جاس بھی اور بقیر اریان بھی ہیں۔ پھر باوجود اس کے بغیر محبت کے
زندگانی ٹھیک نہیں اور بغیر دوست کے عیش کا مزہ ہے دنیا میں بغیر خیر نہیں ہے
اور نہ کسی دنیا کی نعمت سے بغیر دوست کے عطف ہے۔ خراسانی نے ابن خفاق سے روایت کیا ہے
کہنے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک لڑکی کے پاس سے گزرے سنا تو وہ بیٹھ پڑھ
رہے تھے ۵ ۶ وہ یہ کہ قبل قطع تائی ۷ نہ متنا مثل القصب الناعم ۸ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
نے دریافت کیا کہ تو ترہ ہے یکسی لوندی ہے اُسے کہا میں لوندی ہوں فرمایا تجھ کو کس شخص سے
محبت ہے وہ خاموش ہو رہے آپ نے اُسکو قسم دلائی تب اُس نے بیٹھ پڑھا ۵ انا اللی الحبیب
بعو ا ۶ قتلک بحب محمد بن القاسم یعنی میں وہ عورت ہوں جس کے دل سے عشق کہیلا ہے میں محمد
بن قاسم کی محبت میں مری ہوئی ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس لوندی کو اس کے آقا سے
خرید کر حضرت محمد بن قاسم بن جعفر بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور فرمایا قسم ہے
خدا کی کہ یہ عورتیں مردوں کے واسطے فتنہ ہیں کتنے ہی اچھے لوگوں نے انکے باعث سے جان دی ہر
اور کتنے عقل والے انکے سبب شقت میں پڑے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں
ایک لوندی گئی اُسکا آقا جو ایک انصاری تھا وہ بھی ساتھ آیا اس لوندی سے حضرت عثمان نے
دریافت فرمایا کیا کہتا ہے اُس نے کہا یا امیر المؤمنین میں اس اپنے آقا کے بھتیجے سے محبت رکھتی ہوں
کیا آپ مجھ کو طاعت کریں گے کہ میں اُسکی محبت کو چھوڑ دوں حضرت عثمان نے اس شخص سے صفویا کا تم

یا تو اس لونڈی کو اپنے پیچھے کے تئیں بچندو اور یا ہم سے قیامت یلہ اُسے عرض کیا حضور میں آپ کو
گو اہ کرتا ہوں کہ یہ لونڈی اسی کی ہے یعنی میں نے اُسکو بچندی - ہم عشق کے اُس فساد کے منکر
نہیں جس سے عاشق و معشوق میں محسوس فعل سرزد ہو بلکہ کلام اُس پاک عشق میں ہے جو پرہیزگار
لوگ کرتے ہیں کہ انکا ایمان اغال فاحشہ کے ارتکاب کے اُنکو مانع ہوتا ہے اور اُنکی مروت اور
دینداری خدا کے معاملہ میں رخصۂ اندازی نہیں ہونے دیتی - ہزرگان چغین کا یہی عشق ہے
دیکھو عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ بن سحر کو جو فقہا سبعہ میں سے ہیں ایسے عاشق ہوئے کہ
سارے میں مشہور ہو گئے مگر کوئی اُنکو برا نہ کہتا تھا اور جو اُنکو ملامت کرتا تھا وہ ظالم گنا جانا تھا
چنانچہ انہیں کے شعرون میں سے یہ اشعار ہیں - کثرت الہوی حتی اضرب الکتم - ولا کم اقام
وہو ہم ظلم - تو نے عشق کو اتنا چھپا کر اُسے تھکوا نقصان پہونچا یا اور لوگوں نے تجھ کو ملامت کی
حالانکہ انکا ملامت کرنا ظلم تھا - - - اور عمر بن عبد العزیز کو کہو کہ فاطمہ بنت عبد الملک بن مروان
کے کیسے عاشق تھے - یہ لونڈی بڑی خوبصورت صاحب حسن جمال تھی اور عبد العزیز جیشہ اس
لونڈی کو فاطمہ سے مانگتے تھے اور وہ انکار کرتی رہی یہاں تک کہ جب عمر خلیفہ ہوئے فاطمہ نے
لونڈی کو خوب آراستہ و پہرہ نہ کر کے عمر بن عبد العزیز کے پاس لائی اور کہا اے امیر المومنین تم میری
لونڈی پر عاشق تھے اور مجھے طلب کرتے تھے میں انکار کرتی تھی بس اب میں راضی ہو گئی ہوں اور
یہ لونڈی موجود ہے عمر نے جو پیشنا خوشی سے چہرہ روشن ہو گیا اور حکم دیا کہ اُس لونڈی کو جلد میرے
پاس حاضر کرو جب وہ لونڈی حاضر ہوئی تو اور زیادہ خوش ہوئے اور اس سے کہا اپنے کپڑے اتار
ڈال لونڈی نے کپڑے اتار دے پھر اس سے کہا سچ بتا کہ تو پہلے کسکے پاس تھی اور فاطمہ کے پاس
کیونکر تئی تے کہا حجاج نے اپنے ایک حامل کے گھر بار کو جو کوفہ میں تھا ضبط کر لیا میں بھی اُسی کی لونڈیوں
میں تھی حجاج نے مجھ کو عبد الملک کے پاس بھیجا اور عبد الملک نے فاطمہ کو دیدیا عمر نے پوچھا پھر اُس
حامل کا کیا حال گذرا لونڈی نے کہا وہ مر گیا عمر نے کہا اُسکی اولاد کا کیا حال ہے کہا وہ بڑی صحت
میں ہیں عمر نے کہا تو اپنی حالت درست کر کے اپنے مکان میں چلی جا اور پھر عمر نے اپنے حامل کو جو
عراق میں تھا لکھا کہ طان بن ثلان کو بہت جلد میرے پاس روانہ کرو ورنہ جب وہ شخص آگیا تو
فرمایا کہ اے شخص تیرے باپ کا جو کچھ مال و سہا ب حجاج نے ضبط کیا تھا وہ سب تو پہچان لے

میں نے تجھ کو دید یا بد پھر اس نے جو چیز اٹھائی وہ عمر نے اُسکو بخشدی اور پھر لونڈی کو حکم دیا کہ توجھی کے پاس جلی جا اے اس شخص سے کہا کہ تو اس لونڈی سے پرہیز کنجو شاید کہ تیرا باپ اس سے قریب ہوا ہو اس نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ لونڈی آپ کی نذر ہے فرمایا مجھ کو اسکی کچھ ضرورت نہیں ہے اے امین ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ اپنے نفس کو خواہش سے روک کر بھروسہ میں مبتلا کرے پھر جب وہ شخص اس لونڈی کو لیکر رخصت ہوا تو اس لونڈی نے عرض کیا اے امیر المومنین اب میری محبت آپ کے دلمیں کیسی ہے عمر نے کہا اسی طرح ہے جس طرح کہ پہلے تھی بلا اس سے بھی زیادہ اور درحقیقت عمر کے دل میں اس لونڈی کی ایسی ہی محبت تھی کہ جو آخری وقت تک رہی۔ اور ابن ابوبکر بن محمد بن داؤد ظاہری کو دیکھو جو فقہ و حدیث و تفسیر میں مشہور عالم تھے اور عتیق بھی انکا مشہور تھا۔ لفظیہ کہتے ہیں میں انکے پاس اس مرض میں گیا جس میں انکا انتقال ہوا میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے کہا تم جانتے ہو کہ جس سے مجھ کو محبت ہے اسی کی محبت نے مجھ کو اس حال تک پہنچایا میں نے کہا باوجودیکہ آپ کو قدرت ہے پھر آپ اپنے مستحق سے کیوں نہیں فائدہ اٹھاتے شیخ ابوبکر نے کہا فائدہ حاصل کرنا دو طرح سے ہے ایک تو نظر مباح امد و سری لذت مخطورہ۔ نظر مباح نے تو تم دیکھتے ہو کہ مجھ کو کس حالت میں پہنچایا اب یہی لذت مخطورہ اس سے مجھ کو وہ حدیث مانع ہے جو میرے باپ نے سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص عاشق ہوا اور پھر اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور پرہیز گار بنا رہا اور بیکار کیا اسکی مغفرت کر کے خدا اسکو جنت میں داخل کر لیا پھر اس کے بعد شیخ ابوبکر نے یہ شعر پڑھے۔ النظر الی المحرم بجرى من لوانظر + وانظر الی و محج فی نایہ السج + وانظر الی شعرات فوق عارضہ + کاہن نخل دب فی عالج + اور یہ شعر پڑھے۔ ماہم اکر واسود ابجد یہ + ولای مکر و در انقصون ان یک حیب خذہ بدو الشعر + فیصیب العیون شعر الحنفون +

لفظیہ کہتے ہیں میں نے کہا سائل فقہیہ کے خیال کو چھوڑ کر تجھے شرگوئی میں دل لگایا ہے۔ شیخ نے کہا غلبہ وجد نے جو بخود زبردستی مجھ کو سطرن کھنچا ہے پھر اسی رات شیخ ابوبکر موصوف نے انتقال کیا۔ شیخ نے اپنے مستحق ہی کی خاطر کتاب الزہرہ لکھی ہے۔ شیخ ابوبکر کی شیخ ابوالعباس بن شریح سے جو احسن علی بن حبیبی وزیر کی مجلس میں ملاقات ہوئی اور ایلا کے سکہ من سناظرہ واقع ہوا

شیخ ابو العباس نے کہا تم وہی شخص ہو جس کا قول ہے من وامت لخطائے کثرت حشرات یعنی
جو شخص ہمیشہ خوبصورتوں کو گہوارا بن گیا اسکی سترین بڑھتی رہے گی۔ شیخ ابو بکر نے کہا میرا بھی
تو قول ہے ۱۰ انزہ فی روض الحامس مقلی ۲۰ وامن نفسی لمن تنال محرابہ وامل من نقل الہی
مالوانہ ۲۰ یصب علی العصر الا صم تہد ما ۲۰ وینطق طرفی من مترجم خاطری ۲۰ فلم لا اختلاس وودہ
تکلم ۲۰ رایت الہوی دھوی من الناس کلمہ ۲۰ فلسفہ ارثی وواضحاً مسلماً ۲۰ ابو العباس بن شیخ
نے کہا تم مجھ کس بات سے غم کرتے ہو اگر میں جاؤں تو یوں کہہ دوں ۱۰ مطاع عملاً شہد
فی لغاتہ ۲۰ قدبت الصبح امنہ لذین سناہ ۲۰ یصبا ۲۰ کجسہ وحدثہ ۲۰ وانزہ اللغات من
و جنانہ ۲۰ حتی اذا الصبح راح عمودک ۲۰ ولی بخاتم ابہ و برأتہ ۲۰ ابو بکر نے کہا وزیر صاحب کو
لازم ہے کہ تمہارے اسقول پر ولی بخاتم ربہ و برأتہ ۲۰ بدو گواہ قائم کریں ابن خرن کے
کہا تمہارے واسطے لازم ہے وہی تمہارے واسطے بھی لازم ہے کیونکہ تمہارا قول ہے وامن
نفسی ان تنال محرابہ ۲۰ ان دونوں بزرگوں کے اس لطیفے سے وزیر صاحب ہنسے اور فرمایا تم
عجیب ظرف الطبع لوگ ہو یہ واقعہ ابو بکر خطیب نے بنی تاریخ میں لکھا ہے۔ ایک دن انکے پاس
ایک فتویٰ آیا جسکے یہ مضمون تھے یا ابن داؤد یا فقیہ العراق ۲۰ افتنانی فواتر الاحادق ۲۰ ہاں علیہا ہا
انتہ من منج ۲۰ ام طلال لہاد الماشاق ۲۰ شیخ موصوف نے اسکے جواب میں یہ اشعار لکھے
عندی جواب سائل العشاق ۲۰ فاسم من قبح الماشاق ۲۰ مشتاق شمس ملت من الہوی ۲۰ یعنی
و درقت و سائل مہر اقی ۲۰ ان کان مشوقا یعذب عاشقا ۲۰ کان العذب لعم العشاق ۲۰۔
کتاب منازل احباب کے مصنف شہاب الدین محمود بن سلیمان بن ہدی صاحب کتاب الاش
کہتے ہیں میں نے ان دو بیٹوں کے جواب میں انھیں کے قافیہ پر یہ اشعار کہے ہیں ۱۰
قل لمن جاء سائلًا من لہا ۲۰ ہن لم یعین فی دم العشاق ۲۰ طے السیف فی الصدر اس منج ۲۰ ان
فخی الخمد من دم ہرق ۲۰ و سیوف اللہا لا اولی ۲۰ ہاں ۲۰ تصح حاجت علی العشاق ۲۰ ان کل
من مثل شہید ۲۰ ولہذا یعنی نثار ہو باق ۲۰ اور اسی مضمون کا ایک شعر ہے شیخ ابو الخطاب محفوظ
بن احمد کلونی شیخ الخطاہ کی خدمت میں پیش ہوا تھا جسکی یہ عبارت ہے ۱۰ قل لطلالہ علی خطاہ
سائلہ ۲۰ جات الیک واطلال سواک لہا ۲۰ ما ذاع علی رجل رام المصلوۃ فلی ۲۰ لست بخیر ذوات الجمال لہا ۲۰

شیخ نے اسی وقت اُسکے نیچے یہ دیاب تحریر کیا ہے قل للادیب الذی والفی بمسالہ بدست فوادی ہما
ان صحت لہا ان الذی فتنہ عن عبادۃ ربہ بد فریدۃ ذات حسن فاشی ولہا بد ان ناب غم قضی
عبادۃ ربہ بد فرحۃ اللہ تفتی من عصی ولہا -

عبد اللہ بن عمر قیس کہتے ہیں میں ایک سال گویا اور پھر زیارت نبوی کے واسطے مدینہ پاک میں مسجد
اندر حاضر ہوا پھر ایک روز رات کو میں قبر و منبر کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا جو میں نے
ایک مہینہ آواز سنی میں اسکی طرف متوجہ ہوا تو کوئی یہ کہہ رہا تھا اسچاک فوج حاتم السدر بد
فاجن سنگ بلال الصدر لے آخرو - پھر آواز بھیر گئی اور میں نے یہ سنا نا کہ اسکی آواز ہے اور
کون کہتا ہے پھر رونے کی آواز آئی شروع ہوئی اور کہیں یہ شعر کہے اسچاک من دریا خیال زائر بد
واللیل سود الذواب غاکر بد و اجناد ہمتک الہوی بر شعیثہ بد و استاج مقلک الخیال الزائر بد
نادیت ریا و الظلام کاندہم تلام فی موج زائر بد و البدیسی فی فساد کاندہم ملک تر حل
و انجم عساکر بد و تری الجوزا تر قص فی الدجے بد و رقص الحبيب علیہ سکر و طائر بد و یاسیل طلت علی
سحب الازہر و الاصباح مساعدا و مواز بد و فاجانی ست حنف نفسک و اطمین بد و ان الہوئے
ہو الہوان الحاضر بد و شیخ کہتے ہیں میں ان شعروں کے پڑھنے ہی کے وقت ان شخص کے پاس جا پہنچا
نہا جب وہ اپنی شعر خوانی سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان ہیں
اور روتے روتے اُنکے رخساروں کا گوشت گل گیا ہے میں نے اُنکو سلام کیا انہوں نے کہا بیٹھ
جاؤ تم کون ہو میں نے کہا عبد اللہ بن عمر قیس انہوں نے کہا تم کو کچھ کام ہے میں نے کہا ہاں ہر
کہا کیا میں نے کہا میں بیٹھا ہوا تھا کہ تمہاری آواز نے مجھ کو گھبرا دیا پس تمکو میری قسم سچ بتاؤ کہ تمہارا
حال کیونکر ہے انہوں نے کہا میں غنہ بن حباب بن مسلم بن حجاج انصاری ہوں میں ایک دن
صبح ہی صبح مسجد اہرام میں گیا تھا اور نماز پڑھ کے بیٹھ گیا پھر توڑی ہی دیر گزشتی تھی جو جب عورتوں
وہاں آئیں ادا کئے پنج میں ایک لڑکی بدایۃ الجمال سراپا ملامت و انداز عجیب ناز و کرم سے آرہی
تھی جو وقت پہرے پاس سے گزری کہنے لگی اے غنہ جو تیرے محل کی طالب ہو تو اُسکے واسطے
کیا کہتا ہے اور یہ کہتے ہی چل دی اور پھر میں نے اسکی خبر تک نہیں سنی اور نہ کہیں اسکا نشان
پایا پس اب میں حیران ہوں کہیں سے کہیں مار مارا پھر تا ہوں اور پھر وہ شخص جیہوش ہو کر

گر پڑا اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ہوش میں آیا میں نے دیکھا کہ اس کے رخسارے اس قدر زرد
تھے جیسے زرد رنگ کا مہوا ہے اور پھر اس نے یہ شعر پڑھا ہے ۵ اراکم تطبی من بلاد الجبۃ قبیل
ترونی علی بعدی ذی دلی و طری فیما سفان علیکم بد و عندکم روحی و ذکرکم عندی بد و دست
اور پیش حتی اراکم بد و لو کنت فی الفردوس فی جنت الخلد بد میں نے کہا اے میرے بھتیجے تم تو کبر
اور استغفار پڑھو انہوں نے کہا میں آپ سے ادب نہیں سیکھتا ہوں پھر ہم اور وہ صبح تک
وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ جب صبح طلوع ہوئی تو میں نے اسے کہا کہ چلو مسجد احزاب میں
چلیں شاید اللہ تعالیٰ تمہارے سرخ کے دور کرنے کا راستہ نکالے انہوں نے کہا ہاں بیشک
اسید ہے کہ آپ کی برکت سے اللہ تمہیں فضل کرے پھر ہم وہاں سے چلے اور مسجد احزاب میں
پہنچے اور اُن جوان نے یہ شعر پڑھا ہے ۵ یا للرجال لیوم الالواء اما یدیفک یحدت
بعد النبی طرفا بد ما ن یزال غزال منہ یقلقی بد یا قی الی مسجد الاحزاب منتقباء بخیر الناس
ان الاجر مہتہ بد و اما نا طالب الاجر محتبنا بد لو کان یخی ثوبا ما فی صلحا بد مضی البقیۃ
اسک مختصا بد شیخ کہتے ہیں ہم وہاں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر کہا دیکھتے ہیں کہ
وہی عورتیں ابھی ہیں مگر وہ لڑکی اُن میں نہیں ہے اور وہ عورتیں عقبہ کے پاس آکر کھڑی ہوئیں
اور کہا اے عقبہ تمہارے طالبِصال کے حقیقین تمہارا کیا خیال ہے عقبہ نے کہا وہ کیا ہوئی اُن عورتوں
نے کہا اسکو اسکا باپ کی زمین سما وہ میں چلا گیا ہے۔ شیخ کہتے ہیں میں نے ان عورتوں سے کہا
اس لڑکی کا نام کیا ہے انہوں نے کہا وہ ریانت فطریف سلمیٰ ہے عقبہ نے اُنکی طرف اشارہ کر
کر یہ شعر پڑھا ہے ۵ خلیلی دیا جد بکورا بد و سارت الی ارض السداة خیرا بد خلیلی انی قد غشیت
من البکاء بد فہل خند فیری مقلۃ استعیرا بد شیخ کہتے ہیں میں نے کہا تم ہے خدکی میں بہت
مال لیکر آیا ہوں تاکہ خندگانِ خد کی خدمت کروں اور اب میں وہ کل مال تمہارے واسطے خرچ کر دوں گا
تاکہ تمہارا مطلب پُر آئے پس اُٹھو اور انصار کی مسجد میں چلو پھر ہم انصار کی مسجد میں آئے اور اُن میں سے
ایک گروہ کو میں نے سلام کیا انہوں نے بہت اچھی طرح جواب دیا میں نے کہا اسکو گوتم عقبہ اور اُنکے
باپ کے حقیقین کیا کہتے ہو انہوں نے کہا عرب کے سرداروں میں سے میں میں نے کہا وہ
حق کے پھندے میں پھنس گئے ہیں اور میں تم سے اس معاملہ میں محض اتنی امید چاہتا ہوں

کو ملک ساوہ تک چلے چلو انہوں نے کہا فوراً دل و جان سے چلتے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں پھر ہی
 وقت ہم اور وہ سب لوگ ہمارے اور ملک ساوہ میں قبیلہ بنی سلیم کے گھوڑا پیوچے غطریف کو
 جو ہمارے آنیکا حال معلوم ہوا وہ فوراً استقبال کے واسطے دوڑے اور بہت خوشی سے
 مہرجا کہتے ہوئے ہماری ملاقات کو آئے پہنچے کہا خدا انکو خوش رکھے ہم تمہارے وہاں میں انہوں نے
 کہا تم ہمارے بزرگ جہان ہو اور ضرور غطریف لاؤ اور ہمیں کرم کر دو پھر انہوں نے اپنے غلاموں کو آواز
 دی کہ ہمارے وہاں کو آنا رو چنانچہ اسی وقت خالی بچھائے گئے اور طرح طرح کے فرش و
 فرش سے مکان آراستہ کیا گیا جانور فرسخ ہو گئے۔ شیخ کہتے ہیں پہنچے کہا ہم تمہارا
 کھانا نہ کھا پیئے جب تک کہ تم ہماری حاجت پوری نہ کر دو گے انہوں نے کہا آپ کی کیا حاجت
 ہے پہنچے کہا ہم آپ کی عقل مند اور بزرگ صاحبزادی کو عتبہ بن حباب بن منذر کا پیغام دینے
 آئے ہیں غطریف نے کہا جس کے واسطے تم پیغام لیکر آئے ہو وہ اپنے نفس کی خود مختار ہے مگر
 ان میں اسکو غمزدار کر دیتا ہوں پھر غطریف غضبناک حالت میں گھر کے اندر گئے بیٹی نے باپ کو غصہ
 دیکھ کر کہا کیا بات ہے کہ میں آپ کو غضبناک دیکھتی ہوں کہا انصار تیرا پیغام لیکر آئے ہیں بیٹی نے کہا
 پھر کیا وجہ ہے نہ کہ غمزدار ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے واسطے مضرٹ مانگی ہے اور
 ان میں سے کسا پیغام ہے باپ نے کہا عتبہ کا بیٹی نے کہا بہت اچھا ہے میں نے سنا ہے کہ عتبہ
 جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے اور جس کام کے درپے ہوتا ہے اسے کر کے چھوڑتا ہے
 باپ نے کہا میں نے قسم کھالی ہے کہ میں اس سے تیری شادی کروں گا اور تیری باتیں جو تونے
 اس سے کی ہیں مجھے معلوم ہیں بیٹی نے کہا یہ بات نہیں ہے لیکن انصار مجری طرح سے دوسرے
 نہ ہو گئے باپ نے کہا پھر کیا ترکیب کریں بیٹی نے کہا ترکیب یہ ہے کہ مہر بڑا دو جب مہر کے
 دینے سے وہ عاجز ہو گئے خود چلے جائیں گے باپ نے کہا واہ واہ کیا اچھی ترکیب تونے نکالی ہے
 بس میں یہی کرتا ہوں پھر غطریف باہر آئے اور کہا صاحبزادی نے آپ کا پیغام منظور کیا مگر میں مہر
 مثل چاہتا ہوں اب آپ فرمائیے کہ کون شخص ذمہ دار کھڑا ہوتا ہے جو مہر مثل دیکھا کر لے سکا اور
 دوسرا چادریں اور پانچ پیاز عتبہ کے عبداللہ کہتے ہیں میں نے کہا یہ سب منظور ہے اور پھر
 میں نے چند نعم انصار کو مدینہ کی طرف روانہ کیا وہ بہت جلد تمام سامان لیکر چلے آئے اور

پھر پہنچے ولیم کی تیاری کی جسکے چند روز بعد خود غطریف نے جسے کہا کہ اب آپ اپنی ولہن کو لیجائے
چنانچہ پہنچے ولہن کو ایک ہوج میں سوار کیا تیس اونٹ مال و اسباب کے ولہن کے باپنے
ہمارے ساتھ گئے ہم انکو غصت کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب ہم میں اور مدینہ میں ایک
منزل باقی رہی قزاقوں نے ہم پر حملہ کیا میں خیال کرتا ہوں کہ وہ قزاق بنی سلیم میں سے تھے عقبہ نے
ان قزاقوں پر حملہ کیا بہت لوگوں کو قتل اور بہتوں کو زخمی کر کے جب وہیں ہوئے تو ایک زخم نیزہ
کا ایسا کاری لگا تھا جس میں سے نسل فوارہ کے خون جاری ہو رہا تھا جب ہمارے قریب پہنچے
زمین پر گر پڑے ہم دوڑ کر نکلے قریب پہنچے تو پہنچے دیکھا کہ عقبہ صبح پر دواز کر گئی تھی پہنچے کہا
واعتباہ یہ ہماری آواز ولہن نے بھٹی اونٹ پر سے اپنے تئیں گرا دیا اور چیخ مگر رونے
لگی اور یہ ہتھار پڑ ہے ۔ ۵۰ تصبرت لانی صبرت وانما بد اعل نفسی انہا بک لاحقہ ۶
فلو نصف روحی لکانت الے الروی ۷ اماک من دون البریۃ سابقہ ۸ فاما احد بعدک منصفۃ
خلیل و لانس نفس موافقہ ۹ جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میری روح انصاف کرے تو سب سے
پہلے تجھ سے ملے کیونکہ تیرے بعد میر کوئی موافق نہیں ہے ۔ اسکے بعد ایک چیخ
مار کر انتقال کر گئی ہم نے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا اور پھر ہم مدینہ میں واپس
چلے آئے سات برس کے بعد پھر میرا حجاز کا قصد ہوا تو مجھ کو خیال آیا کہ عقبہ کی قبر پر بھی فاتحہ پڑھتا
چلوں جب قبر پر پہنچا تو ایک درخت اس شان و صورت کا دیکھا کہ جسکی شاخیں سرخ و زرد تھیں
وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ اس درخت کا کیا نام ہے انہوں نے کہا اسکو شجرۃ العودین کہتے ہیں
اگر خنق کے معاملہ میں رجعت ہوتی مگر مخالف تشدید کے بجز اس حدیث جو سند حسن کے ساتھ
ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے جو شخص عاشق ہوا اور پھر اُسے پر ہیز گاری کی
اوپر چھپا یا پس وہ شہید ہے اور سوید نے بھی اسکو دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ اور
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ جو حضرت زینب کے ساتھ ہوا کہ آپ نے حضرت زینب
ایک روز دیکھا اور فرمایا سبحان اللہ مقبل الطوب ۔ یہ حضرت زینب زبیر بن عارض کی بیوی تھیں
اور زبیر بن عارض حضور سرور عالم کے غلام تھے جب انہوں نے حضرت زینب کو طلاق دینے کا قصد
کیا تب حضور نے انکو منع فرمایا چنانچہ خداوند تم فرماتا ہے واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ النعت

علیہ افسسک علیکنرو جبک اتق اللہ الخ اور داؤد علیہ السلام کا ذکر دیکھو کہ انکے پاس ایک کم سو لینے ننانوے بی بیان تھیں مگر پھر بھی ایک عورت سے انکو محبت ہو گئی اور اُس سے شادی کر کے سو کی کمی کو انہوں نے پورا کیا۔

امام زہری محدث فرماتے ہیں کہ اسلام میں پہلی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واقع ہوئی۔ اور سروق محدث جو تابعی ہیں حضرت عائشہ کو جیتے رسول اللہ خطاب کرتے تھے۔

ابو یوسف عبد اللہ بن عمر کے غلام کہتے ہیں مجھ کو عبد اللہ بن عمر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تا کہ میں ان سے یہ دریافت کروں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزی کی حالت میں اپنی بی بیوں کا لباس لیتے تھے یا نہیں حضرت ام سلمہ نے فرمایا جب حضور حضرت عائشہ کو دیکھتے تھے تو بے تاب ہو جاتے تھے اور لباس لیتے تھے

سجید بن ابراہیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے واسطے روز براق پر سوار ہو کر ملک غلام میں آئے تھے کیونکہ انکو حضرت تعلق خاطر از حد تھا۔

خرائطی نے روایت لکھی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہا نے ایک رومی لونڈی خریدی اور اُس آپ کو از حد محبت تھی ایک دن وہ لونڈی خیر پر سوار تھی اُس پر سے نیچے گر پڑی حضرت ابن عمر نے دوڑ کر اُسکو اٹھایا اور اُسکے چہرے پر سے خاک جھاڑتے جاتے تھے اور اُس پر سے قربان ہو ہو کر اُسکو پیار کرتے جاتے تھے اور وہ لونڈی اکثر آپ کی شان میں یہ الفاظ کہتے تھے یا بطرون انت قالون یعنی اے میرے آقا تم بہت اچھے ہو۔ پھر وہ لونڈی آپ کے پاس سے بھاگ گئی جبکہ باعث سے آپ کو سخت صدمہ اٹھانا پڑا اور یہ شعر آپ کی زبان سے جاری ہوئے قد کنت تحسینی قالون فانصرفت بد فالیوم علم فی خیر قالون + پسے تو مجھ کو خیال کرتی تھی کہ میں قالون ہوں مگر اب میں نے جان لیا کہ میں قالون نہیں ہوں +

ابو محمد بن حزم کہتے ہیں خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین میں سے بہت لوگوں نے محبت کی ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہنے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین میں نے ایک عورت کو

دیکھا اور میں اس پر حاشق ہو گیا آپ نے فرمایا یہ وہ بات ہے جو اپنے قبضہ میں نہیں ہے

جواب

اللہ تعالیٰ ایک توفیق دے اس باب میں اول ضروری یہ ہے کہ واقع اور جائز اور نافع اور ضرار میں تمیز حاصل کرے اور اس تمیز سے پہلے مذمت یا انکار یا تعریف نہ کرے کیونکہ بغیر علم متعلقات عشق کے عشق کی نسبت حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ یہ اچھا ہے یا بُرا اور ہم اُس میں سے ہر ایک کی تفصیل صغریٰ بیان کرینگے۔

مظلوم ہو کہ محبت کی قسموں میں سب سے زیادہ نافع اور اعلیٰ واوہی اسکی محبت ہے جبکی محبت جبلت میں پڑی ہوئی ہے اور جو محبت فطر تادخل خلقت کی لگی ہے اور جس محبت کے سبب سے آسمان وزمین قائم ہیں اور وہ ہی محبت لا الہ الا اللہ کی شہادت کا بہید ہے کیونکہ عبادت سوائے اُسکے کسی کو درست نہیں ہے اور عبادت کمال محبت کا نام ہے جو کمال خضوع کے ساتھ ہو چنانچہ عبادت میں شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے جسکو خدا کبھی نہ بخشے گا اور اللہ تعالیٰ ہر طرح سے محبت کیا جاتا ہے اور اسکے سوا جس سے محبت کی جاتی ہے وہ اُسی کی محبت کے تابع ہے بد خداوند تعالیٰ کی محبت کے وجوب پر تمام نازل ہوئی ورنہ کتنا بین دلالت کرتی ہیں اور تمام رسولوں کی دعوت کا بھی اسی پر مدار ہے کیونکہ تمام دلوں کی جبلت میں یہ بات داخل کی گئی ہے کہ جو اپنے راہبان و انعام کرے اُس سے محبت کریں چنانچہ وہ خود فرماتا ہے و ما لکم من نعمۃ من اللہ اور خداوند تعالیٰ ہی کے واسطے کمال مطلق ہے کیونکہ وہ جہل ہے اور جہال کو دوست رکھتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کمال پورے طور سے خداوند تعالیٰ ہی کے واسطے ہو اور جمال سارا اُسی سے ہے پس محبت کا مینِ گلِ الوجہ سوائے خداوند تعالیٰ کے اور کوئی مستحق نہیں ہے۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی يحبکم اللہ اور فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا من یر تدھنکم عن دینہ فسوف یأثم اللہ بقوم یحکم ویحبونہ الا یہ اور ولایت کی اصل محبت ہے بغیر محبت کے ولایت نہیں ہو سکتی اور عداوت کی اصل بغض ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ایمان والوں کا ولی ہے اور وہ اُس کے ولی ہیں کیونکہ وہ اُن سے

اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے اسی سبب سے محبت کرتا ہے کہ مومن بندہ اُس سے محبت کرتا ہے۔ اور اسی سبب سے خداوند تعالیٰ اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اُس کے ساتھ غیرت سے محبت کرے یا اس کی محبت میں کسی کو شریک کرے اور یہ بھی اُسے خبری ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ مشکوک ہے کیونکہ ایسے لوگ دوزخ میں اپنے محبوبوں کو جنکو یہ لوگ خدا کی محبت میں شریک کرتے تھے کہیں گے نالائش ان کو لافنی ضلال میں۔ اذ نسو یکم بر بالاعمالین۔ اور اسی توحید فی المحبت کے واسطے خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو بھیجا ہے اور اسی کے واسطے اُسے تمام کتابیں نازل کی ہیں۔ اور اسی محبت کے واسطے آسمان و زمین اور جنت و دوزخ پیدا کی گئی ہیں اور جنت اہل جنت کے واسطے اور دوزخ اہل دوزخ کے واسطے مخصوص ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے ساتھ فرمایا ہے کہ کوئی شخص مسلمان نہ ہو گا جب تک کہ مجھے اپنے بیٹے اور باپ سے زیادہ محبت نہ کرے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ حال ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کی محبت کا کیا حال سمجھنا چاہئے اور حضرت عمر بن خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جتنا مومن نہ ہو گے جتنا کہ اپنی جان سے بھی زیادہ مجھے محبت نہ کرو۔ خیال کرنا چاہئے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کل چیزوں سے مقدم ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کی محبت کس درجہ کی ہونی چاہئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں ہماری جالون سے زیادہ مقدم ہیں تو پھر خداوند تعالیٰ جل جلالہ و علم نوالہ کیونکر مقدم نہ ہو اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندے کے واسطے جو کچھ چیزیں ہیں وہ اس کی محبت کی طرف بتلاتی ہیں چنانچہ بندہ کی مدد کرنا اور اس کی فریاد کو پہنچانا اور اس کی معذرت کرنا اور اس کو طرح طرح کی بلاؤں میں مبتلا کر کے آزمانا اور اس کے ساتھ عدل و فضل سے برباد کرنا اور مشکل کو کہوں لایہ سب باتیں اس کی محبت کی طرف بتلاتی ہیں کیونکہ مخلوق میں سے جو شخص کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو اُس کے دل میں ضرور اُس کی محبت ہو جاتی ہے پھر بندہ اپنے مولا سے کیونکر نہیں محبت کرتا ہوا جو دیکر بندہ ہمیشہ ہر وقت اس کی نافرمانی میں رہتا ہے۔ خدا کی طرف سے نیکی اور بھلائی ہر وقت نیرے پاس آرہی ہے اور تیرا شر اس کی طرف جارہا ہے اپنی نعمتوں کے سبب سے وہ بندوں کا محبوب ہوتا ہے اور بندہ اُس کے انکار میں اس کے سبب سے اس کا مبغوض بنتا ہے حالانکہ بندہ ہر حال میں اُس کا محتاج ہے نہ خدا کے

احسانات بندہ کو گناہ سے روکتے ہیں اور نہ بندے کے گناہ خدا کے احسانوں کو بند کرتے ہیں۔ پس حیرت کی بات ہے کہ ایسے محسن کی محبت سے دل پیچھے رہ جائیں اور غیر کی محبت میں گرفتار ہوں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو تم سے محبت کرتا ہے وہ تمہاری ذات کو اپنے واسطے چاہتا ہے بخلاف خداوند تعالیٰ کے کہ وہ تم سے تمہارے واسطے محبت کرتا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے میرے بندے ہر شخص تمہکو اپنے واسطے چاہتا ہے اور میں تمہکو تیرے واسطے چاہتا ہوں۔ پس کیا بندے کو شرم نہیں آتی ہے کہ اس کا رب تو اُس سے ایسی محبت کرے اور وہ اُس سے اس طرح روگردانی کرے اور اُس کے غیر کی محبت میں مشغول ہو۔ جو شخص تم سے محبت کرتا ہے وہ محض اس واسطے کہ تم سے اسکو نفع پہنچے اور اللہ تعالیٰ تم سے اس واسطے محبت کرتا ہے کہ تمہکو نفع حاصل ہو پس دیکھ لو کہ ایک نیکی کا سامنا بلکہ اُس سے بھی زیادہ ثواب ہے۔ اور برائی ہی ایک کیلئے ہے بلکہ بہت جلدی مٹ بھی جاتی ہے اور بلکہ آسمان وزمین میں جس قدر چیزیں ہیں وہ سب خداوند تعالیٰ نے تیرے واسطے پیدا کی ہیں اور تمہ کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تاکہ تو خاص اُسی سے محبت کرے۔ اور بلکہ تیرے اور تمام مخلوق کے مقاصد سب اُسی کے پاس ہیں اور وہ بڑا بخشنے والا کرم والا کون ہے اور اپنے بندے کو مانگنے سے پہلے اسکی حاجت سے زیادہ دیتا ہے تھوڑے سے عمل پر بندہ کا شکر گزار ہوتا ہے اور اُس کے عمل کو بڑا مانتا ہے اور اسکی اغزشوں کو درگزر دیتا ہے اُسی سے آسمان وزمین کے ساکن سوال کرتے ہیں اور ہر روز وہ نرالی شان میں ہوتا ہے۔ ایک کی بات کا شکر اُسکو دوسرے کی بات کے سننے سے باز نہیں رکھتا ہے اور نہ مخلوق کا اُس سے زیادہ سوال کرنا اُسکو پریشان کرتا ہے بلکہ جو لوگ دعا میں الحاح و زاری بہت کرتے ہیں انکی دعا جلد قبول کرتا ہے سوال کرنے سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ بندے سے یہاں کرتا ہے حالانکہ بندہ اُس سے چاہ نہیں کرتا اپنی نعمتوں اور عطیوں اور احسانات کے ساتھ اپنے بندے کو اپنی رضا مندی کی طرف بلاتا ہے مگر بندے نے انکار کیا تب اُس نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور فرمایا کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اُسکو دوں اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے اور میں اُسکو بخشوں۔ میں تمہ کو اپنے وصل کی طرف بلاتا ہوں اور تو انکار کرتا ہے تیرے ہی بلانے کے واسطے میں نے رسولان کو بھیجا اور حضور میں تمہکو اتار کرتا ہوں پھر کس طرح تو مجھ سے نہیں کرتا۔ اور مخلوق کیوں نہیں ایسی ذات سے محبت

کرتی ہے جسکے سوا بھلائیوں کوئی نہیں لاتا اور جسکے سوا برائیوں کو کوئی دوز نہیں کرتا اور نہ مختصی کو نفع اور نہ مطلبوں کو آسان کرتا ہے۔ پس ہی اس بات کا زیادہ حق ہے کہ اُسکا ذکر و شکر کیا جائے اور اسی کی حمد و عبادت کی جائے۔ وہ ذات پاک بڑا وسیع دینے والا اور بڑا سہاوی رحم والا ہے جو اُسپر توکل کرے اُسکو کافی ہوتا ہے مان سے زیادہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ اپنے بندے کی توبہ سے اُس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جسکے کہیں ہوں اُنہی جس پر اُسکا کہا جائیگا اللہم اتھامک یا یکمل جائے وہ بادشاہ ہے جسکا کلمہ شریک نہیں ہو سکتا اسکی ذات کے کل چیزیں ہلاک ہو سکتی ہیں جو اسکی فرمانبرداری کر لے اسکے حکم سے کرتا ہے اُس کے حکم سے کرتا ہے اوقات سے شکر کرتا ہے اور نافرمانی کو سخت تیل ہے وہ بڑا عادل اور انصافی کے ساتھ قائم ہے اُسکے نور سے تمام کائنات روشن ہے اگر وہ اپنے حجاب نور سے ڈرا سپردہ شاد و صفا نکلیں اُنکی نگاہ جائے سبکو جلادے۔ ششہر مامناض یا ذل جیسو اہ من بد عوض ولو ملک الوجود باسره بد یعنی اُنکی محبت کا سزاوار اسکے سوا کچھ عوض نہ لیا اگرچہ وجود کا بالکل مالک ہو بد

فصل اس جگہ ایک اور بڑی بھاری بات ہے جسکا معلوم کرنا نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ لذت اور سرور اور فرصت دو امر کے تابع ہے ایک تو کمال محبوب یعنی نفس اور جمال میں کمال اور اس لائق ہونا کہ اُس سے محبت کی جائے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ محبت کمال ہو اور کل چیزوں پر اُسکو اختیار کیا جائے ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ محبوب کے حامل ہونے سے جود لذت پیدا ہوتی ہے وہ محبت ہی کے بقدر ہوتی ہے یعنی جسقدر محبت زیادہ ہوگی اسیقدر لذت زیادہ آئے گی جیسے کہ جسقدر پیاسا ہوگا اسیقدر پانی کی قدر کریگا اور جسقدر بھوکا ہوگا اسیقدر کھانے کی اُسکو محبت ہوگی جب تم نے یہ جان لیا تو اب یہ بھی جانو کہ لذت اور سرور اور روح فی نفسہ مطلوب نہیں بلکہ ہر جاندار عاقل کے مقصود ہیں۔ جب لذت فی نفسہا مطلوب ہوئی تو وہ اُسوقت مذموم بھی ہو سکتی ہے جب اپنے پیچھے لذت سے بڑھ کر اہم اور دکھ لائے یا اس لذت سے بہتر لذت کی مانع ہو اور اس لذت کے تو کیا کہنے ہیں جس سے انتہا درجہ کی حسرتیں حاصل اور اعلیٰ لذتیں فوت ہوں۔ اور یہی لذت نیست ابھی کہی جاتی ہے جب اپنے پیچھے اچھی اعلیٰ لذتیں لائی جنہیں کسی قسم کی خفایت اور بیزاری نہ ہو یہی لذت آخر کی لذت ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **بل تو ترون الحیوۃ الدنیا کالآخرۃ خیسر وابطے**۔ اور فرعون کے حامد و گروہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے اور فرعون نے اُنکو

ڈاٹا تو انہوں نے کہا جو کچھ تیراجی چاہے کر جو کچھ تو کرے گا اس دنیا میں کر لے گا ہم اپنے رب پر ایمان
 لے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو مادی واسطے پیدا کیا ہے تاکہ جو اسکی اطاعت کرے اُسکو
 وہ یہ لذت بخشے کیونکہ دنیا زائل ہونے والی ہے اور اسکی لذتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں بخلاف
 آخرت کے کہ اسکی لذتیں ہمیشہ رہتی ہیں اور جس چیز کی نفس خواہش کرے وہ وہاں موجود ہے
 اور ہمیشہ وہاں رہتا ہے اور وہاں وہ لذتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے
 سنیں اور نہ جنکا کسی پر خطرہ گذرنا ہی مضمون قوم فرعون کو نصیحت کرنے والے نے اسطرح ادا
 کیا اے قوم میری پیروی کرو میں تمکو نیکی کے رستہ کی ہدایت کروں گا اے قوم یہ زندگانی دنیا
 محض ایک گھڑی کا ٹھکانا ہے اور اصل ہمیشہ کا ٹھکانا آخرت ہی ہے یعنی دنیا اس واسطے ہی
 کہ اس سے آخرت کے واسطے نفع حاصل کیا جائے جب تم نے یہ جان لیا کہ دنیا کی لذتیں اور
 نعمتیں سب آخرت کے واسطے راستہ ہیں اور اسی واسطے پیدا کی گئی ہیں اگر یہ نعمتیں آخرت کا واسطہ
 ہوئیں تو اچھی ہیں ورنہ مذموم ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ آخرۃ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت
 خدا کا دیدار اور اُس سے قرب اور کلام کرنا ہے چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اس سے
 بڑھ کر خدا نے جنتیوں کو کوئی نعمت نہیں دی ہے کہ ان کو اپنے جال کے دیکھنے کی اجازت دی
 اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی تجلی کرے گا اور وہ اُسکو دیکھنے کے تو جن جن نعمتوں میں
 مشغول ہونگے سب کو بھول جائیں گے۔ سنائی شریف اور سند امام احمد میں سند کے ساتھ ہمار
 بن یا سر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ تو مجھ کو اپنی
 بزرگ ذات کی طرف نظر کرنے میں لذت اور اپنی ملاقات کا شوق عنایت فرما۔ کتا البسنہ میں
 عبد اللہ بن امام احمد سے مروی روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگوں نے خداوند تعالیٰ سے پہلے
 کبھی قرآن شریف نہ سنا ہوگا جب سینگے تو سمجھیں گے کہ پہلے کبھی کسی سے نہیں سنا تھا۔ جب یہ معلوم
 ہو گیا تو اب یہ جانو کہ دنیا میں ایسا سبب جس سے یہ آخری لذت حاصل ہو خداوند تعالیٰ کی
 معرفت ہے اور دنیا کی لذتیں اس لذت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے دریائے ہمار میں تھک کیونکہ روح
 اور قلب اور بدن اسی واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس دنیا میں سب سے بڑی نعمت اسکی معرفت
 اور محبت ہے اور آخرت میں بڑی نعمت اُسکی رودہ اور شاہد ہے پس خوش میثی ہمہ محبت خداوند

کسی کام میں نہیں ہے۔ بعض اہل اللہ فرماتے ہیں جس عیش میں ہم ہیں اگر اس عیش کی خبر اہل جنت کو ہو تو وہ ہم پر شک کریں اور اگر بادشاہان دنیا کو اس کی خبر ہو تو ملواریں لیکر ہم پر دوڑ پڑیں۔ حالانکہ ہاں محبت والے یہ کہتے ہیں کہ وانا س الا عاشقون ذوی الہویٰ بد فلاخیر فی من یحب و یعشق بد یعنی آدمی وہی ہیں جو عشق و محبت رکھتے ہیں اور جو محبت اور عشق نہیں کرتے ہیں ان میں کچھ خیر نہیں ہے۔ اور ایک دوسرا کہتا ہے کہ ولاخیر فی الدنیا ولا فی الہیاء و انت و جید منفرد خیر عاشق بد یعنی جب تم اکیلے ہو اور عاشق نہیں ہو تو دنیا اور اس کی نعمتوں میں کچھ خیر نہیں ہے اور کسی کا قول ہے کہ تشلی العیون الصبا یتلیتی و تحملت مالیقون من بنیم و جدی۔ نکانت قلبی لذت الحب کلہا بد فلم یلقہا قلبی محب ولا کعبد یعنی عاشق لوگ جو محبت کی شکایت کرتے ہیں کاش یہ ساری محبت تجھی کو ملجاتی اور میرے قلب کو بوری لذت محبت ہوتی نہ مجھے پہلے کسی کو ملتی اور نہ میرے بعد کسی کو ملتی۔ پھر اس محبت کا کیا کہنا ہے جس کے بغیر دلون کی زندگی اور خوش حالی ممکن نہیں جب قلب سے یہ محبت جاتی رہے تو پھر قلب کو کقدر صدر ہونا چاہئے اس سے زیادہ صدر ہونا چاہئے کہ حقد راند ہے کو اجنبی آنکھوں کے گم ہونے سے ہوتا ہے بلکہ قلب جب خدا کی محبت سے خالی ہو تو یہ بدن کے روح سے خالی ہونے سے زیادہ قابل افسوس ہے اس امر کی وہی شخص تصدیق کریگا جس میں کچھ زندگی ہوگی اور جو مردہ ہے وہ کیا سمجھ سکتا ہے مقصد یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی لذت وہ ہے جو آخرت کی بڑی لذت کی طرف موصول ہو دنیا کی لذتیں تین قسم ہیں زمین سبب بڑی لذت وہ ہے کہ آخرت کی لذت حاصل ہو اسی لذت پر انسان کو ثواب ملیگا چنانچہ مومن جس کام میں خدا کا قصد کریگا اسی میں اس کو ثواب ملیگا جا ہے کھائے یا پیے یا جو کام کرے پھر جب خدا پر ایمان لائے اور اُس سے محبت کرے تو کیا کہنا ہے۔ دوسری قسم کی محبت وہ ہے جو آخرت کی نعمتوں کو حرام کرے یہ محبت خیر خدا کی ہے جو لوگ کہ خدا کے ساتھ اُس کے خیر کو غریب کہتی ہیں وہ قیامت میں اُس کے سامنے اس طرح عرض کریں گے س بنا استمتع بعضنا ببعض الخ اور یہی لذت ان لوگوں کی ہے جو ظلم و فحش میں مبتلا ہیں اور یہ لذتیں درحقیقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے کفاروں اور فاسقوں کے واسطے استدراج ہیں تاکہ وہ ان میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے آلام و مصائب اور لذات المفردی سے محروم رہیں چنانچہ اسکا فرمان ہے و نستدرجهم من حیث یریدون

بعض سلف فرماتے ہیں اس آیر کی بیسے کافر جو گناہ کرتا ہے خداوند تعالیٰ اسکے بدلے ایک نعمت اُس کے واسطے زیادہ کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ مغرور ہو جاتا ہے تو پھر یکایک اُسکو پکڑ لیتا ہے چنانچہ لوگوں کی شان میں اُسکا فرمان ہے اِیْحَسِبُونَ اِنَّمَا نَحْنُ حُمَمٌ مِّنْ مَّالٍ وَبِئْسَ الْفِتْنٰی مَنحَسِبَتِ الْجِنَّةُ الْاِیْمٰنُ و غیرہ نعمتیں دیکھ سے بدل جائیں گی ۵ یا رب کائنات فی الحیوة لا یلباہ عذاب انصارت فی المات عذابا بدیعے بہت سی نعمتیں جو زندگی میں انجی تحسین وہی آخرت میں عذاب ہو گئیں تیسری لذت وہ ہے جو آخرت میں نہ نفع پہنچائے نہ نقصان یہ لذت مباح ہے اور اس سے آخرت کی لذت پر کچھ ادا دین میں ہو سکتی اور نفع بھی اس سے تھوڑا ہی حاصل ہو سکتا ہے پس بہتر یہ ہے کہ اسکو بھی چھوڑ کر اسکو اختیار کرے جسکا نفع کثیر اور ہمیشہ کے واسطے ہو چنانچہ اسی معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر لہو جو انسان کرے باطل یعنی بیفائدہ ہے سوائے تیر اندازی اور چابک سواری کے تاکہ خدا کی راہ یعنی جہاد میں کام آئے اور عورت سے پیار و اخلاص کرنا کیونکہ یہ اُسکے حق کا ادا کرنا ہے۔

حاصل یہ محبت نہ اچھی ہے نہ بُری اور ایسی ہی حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے ہم اس محبت کا ذکر کرتے ہیں جس میں محب کا دل اور ذکر و فکر سب محبوب کے خیال میں لگا رہے پس یہ محبت خدا ہی کا حق ہے اور خدا ہی کی محبت تکلیفوں کو دور کرتی ہے اور غیال کو سمجھاؤ نامرد کو بہادر بناتی ہے بخلاف انسانوں کی محبت کے ۵ سبقتے لکھنی مضمر القلب الحشا سریرۃ حب یوم تلی السرائر ۶ یعنی تمہارے دل میں قیامت کے دن ہی محبت کی بات پوشیدہ رہے گی حالانکہ اُس دن پوشیدہ باعین ظاہر ہوگی۔ پس یہی محبت چہرہ کو روشن کرتی اور سینہ کو کھلتی ہے اور دل کو زندہ کرتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس کلام اللہ کی محبت ہے یہ بھی اللہ کی محبت کی علامت ہے جب تم کو یہ معلوم کرنا ہو کہ تم کو یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی کس قدر محبت ہے تو دیکھو کہ تم کو قرآن شریف کے پڑھنے میں کس قدر لطف آتا ہے ۵ یہی اسکا گمان سننے والے لوگ گمانے سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اسکے کلام سے بھی اسکو ضرر نہ محبت ہوگی ۵ انک ترحم علی فلم یجرت کلماتی ۷ انا ملعت ما یدلذذہ خطابی تو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے پھر تو نے میری کتاب کو کیوں چھوڑ دیا ۸ کیا تو نے مال نہیں کیا

اور جاتی ہے پس جب تم میں سے کوئی عورت کو دیکھے اور اچھی معلوم ہو تو اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس سے وہ خیال جاتا رہیگا۔ اس حدیث میں کتنے ہی فوائد ہیں مجملہ ان کے ایک یہ ارشاد ہے کہ مطلوب کی مجلس سے تسلی ممکن ہے جیسے کہ ایک قسم کا کھانا دوسرے کھانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور ایک کپڑا دوسرے کپڑے کے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عورت کا اچھا معلوم ہونا جو شہوت کا باعث ہے اسکا علاج نہایت نافع دو اسے جو قضاء حاجت ہے کرنا چاہئے تاکہ شہوت ٹوٹ جائے یہی مضمون ابن ماجہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ عاشق و معشوق کے واسطے نکاح سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں ہے اور یہی نکاح اس عشق کی دوا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے شرعاً و قدراً مرض ٹھہرایا ہے اور یہی علاج حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا حرام کے مرتکب نہ ہوئے اور ان عورت سے نکاح کر کے اپنی بیویوں میں انکو شامل کیا اب رہا انکا تو یہ کرنا وہ محض انکی شان کے شایان نہ تھا بلکہ جو مرتبہ وہ خدا کی حضور میں بہتر تھے ہم اس تفصیل سے زیادہ اور نہیں لکھ سکتے۔

زینب بنت جحش کا قصہ یہ ہے کہ زید ان کے پہلے خاوند نے انکو طلاق دینے کا قصد کیا کیونکہ انکے آپس میں موافقت نہ تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکو طلاق دینے سے منع فرماتے تھے پھر جب حضور کو معلوم ہو گیا کہ یہ بغیر طلاق دئے نہیں مانیں گے تب آپ نے خود حضرت زینب سے نکاح کا قصد دینا پسند کیا اور لوگوں کے کہنے کا خیال کیا کیونکہ زید حضرت کے بیٹے بیٹے تھے اور متبنی کی بیوی سے نکل ح مایوب سمجھا جاتا تھا۔ اور خداوند تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس قاعدہ کو بدلے اور نیا حکم فرمائے ہمیں بندوں کے واسطے مصلحت ہو پھر جب زید نے انکو طلاق دی اور انکی عدت بھی پوری ہو گئی تب حضور نے زید ہی کو پیغام دیکر حضرت زینب کے پاس بھیجا جب زید ان کے مکان پر پہنچے تو دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے اور چونکہ حضور نے پیغام دیا تھا لہذا وہ انکی تعظیم کرنے لگے اور آواز دی کہ اے زینب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم کو پیغام نکاح دیتے ہیں۔ زینب نے جواب دیا میں جب تک کہ اپنے رب کے حکم نہ لیں کچھ نہیں کر سکتی اور بھروسہ محراب میں کھڑی ہوں اور نماز پڑھنے لگیں چنانچہ خداوند عز و جل نے ساتوں آسمانوں کے اوپر حضور سے

انکا نکاح باندہ اپنا جو جب یہ آیہ نازل ہوئی فلما تھے تیرید ضیاء و طرا نرو حینا لکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت کھڑے ہوئے اور انکے مکان میں داخل ہوئے حضرت زینب اسی سبب تمام عورتوں پر خیر کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ تم سب کو تو تمہارے گھر والوں نے بیاہا ہے اور مجھ کو میرے رب نے بیاہا ہے یہ قسم تھا حضرت زینب کا اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تین محبوب کی گئی تھیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی حدیث میں وارد ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمہاری دنیا میں سے دو چیزیں میری محبوب کی گئی ہیں ایک عورتیں دوسری خوشبو اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نما زمین ہے امام احمد نے کتاب اللزہ میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں کھانے پینے پر صبر کر سکتا ہوں مگر اپنی صبر نہیں کر سکتا اور دشمنان خدا صبر کو جب حضور سے اس بات پر حسد ہوا تو کہنے لگے کہ تجھ کا اور وہ بس نکاح ہی کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے انکے تھیں یہ آیت نازل فرمائی ام یحسدون الناس علی ما اتواہم اللہ من فضله۔ اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو جنکے پاس تمام دنیا کی عورتوں میں زیادہ خوبصورت حضرت سارہ تھیں اور پھر آپ کو حضرت اجرہ سے محبت ہو گئی اور حضرت داؤد کو دیکھو جن کی ننانوے بی بیان تھیں اور پھر انکو ایک عورت سے محبت ہو گئی جس سے نکاح کر کے تنوکی گنتی انہوں نے پوری کی اور حضرت سلیمان کو دیکھو جو ایک رات میں نوٹے ملی بیون کے پاس جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے دریافت کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے آپ نے فرمایا عائشہ سے پس معلوم ہوا کہ عورتوں سے محبت کرنا کمال انسانی میں داخل ہے اس میں جہاس کہتے ہیں کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جو زیادہ عورتیں رکھے۔ امام احمد کہتے ہیں طولا کی لڑائی کے دن حضرت ابن عمر کے حصہ میں ایک لونڈی آئی جسکی گردن ایسی سپید تھی جیسی چاند کی صراحی۔ عبداللہ کہتے ہیں اسکو دیکھ کر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے اسکو پیار کیا حالانکہ لوگ مجھ کو دیکھ رہے تھے اسی حدیث سے امام احمد نے قید کی لونڈی کے ساتھ استبرائے سے پہلے امتناع بغیر وہی کو جائز رکھا ہے بخلاف مشترک لونڈی کے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مشترک میں انفلک ملک کا خیال ہے بخلاف قید کی لونڈی کے کہ اس میں انفلک ملک کا خیال نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشق کے واسطے مستحق سے سفارش فرمائی ہے چنانچہ بریرہ کے قصد میں مذکور ہے کہ حضور صلعم نے میث کو بریرہ کے پیچھے پیچھے پھرتے ہوئے دیکھ کر بریرہ سے فرمایا کہ اگر تو میث سے رجوع کرے یعنی راضی ہو جائے تو بہتر ہے بریرہ نے کہا کیا آپ مجھ کو حکم فرماتے ہیں فرمایا نہیں بلکہ میں سندش کرتا ہوں بریرہ نے کہا تو مجھ کو ضرورت نہیں ہے تب حضور نے حضرت عباس اپنے چچا سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم کو میث کی محبت سے تعجب نہیں تھا ہے حالانکہ بریرہ کس قدر نفرت کرتی ہے اور حضور نے میث کو منع نہ فرمایا باوجودیکہ بریرہ ان سے بالکل علیحدہ ہو گئی تھی۔ کیونکہ یہ عشق کے معاملے اپنے فقہانہ سے باہر ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بی بیوں میں دشمنی کی تقسیم برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے اسے اللہ یہ میری تقسیم ہے جہن میں تمہارا کھانا ہے تو مجھ کو اس میں ملامت نہ کیجو جو میرے اختیار میں نہیں ہے یعنی جنت میں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے تم طاقت نہیں رکھتے ہو کہ میری برابری کرو اور اگر تم عرض کرو گے یا جامع میں تو ایک طرف پورا میلان نہ کرو۔ اور خلفاء و راشدین ہمیشہ سے عاشقوں پر رحم اور شفقت کرتے آئے ہیں چنانچہ حضرت ابو بکر و عثمان کے واقعہ گزشتہ ہیں اور اسی طرح حضرت علی کے پاس ایک عورت لایا گیا جو ایک گھبراہٹ میں کہہ رہی تھی کہ میں نے اس سے پوچھا تیرا کیا قصہ ہے اس نے عرض کیا میں چور نہیں ہوں مگر میرا پیچ کھتا ہوں اسے تعلقت فی دارلرمانی فرمیدہ و بدل لہا من حسن منظرہ البند و لہا فی نبات اللوم حسن و منظرہ و از فقرت الحسن عاتقہ الفخرہ طاعت الدارین جب پہنچی بیت و فیہا من یوقد بالبحر و تبادل الدارین ثم صیحا بولہا محتوم بالقتل الاسرہ مطلب یہ ہے کہ میں اس گھر کی ایک لڑکی پر عاشق ہوں اسی کے غم و محنت میں اس گھر کے دروازے کو آکر چرچر کرنے لگا ہوں پھر وہ مجھ کو چٹ گئے اور پکار پکار کر کہنے لگی کہ یہ چور ہے اس کو قتل و قید کرنا چاہئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس لڑکی کا یہ قصہ سنا تو آپ سب سے ہر بان ہونے اور مطلب سے فرمایا کہ وہ لڑکی اس کے واسطے کرد و انہوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین اس سے دریافت لیجئے کہ یہ کھن ہے اس نے جواب دیا کہ انہاں بن مینہ میرا نام ہے حضرت نے فرمایا جاؤ اس لڑکی کو لیجئے وہ تیرے واسطے ہے۔ معاویہ نے ایک نو نڈی فرمادی اور وہ انکو بہت اچھی معلوم ہوئی ایک دن انہوں نے سنا کہ وہ یہ شعر پڑھ رہی تھی

و قاتلہ کا نہیں بہتر فی الشریعہ طریقہ و سبب بعد ما طر شار بہ بد معاویہ نے اسکا حال دریافت کیا
اُس نے کہا میں اپنے پہلے مالک سے محبت رکھتی ہوں معاویہ نے اُسکو اُسکے پاس واپس کر دیا
زخم شری کہتے ہیں زبیدہ نے مکہ شریف کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا
۵ امانی عباد اللہ اذنی امامہ ہد کریم سیلی الہم عن ذہل العقل - یعنی اللہ کے بندوں مردوں
اور عورتوں میں کوئی ایسا ہے جو عقل گم کردہ سے بچ کر دودر کرے زبیدہ نے ان شعر و نکو
دیکھ کر نذر مانی کہ اگر مجھ کو یہ شخص مل گیا تو میں اس کے واسطے کوشش کروں گی چنانچہ مرد لدیف میں سیدہ
ایک شخص کو سنا کہ یہ شعر گارہا تھا زبیدہ نے اس شخص کو بلایا اور اسکا حال دریافت کیا اُس نے
کہا میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق ہوں اور ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ ہم تم سے اُسکا نکاح
نہ کریں گے زبیدہ اُس قبیلہ کے پاس گئی اور اسقدر مال خرچ کیا کہ ان لوگوں نے اُسکی شادی کر دی
تب معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اُس شخص سے زیادہ اُسکی عاشق تھی زبیدہ اس کام کو اپنی عمر بھر کی تمام
نیکیوں میں زیادہ نیک شمار کرتی تھی اور کہتی تھی میں اس کام سے زیادہ کسی کام سے خوش نہیں ہوئی
خرائطی کہتے ہیں سلیمان بن عبد الملک کا ایک غلام اور ایک لونڈی تھی جنکے آپس میں بہت محبت تھی
ایک روز غلام نے اُس لونڈی اپنی محنت کو لکھا ۵ ولقد رأیتک فی المنام کانما بد اقیقینی من
ما ویک البار د و کان کفک فی یری و کاننا بد بیتنا جیعاً فی فراش واحدہ فطفقت لولی کلمہ
مترادفہ لا راک فی لوی و لت براقہ بد لڑکی نے یہ جواب لکھا خیر ارایت و کما الصبرۃ
ستارہ سنی برغم الحاسد بد الی لار جوان تکون معانقی بد و تببت منی فوق ثد پی ناہدی بد و لاراک
بین خلاخلی و ربانجی بد و لاراک فوق ترابہی و محاشدی بد سلیمان بن عبد الملک نے جب یہ
خبر سنی تو ان دونوں کا نکاح کر دیا اور انکے ساتھ اچھا سلوک کیا - جامع بن مرجیہ کہتے ہیں میں نے
سعید بن مسیب مفتی مدینہ سے پوچھا کہ کیا محبت میں کچھ گناہ بھی ہے - سعید کہتے ہیں تو اس بات پر
طاقت کیا جائیگا جسکی لوطاقت رکھتا ہے سعید کہتے ہیں مجھے کیسے اس مسئلہ میں سوال
نہیں کیا اگر سوال کرتا تو میں یہی جواب دیتا +

عورتوں کا عشق تین قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو عبادت اور طاعت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان
اپنی بیوی یا لونڈی سے عشق کرے یہ عشق نافع ہے کیونکہ اس سے وہ مقصد حاصل ہوتے ہیں

جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے نکاح کو فرمایا ہے یعنی نگاہ اور دل ہر ایک سے متعلق ہو نیکو روکتا ہے اسی سبب سے عیش اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک عمدہ ہی اور ایک عشق وہ ہے جو خدا و بندوں دونوں کے نزدیک بڑا ہے عیش اللہ تعالیٰ اور لوگوں کا ہے عیش خدا کی رحمت سے بندوں کو بالکل دور کر دیتا ہے چنانچہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی رحمت سے گراتا ہے تو اسکو لونڈوں کی محبت میں مبتلا کرنا ہی یہی محبت تھی جسے قوم بوط کے سروں پر سخت مصیبت نازل کی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے انہم لفی سکرتم یعمیون۔ اس مرض صعب کی دوا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سچے دل اور نیت کے ساتھ مدد چاہے اور اسکے ذکر میں مشغول ہو اور اس الم کو خیال کرے جو اسکے سبب سے اسپر دار ہو گا۔ بیکسری قسم عشق کی عشق مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی اچھی صورت کو دیکھ کر اسپر عاشق ہو گیا یا بغیر قصد بیک کسی محرت پر نظر چاڑھی اور اسپر عاشق ہو گیا اور پھر اس عشق کے سبب گناہ کا بھی مرتکب نہوا پس یہ عشق ایسا ہے کہ اپنی قبضہ سے خارج ہے اور اسکا کچھ گناہ بھی نہیں ہے اور اس کے واسطے زیادہ نافع ایک یہ طریقہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سے زیادہ نافع کام میں مشغول رہے اور ہمیں پرہیزگاری اور پردہ داری سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور طاعت کو ہر کام پر مقدم سمجھے۔

فصل عاشقوں کی یہی تین قسمیں ہیں ایک وہ ہیں جو مطلقاً خوبصورتی کے عاشق ہوتے ہیں دوسرے وہ ہیں جو جمال عقید کے عاشق ہوتے ہیں وصل کی تمنا ہو یا نہ ہو۔ تیسرے وہ ہیں جو طبع وصال ہی کیواسطہ عاشق ہوتے ہیں ان تینوں قسموں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ جو جمال مطلق کا عاشق ہے اسکے واسطے ہر صورت میں مراعات کے فیو ماجبزدی و یوما بالحقیق و بالاعذیب یوما و لیداً بالخلیصیا۔ یہ عشق ثابت نہیں ہوتا بلکہ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یہیم ہنداً تم عیش غیر کہ و یسلاہم من وقفہ حین یصبح۔

اب رہا جمال عقید کا عاشق وہ اپنے معشوق پر ثابت قدم رہتا ہے اور اس کی محبت بڑی زبردست ہوتی ہے مگر چونکہ وہ طالب وصال نہیں ہوتا اس سبب سے محبت اسکی ضعیف ہو جاتی ہے اور جو طالب وصال ہوتا ہے وہ عاشقوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہے کیونکہ طلب وصال اسکی عشق کو مدد دیتی رہتی ہے

فصل یہ حدیث کہ جو عاشق ہوا اور پھر اسنے عفت کے ساتھ اپنا عشق چھپا یا بدرواہمت سعد بن سید سے ہے اور حفاظ اسلام نے اسکا انکار کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ان حدیثوں میں سے ہے جسکا سعید مرانکا کیا گیا ہے یہی پہلی اور ابن طاہر نے ذخیرہ اہل تکرہ میں ذکر کیا ہے اصل میں جوزی نے

فوائد الفوائد اردو

بدون فوائد الفوائد بلغوظ مبارک حضرت سیدنا الحاج نظام الدین اولیاء
رحمۃ اللہ علیہ صرح فرمایا کہ حضرت ابو جعفر الحسن بن علی بن محمد بن علی
رحمۃ اللہ علیہ صرح فرمایا کہ ۱۰ سال کی کمال محنت سے جمع فرمایا گیا
یہ فہرست ہے جس کے بعد حضرت ابو جعفر اپنی جملہ تصنیفات ابجد میں
نمبر لکھ کر جمع فرمائی ہیں انھوں نے اس کے کوٹھڑی میں فرمایا یہ
کتاب فی کتاب قیاس نورانی ہے قیمت یک روپیہ

تحفۃ المقتین اردو

مولانا مولوی حافظ الدین صاحب دکنی ایضاً العلوم نصیف امام غزالی
عزیز اللہ بن دہلوی صاحب کاغذ سے صاحب نقوی اسکو
مورخہ نظر رکھیں دیکھو کہ وہ میں بند کیا ہے قیمت تین روپے ۲

گلدستہ گلشن فقیری

میں ایک خاندان قادریہ چشتیہ - نقش نبویہ - اور سہ روپیہ
وچل خانہ دول کے ہر بار اولیاء اللہ کے نام سے دعا ہے یہ پیش
وہن ودار و تاریخ و وفات فقید مسند دج ہی قابل دیکھنا ہے
بست فی مسند صرف ۴

اصول التماع عربی ترجمہ اردو

حضرت مولانا فاضل الدین راموی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت محبوب الہی
اس سرہ سند سماع میں نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے مستند کتاب
ہے جن السطور میں ترجمہ است قیمت ۲

نجر الحسنات

مولانا مولوی خان بہادر نواب محبوب علی خان صاحب سار
ی اہلس - آئی وزیر اعظم پاکستان ہوا جان بے مصروف نے مستودات
ضروری مسائل سے آگاہ کر دینے کے واسطے نہایت ہی سلیس اور ہلکے
ن لکھا ہے یہ کتاب مراد العروس وغیرہ سے زیادہ مفید
ہے توں کو تعلیم علوم دین اخلاق و ادب سکھانے کے لیے آپ کو اس
بہتر اور عمدہ کتاب مذکورہ قیمت فی جلد ۱۰

سوانح عمری مولوی غلام محمد خان صاحب

پیش بینی اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ مولوی غلام محمد خان صاحب
کے کتاب کو پڑھیں

کی عمریں گزریں۔ ماحات زمانہ حالات خود شہد سے طرہ کے علاوہ
ہر ایک کتاب میں جو جلیل القدر اور بزرگ شخصیت کی زندگی

تذکرۃ المعین

سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین اجیری دلی الہند مدغریات
مناقب و حالات میر حسن خٹک سوار مدگرہ جیسے ادیب
خاندان چشتی مدغریہ مدغریہ قیمت ۱۰

ارشاد الطالبین معہ حواشی اردو

ہر ایک کنگول علمی ماہر حضرت شیخ جلال الدین تھانیہ ری قم بلخی قریہ و
خلیفہ اعظم حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ عنہما
اس میں اذکار اعلیٰ و فنی مراقبہ و محاسبہ وغیرہ کی ترکیبیں ہیں جو
خاندان حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی میں نقلیں کی جاتی تھیں
قیمت فی جلد ۲

صحایف السلوک

مکتوبات حضرت ذرا حقیقت سرخ اواسطین حضرت شیخ نصیر الدین محمد
بول دہلی اس میں آپ کے ساتھ مکتوبات میں جو آپ نے اپنے خلیفہ
غلام محمد بن دہلوی کو لکھا تھا وہ فرماتے تھے ہر قلم و قلم
سینہ اللہ مصنف منور ہے قیمت ایک روپیہ ۲

مناقب سلیمانی

و حالات حضرت مولانا دینار الشافعی خاندان بنگالہ خاندان حضرت خواجہ شام
محمد سلیمان صاحب و نسوی نور اللہ مدغریہ مدغریہ حضرت سراج السالکین
العارفین مولانا مولوی غلام محمد خاندان صاحب نے یہ مجموعی رضی اللہ عنہ صرف
یہ ایک ہی کتاب ہے یہ ایک نواہد محمد سلیمان شاہ صاحب کے ملاحظہ کا
انظر حاصل ہوا اور حضرت مولانا دینار الشافعی اس کتاب کی تصدیق
اپنی زبان مبارک سے فرمائی قیمت ۴

سوانح عمری شیخ علی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ علی حیدر مشہور ادیب فصیح اور بلخ شاعر گذشتہ جس سبب فراد
و لوم است ایرانی تھے وطن کو خیرا لکھ کر کسی وجہ سے بندس میں
بود و باش اختیار کر لی تھی یہ سوانح عمری جیسا ہم ذکر کر رہے ہیں
آپ نے اپنے قلم و دست مبارک سے تحریر فرمائی تھی اور بعد ازاں
بناسی ہی مرتبہ خلیل احمد بن علی اس میں تصحیح کی اور تصدیق فرمائی

اشہاد

یہ کتاب گلاب و جزر اشہاد کے قانون بمطابق ۱۸۴۷ء بمطابق

نمبر ۳۵۷۵ء بمطابق ۱۲۷۵ء بمطابق ۱۸۵۹ء بمطابق ۱۲۷۵ء بمطابق

عالی گورنمنٹ انجمنیہ سرکار نظام حیدر آباد

دکن کرائی گئی ہے۔ کوئی صاحب اہل مطبع یا تاجر کتب بلا اجازت تحریری
 ناکار یا فلاح دایرین کمپنی چھلی زیر اہتمام راقم جسد مطبع نہ فرمائیں
 بھائے فنی کے سخت نقصان اٹھائیں گے۔ یاں جعدہ جلدیں مطلوب ہوں۔ فلاح دین
 کمپنی دہلی یا خاکسار سے طلب فرمائیں۔ جس کتاب پر سیر یا فلاح دایرین کمپنی دہلی کی
 نمبر دستخط انہوں وہ مال مشرق ہے۔ خریدار کو وقت خریداری دیکھ لینا چاہیے۔ ایسی کتاب
 جس پر نمبر دستخط انہوں۔ اسکی اطلاع دینے اور ثبوت ہم پہنچانے پر مبلغ دس روپیہ انعام
 دیا جائے گا۔ المشہر مولوی غلام احمد خاں بریال منظم کتب تصوف ساکن حیدر
 آباد مسلم پریس منظم فلاح دایرین کمپنی دہلی ۴

نمرو دستخط ذیل میں درج کیے ہاتھ ہیں۔ بروقت خریداری کتاب اچھی طرح ملاحظہ کریں

مہر احمد علی

دستخط

